
ماہنامہ
آنچل
کراچی
PDF
MARCH 2018

نہایت اہم التماس

قارئین انتظار کے لیے معذرت خواہ ہیں لیکن آپ بخوبی واقف ہیں کے دُنیا میں ہر کوئی اپنے کاروبار کے لیے محنت کرتا ہے تاکہ منافع حاصل کر سکے لیکن اگر ہماری وجہ سے کسی کے کاروبار کو نقصان کا اندیشہ ہو تو ہمیں جان بوجھ کر ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ دیکھیں ہر ڈائجسٹ کے پبلشر بہت محنت کے ساتھ ہر مہینے ڈائجسٹ شائع کرتے ہیں تاکہ وہ مارکیٹ میں فروخت ہو سکے اور اُن کو منافع حاصل ہو سکے لیکن آج کے اس انٹرنیٹ دور میں جب وہی ڈائجسٹ یا رسالہ مارکیٹ میں پوری طرح آنے سے قبل ہی آن لائن پی ڈی ایف میں مل جائے تو مارکیٹ سے خریداری بہت کم رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے پبلشر کا بہت نقصان ہوتا۔ لہذا اس سارے معاملے کو خاطر میں رکھتے ہوئے urdusoftbooks.com کی انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کے آئندہ ماہ سے کوئی بھی ڈائجسٹ رواں مہینہ کی 30 تاریخ سے پہلے Upload نہیں کیا جائے گا تاکہ پبلشرز کا نقصان نہ ہو۔

خوشخبری

انشااللہ آئندہ urdusoftbooks.com پر تمام ڈائجسٹ بغیر واٹر مارک کے Upload ہوا کریں گے تاکہ قارعین کو پڑھنے میں دکت کا سامنا نہ کرنا پڑے

قارئین سے مزید درخواست ہے کہ urdusoftbooks.com کے لیے اپنے ویب براؤزر سے Adblocker ڈس ایبل کر دیں تاکہ ویب سائٹ پر سپانسر اشتہارات نظر آ سکیں اور ویب سائٹ کو تھوڑی سی آمدن ہو سکے انہی سپانسر اشتہارات کی آمدن سے ویب سائٹ کے ماہانہ اخراجات پورے کیے جاتے ہیں لہذا آپ کا تھوڑا سا تعاون urdusoftbooks.com کو مستقل آن لائن رکھنے میں بہت مدد گار ثابت ہوگا۔ شُکریہ


مرحبا
قدرت کی حکمت
ہر لمحہ ہر بار...
مرحبا گُل بہار
شربت گُل بہار
"مرحبا بھی ہے قدرت کی حکمت"
Marhaba Laboratories
UAN: 111-152-152
www.marhaba.com.pk



aanchal.com.pk

رنگارنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ

ماہنامہ نئے اُفق کراچی

تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے

مارچ 2018ء کے شمارے کی ایک جھلک

ناقابل تسخیر: ہسپانیہ خوابوں کی سرزمین، جہاں ہوائیں ساز بجاتی ہیں فضا پھولوں کی خوشبو سے معطر رہتی ہے وہی ہسپانیہ دنیا میں بل فائٹنگ جیسے خونی کھیل کے حوالے سے بھی مشہور ہے جہاں کے لوگ بل مقابلے میں مارا جائے تو بھی جشن مناتے ہیں اور فائٹر جان سے جائے تب بھی خوشی کے شادیانے بجاتے ہیں۔ ایک خونی دنگل کی روداد جسے پڑھتے ہوئے آپ وقت کا احساس کھو دیں گے۔

چاچو سی آئی ڈی: وادی کشمیر کے پس منظر میں ایک ہنستی مسکراتی تحریر چھوٹے خان موٹے خان کی ایک پر مزاح مہم جو آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دے گی۔ اداس لمحوں کے لیے اکسیر، ایک دلچسپ تحریر

آتش عشق: جذبات میں کیے جانے والے فیصلے کیا گل کھلاتے ہیں اس کے بارے میں کوئی سوچ لے تو کبھی انجان راہوں پر سفر نہ کرے۔ رانگ نمبر سے شروع ہونے والی محبت کا فسانہ

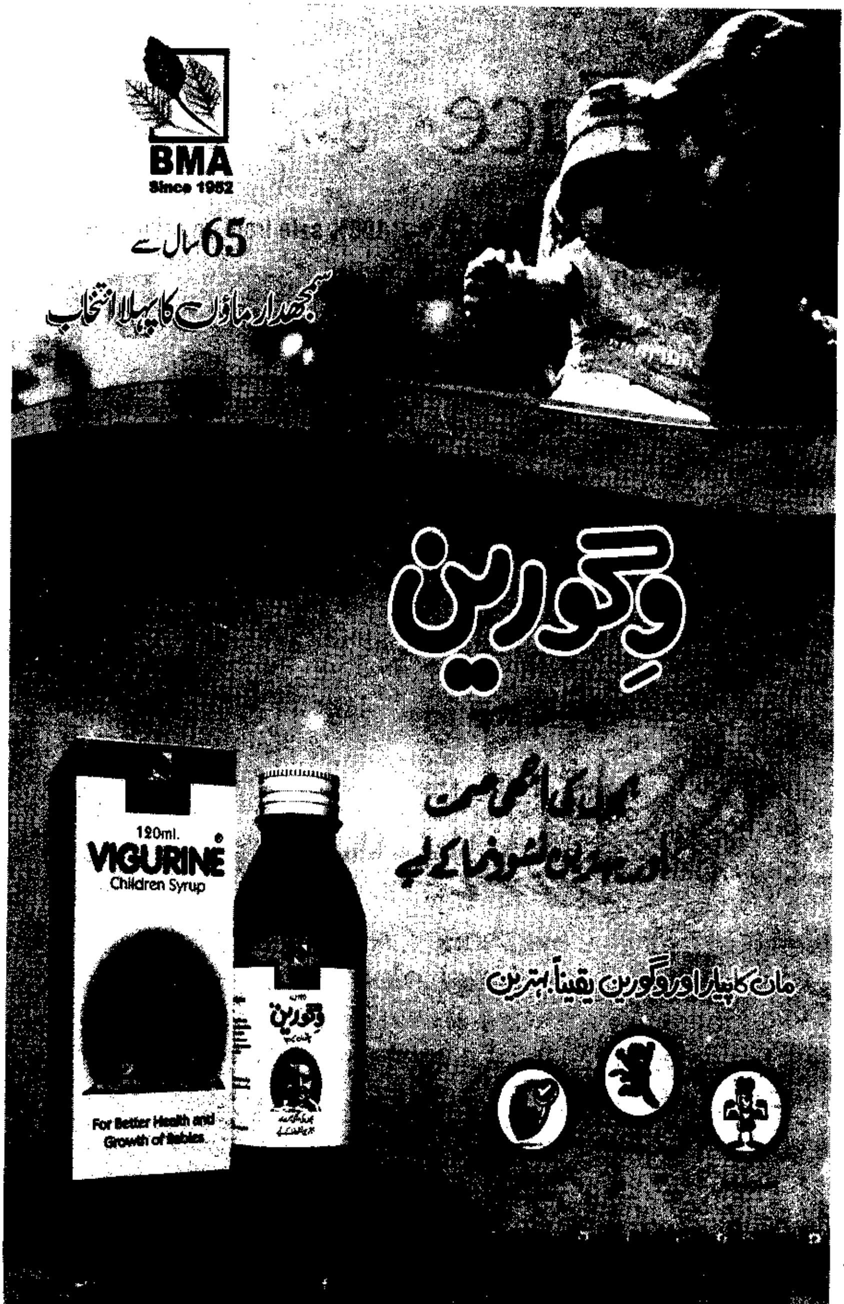
سیریل کلر: ایک سیلز مین کا فسانہ، وہ اپنے طور پر قانون کی مدد کرنا چاہتا تھا لیکن جب حقیقت سامنے آئی تو...... ایک دلچسپ مغربی کہانی کی تلخیص جو یقیناً آپ کو پسند آئے گی۔

ٹوٹی چوڑیاں: اس کی کسی سے دشمنی نہیں تھی وہ اپنا گھر بسانے اور نئی زندگی کی شروعات کرنے گاؤں آیا تھا کہ قتل ہوگیا۔ معروف انسپکٹر خالد کی ڈائری کا ایک ورق

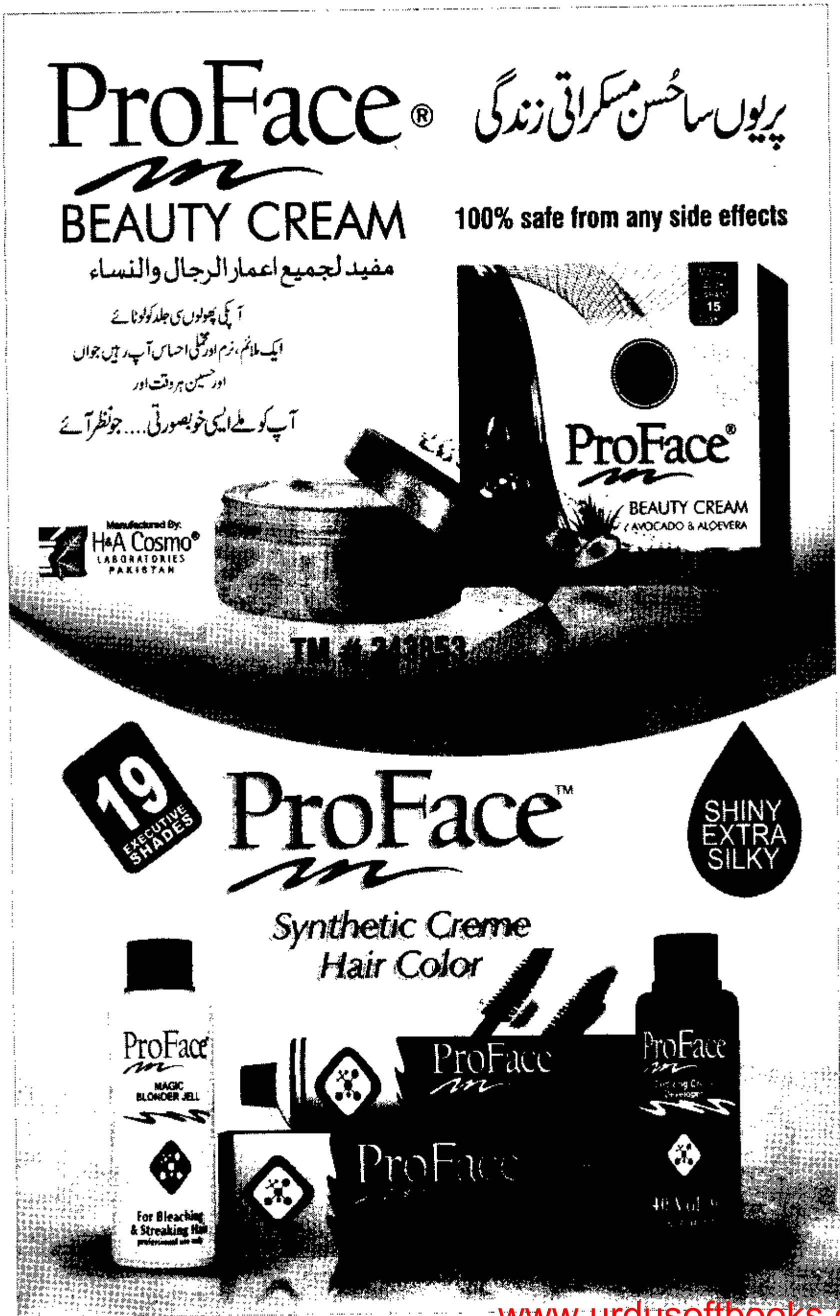
اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

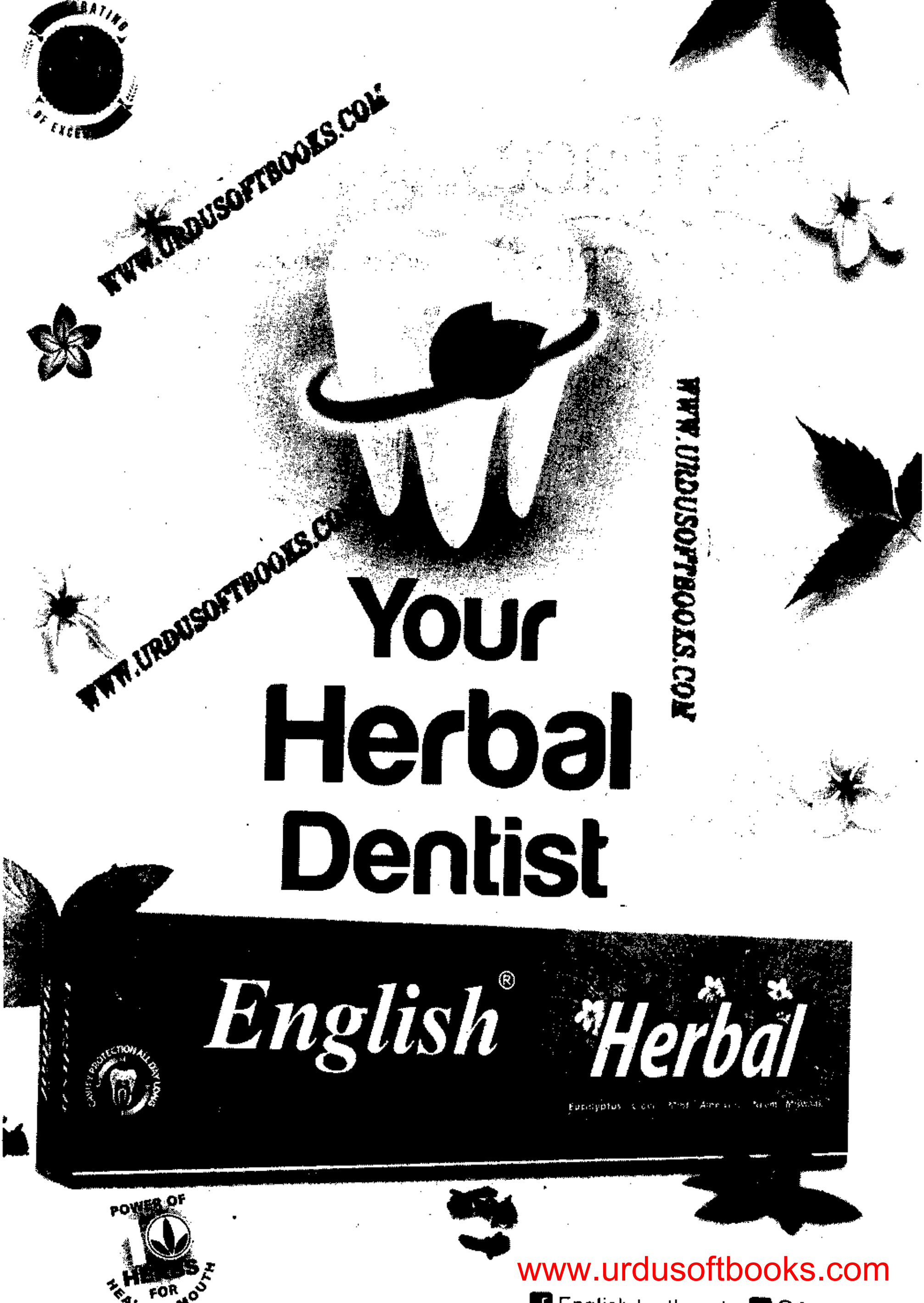

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
Care
Heel Cream
Care Heel Cream
Care Heel Cr
Care Heel Cream
اپنی ایڑھیوں کو دیجیے کیئر ھیل کریم کی
بیوٹی ٹریٹمنٹ

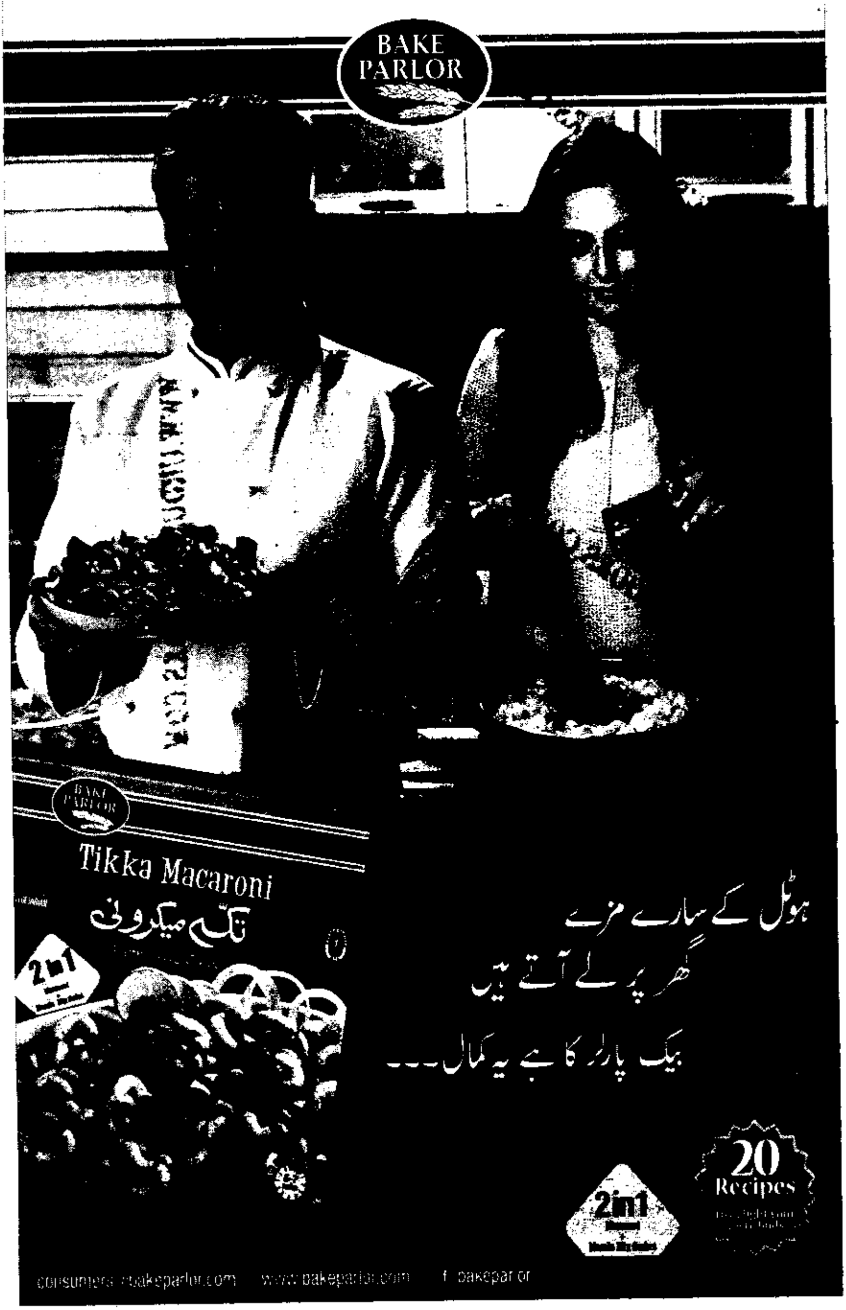

PAKISTAN'S
FIRST COMPANY
TO ACQUIRE
ISO 22000-2005
FOOD SAFETY
MANAGEMENT SYSTEM
CERTIFICATION
SUFI
پینے کا بہترین پانی
SUFI
Approved by
PCRWR
PCSIR
and



www.urdusoftbooks.com


ProFace®
پریوں سا حُسن مسکراتی زندگی
BEAUTY CREAM
100% safe from any side effects
مفید لجمیع اعمار الرجال والنساء
آپکی پھولوں سی جلد کو لوٹائے
ایک ملائم، نرم اور مخملی احساس آپ رہیں جواں
اور حسین ہر وقت اور
آپ کو ملے ایسی خوبصورتی.... جو نظر آئے
ProFace®
BEAUTY CREAM
AVOCADO & ALOEVERA
Manufactured By:
H&A Cosmo®
LABORATORIES
PAKISTAN
19
EXECUTIVE SHADES
ProFace™
SHINY
EXTRA
SILKY
Synthetic Creme
Hair Color
ProFace
MAGIC
BLONDER JELL
For Bleaching
& Streaking Hair
ProFace
ProFace
ProFace


Your
Herbal
Dentist
English®
Herbal
POWER OF


BAKE PARLOR
Tikka Macaroni
تکہ میکرونی
ہوٹل کے سارے مزے
گھر پر لے آتے ہیں
بیک پارلر کا ہے یہ کمال۔۔۔
20 Recipes
2in1

بانی مدیر — زیب النساء
مدیر اعلیٰ — مشتاق احمد قریشی
مدیرہ — قیصر آرا
نائب مدیرہ — سعیدہ نثار
گروپ ایڈیٹر — طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاونین — حریم احمد
روبینہ احمد

جلد	39
شمارہ	12
مارچ	2018

ماہنامہ آنچل کراچی

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
f /Naeyufaq Aanchal & Hijab official group
f /women.magazine

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانہ

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس

[illegible] عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400



سرورق: لائبہ ...... عکاسی: ایم کاشف...... 0331-4546116

مستقل سلسلے

...پبلی کیشنز ... 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
info@aanchal.com.pk

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کے بعد بات چیت کرنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

سرگوشیاں

مدیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مارچ ۲۰۱۸ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

الحمدللہ اس شمارے کے ساتھ ہی آپ کا آنچل ماشاءاللہ چالیس برس کا ہوگیا' آئندہ شمارہ اپریل سالگرہ نمبر ہوگا' اس کے ساتھ ہی آنچل اکتالیسویں برس میں قدم رکھے گا۔ ان چالیس برسوں میں ادارہ بڑے نشیب وفراز سے گزرا لیکن الحمدللہ آپ تمام بہنوں کے تعاون سے ہی تمام مسائل حل ہوتے رہے ہیں۔ اب ایک بار پھر جرائد کی صنعت مشکلات سے دوچار ہے' ڈالر آسمانوں سے باتیں کررہا ہے' کاغذ اور طباعت میں استعمال ہونے والی تمام اشیا متاثر ہورہی ہیں تمام معاصرین نے حسبِ توفیق قیمتوں میں اضافہ کردیا ہے لیکن ادارہ آنچل جب تک ممکن ہے اس اضافے کو برداشت کرے گا لیکن کب تک کبھی نہ کبھی تو ہمیں بھی مجبور ہونا پڑے گا' دعا کیجیے کہ اللہ ہماری جان امریکا اور امریکی ڈالر سے چھڑا دے' ضروریات زندگی کی ہر چیز کے دام بڑھ رہے ہیں بوجھ عوام پر پڑ رہا ہے حکمران کانوں میں تیل ڈالے بیٹھے ہیں انہیں فی الحال آنے والے انتخابات سے فرصت نہیں ایک دوسرے کی راہ روکنے اور روڑے اٹکانے سے نہ حکمرانوں کو نہ ان کے مخالفین کو فرصت ہے عوام پر بوجھ بڑھتا ہی جارہا ہے دیکھنا یہ ہے کہ مہنگائی کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

آئندہ شمارہ سالگرہ نمبر ہوگا اس کے لیے تمام لکھاری اور قاری بہنوں سے گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد سالگرہ نمبر کے لیے اپنی تحریر ارسال کردیں اور مشورے و آرا دینے والی بہنوں سے بھی خصوصی گزارش ہے کہ وہ اپنی آرا اور مشورے خصوصاً سالگرہ نمبر کی زیبائش و آرائش سے متعلق ارسال کریں آپ کے خطوط کا انتظار رہے گا۔

سالگرہ کے موقع پر پورے سال کا جامع اور مکمل تبصرے پر انعام کا اہتمام کیا جارہا ہے جو قاری بہنیں اپریل 2017 سے مارچ 2018ء کے آنچل کے تمام سلسلوں بالخصوص کہانیوں پر جامع تبصرہ کریں گی یہ انعام انہی کو دیا جائے گا' امید ہے سب قاری بہنیں ذوق وشوق سے شرکت کریں گی۔ اس ماہ بہن سمیرا شریف طور کی ناسازیٔ طبیعت کے باعث قسط ''جنون سے عشق تک'' شاملِ اشاعت نہیں ہے۔

اس ماہ کے ستارے

ڈاکٹر تنویر انور خان، تحسین انجم انصاری، قرۃ العین سکندر، صبا احمد خان، سلمیٰ غزل، فرح بخاری، ثمینہ فیاض، نوعین۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

ہے سب تعریف ہی تیری زمیں تیری فلک تیرا
تُو مالک سب جہانوں کا، ہے ہر ذرہ یہاں تیرا
تری رحمت کا پرتو ہے جسے انسان کہتے ہیں
رحیمی صفت تیری ہے تجھے رحمٰن کہتے ہیں
تُو مالک ہے قیامت کا قیامت کا
تُو مالک روزِ محشر کا تو مالک ہے عدالت کا
تُو سن لے تجھ سے کہتے ہیں عبادت تیری کرتے ہیں
مدد مانگیں گے بس تجھ سے یہ منت تیری کرتے ہیں
جنہیں انعام میں تو نے چلایا سیدھے رستے پر
چلا ہم کو بھی اے مولا انہیں بندوں کے رستے پر
غضب جن پر ہوا تیرا بچا لے ان کے رستے سے
بچا گمراہ رستے سے بچا لے بھٹکے رستے سے

محترمہ ثوبیہ ناز

نعت

فیض ان کے عام ہو گئے
دو جہاں غلام ہو گئے
مصطفیٰ ﷺ کی شان دیکھ کر
بادشاہ غلام ہو گئے
انبیاء کھڑے ہیں صف بہ صف
مصطفیٰ ﷺ امام ہو گئے
واسطہ دیا جو آپ کا
میرے بگڑے کام ہو گئے
جب بلاوا آیا آپ کا
خود ہی انتظام ہو گئے

صائم چشتی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

در جواب آں

مدیرہ

نازیہ کنول نازی..... ہارون آباد

پیاری نازیہ! سدا سہاگن رہو آپ کے خالہ زاد بھائی کی رحلت کا سن کر دکھ ہوا یوں تو زندگی اور موت اللہ سبحان وتعالیٰ کے اختیار میں ہے اور پھر صبر بھی اسی کی طرف سے آجاتا ہے لیکن حادثاتی موت پر تھوڑا مشکل سے ہی صبر آتا ہے شاید اس لیے کہ انسان ان باتوں کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ ادارہ آنچل آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو بھی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی اہلیہ کو صبر و استقامت کے ساتھ صحت کاملہ عطا فرمائے آمین' قاری بہنوں سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

نگہت غفار..... کراچی

عزیزی نگہت! شاد و آباد رہو آپ کی جواں سال بیٹی کی رحلت کا سن کر بے حد صدمہ ہوا بے شک یہ کڑے مراحل آپ کے لیے نہایت تکلیف دہ اور صبر آزما ہوں گے کیونکہ بطور والدین اولاد کی آزمائش سے بڑھ کر کوئی آزمائش نہیں اور اس صورت میں جبکہ اپنی اولاد کو اپنی گود میں کھلا کے پھر اسی کو منوں مٹی تلے تنہا چھوڑ آنا پڑے۔ ایسے موقع پر وہ کون سے الفاظ ہوں جو آپ کی تسلی و تشفی کا سبب بن سکیں فی الحال یہ سمجھنے سے میں بھی قاصر ہوں۔ صرف اتنا ہی کہوں گی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کی رضا جان کر اس کی رضا میں راضی رہنے کی کوشش کریں کیونکہ جان' مال اور اولاد سب اس کی ہی امانت ہے اور ایک دن اس ہی طرف ہم سب کو لوٹ جانا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو صبر و ہمت عطا فرمائے اور آپ کی بیٹی کی کامل مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے' آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی التماس ہے۔

رفاقت جاوید..... اسلام آباد

پیاری بہن! سدا سہاگن و صحت مند رہو آپ کی جانب سے کتاب ''آیتِ عشق'' خوب صورت تحفہ کے طور پر موصول ہوئی اور ساتھ ہی آنچل سالگرہ کے لیے افسانہ بھی۔ یونہی محفل میں شامل رہا کریں دلی مسرت ہوتی ہے۔ کتاب کی اشاعت پر مبارک باد وصول کیجیے اور امید ہے کہ قلمی سلسلہ جاری رہے گا اور آپ اپنے قلم کی روشنائی سے آنچل وحجاب کو سجاتی رہیں گی۔

کوثر خالد..... جڑانوالہ' فیصل آباد

عزیزی کوثر! سدا سلامت رہو آپ کا مفصل خط پڑھ کر تمام باتیں بخوبی سمجھ آ گئیں' بے شک یہ کہنا درست ہے کہ قدر کھو دیتا ہے روز کا آنا جانا' لیکن یہ معاملہ ہمارے ہاں نہیں ہے ہم تو آپ جیسے سادگی پسند اور محبت و چاہت کرنے والے پُرخلوص لوگوں کے قدردان ہیں اور آپ کی کمی بھی بے حد محسوس کرتے ہیں لیکن ظاہر ہے آپ کی بھی بہت سی مصروفیات ہیں۔ بہر حال مصروفیات میں سے وقت نکال کر یوں تفصیلی ملاقات بے حد اچھی لگتی ہے اور آپ کے برجستہ انداز بیاں پر بالمشافہ ملاقات کا گمان ہوتا ہے۔ بیٹی کی منگنی کا جو حال لکھا ہے اس میں لوگوں کی اکثریت وہی کرتی ہے جو آپ کے ہاں نظر آیا ہاں البتہ آپ کا انداز انفرادیت سے بھرپور لگا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ہم سب کو دکھاوے اور نمود و نمائش سے محفوظ رکھے' آمین۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے مشکور ہیں آئندہ بھی وقتاً فوقتاً شرکت کرتی رہیے گا کیونکہ ہمارے علاوہ بہت سے لوگ آپ کو چاہتے بھی ہیں اور آپ کی غیر موجودگی کو محسوس بھی کرتے ہیں۔ یونہی اپنی دعاؤں میں سب کو یاد رکھیے گا اور ڈھیروں دعاؤں پر جزاک اللہ۔

ماریہ کنول ماہی..... گوجرانوالہ

ڈیئر ماہی! سدا سہاگن رہو آپ کا افسانہ ہمارے پاس محفوظ ہے اور ان شاء اللہ جلد ہی اشاعت کے مراحل طے بھی کرلے گا' ایک سال کی تو بات آپ کر رہی ہیں جبکہ ہمارے پاس پانچ' چھ سالہ پرانا مواد بھی بحفاظت موجود ہے الحمدللہ' ایسے میں کوشش یہی ہوتی ہے کہ سب بہنوں کو موقع ملے اور آپ کی یہ شکایت دور ہو سکے لیکن صفحات کی کمیابی اور کثیر تعداد میں مواد کی موجودگی کی بناء پر ایسا ممکن نہیں ہو پاتا' بہر حال آپ کا افسانہ جلد ہی حجاب میں شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔

صائمہ مشتاق..... بھاگٹانوالہ' سرگودھا

ڈیئر صائمہ! سدا سہاگن رہو آپ کی یہ اپنائیت وخلوص بے حد متاثر کرتی ہے اور یقیناً آپ اپنے غم' دکھ درد نہ صرف بانٹ سکتی ہیں بلکہ اپنی خوشیاں بھی کہہ سکتی ہیں' ہمیں بھی آپ کا یہ ساتھ بہت اچھا لگتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو آزمائش سے نکال کر ایک بار پھر آپ کی سونی گود کو بھرنے والا ہے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی' اپنے رب کا شکر ادا کرتے اس کے قریب ہو جائیں بے شک وہ ہر آزمائش کے بعد ایسے ہی راحت اور آسانیاں عطا فرماتا ہے کہ انسان ہر دکھ ہر غم بھول جاتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ

آپ کے قدموں میں جنت رکھ دے اور زندگی کی بہت سی خوشیاں عطا فرمائے آمین۔

ماہم نورانصاری...... حیدرآباد

عزیزی ماہم! سدا خوش رہو' حجاب کے لیے آپ کی پسندیدگی جان کر خوشی ہوئی۔ آپ نے اس چھوٹی سی بات کو اتنی بڑی الجھن بنا لیا اور پریشان ہوگئیں' ویسے آپ حجاب کی نگارشات ہر ماہ کی بیس تاریخ تک ارسال کرسکتی ہیں' جس ماہ آپ کو پرچہ ملے اس ہی ماہ کی بیس تاریخ تک ارسال کردیا کریں اور اگر پھر بھی تاخیر کا شکار ہوں تو بھیج ضرور دیا کریں ہم آئندہ ماہ لگا دیا کریں گے۔ امید ہے اطمینان سے حجاب کے لیے اپنی نگارشات ارسال کردیں گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

اقرا حفیظ...... کراچی

ڈیئر اقرا! جیتی رہو آپ کی تحریر "جذبہ" قابل اشاعت کی فہرست میں موجود ہے اس لیے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں جلد ہی حجاب کی زینت بن جائے گی اور جب بھی بنے گی آپ کو اعزازی پرچہ مل جائے گا اس طرح ضرور آپ کے علم میں آجائے گا' بے خبری والا معاملہ ہرگز درپیش نہیں آئے گا۔ سالگرہ نمبر میں گنجائش ہوئی تو ضرور شامل کرلیں گے۔

علشبہ نور...... بھیر کنڈ

ڈیئر علشبہ! سدا مسکراؤ' آپ کی شکایت بجا ہے جب آپ اپنی نگارشات بھیجتی ہیں تو اسی دن سے انتظار کے کڑے مراحل آپ کے لیے منتظر ہوتے ہیں' ہماری کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ سب کی نگارشات شامل ہوجائیں لیکن بعض اوقات تاخیر کی بناء پر موصول ہونے والی نگارشات آئندہ ماہ کے لیے محفوظ کرلی جاتی ہیں کوشش کریں گے کہ جلد آپ کا شکوہ بھی دور کردیں' خوش رہیں۔

اُم ایمان قاضی...... ڈیرہ غازی خان

عزیزی ایمان! سدا خوش رہو آپ سے یہ مختصر ملاقات بے حد اچھی لگی۔ بے شک جن مصروفیات کا آپ نے تذکرہ کیا اس میں سے وقت نکال کر لکھنا بے حد مشکل امر ہے' لیکن وہی بات ہے جو آپ نے کہی کہ شوق کے ہاتھوں مجبور ہوکر آپ وقت نکال ہی لیتی ہیں۔ ہماری کوشش بھی یہی ہوتی ہے کہ آپ کے شوق کو مزید جلا ملے اور آپ کا قلمی سفر اسی ذوق وشوق اور کامیابی سے جاری رہے۔ آپ کی تحریر "برا بھلا وقت" بھی جلد شامل اشاعت کرلیں گے۔ آپ بغیر اجازت بھی لکھ سکتی ہیں اور جو بھی موضوع ہے اسے جلد ہی صفحہ قرطاس کے سپرد کردیں۔ ویسے آپ کی تحریر "وہ ایک پل" کو بے حد سراہا گیا اور موضوع بھی کافی منفرد تھا۔ اس طرح کے موضوعات پر طبع آزمائی جاری رکھیں تاکہ دلچسپی کے ساتھ ساتھ انفرادیت بھی آپ کی تحریر کا خاصہ بن جائے۔ یہ صرف ایک ذاتی رائے ہے باقی آپ لکھنے میں آزاد ہیں کوئی زبردستی نہیں۔ امید ہے کہ آئندہ بھی گاہے بگاہے شرکت کرتی رہیں گی۔ اگر سلسلہ وار ناول لکھنے کا ارادہ ہے تو پہلے اس کا مرکزی خیال بھیج دیں تاکہ ہمیں بھی آپ کی کہانی کے خیال سے آگاہی مل سکے۔

سائرہ مشال...... کراچی

پیاری سائرہ! سدا خوش رہو آپ کی تحریر "حوا زادیاں" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کو محنت کی ضرورت ہے اور تحریر میں املا کی بھی غلطیاں موجود ہیں اس لیے ابھی صرف مطالعہ پر زور دیں تاکہ لکھنے کے ساتھ آپ کو الفاظ کا چناؤ کہ کسے اور کہاں استعمال کرنا ہے اس بات کا اندازہ ہوسکے۔ امید ہے مایوس ہونے کی جگہ محنت کریں گی۔

شاہ رخ نذیر...... کراچی

ڈیئر شاہ! جگ جگ جیو آپ کی تحریر "وہ استعارہ ہے میرے دل کا" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ بے جا طوالت کا شکار ہونے کے باعث تحریر پر اپنی گرفت قائم نہیں رکھ سکیں۔ پھر کچھ باتوں میں تضاد بھی موجود ہے' موضوع بھی کچھ خاص نہیں' بہتر ہے کہ ابھی صرف مختصر موضوع قلم بند کریں اور لکھتے ہوئے منفرد موضوع کا چناؤ کریں۔ امید ہے تشفی ہوپائے گی۔

سعدیہ سلیم...... شجاع آباد

ڈیئر سعدیہ! جیتی رہو آپ کی ارسال کردہ تحریر "سرد رویے اور برفیلے جذبات" اور "میں کوئی بہری ہوں" پڑھ ڈالی کچھ خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہریں' وجہ انداز تحریر کی کمزوری اور موضوع کا دلچسپی سے خالی ہونا ٹھہرا۔ اول الذکر تحریر میں انجام بھی کوئی مثبت نظر نہیں آیا جبکہ دوسری تحریر میں طنز و مزاح میں بچکانہ انداز واضح نظر آرہا ہے اس لیے معذرت۔ آئندہ ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر قلم اٹھائیں۔ امید ہے تحریر میں بہتری نظر آئے گی اور دیگر لکھاریوں کا بغور مطالعہ کریں اس سے بھی لکھنے میں مدد ملے گی۔

سعدیہ حورعین...... بنوں' کے پی کے

ڈیئر سعدیہ! سدا آباد رہو آپ کا مفصل خط پڑھ کر بے حد اچھا لگا' تمام حالات کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہے۔ نیرنگ خیال کے لیے جو نظمیں آپ نے بھیجی تھیں وہ متعلقہ شعبہ میں ارسال کردیں ہیں اصلاح کے عمل سے گزر کر جلد لگ جائیں گی لیکن منتخب ہونا لازم ہے اور اس کا فیصلہ شعبہ والے ہی کرتے ہیں۔

آپ کی امی کی خوشی نے ہمیں بھی خوشی سے دوچار کردیا البتہ دیگر پیغامات جلد لگانے کی کوشش کریں گے ۲۴ فروری کو آپ کی سالگرہ ہوتی ہے ہماری جانب سے ڈھیروں مبارک باد۔ دیگر بہنوں بھائیوں میں جن کی سالگرہ ہے انہیں بھی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ آپ کی چاہتوں اور محبتوں کے مشکور ہیں۔

ندا افتخار...... چشتیہ

ڈیئر ندا! سدا شاد و آباد رہو آنچل سے آپ کی وابستگی جان کر اچھا لگا۔ آپ نے نیرنگ خیال کے لیے جو نظم بھیجی تھی وہ موصول ہوگئی ہے اور اسے شامل بھی کرلیا گیا ہے۔ نگارشات اگر بروقت موصول ہوجائیں تو جلد یا بدیر ضرور جگہ بنالیتی ہیں۔ اس کے لیے شکریہ کی ضرورت نہیں یہ آپ بہنوں کا ہی پرچہ ہے جو آپ کی نگارشات سے ہی سجایا جاتا ہے۔

ناز بلوچ...... حیدرآباد

ڈیئر ناز! سدا مسکراؤ' آپ آنچل کے ذریعے اپنی پہچان و مقام بنانا چاہتی ہیں یہ بہت اچھی بات ہے' اپنی تحریر بھیج دیں اور کوشش کریں افسانہ ہو' اگر معیاری ہوا تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ نیرنگ خیال کے لیے بھیجی گئی آپ کی شاعری متعلقہ شعبہ میں ارسال کردی ہے اگر معیاری ہوئی تو ضرور شامل ہوجائے گی۔

ایس این شہزادی کھرل...... چک نمبر ۳۵۷

ڈیئر شہزادی! جگ جگ جیو' آپ کی الجھن ہم دور کردیتے ہیں ہر سلسلے کے لیے علیحدہ صفحہ کا انتخاب کریں اور تحریر کے اختتام پر اپنا اور شہر کا نام ضرور لکھیں۔ جب آپ ایک ہی صفحہ پر تمام سلسلوں کے لیے لکھ کر بھیجیں گی تو پھر ایک ہی سلسلے میں شرکت ہو پائے گی باقی ضائع ہوجاتی ہیں۔ امید ہے کہ اب کوئی ابہام نہیں رہا ہوگا۔ سالگرہ نمبر کی پیشگی مبارک باد پر ہم آپ کے مشکور ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی

ڈیئر فائزہ! سدا مسکراتی رہو' "آنچل ہاؤس" کے عنوان سے آپ کا مضمون موصول ہوا۔ آپ کا کہنا بجا ہے کہ ہم آپ کو فخر کرنے اور مزید محنت کا موقع ضرور کردیں گے۔ اس لیے آپ کی حوصلہ افزائی کرتے یہ مضمون منتخب کرلیا ہے جلد اسے آپ آنچل کے صفحات پر دیکھیں گی۔ امید ہے اب قلمی تعاون مزید ذوق شوق کے ساتھ جاری رہے گا۔ "سمجھ دار کو اشارہ کافی" کے مصداق آئندہ تمام سلسلوں میں شریک رہیے گا بالخصوص تبصرے کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار ضرور کریں تاکہ ہمیں بھی اندازہ ہوسکے کہ ہم اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ٹھہرے۔

شبانہ گل...... راولپنڈی

پیاری شبانہ! سدا شاد رہو' "بہار زخم تازہ" آپ کا افسانہ موصول ہوا۔ بے جا طوالت اور موضوع کمزور ہونے کے لحاظ سے تحریر اپنی جگہ بنانے میں ناکام ٹھہری۔ افسانہ کے لیے موضوع مختصر اور بیانیہ جامع ہو ان باتوں کا خیال رکھتے ہوئے کوشش جاری رکھیں۔ آپ کی دوسری تحریر "تشنگان ابر رواں" حجاب کے لیے منتخب ٹھہری اور گلابوں کا شجر کے لیے معذرت۔

کرن شہزادی...... مانسہرہ

پیاری کرن! اسم بامسمٰی بن کر اپنی کرنیں بکھیرتی رہو' آپ کا مفصل خط پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی آپ نے پہلی بار ڈاک خانے جانے اور پوسٹ کرانے کا جو احوال رقم کیا اسے پڑھ کر بے ساختہ مسکراہٹ نے لبوں کا احاطہ کیا' ویسے یہ تو تب کی بات ہے جب آپ نے آنچل میں شامل ہونے کی ابتدا کی تھی اب تو نوآموز لکھاری سے پختہ لکھاری بن گئی ہیں' مطلب نگارشات والی' امید ہے اب ایسی بیوقوفی اور حماقت نہیں ہوتی ہوگی۔ ویسے جس صورت حال کا آپ نے تذکرہ کیا وہ ابتدا میں سب کے ساتھ ہی ہوتی ہے اور ہر کوئی پہلی بار عجیب سی جھجک کا شکار ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ ان باتوں کا عادی ہوجاتا ہے۔ آپ کی مشکلات کے پیش نظر آپ کی نگارشات جلد شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔

حنا یاسمین...... چونیاں

پیاری حنا! جیتی رہو' "شب الم کی سحر" کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی' انداز تحریر تو اچھا ہے اور آپ کی محنت کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے لیکن ہمیں اختلاف موضوع کے چناؤ سے ہے کیونکہ اس طرح کے موضوعات پر آنچل' حجاب اور نئے افق میں کہانیاں شائع نہیں کی جاتی اس لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ امید ہے آپ معذرت قبول کرتے دیگر موضوعات پر قلم اٹھائیں گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید ترقی و کامیابی عطا فرمائے آمین۔

مہوش آرائیں...... حیات کالونی فیروزہ

ڈیئر مہوش! سدا شاد رہو' آپ کے مفصل خط سے تمام حالات کا بخوبی اندازہ ہوا' بے شک آپ کا کہنا بجا ہے کہ والدین کا رشتہ ہی سب سے زیادہ مخلص اور سچا ہوتا ہے جو بے غرض اور بے لوث محبت اپنی اولاد سے کرتے ہیں۔ ماں سے محرومی کا دکھ بے شک بہت بڑا ہے' آپ بطور لکھاری خود کو منوانا چاہتی ہیں' اچھی بات ہے لیکن فی الحال آپ کی تینوں تحریروں کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ وجہ آپ کے انداز تحریر کی کمزوری اور مطالعہ کا فقدان ہے' ابھی آپ مطالعہ وسیع کریں اور دیگر

لکھاریوں کو بغور پڑھیں اس سے آپ کو بہتر لکھنے میں مدد ملے گی۔ امید ہے اس ناکامی سے کامیابی کا زینہ طے کرلیں گی؛ محنت اور کوشش جاری رکھیں۔

گل ناز......کراچی

ڈیئر گل! مانند گل مہکتی رہو؛ آپ کے ارسال کردہ دونوں افسانے موصول ہوگئے اور پڑھ بھی لیے۔ ''محبت درد کی صورت'' کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ موضوع کا چناؤ درست نہیں؛ وہی روایتی سا موضوع ہے جس میں انفرادیت مفقود ہے البتہ دوسری تحریر ''میں پینڈو'' میں دلچسپی ودلکشی کا پہلو موجود ہے اس بناء پر یہ تحریر حجاب کے لیے منتخب کرلی ہے۔ اس کامیابی پر مبارک باد قبول فرمائیں۔ آنچل کی لکھاری حرا قریشی اور عفت سحر طاہر تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔

علینہ، زبیعہ، ردا، معظمہ، رضوانہ، اقصیٰ......باہتر یانوالی

پیاری شہزادیوں! سدا خوش رہو؛ آپ سب کا مشترکہ خط موصول ہوا؛ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ سب دوستوں نے باہمی اتحاد کی بہترین مثال اس خط میں پیش کی ہے اور کہتے ہیں ناں اتفاق میں بڑی برکت ہوتی ہے؛ لہٰذا جواب حاضر ہے۔ آنچل میں یہ تبدیلی اس لیے کی گئی تاکہ حجاب اور آنچل میں یکسانیت کا پہلو نظر نہ آئے۔ اسی مماثلت کو ختم کرنے کے لیے کہانیوں کے سرورق کے انداز میں ردوبدل کیا گیا ہے۔ امید ہے آپ کو یہ تبدیلی پسند آئے گی۔ بیاض دل میں بھی آپ کو شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔ خوش رہیں۔

سمیہ کنول......بھیر کنڈ

ڈیئر سمیہ! شاد رہو؛ نگارشات شائع ہونے پر شکریہ کی ضرورت نہیں یہ آپ بہنوں کا ہی پرچہ ہے جو آپ کی شمولیت کے بغیر ادھورا اور نامکمل نظر آتا ہے۔ آج کل کے حالات سب کے لیے ہی تکلیف دہ ہیں نجانے یہ انسانوں کے روپ میں کیسے وحشی درندے ہیں جو چھوٹی معصوم کلیوں کو بھی روند ڈالتے ہیں اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب کرے اور ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔

بینا خالد......ملتان

ڈیئر بینا! جگ جگ جیو؛ آپ کی والدہ کی علالت کے متعلق جان کر دل بے حد رنجیدہ ہوا۔ قارئین سے بھی آپ کی والدہ کے لیے دعائے صحت کے ملتمس ہیں۔ آپ کا تعارف اس بار آنچل میں شامل ہے امید ہے اب آپ کی ساری مایوسی دور ہو جائے گی اور خوشی کے مارے آپ ہر ماہ شرکت کرتی رہیں گی۔

قابل اشاعت:

ایک دن کی دعوت، اصلاح، خوش فہمی، بے حیثیت، پرکھ، رنگ محبت کے، میں پینڈو ڈاکٹر کے ساتھ، التماس، پھر یوں ہوا، غم دسمبر، کالے سپنے، لگاؤ، طوفان، روشنی کے پاؤں میں بیڑیاں کیوں، عبرت گاہ، مقام آنچل ہاؤس۔

ناقابل اشاعت:

محبت آنچل اک گمر [illegible] کی نجانی کیفیت ایک [illegible]، اندھیرے سے اجالے کا سفر، ظلم کہ جہالت، گمراہ، کہیں بھی کبھی بھی، سر درد روپے اور برفیلے جذبات، لامحدود محبت، ہجر سے وصل تک سفر، اک حسرت، پریسہ کی کہانی آنچل کی زبانی، ایک سچ، ایک سال بعد، صبر کی سواری، ضمانت، موسم گل، پیسہ دو رشتہ لو، مقصد، راہ ہدایت، میں کوئی بہری ہوں، محبت محض دل لگی، خدا کی لاٹھی، تیرے سنگ، انمول چاہت، محبت درد کی صورت، تیری شان ہو کیسے بیان، اگر تم نہ ہوتے، زرفشاں، واپس آجا، اور ہم، ماں کیسا لگا، تلافی، اپریل فول، خواہش اور رشتے، سہارا آنچل کا، یہ ہم سب کا پاکستان ہے، سرپرائز ڈ سالگرہ، بہار زخم تازہ، افسانے کا شکوہ، ماں تیری ممتا کو سلام، وہ استعارہ ہے میرے دل کا۔ بس اب ختم کرو۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

سورۃ الکوثر

مشتاق احمد قریشی

اس سے اگلی آیت میں ایسی چیز کا ذکر ہے جو سدرہ پر چھا رہی تھی اور اُسے چھپا رہی تھی یہ سدرۃ المنتہیٰ کی اُس کیفیت کا بیان ہے جب شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا مشاہدہ کیا' سونے کے پروانے اُس کے گرد منڈلا رہے تھے' فرشتوں کا عکس اس پر پڑ رہا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلیات کا مظہر بھی وہی تھا (ابنِ کثیر) اسی مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین عظیم عنایات الٰہی سے نوازا گیا۔ پانچ وقت کی نمازیں۔ سورۃ البقرہ کی آخری آیات اور اس مسلمان کی مغفرت کا وعدہ جو شرک سے پاک ہو۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان) ''یعنی اُس کی شان وشوکت اس قدر تھی کہ کہ اُس کیفیت کو بیان کرنا ان تجلیات کا زبان سے ذکر کرنا ممکن نہیں نہ انسانی زبان اس کے وصف کی متحمل ہے۔

ترجمہ۔ دل نے جھوٹ نہیں کہا جسے (پیغمبر نے) دیکھا۔ کیا تم جھگڑا کرتے ہو اس پر جو (پیغمبر) دیکھتے ہیں۔
(سورۃ النجم۔ ۱۱۔ ۱۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوتے ہوئے اتنے قریب ہوگئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔ اسی وقت انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پہنچائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشاہدہ دن کی روشنی اور پوری بیداری کی حالت میں کھلی آنکھوں سے کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال وگمان تک نہیں آیا کہ یہ میری نظر کا دھوکا ہے یا یہ شیطان کا کوئی حربہ ہے یا میرے سامنے کوئی خیالی صورت آگئی ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے ٹھیک ٹھیک وہی کچھ سمجھا جو آنکھوں نے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں ان کی لمبائی مشرق ومغرب کے فاصلے کے برابر ہے یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے اسے جھٹلایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کو تسلیم کیا' پھر وہی شکل وہیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ پر دیکھی جس کا ذکر ان آیات مبارکہ میں کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ معراج النبی جس پر مشرکین وکفار کے علاوہ کئی فرقے شک وشبہات کا اظہار کرتے ہیں دوسرے معنوں میں قرآن حکیم کی آیات کی نفی کرتے ہیں ان تمام آیات سے نا صرف معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہو رہی ہے بلکہ اس سفر کی تفصیل کا پتا بھی چل رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے کی قرآنی شہادت بھی مل رہی ہے۔ (مسند احمد بروایت زر بن حبیش' ابن مسعودؓ بخاری' مسلم' ترمذی)

لامکاں

جب مقام رف رف سے عرش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا تو جس بلند ہموار سطح پر آپ پہنچے اسے لامکاں کہا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں وہاں سے تنہا لامکاں پر گیا اور اللہ کے جلال وہیبت سے مجھ میں خوف پیدا ہوا۔ اسی وقت ایک آواز جو ابوبکر صدیقؓ کی آواز کے مانند تھی' مجھے سنائی دی۔ آواز کہہ رہی تھی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو خوف نہ کھا۔ بے شک تیرا پروردگار اس وقت صلوٰۃ میں مشغول ہے۔ اس وقت مجھے بہت تعجب ہوا اور میں نے دل میں کہا یا اللہ اس جگہ یہ ابوبکر کی آواز کہاں سے آئی لیکن یہ ضرور ہوا کہ اس آواز کے آنے سے میرا خوف دور ہوگیا۔ پھر میں نے جناب باری کے حضور عرض کیا۔ ''یا الٰہی تو نماز سے منزہ و پاک ہے اور آواز ابوبکر کی کہاں سے آئی؟''

حکم ہوا۔ ''اے حبیب' صلوٰۃ تو میری رحمت ہے۔ تجھ پر اور تیری اُمّت پر اور ابوبکر کی آواز اس لیے سنائی تھی کہ وہ تیرا یار غار مونس اور وفادار ہے۔ مونس کی آواز سن کر تیری دہشت ختم ہوگئی۔

جو باتیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمائیں ان میں سب سے اہم چند باتیں تھیں۔

(۱) ہر روز پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور چھ ماہ کے روزے فرض کیے گئے۔ جب آپ دربار الٰہی سے واپس نیچے اترے تو آپ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ انہوں نے روداد سن کر فرمایا' مجھے اپنی اُمّت کا تجربہ ہے' میرا خیال ہے کہ آپ کی اُمّت پچاس نمازوں کی پابندی نہیں کرسکے گی۔ آپ جائیں اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیجیے۔ آپ واپس پلٹے اور اللہ تعالیٰ سے سفارش فرمائی تو اللہ نے دس نمازیں کم کردیں' واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی بات کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اوپر جاتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کم کرکے پانچ وقت کی نماز اور ایک ماہ کے روزے فرض کردیئے' لیکن ان کا اجرو ثواب اتنا ہی ملے گا یعنی پانچ نمازوں کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر ملے گا۔ ایک ماہ کے فرض روزوں کا ثواب چھ ماہ کے روزوں کے برابر ملے گا۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کی اُمّت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معراج کا تحفہ خاص ہے۔ (یہ بات تمام احادیث میں متفق علیہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار بارگاہ الٰہی میں جاکر تخفیف کے لیے عرض کرتے رہے یہاں تک کہ نمازیں پانچ رہ گئیں اور ایک ماہ کے روزے)

(۲) سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں سورۃ ۲۸۵ اور ۲۸۶ آپ کو تعلیم فرمائی گئیں۔

ترجمہ۔ رسول ایمان لایا اُس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے' یہ سب اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان لائے' اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم فرق نہیں کرتے' انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی' ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں' اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ (سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۵۸)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا' جو نیکی وہ کرے وہ اُس کے لئے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے' اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا' اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا' اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما! اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر! تو ہی ہمارا مالک ہے' ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔ (سورۃ البقرہ۔ آیت۔ ۲۸۶)

پہلی آیت میں ایمانیات کا ذکر ہے جن پر اہل ایمان کو ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت اور اُس کے فضل وکرم کا تذکرہ ہے کہ اُس نے انسانوں کو کسی ایسی بات کا مکلف نہیں کیا جو اُس کی طاقت میں نہ ہو۔ ان دونوں آیات کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں رات کو پڑھ لیتا ہے تو یہ اُس کو کافی ہیں۔ (صحیح بخاری' ابن کثیر) یعنی ان آیات کے پڑھنے کے اثر کے باعث اللہ تعالیٰ اُس کی حفاظت فرماتا ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ معراج کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تین چیزیں ملیں ان میں سے یہ البقرہ کے دو آخری آیات بھی ہیں۔ (صحیح مسلم باب ذکر سدرۃ المنتہیٰ) کئی روایات میں یہ بھی آیا ہے یہ آیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایک خزانے سے عطا فرمائیں جو عرشِ الٰہی کے نیچے ہے یہ آیات مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور نبی کو نہیں دی گئیں۔ (احمد' نسائی' طبرانی' بیہقی' حاکم' دارمی) حضرت معاذ رضی الہ تعالیٰ عنہ اس سورۃ کے خاتمہ پر آمین کہا کرتے تھے۔ (ابن کثیر)

(۳) شرک کے سوا دوسرے تمام گناہوں کی بخشش کا امکان ظاہر کیا گیا۔

(۴) ارشاد ربانی ہوا کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے اس کے حق میں ایک نیکی لکھ لی جاتی ہے اور جب وہ اس پر عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ مگر جو شخص برائی کا ارادہ کرتا ہے اس کے خلاف اس وقت تک کچھ نہیں لکھا جاتا جب تک وہ اس برائی پر عمل نہیں کرلیتا۔ اس وقت بھی ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔ (مسلم' نسائی' ترمذی' مسند احمد)

واپسی کا سفر

واپسی کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سیڑھی سے اتر کر بیت المقدس تشریف لے آئے۔ یہاں تمام پیغمبر موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی اور پھر براق پر سوار ہو کر واپس مکہ تشریف لے آئے۔ (طبرانی' ابن اسحاق' ابن سعد)

صبح سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چچازاد بہن حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو یہ روداد سنائی پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلنے لگے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر پکڑ لی اور کہا کہ اللہ کے واسطے یہ قصہ لوگوں کو نہ سنائیے گا ورنہ وہ آپ کا مذاق اڑائیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے کہ میں ضرور سناؤں گا۔ (طبرانی' ابن اسحاق' ابن سعد بروایت حضرت ام ہانی رضی اللہ عنھا) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں پہنچے تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ابوجہل سے ہوا تو اس نے پوچھا "کوئی تازہ خبر؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ "ہاں میں آج رات بیت المقدس گیا تھا اس پر حیران ہو کر اس نے پوچھا کیا راتوں رات ہو آئے اور اب صبح کو یہاں موجود ہو۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ہاں۔" اس پر اس نے کہا۔ "کیا میں قوم کو جمع کروں؟ سب کے سامنے یہی بات کہو گے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "بے شک۔" تو ابوجہل نے آوازیں دے کر سب کو جمع کر لیا اور بولا۔ "اب کہو۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے سامنے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ تو لوگوں نے مذاق اڑانا شروع کر دیا کہ دو مہینے کا سفر ایک رات میں کیسے ممکن ہے۔ آناً فاناً یہ خبر پورے مکہ شہر میں پھیل گئی کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر پوچھا تو انہوں نے کہا۔ "اگر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہے تو درست ہے۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے پاس تو آسمانوں سے پیغام آتے ہیں۔" پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود حرم کعبہ میں تشریف لے آئے تو دیکھا کہ لوگ مذاق اڑا رہے ہیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ واقعی آپ نے ایسا کہا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کا نقشہ بتائیں وہ میرا دیکھا ہوا ہے اور بھی کئی لوگوں نے دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری تفصیل سے اس کا احوال بتایا ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ دیکھ دیکھ کر تفصیل بتائی جا رہی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کی تصدیق کرتے جاتے' ان کی اس تدبیر سے وہاں موجود لوگ جو جھٹلا رہے تھے ان کو شدید ضرب پہنچی اور ان کے منہ بند ہو گئے' (ابن کثیر) وہاں کثرت سے ایسے لوگ بھی موجود تھے جو مال تجارت لے کر بیت المقدس جایا کرتے تھے۔ وہ سب کے سب قائل ہو گئے کہ نقشہ بالکل ٹھیک ٹھیک بیان کیا گیا ہے۔ (ابن ابی حاتم' طبرانی' بیہقی)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو انعامات وعنایات فرمائیں ان ہی میں ایک عطا ایک تحفہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے یہ تحفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے حوالے سے عطا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان قلب حاصل ہو سکے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے دل گرفتہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اطمینان وتسلی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی نجات وبخشش کے لیے نماز' روزہ کا تحفہ خاص عطا فرمایا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ان اعمال کو اپنا کر اپنی نجات وبخشش کا سامان کر سکے اور عبادات الٰہی کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کر کے جنت میں اعلیٰ مقام حاصل کر سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے پناہ بے حد وحساب انعامات الٰہی سے نوازا ہے۔

(جاری ہے)

ہمارا آنچل

ملیحہ احمد

بینا خالد

اسلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ امید تو یہی ہے کہ سب خیریت سے ہوں گی۔ مجھ سے ملیے میں ہوں بینا خالد میں 14 نومبر 1995ء کو اس فانی دنیا میں جلوہ گر ہوئی۔ میں آنچل کو کافی عرصے سے پڑھ رہی ہوں۔ سوچا میں بھی آنچل میں انٹری دے دوں۔ میرے تین بھائی اور ہم تین بہنیں ہیں۔ مما پاپا کی لاڈلی ہوں میری مما میری ہر خواہش پوری کرتی ہیں۔ مما آئی لو یو۔ میں مما کے بہت زیادہ کلوز ہوں۔ اسکول جاتے ہوئے مما جان کو کس کرنا میری عادت ہے۔ جب مما ڈانٹتی ہیں تو مسکرا دیتی ہوں یا پھر میں مما کے گلے لگ جاتی ہوں۔ بقول مما کے بچپن میں شرارتی تھی۔ اور مجھ نا چیز کو نخریلی بھی کہا جاتا ہے چھوٹی سسٹر کہتی ہیں تم انا پرست ہو اور مغرور بھی۔ تم ہر کام اپنی مرضی سے کرتی ہو۔ چاہے سامنے والے کا دل ٹوٹ جائے۔ تھوڑے سخت مزاج کی ہوں۔ غصہ بہت جلدی آتا ہے جتنا جلدی غصہ آتا ہے اتنا جلدی ختم بھی ہو جاتا ہے۔ تقریباً چھ سال سے ٹیچنگ کر رہی ہوں۔ اسٹڈی چھوڑ کر بہت بڑی غلطی کی۔ جس کا افسوس مجھے پوری زندگی رہے گا۔ ایک بات تو میں بتانا ہی بھول گئی میری سالگرہ میری ٹیچر رانی نے منائی۔ مجھے بہت اچھا لگا۔ رانی میری اچھی دوست ہے۔ میں اس کو اپنی بہن بھی سمجھتی ہوں۔ میری ایک دوست میری ماموں کی بیٹی مزمل بھی تھی۔ اس کی شادی ہو چکی ہے اور اس نے مجھے چھوڑ بھی دیا۔ میں اس کو بہت مس کرتی ہوں۔ اللہ عزوجل اس کو اولاد سے نوازدے۔ بقول ٹیچر رانی اور خرکرم کے ٹیچر بینا بچوں کو بہت زیادہ ہی مارتی ہیں۔ میں رانی کی ایک بات نہیں بھولتی۔ وہ کہتی ہیں کہ ایک انسان پر زندگی ختم نہیں ہوتی زندگی اللہ عزوجل کی نعمت ہے اور تم جینا سیکھو۔ رانی تم مجھے کبھی بھی نہیں سمجھ سکوں گی۔ اب بات ہو جائے پسند اور ناپسند کی۔ مجھے سفید سرخ پنک اور بلیک کلرز پسند ہیں۔ ویسے میں یہ بتاتی چلو کہ جو کلرز پہن لوں وہی مجھ پر جچتا ہے۔ میک اپ کے نام سے گھبراتی ہوں۔ جب میرے پروردگار نے اتنا خوب صورت بنایا ہے تو پھر میک اپ کی ضرورت ہی نہیں۔ مجھے اپنی آنکھیں بہت زیادہ اچھی لگتی ہیں کیونکہ ان آنکھوں سے میں اللہ کی دی ہوئی ساری نعمتوں کو دیکھتی ہوں۔ کچن کے بارے میں بھی بتا ہی دوں۔ میں سب کچھ پکا لیتی ہوں۔ صرف چائے پکانے سے غصہ آتا ہے پھر بھی چائے مجھ سے پکوائی جاتی ہے۔ چائے والے برتن نہیں دھوتی۔ نمکین ڈش جو بھی ہو کھا لیتی ہوں۔ میٹھے میں آئس کریم کھاتی ہوں۔ وہ بھی دسمبر میں۔ سردیاں پسند ہیں۔ اب بات ہو جائے خوبیوں اور خامیوں کی۔ سب سے بڑی خوبی نماز کی پابند ہوں۔ میرے پاس اسلامی بکس بہت زیادہ ہیں جن کا میں ہر روز بیس منٹ کا مطالعہ کرتی ہوں۔ جھوٹ نہیں بولتی اور بولوں بھی تو سب کو پتا چل جاتا ہے۔ چہرے پر مسکراہٹ جو آ جاتی ہے۔ ایک سال سات ماہ مدرسے میں پڑھتی رہی ہوں اس لیے یہ سب خوبیاں ہیں۔ خامی غصے میں کسی کی بات نہیں مانتی۔ روتی بہت زیادہ ہوں۔ سوات کشمیر مری کاغان دیکھنے کا شوق ہے۔ شاید کبھی نہ دیکھ سکوں۔ پاکستان اور سعودی عرب سے مجھے بہت زیادہ پیار ہے۔ مجھے عشق ہے پیارے نبی ﷺ سے اور اللہ عزوجل سے۔ موت کے آخری لمحات سے ڈر لگتا ہے۔ جب بھی مجھ سے کوئی گناہ ہوتا ہے تو میرے دل میں یہی خیال آتا ہے مسلمان ہونے کے باوجود گناہ میں کیسے مبتلا ہوں۔ زندگی میں بس اب یہی خواہش رہ گئی ہے کہ مجھے آخری لمحات میں کلمہ طیبہ پڑھنا اور حضور پاک ﷺ کا دیدار نصیب ہو جائے آمین۔ اپنا ہر غم اپنے رب سے اور رانی سے شیئر کیا ہے یا پھر تنہائی میں آنسوؤں سے۔ زندگی میں بہت زیادہ دکھ سہے ہیں۔ مجھے رائٹر میں سمیرا شریف، فاخرہ گل، عائشہ نور اچھی لگتی ہیں۔ مجھے لگتا ہے مجھ سے مل کر آپ سب بور ہو گئی ہوں گی۔ مجھے تھوڑی دیر اور برداشت کرلیں۔ سب کو ایک پیغام دینا چاہتی ہوں۔ جب بھی کسی سے ملو محبت اور خلوص سے ملو۔ دوسروں کی خوشی میں خوش رہنا سیکھو۔ چھوٹوں سے پیار اور بڑوں کا احترام کرو۔ سب میرے لیے دعا کیجیے گا۔ مجھے میری خوشیاں مل جائیں۔ مجھ سے مل کر کیسا لگا ضرور بتایئے گا۔ آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی ملے۔ ایک بات بتانا ہی بھول گئی۔ میں شاعری بھی کرتی ہوں اگر آنچل میں جگہ ملی تو ضرور بھیجوں گی۔ سب اپنا اپنا خیال رکھیے گا۔ اللہ حافظ

شبانہ کوثر

السلام علیکم! تمام اسٹاف ممبران، کزنز بہنوں اور سویٹ فرینڈز کو میرا پیار بھرا الفت بھرا پھولوں بھرا خوشبوؤں بھرا اور دعاؤں

بھرا تحفہ سلام قبول ہو۔ میرا نام شبانہ کوثر ہے اور میں ضلع خانیوال کے گاؤں چاہ محمد والا میں رہتی ہوں۔ 15 اپریل 2000ء میں پیدا ہوئی۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں۔ میرا نمبر تیسرا ہے۔ بڑے بھائی سے کبھی نہیں بنی اور بڑی بہن سے بہت اچھی دوستی ہے۔ اس سے ہر بات شیئر کرلیتی ہوں۔ فیورٹ ہستی حضرت محمد ﷺ اور قائداعظم ہیں۔ فیورٹ کتاب قرآن پاک ہے۔ پرائیویٹ ایف اے کی اسٹوڈنٹ ہوں آرمی ایئرفورس میں جانے کا بے حد شوق ہے۔ پاک آرمی کی بہت بڑی فین ہوں۔ پاک آرمی کی وردی بہت پسند ہے کاش میں اسے پہن سکتی مگر ضروری تو نہیں زندگی میں ہر خواہش پوری ہو کچھ خواہشات ادھوری رہ جاتی ہیں۔ فیورٹ کلر بلیو اور بلیک ہے لانگ فراک اور چوڑی دار پاجامہ بہت پسند ہے جیولری میں چوڑیاں بہت پسند ہیں۔ مہندی بہت اچھی لگتی ہے۔ لگاتی بھی ہوں۔ غصہ بہت آتا ہے جب غصہ برداشت نہ ہو تو رونے لگتی ہوں۔ حساس بھی بہت ہوں کسی کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ کسی کا دکھ اپنا دکھ محسوس ہوتا ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ میں چہرے پہچانتی ہوں۔ مجھے پتا لگ جاتا ہے کہ یہ لڑکی کیسے مزاج کی ہے۔ دوست زیادہ نہیں ہیں بس تین دوست عظمیٰ، رمشا، رضوانہ میری بہن ہیں۔ قرآن پاک حفظ کرنے کا بہت شوق ہے۔ ان شاء اللہ اگلے سال 2018ء میں ضرور کروں گی۔ سلائی خود کرتی ہوں کبھی کبھی موڈ ہو تو شرارتیں بھی کرتی ہوں۔ تنہائی پسند بھی ہوں۔ مجھے میری ماں بہت یاد آتی ہیں۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ 14 اپریل 2014ء کو میری ماں ہم سے بچھڑ گئیں۔ نانی اور خالہ تو ہماری پیدائش سے پہلے ہی چل بسی تھیں اور اب ماں بھی بچھڑ گئی ماں بہت یاد آتی ہے لوگوں کی باتیں بہت باور کرواتی ہیں مجھے لگتا ہے کہ میں وقت سے پہلے بہت کچھ سیکھ چکی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کی ماؤں کو سلامت رکھے ایک شعر۔

ہر ایک نے خون کے آنسو رلایا ہے ہمیں
بس ایک بار پھر سے گلے لگالے ماں

میرے بابا بہت اچھے ہیں۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ ہمیں ماں کی کمی محسوس نہ ہو۔ میرے تینوں ماموں بہت اچھے ہیں۔ ہمارا خیال رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرے بابا کو ماموں کو لمبی عمر عطا فرمائے آمین۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پاکستان کی حفاظت کرے اور خوب ترقی دے آمین۔ جب بھی ملک میں کوئی حادثہ ہوتا ہے تو بہت دکھ ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کے وزیراعظم تو حضرت عمر فاروقؓ کے جیسے ہونے چاہئے تھے۔ انصاف کرنے والے۔ اگر کوئی دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے گھر کی زیارت نصیب فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کے نصیب اچھے کرے۔ کوئی ہنر ضرور سیکھیں کیونکہ برا وقت بتا کر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ آنچل وحجاب کے تمام رائٹرز کو صحت عطا فرمائے اور سب کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ اللہ حافظ۔

سیدہ لوبا سجاد

نام تو میرا بہت مشہور ہے۔ ایسا مجھے خود لگتا ہے۔ لوبا سجاد کروڑ پکا سے تعلق ہے۔ ایم اے بی ایڈ کیا ہوا ہے۔ میرا استارہ جوزا ہے۔ سید بخاری ہوں۔ تین بہنیں ہیں ہم۔ دوست کم بناتی ہوں لیکن اچھے بناتی ہوں۔ ایک بار غلطی ہوئی تو غلط دوست بنالیے لیکن کہتے ہیں ناں اگر آپ گرتے نہیں تو سنبھلنا کیسے سیکھیں گے؟ چلو بھئی دفع کرو انہیں۔ ہاں تو آگے چلتے ہیں ہر انسان خوبیوں اور خامیوں سے بھرا ہوا ہے۔ بہت سی خامیاں ہیں۔ میرے اندر ساتھ ہی یہ خوبی ہے کہ میں جس کے ساتھ دوستی کرتی ہوں بہت مخلص رہتی ہوں۔ سب سے زیادہ پسند اپنا ملک ہے اور نفرت ہے ان لوگوں سے جو کہتے ہیں پاکستان میں کیا ہے؟ مچھلی کے علاوہ ہر چیز ہی کھا لیتی ہوں۔ اللہ سے ہر وقت بخشش طلب کرتی ہوں۔ عجیب بات میری یہ ہے کہ مجھے جنت کی خواہش نہیں ہے۔ بس اللہ قبر آسان کردے۔ کسی عالم کا بہت خوب صورت فقرہ ہے ذہن میں نقش ہوگیا ہے کہ ہمارا ہدف جنت نہیں ہے اس سے بھی آگے ہے۔ میری محبت کا مرکز محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ ہیں۔ جس ہستی کو دیکھنے کی خواہش شدت سے ہے وہ حضرت یوسفؑ ہیں۔ اس بات پر میرا پختہ یقین ہے کہ موت کے وقت محمد و آل محمد ﷺ کی زیارت تو نصیب ہوگی ہی۔ شدت سے آرزو ہے کہ خدا تب تک موت نہ دے جب تک مجھے بخش نہ دے۔ میرے لیے میری امی بہت اہم ہیں۔ میرے والد تو مجھے یاد ہی نہیں اور امی میری ماں بھی ہیں اور باپ بھی۔ مجھے شوق ہے کہ میں صرف اپنے نام سے دنیا میں پہچانی جاؤں۔ ان شاء اللہ بہت جلد میری فیملی میرے نام سے پہچانی جائے گی۔

تحریم ملک

ہجوم غم میری فطرت بدل نہیں سکتا
کروں میں کیا! میری عادت ہے مسکرانے کی

السلام علیکم! بنا پوچھے ویسے تو بری بات ہے کسی کی محفل میں

گھسنا۔ مگر ملک کہاں انتظار کرتے ہیں اجازت کا۔ سو میں بھی بنا پوچھے بنا اجازت کے آپ کی تعارفی محفل میں حاضر ہوں۔ اب کچھ نہیں ہوسکتا برداشت کرو سب مجھے۔

ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی۔ لو جی ابھی تو کچھ کہا ہی نہیں تو آپ کیسے بتائیں گی۔

خیر مجھے تحریم ملک کہتے ہیں۔ ویسے تو مجھے بہت کچھ کہتے ہیں کیا گھر والے۔ کیا دوستیں اور کیا F.b والے تحریم ملک کے نام سے جانتے ہیں سب Fb کو نکال کر۔ پاکستان کے نام چسٹر میں پیدا ہو کر اس کو چار چاند لگادیئے۔ یہ میرا ذاتی خیال ہے میرا اسٹار ہے لیو اور مزے کی بات اپنے اسٹار کی سب خوبیاں اور خامیاں پورے دھڑلے سے موجود ہیں۔ ایم اے پولیٹیکل سائنس کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ اس کے ساتھ غم روزگار سے نبٹنے کے لیے بحیثیت استاد کے ایک اسکول میں پائی جاتی ہوں۔ شروع سے پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ صرف ناول ڈائجسٹ سوا تنا کورس کی کتابوں کو دل لگا کر نہیں پڑھا۔ جتنا ناولز کو پڑھا۔ 8th کلاس میں چوری سے ڈائجسٹ پڑھا کرتی تھی کیونکہ میری اماں کے بقول پہلے اتنی تو ہو جاؤ پھر پڑھ لینا۔ مگر نہ جی وہ تحریم ہی کیا جو مان لے۔ پھر ادھر میٹرک کا آخری پیپر دے کر گھر میں آتے ہی شام کو بڑے نڈر انداز میں آنچل کو پڑھا۔ جس کو پڑھ کر بہت مزا آیا کیونکہ کسی نے روکا نہیں۔ وہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ اللہ کے فضل سے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میری شخصیت کو بنانے اور نکھارنے میں آنچل کا بہت ہاتھ ہے تو یہ غلط نہ ہوگا کیونکہ کہتے ہیں کہ ڈائجسٹوں میں چھپنے والی کہانیاں ویسی ہی ہوتی ہیں جو ہمارے معاشرے میں سب سے زیادہ بگاڑ اور بنانے میں مدد دے۔ اس لیے جو کہانیاں پڑھتی گئی ان سب سے کچھ نہ کچھ سیکھتی گئی۔ کچھ منفی بھی اور مثبت بھی۔ آج سے دس سال پہلے کی کہانیوں میں اور آج کی کہانیوں میں کافی فرق آچکا ہے۔ پہلے مصنفین معاشرے کے حالات کی عکاسی کرنے کے ساتھ ساتھ قاری بہنوں کی ذہنی فریش نیس کا بھی خیال رکھتی تھیں کہ ان کو پڑھ کر کچھ وقت کے لیے زندگی کی تلخیوں کو بھول جاتی تھیں۔ مگر اب کی مصنفین بہت زیادہ سریس موضوع کا انتخاب کرتی ہیں کہ زندگی کی دبی ہوئی حقیقی پریشانیوں کو ذہن سے ہٹانے کے لیے ڈائجسٹ پکڑوں تو ذہن فریش ہونے کے بجائے اور بھی بوجھل ہو جاتا ہے۔ مانا کہ انسان کو حقیقت پسند ہونا چاہیے۔ مگر کبھی کبھی دل چاہتا ہے ناں کہ سب حقیقتوں سے نظر چرا کر خوابوں کی فریبی دنیا کی سیر کی جائے۔ سو میرا خیال ہے کہ مصنفین کو تھوڑا بہت مزاح کا تڑکا بھی لگانا چاہیے یہ میرا ذاتی خیال ہے تسی اپنا کام جاری رکھو۔

میری فیورٹ رائٹرز میں اتنے نام شامل ہیں کہ حد نہیں پھر بھی چند نام لکھ دیتی ہوں۔

رفعت سراج' نگہت عبداللہ۔ سمیرا شریف طور' نازیہ کنول نازی' اقرا صغیر احمد' صائمہ اکرم' فاخرہ گل' عفت سحر طاہر' عشنا کوثر سردار' فرحت اشتیاق' عمیرہ احمد' نمرہ احمد' شباس گل' نادیہ فاطمہ کے ساتھ اور بھی بہت ساری۔

اب تھوڑا ذکر اپنے دوسرے مشغلے کا بھی کردو۔ آتے جاتے شعر کہنا عادت ہے اپنی۔ اور اگر کوئی میرے سامنے غلط شعر پڑھ دے تو اس کی درستگی بھی ضروری فرض سمجھتی ہوں۔ لاتعداد اشعار زبانی یاد ہیں۔ ابن انشاء' ناصر کاظمی' احمد فراز' فیض احمد فیض' اعتبار ساجد' افتخار عارف' فرحت عباس شاہ' عاطف سعید کی شاعری پسندیدہ ہے۔ لاتعداد شاعری کی ڈائریاں بھری پڑی ہیں۔

یہ تو تھے میرے دو فیورٹ مشغلے۔ اب اپنی پسند نہ پسند بتا دوں۔ تو سب کچھ کھالیتی ہوں۔ چائے میرا پہلا پیار ہے اور کپڑے پریس کرنا دنیا کا سب سے برا کام لگتا ہے۔ دن رات دعا کرتی ہوں کہ کوئی ایسا فیشن آجائے جس میں کپڑے پریس نہ کرنا پڑیں۔ فیشن بالکل نہیں پسند اس میں کوری ہوں۔ کم بولنے کی عادت ہے۔ بولنے کی نسبت مشاہدہ کرنا اور لوگوں کے رویوں کا تجزیہ کرنا زیادہ پسند ہے۔ زیادہ دوست نہیں ہیں بس دو فرینڈز ہیں۔ سب سے بری عادت نماز کی پابند نہیں ہوں۔ دوسروں کو تکلیف اور نقصان پہنچانے سے گریز کرتی ہوں۔ پیار سے کام کروائیے تو کردیتی ہوں۔ رعب سے کہے تو جوتی کو بھی پرواہ نہیں۔ خود کرتا پھرے۔ کچھ زیادہ بول گئی ہوں۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ اب مجھے اپنا منہ بند کرلینا چاہیے۔ باقی پھر سہی اگر آنچل نے پھر غلطی سے موقع دیا تو۔

میری اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ سب کی پریشانیوں کو ختم کردے۔ آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور آنچل کو مزید چار چاند لگائے۔ آمین۔ اپنا اور اپنے دل میں بسنے والوں کا خیال رکھیے۔ چلتی ہوں اللہ حافظ۔

وہ جو اک میر تھا

یاسمین نشاط

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

وہ تباہ حال، وہ سر پھرے بڑا نام عشق میں کر گئے
تری جستجو میں جو کھو گئے، تری آرزو میں جو مر گئے
ہے روش روش میں شگفتگی، کہیں تازگی کہیں نغمگی
یہ چمن سے کس کا گزر ہوا تمام پھول نکھر گئے



www.urdusoftbooks.com

"شام کو کھانا کا انتظام کروالینا' میرے دوست آئیں گے۔" وہ اس وقت ناشتے کے بعد چائے کا سپ لے رہی تھی جب وہ اسے کہتا باہر نکل گیا۔ اس گھر میں آکر اس کا زیان سے تعلق بس اتنا ہی رہ گیا تھا کہ آتے جاتے وہ کوئی بات پوچھ لیتا اور وہ جواب دے دیتی۔ اس کے علاوہ نہ زیان نے بات کی نہ اس نے کوشش کی' اس نے سارا کھانا کائنات سے پکوایا تھا۔

شام کے کھانے کی اسے سمجھ نہیں آئی تھی کہ شام کے وقت کون سا کھانا ہونا چاہیے۔ نمو کو صفائی کی ہدایت دیتی وہ کمرے میں آ گئی' وہ تھوڑی دیر سونا چاہتی تھی' نہانے کو مؤخر کرتی وہ لیٹ گئی۔ وہ نیند جو تمام رات پلکوں کے دریچے پر نہیں اتری تھی اب آنے میں ایک منٹ لگایا' آنکھ کھلی تو ذہن خالی تھا' کئی پل یہ وہ سوچتی رہی کہ رات کے وقت آنکھ کیوں کھلی اور نیند کیوں ٹوٹی پھر کھڑکی کی درزوں سے چھن کر آنے والی روشنی سے جیسے یاد دلا دیا' وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ کپڑے لے کر واش روم کی طرف جاتے ہوئے اس نے وال کلاک پر نظر ڈالی' چار بجنے میں پانچ منٹ تھے۔

آج اسے اماں سے بھی بات کرنی تھی' جب سے آئی تھی ایک بار بھی بات نہیں ہوئی تھی۔ اس نے بھی نہیں کی تھی جب زیان اسے لینے آیا تھا اور اس سے ایک رات قبل جب بی جان کو شجیعہ نے شکایت کی تھی۔ بھرے مجمع میں کسی غیر مرد کو وارفتگی سے تکنے کی تو بی جان نے فوراً اماں کو بلوا بھیجا تھا اور شاید زیان کو بھی انہوں نے ہی ایمرجنسی میں بلوایا تھا۔ وہ مکری نہیں تھی' بی جان نے جو عدالت لگائی جو سوال جواب کیے' وہ کسی ایک بات سے بھی انکاری نہیں ہوئی۔ وہ چاہتی تھی سب اسے لعن طعن کریں اس محبت پر جو اس نے پچھلے کئی سالوں سے اپنی ذات کا حصہ بنائے رکھی جس کے لیے وہ مر مر کر جی۔ اس عشق لاحاصل کے لیے جس نے اسے دھتکار دیا' ٹھوکر مار دی' اس کا دل چاہتا تھا وہ بھی اس محبت کو' محبت والے کو دل سے نکال باہر کرے۔ اسے ایسے ہی بے اماں کر دے جیسے وہ خود ہوئی تھی' وہ بھی بھٹکتا پھرے اس کے دل سے نکل کر اور اس کو کوئی دل' کوئی ٹھکانہ نہ ملے۔

وہ چاہتی تھی سب اس ایک شخص کی وجہ سے اس سے اتنی نفرت کریں' اتنی نفرت کریں کہ وہ خود اس شخص سے نفرت کرنے لگے۔ وہ نہا کر نکلی تو بھی اسے اپنا آپ کسی جہنم میں دہکتا محسوس ہو رہا تھا' گیلے بالوں کو تاول میں لپیٹے وہ کھڑکیوں کے پردے ہٹانے لگی۔ باہر اب دھوپ نہیں تھی شاید بادل آ گئے تھے اس نے ایک جھٹکے سے کھڑکی کھولی' ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا۔ اس نے ذرا سا جھک کر دیکھا' بارش کی موٹی موٹی بوندیں سوکھی گھاس کو تر کر رہی تھیں۔ اس نے آسمان پر نگاہ کی' کالے اودے بادل بھاگے چلے جا رہے تھے اور بے تحاشا برسنے کے موڈ میں تھے۔ اس نے بالوں کو تولیے سے آزاد کیا اور دوپٹہ گلے میں ڈالتی پچھلی سیڑھیوں سے اترتی لان میں آ گئی۔ بارش اپنے جوبن پر تھی' وہ جھولے پر آ بیٹھی' ہولے ہولے جھولا جھولتی وہ بارش کی برستی بوندیں اپنے وجود پر محسوس کر رہی تھی۔ دل بھر بھر آ رہا تھا اور پھر دونوں مل کر روئے۔

سکندر ریاض نے چائے کا سپ لیتے ہوئے ڈرائنگ روم کے کھلے دروازے سے موسم جانچا تھا' بلا کا حسین موسم۔ ان سب نے زیان کو پکوڑے بنوانے کا کہا تھا۔ نعمان صوفے پر آڑا ترچھا لیٹا گانا سن رہا تھا اور زیان اور عبدالمعیز کسی ٹاپک پر بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ زیان نے نمکو پکوڑے اور کچوریاں بنانے کا آرڈر دیا اور پھر سے مصروف ہو گیا۔ کسی نے دھیان ہی نہ دیا' سکندر ریاض کب اس منظر سے نکل کر بارش کا حصہ بن گیا تھا۔ وہ رو رہی تھی' آسمان رو رہا تھا اور سکندر ریاض مبہوت سا ان بوندوں کو دیکھ رہا تھا جو اس صبیح چہرے پر گرتی تھیں اور پھسل جاتی تھیں۔

چائے میں بارش کی بوندیں شامل ہو گئیں اور بارش میں آنسو وہ کھڑا رہا' وہ بھیگتی رہی' سکندر ریاض خود ساختہ اس کے قریب پہنچ گیا' بادل شور مچا کر روتے ہیں جبکہ آنکھیں بے آواز برستی ہیں۔ سکندر نے اس کے کندھے

پر ہاتھ رکھا اور اس نے ہاتھ کی پشت پر اپنا چہرہ ٹکا دیا تھا' وہ زیان کی محبت کے آگے گھٹنے ٹیک دینا چاہتی تھی۔ اس کی ہوجانا چاہتی تھی' وہ اپنے خیالوں میں گم تھی اور سکندر اپنی ناپاک سوچوں میں' اردگرد سے بے گانہ۔ زیان سکندر کو تلاش کرتے ہوئے باہر آیا اور جیسے پتھر کا ہوگیا تھا۔ برستی بارش میں بھی سب کچھ واضح تھا' میرب کے کندھے پر دھرا سکندر کا ہاتھ اس پر ٹکا میرب کا چہرہ اور اس کے سر پر جھکا سکندر کا چہرہ۔ زمین کیوں نہیں پھٹ رہی تھی' بدگمان ہونے میں اس نے ایک پل بھی نہیں لگایا تھا تو وہ سکندر تھا۔ اس نے آگے پیچھے کچھ نہ سوچا بس آنکھوں دیکھی پر مہر لگادی۔ پلٹ کر جاتے زیان پر سب سے پہلے سکندر کی نظر پڑی' بے ساختہ اس نے اپنا ہاتھ کھینچا۔ میرب جو آنکھیں موندے کسی اور ہی دنیا میں تھی چونکی' پلٹ کر دیکھا اور پھر لبوں سے چیخ نکلی اور بھاگتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ شرمندہ سکندر بھی تھا اور زندہ زیان بھی نہیں رہا تھا...... سکندر واپس اندر نہیں آیا...... بیرونی گیٹ کی جانب بڑھ گیا...... نعمان اور عبدالمعیز اب ڈرائنگ روم کے دروازے میں آئے اور اس سے سکندر کے بارے میں پوچھ رہے تھے......وہ چپ تھا...... کچھ بولنے کی سکت ہی نہیں تھی اس میں آنکھیں اندھی ہوجاتیں' یا دل بند ہوجاتا لیکن کاش وہ یہ سب نہ دیکھ پاتا۔

''کیا ہوا زیان......! طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' عبدالمعیز نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ نعمان ابھی بھی سکندر کی تلاش میں نظریں دوڑا رہا تھا۔

''کہاں چلا گیا' پکوڑوں کا آرڈر دے کر؟'' وہ اس کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ زیان جس کیفیت میں تھا شاید اس کا ایک نام مر جانا بھی تھا۔

''مجھے فکر ہورہی ہے زیان...... تم ٹھیک ہو؟'' عبدالمعیز نے پھر پوچھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا...... نعمان نے پانی دیا' جسے وہ ایک ہی گھونٹ میں پی گیا' دونوں ایک دوسرے کو استعجابیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ زیان اب صوفے پر سر جھکائے بیٹھا تھا' نعمان بار بار سکندر کا نمبر ڈائل کر رہا تھا' جو کہ اب پاور آف تھا۔ زیان نے خود کو سنبھالا۔

''تم لوگ انجوائے کرو میں...... ابھی آتا ہوں۔'' وہ انہیں کہتا مرے مرے قدموں سے باہر نکل گیا...... سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے ایک نظر اس بند دروازے پر ڈالی اور اپنے کمرے میں گھس کر دروازہ زور سے بند کرلیا۔ باہر کی ساری بارش اس کی آنکھوں میں اتر آئی تھی۔ وہ رویا' بے تحاشا رویا' اس محبت پہ جو اس نے اس بے حس لڑکی سے کی تھی' اس یقین پہ جو اسے اپنی بیوی پہ تھا کہ کچھ بھی ہو وہ بدکردار نہیں ہوسکتی اور اس گمان کے ٹوٹ جانے پر کہ ایک دن میرب اس کے پاس لوٹ کر آئے گی...... سب کچھ ختم ہوگیا تھا...... سب کچھ۔

وہ درد' وہ وفا' وہ محبت تمام شد
لے دل میں تری قرب کی حسرت تمام شد
یہ بعد میں کھلے گا' کس کس کا خون ہوا
ہر اک بیان ختم' عدالت تمام شد

اسے لگ رہا تھا جیسے کسی بچھو نے اس کے کندھے پر ڈنک مار دیا ہو اور اب اس کا پورا وجود اس زہر سے نیلا پڑ رہا تھا۔ وہ بار بار اپنے کندھے پر ہاتھ مارتی اور اس نادیدہ بوجھ کو ہٹانے کی کوشش کرتی' اس تپش کو مٹانے کی سعی کرتی جو ایک غیر مرد کے لمس نے اس کے پورے وجود میں بھر دی تھی۔ یہ کیسے ہوا؟ وہ لب کاٹتی اِدھر سے اُدھر چکرا رہی تھی...... کیا وہ اپنی محبت' اپنے دکھ میں اتنی محو ہوگئی تھی کہ فرق نہ کرپائی کہ اس کے کندھے پر ٹکنے والا ہاتھ اس کے شوہر کا نہیں بلکہ کسی اور کا ہے؟ اور وہ بے خودی اس لمس کو اپنا جان کر...... اس سے آگے وہ سوچ ہی نہ پارہی تھی' اس سے کیا ہوگیا تھا؟ اس نے اپنا چہرہ دھویا...... لیکن اس داغ کو نہ دھو پائی جو زیان کی نظروں نے اس کے کردار پر لگا دیا تھا۔ وہ کیسے کسی کو یقین دلاسکتی تھی' وہ کیسے اپنی بے گناہی ثابت کرسکتی تھی' اس کے پاس نہ الفاظ تھے نہ گواہ...... اس کا پورا وجود لرز رہا تھا' کانپ رہا تھا' زیان نے اسے جس حالت میں دیکھا تھا اس کے بعد وہ اسے کبھی معاف نہ کرتا......

اس کا گناہ تو پہلے ہی بہت بڑا تھا' اسے تو پہلے ہی سزا سنائی جاچکی تھی' بی جان کی عدالت میں...... اور یہ شخص اسے پھر بھی دربدر ہونے سے بچانے کے لیے ساتھ لے آیا تھا اور آج...... اس سے کیا ہو گیا' اس نے اپنے لیے موت مانگی' شدت سے موت مانگی...... اس میں حوصلہ ہی نہیں تھا اس شخص سے نظریں ملانے کا...... اپنی بے گناہی کا ثبوت دینے کی بات تو بعد میں آتی تھی...... بہت مان تھا اسے اپنے کردار پر' اپنے اعلیٰ نسب ہونے پر اور غرور کا یہ بت آج اوندھے منہ زمین پر آن پڑا تھا۔

وہ پچھلے تین دن سے کمرے میں بند تھی۔ نیچے نہیں اتری تھی۔ حوصلہ ہی نہیں ہو رہا تھا کہ جا کر اس کے سامنے بیٹھے' نمو اس کا کھانا' ناشتہ کمرے میں پہنچاتی اور شام کو سب اٹھا کر واپس لے جاتی...... اس کے اندر جانے والی بس پانی کی وہ بوندیں تھیں جو وہ وقفے وقفے سے اپنے اندر انڈیل کر اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کی ناکام کوشش کرتی جو اس روز کے بعد اس کے اندر دہک رہی تھی اور بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ وہ کسلمندی سے بیڈ پر لیٹی تھی' نمو ملک شیک کا گلاس لے کر آئی اور خاموشی سے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا پھر اس نے بہت ہمت کر کے ذیان کے بارے میں پوچھا تھا۔

''وہ تو جی پرسوں سے اپنے دوستوں کے ساتھ ہی نکلے تھے' واپس نہیں آئے...... ابا جی نے فون کیا تھا کہہ رہے تھے دوستوں کے ساتھ اوٹنگ (آؤٹنگ) پر ہیں' کچھ دن اور نہیں آئیں گے...... میں نے جی...... ویسے ابا جی سے کہہ دیا تھا کہ آپ کی بیماری کے بارے میں ان کو بتا دیں...... شاید انہوں نے بتا دیا تھا اور......'' وہ مزید کچھ کہنے سے قبل چپ کر گئی اور اس کی طرف دیکھنے لگی' میرب نے آنکھیں بند کر لیں اسے لگا جیسے نمو بھی وہ سب جان جائے گی...... اور...... پھر اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

نمو چلی گئی اور وہ پھر سے اپنے آپ کو ملامت کرنے لگی اور عجیب بات تھی تب سے لے کر اب تک اس نے ایک بار بھی اس شخص کے بارے میں نہیں سوچا تھا کہ وہ کون تھا؟ اور اس کے اتنے قریب کس مقصد کے تحت آیا تھا۔ پچھلا دھون دھوتے دھوتے وہ مزید گندی ہو گئی تھی۔

کمرے میں لیٹے ہوئے وہ اکتا گئی تھی' اس لیے نیچے آ گئی۔ آخری سیڑھی پر تھی کہ زوردار چکر آیا' لڑکھڑا کر نیچے گرنے کو تھی کہ کچن سے نکلتی نمو نے آگے بڑھ کر تھام لیا پھر بھی اس کے ہاتھ پیر بے جان ہو گئے اور بے دم ہو کر نمو کی بانہوں میں سما گئی...... نمو نے گھبرا کر اپنے باپ کو آوازیں دینی شروع کر دیں۔ ذیان بھی اسی وقت اندر داخل ہوا تھا...... نمو کی نظر پڑی تو چلانے لگی۔

''صاب...... صاب...... دیکھیں بی بی جی کو کیا ہو گیا؟'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی آگے بڑھا تھا...... دل اس کی شکل دیکھنے کا روادار نہ تھا' لیکن دنیا...... وہ اس رسوائی کو زبان زد عام نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ بے سدھ تھی' ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا کہا' نمو نے بغور ذیان کی شکل دیکھی تھی' بڑھی شیو' الجھے بال' پژمردہ چہرہ (یہ کون سی آؤٹنگ تھی) نمو تفصیلات فراہم کر رہی تھی' تین دن سے بھوکی' بیمار اور جانے کیا کیا...... اس نے دھیان ہی نہیں دیا اور جب ڈاکٹر نے آ کر اسے گڈ نیوز دی' ذیان کا دماغ بھک سے اڑ گیا...... اس وقت اس سے بری خبر اس کے لیے ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ وہ یہ بات سننے کی توقع نہیں کر رہا تھا لیکن یہ بات اسے سنا دی گئی تھی۔ اس کا جی چاہا اس نیلی آنکھوں والی بے وفا لڑکی کو اس نیوز سمیت کسی نہر میں دھکا دے آئے' اس کا دل اور دماغ دونوں سلگ رہے تھے۔ گھر آ کر اس سے پہلے ہی وہ اپنے کمرے میں بند ہو گیا...... وہ بہت نڈھال اور پژمردہ تھی' وہیں لاؤنج میں لیٹ گئی' نمو نے جوس لا کر دیا' حالت بری تھی پینا ہی پڑا۔ وہ آنکھیں بند کیے خالی الذہن لیٹی رہی۔

نمو اجازت لے کر اپنے کوارٹر میں چلی گئی۔ وہ کچھ دیر خود کو کمپوز کرتی رہی اس نے سوچ لیا تھا وہ ذیان کی غلط فہمی دور کرے گی' اپنی صفائی دے گی' وہ یقین کرے نہ کرے اسے یہ ہرگز گوارا نہیں تھا انجانے میں ہوئی بھول اس کا

گناہ قرار دیا جائے۔ وہ دھیرے دھیرے سیڑھیاں چڑھتی اوپر آئی...... دروازہ بند تھا اور اندر سے ٹی وی چلنے کی ہلکی آواز آرہی تھی...... اس نے ہولے سے دستک دی مگر جواب ندارد پھر دوسری، تیسری، چوتھی...... وہ دیر تک دروازہ بجاتی رہی اس کا ہاتھ دکھنے لگا...... لیکن دروازہ نہ کھلا ذیان نے اس پر سب دروازے بند کردیے تھے...... یا پھر اس نے خود...... وہ وہیں بے دم سی ہوکر بیٹھ گئی، دیوار سے ٹیک لگا کر اس نے آنکھیں بند کرلیں...... سزا سی سزا تھی۔

تمام رات یونہی بیت گئی، ذیان نے دروازہ نہ کھولا، وہ وہیں بیٹھی رہی، صبح اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا سامنے اسے لڑھکے پایا، نجانے کب تک دستک دیتی وہ وہیں سوگئی تھی۔ وہ جتنا چاہتا تھا کہ اس کو نہ دیکھے اتنا ہی وہ سامنے آرہی تھی...... اس کا دماغ گرم ہوگیا۔

"اٹھو......" وہ اسے ایک ٹھوکر مار کر چلایا، وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔

"اب کیا اپنے گناہوں کا اشتہار لگواؤ گی سارے شہر میں؟" ذیان غم و غصے کی کیفیت میں اسے گھور رہا تھا، وہ فوراً ہوش میں آئی۔

"مجھے بس یہ کہنا ہے جو کچھ آپ نے دیکھا وہ غلط تھا اور......" اس نے مزید کچھ کہنا چاہا۔

"بکواس بند کرو تم...... اور آئندہ میرے سامنے مت آنا...... میں صرف بی جان کے کہے کا پاس کررہا ہوں...... جو تمہیں یہاں سے نکال نہیں رہا...... ورنہ تم نے جو کالک ملی ہے ہم سب کے منہ پر......" وہ بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔

"میں نے کوئی کالک نہیں ملی ذیان۔" وہ تڑپ کر سیدھی ہوئی۔ "میں بہت تنہا فیل کررہی تھی......" وہ پھر غلط بول گئی...... ذیان نے اس کی بات کاٹی۔

"اور اس تنہائی کو دور کرنے کے لیے تمہیں میرا دوست ہی نظر آیا۔ سارے خاندان میں تو رسوا کرہی چکی تھی، دوست کو بھی نہیں بخشا۔ منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا تم نے مجھے۔" وہ چلایا۔ "دفع ہوجاؤ یہاں سے کبھی میرے سامنے مت آنا...... ورنہ قتل کرڈالوں گا تمہیں بھی اور خود کو بھی۔" اس نے ذیان کو کبھی غصے میں نہیں دیکھا تھا، کجا ایسا غصہ...... اس نے وہاں سے ہٹنے میں ہی عافیت جانی...... جو گرہ ذیان کے دل میں لگ چکی تھی وہ ایسے کھلنے والی نہیں تھی۔ ذیان نیچے آیا اور گاڑی اسٹارٹ کرتا تیزی سے نکل گیا۔ وہ دریچے سے اسے جاتا دیکھتی رہی پھر لیٹ گئی...... تقدیر نے اسے بری طرح الجھا دیا تھا۔ کوئی سرا ہاتھ نہیں آرہا تھا، وہ رودی، اپنی بے بسی پر، نمو دستک دے کر اندر چلی آئی اور اسے یوں روتا دیکھ کر چپ چاپ کھڑی رہی۔

"مجھے آپ لوگوں کی سمجھ نہیں آتی بی بی جی پتہ نہیں کیا کرتے پھرتے ہو؟" قدرے توقف سے اس نے کہا۔

"نیچے آپ سے کوئی ملنے آیا ہے، کہتا ہے ضروری کام ہے۔"

"کون......؟" اس نے سر اٹھا کر آنسو صاف کیے۔

"پتہ نہیں بس آپ کو بلاتا ہے۔" نمو واپس چلی گئی۔

"کون آیا ہوگا؟ شاید برہان بھائی...... ہاں وہی ملنے آئے ہوں گے۔" اس نے جلدی سے واش روم میں جاکر منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور اپنا حلیہ درست کرتی نیچے آگئی، نمو نظر نہیں آرہی تھی، وہ سیدھی ڈرائنگ روم میں چلی آئی، پردہ اٹھا کر ابھی "اسلا" ہی بولا تھا کہ باقی کا لفظ منہ میں رہ گیا۔ برہان بھائی نہیں تھے چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگا، لیکن اتنا بھی نہیں، وہ دونوں ہاتھوں سے پردے کو تھامے کھڑی رہی...... وہاں موجود شخص اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اب اپنا تعارف کروا رہا تھا۔

"مجھے سکندر ریاض کہتے ہیں۔" (اسے ایک دم یاد آیا کہ برہان کا خیال کرکے وہ حجاب لینا ہی بھول گئی تھی، وہ واپس پلٹی لیکن سکندر کی آواز نے اس کے قدم روک دیے)۔

"میں اس روز کی بے خودی پر معافی چاہتا ہوں اور......" بات ابھی اس کے منہ میں ہی تھی کہ میرب کسی شیرنی کی طرح مڑی اور سکندر پر جھپٹ پڑی۔ کئے گھونسے، جو چیز ہاتھ میں آئی اس کو دے ماری...... اس نے

اپنا بچاؤ نہیں کیا' بلکہ بچنے کی کوشش میں ہنستا رہا...... خبیث ہنسی......اور اسی طرح ہنستا ہنستا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا...... وہ رونے لگی......اس کے ہاتھ دکھ رہے تھے وہیں بیٹھ کر باآواز بلند روتی رہی......نمو نے حیرت سے اندر جھانکا اور واپس مڑ گئی......وہ اب جان گئی تھی بی بی کو وقتاً فوقتاً دورے پڑتے ہیں اور وہ اسی طرح چیختی چلاتی رہتی ہے' روتے روتے ہی اس کی نظر سیاہ بوٹوں پر پڑی تھی اس نے فی الفور سر اٹھایا اور دم بخود رہ گئی تھی۔

ذیان اس کے سامنے کھڑا تھا' اس کی نظریں اتنی کاٹ دار تھیں کہ وہ سر جھکا گئی' یہ کب آیا؟ اسے تقدیر کی نامہربانی کا یقین آ گیا تھا۔

"تو یہ کھیل کھیلا جارہا ہے یہاں؟" وہ غرایا۔ اس نے سکندر کو باہر نکلتے دیکھ لیا تھا وہ اپنے کچھ ضروری کاغذات کی فائل بھول گیا تھا اور وہی لینے واپس آیا تھا' سکندر اسے دیکھ کر گاڑی نکال لے گیا تھا۔

"نن......نہیں...... میرا یقین کریں...... وہ خود آیا تھا...... میں تو اس کی شکل بھی اچھی طرح نہیں جانتی...... میں سچ کہہ رہی ہوں' میرا اس سے کوئی تعلق نہیں' آپ بلاوجہ مجھے گناہ گار مت ٹھہرائیں......" وہ تڑپ کر بولی۔

"دو تعلق نہیں؟" اس نے دانت پیسے۔ "تم ابھی بھی کہہ رہی ہو تعلق نہیں۔ اس دن میں نے جو دیکھا جھوٹ تھا' فریب تھا...... فریب تھا سب......اور جو اب ہوا ہے' کیا وہ بھی بتاؤ؟" وہ اس کو کندھوں سے تھامے جھنجوڑ رہا تھا۔

"ہاں......وہ وہ نہیں تھا جو آپ کو نظر آیا...... میں سمجھی آپ کھڑے ہیں اور......" اس نے اپنے آپ کو مضبوط کیا اور پھر دفاعی جملہ بولا۔

"بکواس مت کرو......" وہ اس کی بات کاٹ کر غرایا۔

"سال ہونے کو آیا میرب' کتنی بار...... کتنی بار تم نے اپنی مرضی اور خواہش سے اپنا آپ مجھے سونپا ہے......؟ برف کی سل بنی رہی ہو تم میرے لیے' جس میں نہ جذبات نہ احساسات' اور تم کہہ رہی ہو کہ میری بھول میں' تم اس شخص کو اپنا تن من سونپے بیٹھی تھیں......آخ تھو......" ذیان نے تھوک دیا......" نفرت ہے مجھے تم سے اور اس محبت سے جو میں نے تم سے کی۔" اتنی ذلت' میرب کا تن من سلگ اٹھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنا آپ چھڑایا' وہ اس کی کوئی بات سننے کا روادار ہی نہ تھا۔

"میں بھی تھوکتی ہوں اس رشتے پر ذیان شاہ' نہیں رہنا مجھے تمہارے ساتھ......اور آج کے بعد میں اپنی ذات اور کردار کے بارے میں کوئی صفائی نہیں دوں گی......تم نے جو سمجھنا ہے سمجھو' مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ کسی بھی بات سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا...... نہ تمہارے ساتھ سے' نہ تمہاری جدائی سے۔" وہ اس کو دھکیل کر رستہ بناتی اوپر بھاگ گئی' اسے مزید صفائی دینا ہی نہیں تھی۔ ہاں اس کا تعلق تھا یشال سے بھی اور اس شخص سے بھی...... بگاڑ لے اب جو بھی اس کا کچھ بگاڑنا چاہے بگاڑے اس کے اندر خودسری نے سر اٹھایا اور اس نے اسے تناور درخت بننے دیا تھا۔

☆

اسے سارے مردوں سے نفرت محسوس ہونے لگی تھی۔ یشال حیدر' ذیان شاہ اور سکندر ریاض جس نے اس کی زندگی کو ایک نئے جہنم میں جھونک دیا تھا۔ وہ تو اس شخص سے واقف ہی نہیں تھی' بس اس روز اس پر تھکن طاری ہوئی تھی اس کا جی چاہا تھا وہ ذیان کے مہربان کاندھے پر اپنا سر رکھ دے اور اس سے التجا کرے کہ اسے سمیٹ لے وہ اپنے ٹکڑے سمیٹتے ہوئے تھک چکی تھی اس کے وہم وگمان میں نہیں تھا کہ اس وقت گھر میں کوئی اور بھی موجود ہوسکتا ہے اپنے کندھے پر لمس پاکر اس کے دل میں خیال ہی ذیان کا آیا تھا' لیکن اس سے کیسی بڑی بھول ہوگئی تھی اور وہ کتنا کمینہ شخص تھا جو ذیان کی دوستی کا دعویدار تھا' وہ اس دن کے بعد ذیان کے سامنے گئی ہی نہیں' لیکن حقیقتاً وہ بہت زیادہ توڑ پھوڑ کا شکار ہورہی تھی' اسے اب سائے کے پیچھے نہیں بھاگنا تھا' لیکن وہ جو اس سے محبت کا دعویدار تھا اس پر یقین ہی نہ کرپایا تھا۔ وہ تو چاہ رہی تھی کہ ذیان کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کرے لیکن ابتدا ہی غلط ہوگئی تھی' شاید اس رشتے

میں کچھ ٹھیک ہونے والا نہیں تھا‘ اس کے دل میں آیا کہ ردا کو فون کرے اور اس کو بتائے کہ کیسے یشال کی محبت میں وہ تباہ و برباد ہوگئی‘ اگر یشال اس کی محبت کو اپنا لیتا تو وہ یوں دربدر نہ ہوتی‘ وہ اپنی بربادی کا ذمہ دار یشال کو سمجھنے لگی تھی۔

ذیان دوبارہ یونیورسٹی گیا ہی نہیں اس میں حوصلہ ہی نہ تھا کہ سکندر ریاض کی شکل دوبارہ دیکھے...... شاید وہ اسے مار ڈالتا...... عبدالمیز اور نعمان پوچھ پوچھ کر تھک گئے لیکن وہ کچھ بول ہی نہ پایا‘ سکندر ریاض نے اپنی کوششیں جاری رکھیں...... وہ جانتا تھا اس دن کے بعد میرب کے ساتھ کیا ہوا ہوگا...... اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ میرب کے دل میں ذیان کے رویے نے اور نفرت بھر دی ہوگی...... اور یہی وقت تھا جب وہ میرب کو شیشے میں اتار سکتا تھا‘ سو اس نے اپنی کوششیں تیز کردیں...... اسے بلاناغہ فون کرنے لگا اور میرب پہلے انکار کرتی رہی اس کا فون سننے سے پھر ایک دن سن لیا‘ غصے سے بات کی‘ دوبارہ کاٹ دیا‘ تیسری بار میسج پر ریکویسٹ پڑھ لی‘ ریپلائی کردیا اور ہوتے ہوتے وہ یہ بھی بھول گئی کہ اسی کی وجہ سے اس کی زندگی جہنم ہوئی تھی‘ اسی کی بدولت اس کا شوہر لوگوں سے منہ چھپاتا پھر رہا تھا‘ اس کا مقصد صرف اور صرف ذیان کی بے حسی کو چوٹ لگانا تھا اور اس چوٹ لگانے کے چکر میں وہ سکندر کے چکر میں پھنستی چلی گئی‘ سکندر اس کا ہر ریپلائی ذیان کو سینڈ کردیتا تھا اور ذیان کا رویہ میرب سے بدتر سے بدتر ہوجاتا تھا۔ اب تو کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سلسلہ بڑھتا گیا‘ میرب کو سکندر ریاض کا فون کرنا‘ ایس ایم ایس کرنا اچھا لگنے لگا‘ اس نے یکسر بھلا دیا کہ اس ایک شخص کی بدولت اس کے شوہر نے اس پر شک کیا تھا۔ سکندر نے کبھی ذیان کے خلاف کچھ نہیں کہا تھا‘ وہ اس کی سائیڈ لیتا اور میرب ذیان کے رویے سے متنفر ہوتی چلی جاتی‘ سکندر نے تو یہاں تک کہا تھا کہ اس نے ذیان سے معافی مانگی تھی اور اپنی پوزیشن بھی کلیئر کی تھی لیکن اس نے بری طرح دھتکار دیا تھا‘ اس بات نے میرب کو اور برافروختہ کردیا۔

”ایک غلطی تھی ناں‘ معاف کردیتا۔“ وہ سوچتی اور دل میں ایک اور گرہ باندھ لیتی پھر ایک دن سکندر گھر آ گیا......

میرب کو برا لگا مگر اتنا بھی نہیں وہ خود چائے لے کر آئی‘ دو گھنٹے اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی رہی‘ گپیں ہانکتی رہی‘ سکندر بہت معتبر بنا بڑی ادبی قسم کی ڈسکشن کرتا رہا‘ اسے اپنے ڈرامے میں ہیروئن کے کردار کے لیے کسی لڑکی کی تلاش تھی‘ میرب نے نمو کا نام لیا۔

بات مذاق کی تھی‘ مذاق ہی رہی‘ ذیان کو نمو ساری رپورٹ دیتی تھی‘ کہ اس کی غیر موجودگی میں گھر کون آتا تھا اور کہاں بیٹھتا تھا؟ وہ خاموشی سے سب تماشا دیکھتا تھا لیکن میرب سے بات نہ کرنے کی اس نے قسم کھالی تھی۔

وہ اس کی انتہا دیکھنا چاہتا تھا اور اپنے صبر کی بھی۔ اس نے بی جان سے کہہ دیا تھا کہ فجیعہ اور برہان کی شادی کی تیاری رکھیں‘ اپنی اجڑی زندگی کو حتمی شکل دینے سے پہلے وہ فجیعہ کا گھر آباد کرنا چاہتا تھا‘ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے خواب تو اجڑ ہی چکے‘ اس کی بہن بھی اس کرب سے گزرے‘ اسے اپنی زندگی کا انجام نظر آ رہا تھا‘ لیکن فجیعہ کو آباد دیکھنا چاہتا تھا‘ بی جان نے کہہ دیا تھا کہ امتحانوں کے بعد وہ اس فرض سے سبکدوش ہوجائیں گی...... میرب تو جانے کس دنیا میں جینے لگی تھی...... ذیان نے اسے نظر انداز کردیا تھا‘ تو اسے جلانے کے لیے وہ اس سے بڑھ کر اسے نظر انداز کررہی تھی‘ وہ چاہتی تھی غلط فہمی کے اس پل کو اب ذیان ہی پار کرے‘ اسے مزید کوئی صفائی دینا تھی نا ہی اپنے اور سکندر کے تعلق کی وضاحت...... اسے سکندر کی کمپنی اچھی لگنے لگی تھی اس کی باتیں اس کی اداس اور ویران زندگی کو خوب صورت بنانے لگی تھیں‘ وہ اب اس کے بھیجے گئے رومانٹک ایس ایم ایس کا انتظار کرتی تھی‘ مزے مزے کے ریپلائی کرتی تھی...... دن رات کا فرق کیے بنا یہ عجیب سا رشتہ پروان چڑھ رہا تھا اور بالکل اسی طریقے سے پروان چڑھ رہا تھا جیسا کہ سکندر چاہتا تھا‘ یونیورسٹی جانا اس نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ اب اس کا زیادہ وقت باتوں پروڈیوسر اور ڈائریکٹرز کے ساتھ گزرتا یا پھر میرب کے ساتھ...... اس کا جب جی چاہتا وہ بلاتکلف

www.urdusoftbooks.com

ذیان کے گھر کی ڈور بیل بجا دیتا اور میرب چہرے پر مسکراہٹ سجائے اس کے استقبال کو تیار ہوتی' اس کا حجاب اس کی شرم وحیا رسم ورواج کے ساتھ ہی اتر گیا تھا' وہ سب کچھ بھلا بیٹھی تھی' اپنا خاندان' اپنا شوہر' اپنا گھر صرف اور صرف ذیان کو تکلیف دینے کے لیے وہ ہر وہ کام کرتی رہی تھی جس کے انجام سے وہ قطعاً بے خبر تھی......وہ ہر روز ارادہ کرتی کہ بس آخری بار سکندر سے بات کرے گی' آخری بار ملے گی' لیکن وہ آخری بار کبھی نہ آئی' حتیٰ کہ بربادی نے اس کے دروازے پر بہت زور سے دستک دے ڈالی اور وہ اسے بھی اپنی آبادی سمجھ بیٹھی......اور یوں اس نے خود اپنے ہاتھوں سے وہ گڑھا کھود لیا تھا جس میں وہ ہمیشہ کے لیے گرنے والی تھی......

وہ ناسمجھ تھی یا انجان بن رہی تھی......وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی......ذیان کئی دنوں سے گھر نہیں آیا تھا......اسے پرواہ ہی کب تھی' روز سکندر جو چلا آتا تھا' اس کا دل بہلانے کے لیے' نمو کھانا پکا کر چلی جاتی تھی' ایسے میں سکندر کی کمپنی اسے خوش رکھتی' اس روز سکندر اسکرپٹ لے کر آیا تھا اور اسے پڑھ کر سنا رہا تھا۔

''اتنی دکھی کردینے والی کہانی' چپ کرجاؤ سکندر...... مجھے کچھ نہیں سننا۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے منع کیا' لیکن سکندر بولتا رہا۔

''توبہ سکندر۔'' اس نے چائے مگ میں انڈیلی اور اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے تھامتے ہوئے دانستہ اس کے ہاتھ کو ٹچ کیا [illegible] دیکھنے کے لیے دزدیدہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا' وہ نارمل رہی تھی' یا پھر نظرانداز کرگئی تھی' اب وہ اپنا مگ اٹھا کر سپ لینے لگی' سکندر اسے نظروں ہی نظروں میں جانچ رہا تھا گویا جال کی مضبوطی چیک کررہا تھا۔

''ہیروئن مل گئی سکندر؟'' اس نے اچانک سوال کیا وہ گہرے خیال سے چونکا تھا۔ وہ جو سوچ رہا تھا یک لخت ٹوٹا تھا۔

''ادھر آؤ میرب......یہ لائنز پڑھو ذرا۔'' اس نے اس کا سوال نظرانداز کرکے اپنے پاس بلایا۔

''میں کیوں پڑھوں؟'' اس نے انکار کیا۔

''پڑھو تو۔'' اس نے اصرار کیا۔

''یار نہیں میں کیسے......؟''

''ایک بار پلیز...... میں جانتا ہوں تم یہ کرلوگی...... پڑھو تو سہی۔'' اسے ہلتے نہ دیکھ کر وہ خود اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا۔

''سکندر......!'' اس نے خفیف سا ہوکر اسکرپٹ تھام لیا۔

''یہ والی لائنز۔'' وہ جھک کر انگلی سے بتانے لگا۔

''محبت تو سنگ چور ہوتی ہے' ڈس لے تو ہونٹ نیلے نہیں پڑتے' شیشے کی طرح چکنا چور ہوجاتا ہے انسان۔'' میرب نے زیر لب ڈائیلاگ پڑھا۔

''بہت خوب صورت جملہ لکھا ہے سکندر۔'' اس نے تعریف کی' اسے اپنی محبت یاد آ گئی تھی' جس نے اسے چور چور کردیا تھا۔

''پڑھو......ذرا جذب سے۔'' وہ اسے مجبور کررہا تھا اور وہ بولتی چلی گئی۔

''محبت تو سنگ چور ہوتی ہے' ڈس لے تو ہونٹ نیلے نہیں پڑتے' شیشے کی طرح چکنا چور ہوجاتا ہے انسان اور مجھے اس کی محبت نے ڈس لیا' اب میرا پورا وجود شیشے کی طرح ترخ رہا ہے اور میں بس ٹوٹ کر بکھرنے کو ہوں۔'' سکندر نے بے اختیار تالی بجائی۔

''میں نے کہا تھا ناں' تم بہت اچھا بول سکتی ہو......اور تم جانتی نہیں ہو جتنا خوب صورت تم نے یہ جملہ ادا کیا ہے ناں' میرے لکھے کی قیمت وصول ہوگئی۔ بس مان جاؤ' یہ رول کرلو تم......راتوں رات ہٹ ہوجاؤ گی تم اور یہ ذیان ڈھونڈتا پھرے گا تمہیں اور پھر پچھتائے گا کہ اس نے کس انمول ہیرے کو کھودیا۔'' وہ اسے سراہ رہا تھا۔

شیطان گناہ کو اتنا دل کش کرکے پیش کرتا ہے کہ آدمی کی سدھ بدھ کھوجاتی ہے' وہ ہزار تاویلوں کے بعد خود کو اس گناہ پر آمادہ کرہی لیتا ہے۔


Medora
Perfumed Talc
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
خوشبو جو دل کو بھائے
تازگی جو ہر کوئی چاہے
Pleasure
Cherish
Joy
Passion
Greetings
Dignity
Salute
خوشبو کی دنیا کے 8 شگفتہ احساس
MEDORA OF LONDON

"مجھے لگتا ہے میری زندگی میں اب ذیان کی اس قدر اہمیت نہیں رہی۔" اس نے شیطان کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ضمیر کو سلا دیا تھا۔

ویسے بھی چھوٹے چھوٹے گناہوں کو جب اہمیت دینا بند کر دیں تو بڑا گناہ خود بخود خوب صورت بن کر سامنے آ جاتا ہے۔ اس رات ذیان گھر آیا تھا' میرب نے کچن سے اسے سیڑھیاں چڑھتے دیکھ لیا تھا' اس کے اندر بہت کچھ غیر معمولی تھا' اس کے لڑکھڑاتے قدم اس کا حلیہ میرب کو ایک لمحے کی ندامت نے گھیرا لیکن سرکشی نے سب کچھ ملیامیٹ کر دیا' جب اس نے کچھ کیا ہی نہیں تو وہ کیوں اس کو سزا سنائے' اس کو روند کر جائے' نادانستہ طور پر اس نے دو کپ کافی کے ٹرے میں رکھے جب وہ اوپر آئی تو اس کے کمرے کا دروازہ نیم وا تھا اور وہ بیڈ پر آڑا ترچھا لیٹا تھا۔ وہ اندر آ گئی۔

ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے جان بوجھ کر آواز پیدا کی۔ وہ یونہی لیٹا رہا...... وہ کچھ دیر کھڑی رہی پھر بیڈ کی پائنتی پر ٹک گئی...... وہ نہیں جانتی تھی کہ یہاں کیوں آئی؟ اسے کیا بات کرنا تھی' ذیان اسی طرح لیٹا رہا اور یہ شخص اس کا شوہر تھا اور یہ اس کا کمرہ...... وہ اس شخص پر اور اس کمرے پر پورا استحقاق رکھتی تھی لیکن جانے انجانے وہ سب کچھ گنوا بیٹھی تھی...... ایک لمحے کو اس کا دل چاہا تھا وہ سب کچھ بھلا دے اور اس شخص کے قدموں میں جا بیٹھے اپنے ہر اس گناہ کی معافی مانگ لے جو اس نے کیا اور جو نہیں کیا اس کی بھی' یہ ضد اور خودسری والی زندگی چھوڑ دے اور ذیان کے ساتھ ایک محبت بھری زندگی کا آغاز کر دے' اندر ہی اندر وہ تھک چکی تھی اس زندگی کو نباہتے ہوئے۔

"کتنے پوز لیے اس نے تمہارے؟" ذیان کی آواز جیسے کسی سرد خانے سے آئی تھی۔ میرب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کون سے پوز؟" ذیان کے دل سے بدگمانی کے بادل کیوں نہیں چھٹ رہے تھے۔ وہ اس کی کوئی بھی بات سننے پر کیوں رضامند نہیں تھا۔ کچھ دیر پہلے جو اس کے دل میں محبت جاگ رہی تھی' بدگمانی کے زہر نے اسے پھر سے نیلا کر دیا تھا۔

"میں نے کوئی پوز نہیں دیے کسی کو بھی۔" وہ اکھڑ پن سے بولی۔ وہ ہنسنے لگا اور ہنستا چلا گیا۔

"تم خود گمانی کے جس جزیرے پر پہنچ چکی ہو ناں میرب شاہ...... وہاں سب کچھ گم ہو جاتا ہے' اپنا آپ بھی؟ ڈھونڈو گی' ڈھونڈو گی ایک دن...... لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی ہوگی۔"

"شٹ اپ ذیان۔" وہ بدتمیز ہو گئی' ہر وقت بددعائیں دیتا رہتا ہے یہ شخص...... اسے غصہ آ گیا' پل بھر پہلے کے جذبات ختم ہو گئے تھے۔

"تم نے کبھی مجھے سمجھا ہی نہیں ذیان شاہ' ہمیشہ وہی دیکھا جو تمہارے دل نے تمہیں دکھایا...... جو تم نے دیکھنا چاہا' بدگمانی کے جس جزیرے پر تم کھڑے ہو ناں وہاں بھی سب کچھ راکھ ہو چکا ہے' تمہارے نصیب میں تنہا بھٹکنا ہی لکھا ہے' آج کے بعد میں کبھی مفاہمت کے لیے تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔" وہ غصے میں بولتی چلی گئی' ذیان سیدھا ہوا' اب اس کی نظریں چھت پر تھیں۔ وہ باہر نکلنے والی تھی کہ وہ گویا ہوا' سرد مگر تپتا لہجہ جلا کر راکھ کر دینے والا۔

"تم نے خود کو بہت سستے میں بیچ دیا...... میرب' بے مول کر دیا خود کو۔" وہ کچھ نہیں بولی' زوردار آواز کے ساتھ دروازہ بند کرتی چلی گئی۔ ذیان اسی طرح لیٹا رہا' کافی ان کے لہجوں سے کہیں زیادہ سرد ہو گئی تھی' بے ذائقہ' بدمزہ' ذیان شاہ کی آنکھوں سے آنسو نکل کر بالوں میں جذب ہو رہے تھے' میرب جس راہ کا انتخاب کر چکی تھی اس کا پلٹ آنا ناممکن تھا۔

وہ جس غصے سے ذیان کے کمرے سے نکلی تھی' جی چاہ رہا تھا ابھی اسی وقت اس گھر کو چھوڑ کر چلی جائے اور وہ سکندر کو ساری داستان سنا کر اس سے مشورہ مانگ رہی تھی' شیطان خوش ہو رہا تھا' ساتھ ہی سکندر بھی۔

"آج اس نے میری بھی بہت انسلٹ کی...... میرے کمرے میں آیا تھا' توڑ پھوڑ مچائی' مجھے اور تمہیں

گالیاں بکیں، کھلم کھلا تمہیں میرے ساتھ جوڑا مت پوچھو کتنا تماشا لگایا اس نے تمہارا میرے ساتھ...... چلو چھوڑو...... ٹینشن مت لو۔" تیل چھڑک کر پانی ڈالنے کا کام وہ بخوبی کرلیتا تھا...... ساری رات اسے تسلیاں دلاسے دینے کے بعد وہ اگلی دوپہر اسے لینے گھر پہنچ گیا...... وہ اسے شوٹ پر لے جانا چاہتا تھا...... میرب گھبرائی۔ لڑائیاں، جھگڑے، ضد بازیاں سب اپنی جگہ، لیکن اس طرح شوہر کا گھر چھوڑ کر کسی کے ساتھ باہر جانے کے نتائج بہت خطرناک تھے۔

وہ منع کرتی رہی، ٹالتی رہی لیکن وہ ماننے والا تھا ہی نہیں۔ اور بس ایک بار کا وعدہ کرکے وہ اس کو قائل کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا اور وہ بھی بس ایک بار کہہ کر خود کو تسلیاں دیتی بالآخر اس کے ساتھ چل پڑی اس نے دلدل میں پاؤں رکھ دیا تھا۔

وہ منتخب ہوگئی تھی، روز سکندر کے ساتھ جانے لگی، کبھی کسی بہانے کبھی کسی بہانے، عورت کا پیر اگر کسی بھی بہانے چادر اور چار دیواری سے باہر نکل جائے تو وہ پلٹتا نہیں...... میرب نے جس فیلڈ میں قدم رکھا تھا، وہ بہت غیر معمولی تھی، وہ ایکٹنگ کی الف ب سے بھی واقف نہیں تھی لیکن جب وہ اسکرپٹ تھام کر بولتی تو گویا لفظوں میں جان ڈال دیتی، واہ واہ اور تالیوں کا شور، ان سب کا اپنا ہی ایک نشہ ہوتا ہے اور چھٹتا نہیں اور میرب بھی ان کی مرضی کے مطابق ڈھل چکی تھی۔ وہ بلاناغہ سکندر کے ساتھ شوٹنگ پر چلی جاتی، ذیان پر تو پہلے بھی کسی قسم کی توجہ نہ تھی، اب آزادی بھی ملی اور چھٹکارا بھی اور بونس میں شہرت بھی، کس کو یہ زندگی بری لگتی؟

ذیان کے لیے گاؤں میں بتانا ناگزیر ہوگیا تھا، یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی، جو چھپ جاتی، اس نے بی جان کو بتادیا کہ میرب ڈراموں میں کام کرنا چاہتی ہے۔ بی جان کے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔

"یہ لڑکی آخر چاہتی کیا ہے، کہاں کمی رہ گئی فضیلت اور میری تربیت میں؟ میں نے تمہیں کہا تھا کہ اسے اس کے گھر بھجوا دو...... لیکن تم نے بھی میری ایک نہیں سنی، شاہ صاحب کو پتہ چلے گا تو قتل کرڈالیں گے اسے روک لو...... بلکہ اسے یہاں پہنچاؤ...... چھوڑ آؤ اس کی ماں کے پاس خود ہی سنبھالے گی۔" بی جان کو تو کسی پل قرار ہی نہ آرہا تھا۔ ان کی عزت کے تابوت میں وہ آخری کیل ٹھونکنے جارہی تھی۔ اس کے بعد ان کے پاس رہ ہی کیا جاتا...... برسوں کی بنائی عزت خاک میں بس ملنے ہی والی تھی، انہوں نے فون پر میرب کو خوب سنائیں، میرب نے سب کچھ خاموشی سے سنا اور فون کاٹ دیا۔ وہ اپنی مرضی کرنے کا تہیہ کرچکی تھی۔ اسے ذیان کو نیچا دکھانا تھا، اسے ان سب کو نیچا دکھانا تھا۔

ذیان واپس شہر پہنچا...... لیکن میرب گھر پر نہیں تھی، نمو نے بتایا کہ وہ کل شام ایک گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی...... ذیان بے بسی کی گہری کھائی میں جا گرا...... اب کیا رہ گیا تھا زندگی میں؟ وہ کس بے دردی سے اپنے گھر اور گھر والوں کو ٹھوکر مار کر چلی گئی تھی، کیوں اس نے کسی کے بارے میں بھی نہیں سوچا۔ ذیان نے گھر مقفل کیا اور واپس اپنے گھر چلا گیا۔ بی جان، فضیلت، بڑے شاہ صاحب، چھوٹے شاہ صاحب، سب کے دلوں پر گویا آری چل گئی تھی۔ میرب نے یہ قدم کیوں اٹھایا؟ بی جان نے فضیلت کے خوب لتے لیے، وہ بڑی بہن کا لحاظ کرکے چپ سنتی رہیں، ویسے بھی بولنے کے لیے ان کے پاس تھا ہی کیا؟ ان کا اپنا برتن کچا نکلا تھا وہ کسی کو کیا دوش دیتیں، بی جان نے فجیعہ کی برسوں کی منگنی توڑ دی اور اس کا رشتہ کہیں اور طے کردیا...... فضیلت بھاگی بھاگی آئیں لیکن بی جان نے ایک نہ سنی، مجتبیٰ شاہ بھی بھائی کے پاس آئے لیکن دونوں نے کوئی بھی بات سننے سے انکار کردیا...... نا صرف یہ بلکہ اگلے دن بی جان نے مزدور بلوائے اور لان کے بیچوں بیچ دیوار اٹھوانی شروع کردی...... فضیلت اور مجتبیٰ چپ چاپ دیکھتے رہے ایک دیوار گھر میں کھڑی ہوئی، دوسری دلوں میں، ذیان کو تو اس دن کے بعد سے چپ ہی لگ گئی، اسے میرب کی محبت اور نفرت دونوں ہی نے زندہ درگور کردیا۔ بی جان سے بیٹے

کی حالت دیکھی نہ جاتی ...... اور وہ جھولی اٹھا اٹھا کر میرب کو بددعائیں دیتیں، برہان اپنا کورس کمپلیٹ کر کے لوٹا تو صحن میں اٹھی دیوار نے اسے سب کہانی سنادی، اس نے کسی سے کچھ نہیں پوچھا، کچھ پوچھنے کو بچا ہی نہیں تھا۔

......☆......

سکندر اسے جس دنیا میں لے کر آیا وہ بری دنیا تھی۔

''یہ حجاب تمہیں اتارنا ہوگا۔'' سکندر نے پہلی فرمائش کی اور آئندہ آنے والے دنوں میں اس نے جانے کیا کیا اتروایا تھا۔ گھر سے قدم نکالتے وقت اس کے ذہن میں بس ذیان کو اذیت دینے والی بات تھی، اس نے ایک پل بھی نہیں سوچا تھا کہ جس شخص پر بھروسہ کر کے وہ اپنا شوہر اور گھر چھوڑ رہی ہے آیا وہ اس قابل ہے بھی یا نہیں......

ذیان نے جو ذلت اسے دی تھی وہ صرف اسے مزہ چکھانا چاہتی تھی، اس کا ارادہ تھا کہ چند دنوں بعد وہ لوٹ جائے گی اور کیسا غلط سوچا تھا اس نے؟ وہ جس راہ پر چل کر آئی تھی وہ بس وہیں تک تھی جہاں تک قدم اٹھا اور زمین غائب۔ پیچھے جانے کا کوئی راستہ نہیں بچا تھا۔ سکندر ریاض کو اس سے محبت نہیں تھی وہ تو اس کی خوب صورتی کو حاصل کرنا چاہتا تھا، وہ خوب صورتی جو چھپی ہوئی تھی، ہر مرد عورت کو اسی نظر سے دیکھتا ہے جس کی تربیت اسے گھر سے ملی ہوتی ہے اور جس کا اثر اس کے خون میں شامل ہوتا ہے، سکندر ریاض جس خاندان سے تعلق رکھتا تھا وہاں عورت پاؤں کی جوتی سے بھی کوئی نچلی چیز تھی، گلی محلے کے نکڑوں پر کھڑے لڑکے، فارغ مرد سارا دن آتی جاتی عورتوں کو گھورا کرتے اور عورتیں بھی عادی تھیں، ان کے لیے یہ معمول کا معاملہ ہوتا تھا، سکندر ریاض کا لڑکپن بھی انہیں نکڑوں پر گزرا تھا۔ وہ تو میٹرک میں نمبر اچھے آ گئے، کالج میں ایڈمیشن ہوگیا اور گریجویشن کرلیا، کالج میں ہی بزم ادب کا سیکرٹری بنا اور وہیں اس کی خفیہ صلاحیتوں کو جلا ملی لفاظی پہ دسترس رکھتا تھا، جلد ہی ملک کے معروف جریدوں میں اس کا لکھا چھپنے لگا، پذیرائی ملی اور شہرت کی ہلکی سی خوبو نے اس کی گردن کو تھوڑا سا اکڑا دیا۔ پرسنلٹی اچھی تھی، لڑکیاں بھی آگے پیچھے پھرا کرتیں، انہی دنوں ایک کالج دوست کی وساطت سے اس کی رسائی ٹی وی تک بھی ہوگئی، امجد کے خالو پروڈیوسر تھے امجد نے ملوایا، چند ایک ملاقاتوں کے بعد اس نے کافی لوگوں سے ہیلو ہائے کرلی، چرب زبان تو تھا ہی تعلقات بنانے میں دیر نہ لگی۔ خوب صورت عورت اس کی بہت بڑی کمزوری تھی، اول تو اس نے اپنی پرسنلٹی کو اتنا پُرکشش بنا رکھا تھا کہ لڑکیاں خود بخود کھنچی چلی آتیں اور جو نہ متوجہ ہوتی اس کو وہ خود کرلیتا، میرب کی خوب صورتی بھی سیدھی اس کے دل پر جا کر لگی تھی۔ اس کی نیلی آنکھیں اور سنہرے بال اور چہرے پر ہرنی سی وحشت، جب ذیان اسے ڈانٹ رہا تھا اور وہ بے خودی اسے تکے جارہی تھی، اردگرد سے مکمل بے خبر اور پھر ان آنکھوں نے اس کی راتوں کی نیند اڑا دی تھی، وہ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا، چھونا چاہتا تھا، ہر قیمت پر اور اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے وہ کسی بھی حد تک جانے کو تیار تھا اور پھر اس نے ذیان کے ویک پوائنٹس ڈھونڈے، اس کی زیرک نگاہوں سے ذیان اور میرب کے تعلقات کی سرد مہری چھپی نہیں رہی تھی اسے اپنا ہدف آسان ہوتا محسوس ہوا تھا۔ اس روز جھوٹ بول کر اس کے گاؤں جانا بھی اس پلاننگ کا ایک حصہ تھا جو کہ کامیاب نہیں ہوا تھا، وہ جانتا تھا اسے کافی محنت کرنا پڑے گی، لیکن اس روز کی بارش نے جیسے اس کی ساری مشکلوں کو آسان کردیا...... وہ جو سوچے بیٹھا تھا وہ خود بخود ہوگیا اور اس کے بعد تو سب کچھ آسان ہی تھا۔ بس دو چار فون ہی کرنے پڑے اور میرب خود بخود اس کے ساتھ چل پڑی...... ذیان کو نقصان پہنچاتے ہوئے اس نے اپنا اتنا بڑا نقصان کرلیا جس کا کوئی ازالہ ہی نہ تھا، سکندر ریاض اسے ایک فلیٹ میں چھوڑ کر غائب ہوگیا تھا۔ اسے سکندر کی کوئی اتنی پروا بھی نہیں تھی بلکہ اچھا ہی تھا وہ یہاں نہیں تھا، اس نے آرام سے بیٹھ کر سوچا تھا، بس ایک ڈرامے میں کام کرلے ذیان نے اس پر جو الزام لگایا تھا اس کا بھگتان تو وہ بھگت ہی لے گا، کیسی ناعاقبت اندیش لڑکی تھی، جانتی ہی نہ تھی، نقصان ہمیشہ عورت کا ہوتا ہے، خسارہ ہمیشہ عورت کا مقدر بنتا ہے

ضد ہمیشہ عورت کو ہار دلاتی ہے وہ دو دن بعد آیا تو اس کے طور طریقے ہی الگ تھے نظروں سے ہوس چھلکی رہی تھی' میرب نے نظر انداز کیا' انجان بنی رہی' وہ اس کے لیے کچھ کپڑے لایا تھا' ٹائٹس' پینٹس' سلیولیس شارٹ شرٹس میرب کے چہرے پر ناگواری اور ہچکچاہٹ دیکھ کر ہنسا۔

"میڈیا میں تمہاری لک اٹریکٹ..... کرتی ہے اور پھر یہ تو کچھ بھی نہیں' سپر اسٹار بننے کے لیے تو بہت کچھ پہننا پڑتا ہے۔" بہت کچھ اس نے انتہائی معنی خیزی سے ادا کیا تھا۔ وہ نظریں چرا گئی۔ سکندر نے بہت جلدی چولا بدلا تھا۔

"لیکن میں ان کپڑوں کی عادی نہیں ہوں اور مجھے کوئی شوق بھی نہیں ہے ڈراموں میں کام کرنے کا...... آپ نے کہا اور ایسے ہی بس ذیان کی ضد میں...... مجھے گھر واپس چھوڑ آئیں......" وہ دل کی بات زبان پر لے آئی۔ اسے اپنی حماقت کا احساس شدت سے ہوا تھا' اسے گھر سے نہیں نکلنا چاہیے تھا' جذبات میں آ کر وہ بہت بڑا قدم اٹھا چکی تھی۔

سکندر کے ہاتھوں سے چڑیا نکلنے کو تھی...... وہ اٹھ کر اس کی نشست کے قریب آیا اور اسے دیکھتا ہوا پیچھے کی طرف چلا گیا' وہ اس وقت صوفے پر دونوں ہاتھ گود میں رکھے تھوڑا سا جھک کر بیٹھی تھی' سنہرے گھونگھریالے بال کیچر میں سمیٹے تھے' جسے بڑی مہارت سے میرب نے اسکارف میں چھپا رکھے تھے' وہ گھوم کر اس کے سامنے آ کر دوزانو ہو بیٹھا۔ میرب کا دل دھک دھک کرنے لگا لیکن اس نے خود کو مضبوط ظاہر کیا۔

"تم نے اس اندھیر نگری میں آتے ہوئے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑا؟" اس نے سگریٹ کی راکھ جھاڑی اور اس پر نظریں جمادیں۔

"اب......اب تم واپس نہیں جاسکتی ہو...... یہ راستہ ہر اٹھتے قدم کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے' ہر اٹھنے والا قدم نیا راستہ بناتا ہے' اس لیے مائی ڈیئر میرب شاہ لوٹ کے جانے کا خیال دل سے نکال دو' آسمان کی طرف دیکھو بس' جہاں تم چاند بن کر چمکنے والی ہو' شہرت تمہارا مقدر بننے والی ہے' تم اُم حبیبہ کے نام سے پہچانی جاؤ گی اور......" سکندر نے رک کر گہری نظروں سے میرب کو دیکھا' اس کے کانوں کی لوئیں سرخ ہوگئیں۔ وہ دل ہی دل میں دعا کرنے لگی تھی اس بھیڑیے سے بچ جائے کسی طرح' اس کے اندر بجتی خوف کی گھنٹی اسے اس خطرے سے آگاہ کر رہی تھی' جو اس کا مقدر بننے والا تھا' سکندر نے ایک کھلے گلے والی سلیولیس شرٹ اور ٹنگ جینز اس کے لیے سلیکٹ کی۔

"یہ پہن کر تیار ہو جاؤ' بال کھلے چھوڑنا اور ریڈ لپ اسٹک لگانا' شوخ چمکتی ہوئی۔" یہ کہتے ہوئے اس کی سرخ آنکھوں میں ہوس ناچ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے سکندر تم کسی اور کو کاسٹ کرلو۔" میرب نے لب کاٹے' ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست اضطراری کیفیت کی غماز تھیں۔ "میں موزوں نہیں ہوں' نہیں کر پاؤں گی۔ بلکہ تم مجھے ذیان کے پاس لے چلو......اور بتاؤ کہ میرا آپ کے ساتھ کوئی چکر نہیں پلیز......" وہ ملتجی ہوئی۔ سکندر نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

"تم کتنی معصوم ہو میرب شاہ' پچھلے چار ماہ سے تم میرے ساتھ مل کر کھیل کھیل رہی ہو' میرے ساتھ بھاگ کر آ گئی ہو' اپنے شوق کی تکمیل کی خاطر اپنا شوہر چھوڑ دیا اور کہہ رہی ہو کہ میں تمہارے شوہر کو جا کر یہ بتاؤں کہ تمہارا میرے ساتھ کوئی چکر نہیں......او میری بھولی چڑیا۔" وہ ہنستا چلا گیا......اور وہ شاید میرب کے سکون کا آخری لمحہ تھا' اس کے بعد کی زندگی زندگی نہیں رہی تھی' سکندر ریاض نے اس کا پورا پورا استعمال کیا۔ شوٹنگ تو دو ماہ ہی چل پائی' اس کا فکر ویسا نہیں رہا تھا...... سکندر ریاض نے فلیٹ میں اس کے لیے ایک ماسی کا انتظام کر دیا تھا...... وہ خود بھی ہفتے کے چار دن اسی کے ساتھ گزارتا تھا...... پھر جیسے جیسے اس کی ڈلیوری نزدیک آتی گئی' سکندر کا فلیٹ پر آنا کم ہوتا گیا...... وہ ہاسپٹل گئی' سکندر ہمراہ تھا' واپس لوٹی تو سکندر نے بتایا اس نے ایک مردہ بچے کو جنم دیا تھا' جسے وہیں دفنا دیا گیا' وہ اسے دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی' اس کے اندر طلب نام کی ہر کیفیت ختم ہوگئی تھی' سارے جذبے کہیں اندر ہی اندر مر

گئے تھے۔ وہ سکندر ریاض کے اشاروں پر ناچنے والی ایک کٹھ پتلی تھی اور بس...... "اُم حبیبہ" ریکارڈ ہوا' چلا اور بے حد پذیرائی ملی' وہ راتوں رات سپر اسٹار بن گئی' اخبارات اس کی تصاویر سے سج گئے' دھڑا دھڑ آفرز آنے لگیں' اشتہارات ماڈلنگ' سکندر ریاض اتنا لکھنے سے نہیں کما رہا تھا' جتنا میرب سے کمانے لگا' وہ اس کو ضرورت کی ہر چیز مہیا کرتا' لیکن کبھی روپیہ اس کے ہاتھ میں نہیں آنے دیا' سارے معاملات وہ خود طے کرتا' شوبز میں وہ اسے اپنی وائف کے نام سے متعارف کراتا...... وہ شہرت کے ساتویں آسمان پر تھی جہاں سے سب کچھ دھندلا دکھائی دیتا تھا...... وہ سب کچھ گنوا بیٹھی تھی' محبت' چاہت' شوہر' بچہ' گھر' گھر والے نہ جانے کون سا گناہ سرزد ہوا تھا جو یہ سکندر ریاض اس کا مالک و مختار بن گیا تھا۔ وہ عرش سے فرش پر آ گئی تھی' ایسے کہ خاک چاٹنا اور چاٹتے رہنا اس کا مقدر بن گئی تھی۔

☆

ذیان شاہ اس بری طرح ٹوٹا تھا کہ سنبھل کے ہی نہ دے رہا تھا۔ لوگوں کے الفاظ تیر بن کر اس کی سماعتوں میں گھستے' ان کے گھر اخبار آنا بند ہو گیا تھا' ٹی وی اٹھا کر اسٹور میں پھنکوا دیا تا کہ کہیں اس لڑکی کا چلتا پھرتا اشتہار نظروں سے نہ گزرے' سب ہی اپنی اپنی جگہ خاموش ہو گئے تھے' ایک دوسرے سے نظریں چراتے' ایسے میں واحد ذیشان تھا جو اپنی باتوں سے گھر کے منجمد سناٹے کو توڑنے کی سعی کرتا رہتا تھا' کوئی رسوائی سی رسوائی تھی' عجیبہ کا نکاح خاموشی کے ساتھ ہوا اور وہ تمام تر خواب لپیٹ کر اپنے کمرے کے کونے میں رکھ گئی...... برہان نے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ حالت تو فضیلت کی بھی بے حد بری تھی' شوہر سے نظریں ملانے کی تاب نہ تھی جیسے میرب کی تمام تر گستاخیوں' خود سریوں کی قصوروار وہی تو تھیں۔ پھر ایک دن سکندر کا فون آیا...... اس نے ذیان کو ہاسپٹل بلایا۔

"اپنی بیٹی آ کر لے جاؤ۔ سو فیصد تمہاری بیٹی ہے۔"

ذیان تو نہ گیا البتہ ذیشان جا کر لے آیا تھا۔

"اتنی سنگ دل ماں۔" سب نے یہی کہا اور اس نومولود بچی کو سمیٹ لیا' وہ ان کا خون تھی' خون کی کشش تھی اس میں' مگر ذیان نے نہ دیکھا' نہ پیار کیا' وہ ہو بہو میرب کی کاپی تھی' ویسی ہی گوری چٹی' نیلی آنکھیں' گولڈن گھونگریالے بال' میرب کی دوسری کاپی' فضیلت دیکھنے آئیں' بی جان نے بس ایک نظر دیکھنے کی اجازت دی تھی۔

"تمہاری بیٹی پھینک گئی اس کو فضیلت' ایک پل کو بھی نہیں سوچا اس نے اور سوچتی کیوں' اس نے تو قدم اٹھاتے ہوئے ماں باپ' شوہر' خاندان کسی کے بارے میں کچھ نہیں سوچا تو اس لوتھڑے کے بارے میں کیا سوچتی...... ویسے سچ بتانا فضیلت' میرب تمہارا ہی خون ہے ناں' کہیں بدلی تو نہیں گئی ہسپتال میں؟" بی جان بولنے پر آئیں تو بولتی چلی گئیں۔ فضیلت کی آنکھیں بھر آئیں۔

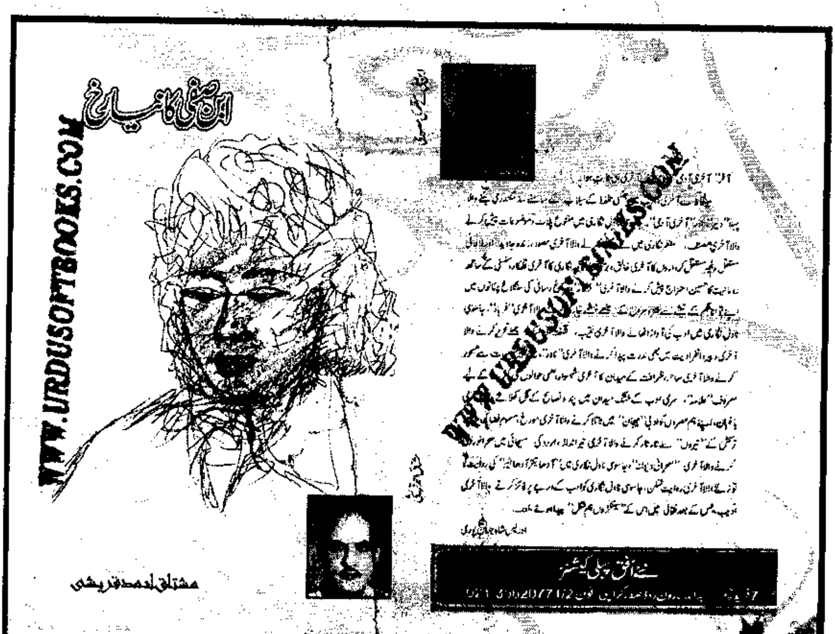
"ایسا نہ کہیں آپا' آپ کے سامنے' آپ کے ہاتھوں میں پلی بڑھی ہے۔" بی جان کے پاس ان کی بات کا کوئی جواب نہ تھا' وہ واقعی ان کے سامنے پیدا ہوئی تھی' ان کے ہاتھوں میں پلی بڑھی تھی' پھر اس کے خون میں یہ گند کہاں سے آ گیا؟ جو اس نے ایک پل کو بھی کسی کے بارے میں نہیں سوچا' انہیں زندہ درگور کر گئی تھی۔ ذیان کو جیتے جی مار ڈالا تھا اس نے' اس روز نمرہ بے تحاشا رو رہی تھی' ذیان تو اس کا گلا دبانے کے درپے ہو گیا۔ بی جان نے سمجھایا۔

"بیٹی ہے تمہاری' خون ہے تمہارا' بیوی کی بے وفائی کا بدلہ اولاد سے لو گے کیا؟" انہوں نے نمرہ کو اس سے چھڑایا۔

"یہ میری بیٹی نہیں ہے' یہ میرا خون نہیں ہے بی جان؟؟"

اس کی آنکھیں لال انگارہ تھیں' بڑھی شیو' کمزور جسم' پریشان حلیہ' وہ تو کہیں سے بھی ذیان نہیں رہا تھا' میرب کی بے وفائی اسے گھن کی طرح چاٹ رہی تھی اور ابھی ایک روز پہلے ہی تو نعمان کا فون آیا تھا' ادھر ادھر کی باتوں کے بعد سکندر کا ذکر چھیڑا تھا۔

"سنا تم نے سکندر ایک بہت خوب صورت لڑکی کے ساتھ پھرتا ہے' اس کو ہیروئن لا رہا ہے اپنے ڈرامے میں۔"


ابن صفی کا نیا رخ
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
مشتاق احمد قریشی

ذیان نے ان سنی کی تھی۔ وہ بولتا رہا۔

"سنا ہے اس نے کسی کی بیوی بھگالی ہے، بہت کمینہ نکلا یار یہ کسی کے گھر میں نقب لگائی اس نے' تم سے ملا دوبارہ؟ مجھے تو ایک بار چورنگی پر نظر آیا تھا' میں نے ہاتھ بھی ہلایا لیکن ان دیکھی کر گیا' بہت بڑی گاڑی میں تھا۔" ذیان نے خاموشی سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا' لیکن اس کے بعد سے اب تک اس کے کانوں میں نعمان کی باتیں چیخ چیخ کر سر پھوڑتی رہیں' اس کا جی چاہتا تھا کچھ کھا کر سو جائے...... اگر نعمان کے پاس اتنی معلومات تھیں تو یہ بھی جانتا ہوگا کہ بیوی کس کی ہے؟ اسے ٹٹول رہا ہوگا۔

بی جان نے نمرہ کو اندر بھجوا کر بیٹے کا ہاتھ پکڑا۔

"دیکھو ذیان......" بی جان کی آنکھوں میں ڈھیروں کرب تھا۔ "گناہ ہر انسان سے ہو جاتا ہے' ہم کوئی فرشتے تو نہیں' میرب کو تم سے محبت نہیں تھی یہ بات فضیلت بھی جان گئی تھی اور میں بھی لیکن ہم نے سوچا عمر ایسی ہے' لاکھوں لوگ دل کو بھلے لگتے ہیں' لیکن وقت کے ساتھ ساتھ سب کچھ بھول جاتا ہے' ہمیں ہر بات سے پہلے خاندانی وقار کی فکر ہوئی تھی' ہم نے سوچا ہی نہیں کہ اگر وہ تم سے محبت نہیں کرتی تو کس سے کرتی ہے اور کیوں؟ کیا تھا اس میں جو تم میں نہیں نظر آیا اس کو' ہم نے اس عمارت کی پہلی اینٹ ہی غلط رکھی تھی' بیٹا یہ رشتہ اگر میں اسی وقت ختم کر دیتی جب فضیلت بیٹی کی بدلتی حالت کا رونا رونے آئی تھی تو شاید آج حالات مختلف ہوتے' لیکن ہمارے رسم و رواج' روایات' ہمیں اپنے آپ سے باہر دیکھنے ہی نہیں دیتے' ہمیں صرف یہ خوف ہوتا ہے کہ خاندان' برادری والے ہمیں کیا کہیں گے؟ لیکن بیٹا ایک بات میں بھی کہوں گی' تم نے بھی اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش نہیں کی ہوگی' ایک بھول اس سے ہوئی اور تم نے اپنے رویے سے اس کو تناور درخت بننے دیا۔ مرد کی محبت میں بڑی طاقت ہوتی ہے' تم سچے دل سے اسے اپنی محبت کا یقین دلاتے تو وہ ایک نہ ایک دن تم سے محبت کرنے پر مجبور ہو ہی جاتی' لیکن تمہاری انا کے بت نے تمہیں جھکنے ہی نہیں دیا' تم میرے بیٹے ہو تمہیں میں نے جنم دیا ہے' وہ میری بیٹی ہے' لیکن اسے میں نے جنم نہیں دیا تھا' اولاد بھی امتحان اور کبھی بددعا بھی بن جایا کرتی ہے' میرب نے جو کچھ کیا اسے مت بھلاؤ' لیکن نمرہ تمہاری بیٹی ہے' تمہارا خون ہے' اسے اس کی ماں کے کیے کی سزا مت دو' اس دنیا میں آنے کے لیے کسی نے اس کی مرضی دریافت نہیں کی' اسے باپ کا پیار دو' اسے تمہاری ضرورت ہے۔" انہوں نے بہت رسان سے اسے سمجھایا تھا لیکن ذیان نے کچھ بھی نہیں سمجھا تھا' اس کے دل' اس کے دماغ پر صرف وہ ذلت حکومت کر رہی تھی جو میرب نے اسے بخشی تھی' وہ کچھ سمجھنا نہیں چاہتا تھا' اسے اپنے اور میرب کے تعلق کی یہ نشانی قابل نفرت محسوس ہوتی تھی اور اس کا ارادہ بھی تاحیات' یہ نفرت نبھانے کا تھا۔

☆

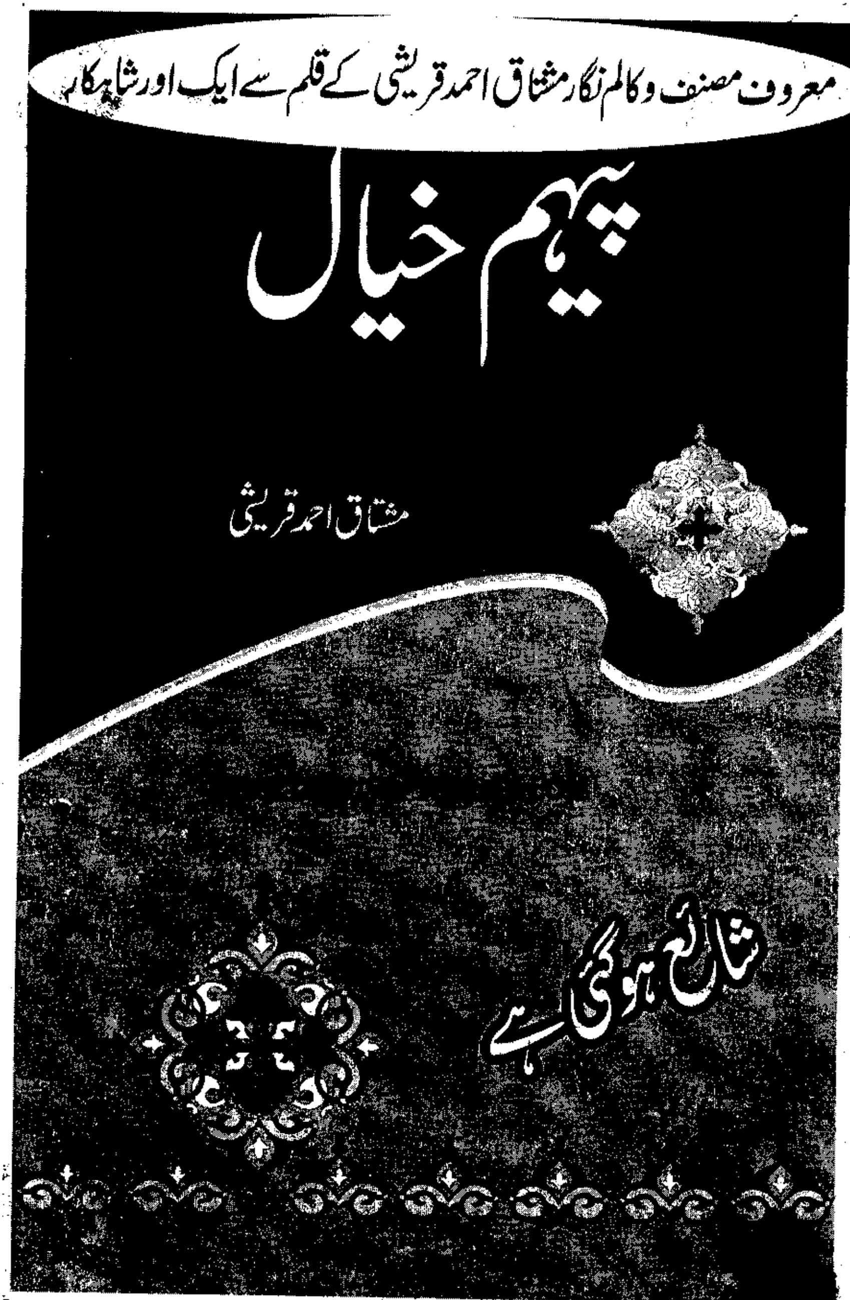
اس روز سکندر اس کے لیے نیو ماڈل گاڑی لے آیا۔

"یہ تمہاری ضرورت ہے اب' تم اس وقت ٹاپ کلاس ہیروئن ہو۔ تمہاری ہر چیز سے تمہارا اسٹینڈرڈ شو ہونا چاہیے۔ تم جتنی آزاد خیال نظر آؤ گی تمہارا ریٹ اتنا ہی بڑھے گا' اپنے اندر کی میرب شاہ کو نکال پھینکو' تم اب "اُم حبیبہ" ہو' میری اُم حبیبہ۔" وہ اس کے بے حد قریب ہوا تھا۔ اس کی سانسوں سے آتی سگریٹ کی ناگوار مہک اور شاید ڈرنک بھی کر رکھی تھی' میرب تھوڑا سا پیچھے ہٹی تھی' وہ ہنس پڑا' اس کی ہنسی میں خباثت تھی اور میرب کو اب اس سے شدید کراہیت محسوس ہوئی تھی۔

"بدل تو لیا میں نے خود کو اور کیا کروں؟" میرب کو دیوار گیر آئینے میں اپنا سراپا نظر آ رہا تھا۔ مردہ میرب کا حنوط شدہ وجود۔

"نہیں' ابھی تم میں وہ بے باکی نہیں آئی جس کا تمہارا حسن متقاضی ہے۔" اس نے سگریٹ کا دھواں اس کے چہرے پر چھوڑا' اس نے منہ پرے کر لیا تھا۔

"تمہیں گڈ نیوز تو دی نہیں' ذائے صاحب نے مجھے اگلا پراجیکٹ بھی دے دیا ہے اور پتہ ہے انہوں نے کہا


معروف مصنف و کالم نگار مشتاق احمد قریشی کے قلم سے ایک اور شاہکار
پیہم خیال
مشتاق احمد قریشی
شائع ہوگئی ہے

ہے کہ اگلے ڈرامے کی ہیروئن بھی اُم حبیبہ ہوگی‘ تم میرا لکی چارم ہو۔ صدیقی صاحب نے ڈیفنس والی کوٹھی رینوویٹ کروادی ہے‘ تم جب چاہو وہاں شفٹ ہوسکتی ہو۔ اس ہفتے انہوں نے اپنے فارم ہاؤس پر پارٹی رکھی ہے‘ تم مہمان خصوصی ہواور......‘‘

’’میں نہیں جارہی۔‘‘ وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

’’کیوں نہیں جارہیں؟‘‘ وہ کچھ دیر پہلے والا خوشگوار موڈ یکسر بھلا بیٹھا...... لپک کر اس کے پاس آیا اور اس کی گردن دبوچ لی۔

’’چھوڑو مجھے...... گندے انسان...... نہیں جاؤں گی میں‘ تم مجھے ایک ڈرامے میں کام کرنے کا جھانسہ دے کر جانے کیا کیا کراتے پھر رہے ہو‘ تمہیں تو محبت تھی ناں مجھ سے‘ تم تو ذیان کو برا کہتے تھے‘ اب کہاں گیا وہ سب کچھ‘ تم نے مجھے وہ زندگی دی ہے جس کا میں کبھی مر کے بھی تصور نہیں کرسکتی تھی‘ کون سی غلطی ہوئی مجھ سے جو میں یہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئی ہوں۔‘‘ وہ ہذیانی ہوکر چلانے لگی‘ سکندر کی گرفت مزید مضبوط ہوگئی۔

’’اتنی ستی ساوتری ہوناں تم۔‘‘ سکندر نے دانت پیسے۔ ’’محبت کسی اور سے‘ شادی کسی اور سے تم...... تم نے جو کیا اس کے بعد تمہیں شرم آنی چاہیے‘ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے آئی ہو تم‘ میں کوئی زبردستی نہیں لایا تمہیں تم نے ہی فون کیا تھا ناں مجھے کہ تم ذیان‘ اپنے شوہر کو مزہ چکھانا چاہتی ہو‘ اس نے جو الزامات لگائے ان سب کا بدلہ لینا چاہتی ہو اور بدلہ تو پھر ایسے ہی لیا جاتا ہے‘ اب جب اخباروں میں ٹی وی پر تمہاری تصویریں دیکھتا ہوگا تو تڑپ تڑپ جاتا ہوگا۔ تم جیسی خاندانی بیوی کے حیا لٹاتے مناظر دیکھ کر‘ ہاہاہا۔‘‘ اس نے بات مکمل کرکے ایک قہقہہ لگایا۔

’’سکندر...... آئی ول شوٹ یو۔‘‘ وہ چلائی۔ وہ سب کچھ اس پر ڈال کر مطمئن ہوگیا تھا۔ ’’نفرت ہے مجھے تم سے...... سنا تم نے آئی ہیٹ یو۔‘‘ اس نے فرش پر تھوکا اور جواباً وہ کمینگی سے ہنستا رہا تھا۔

’’اس کے علاوہ تمہیں آتا ہی کیا ہے؟‘‘ وہ اس کے قریب آیا اور اس کی ناک کو انگلی کی پور سے چھوا۔

’’تم نفرت کرتی بھی اچھی لگتی ہو‘ تم جتنی مرضی نفرت کرلو‘ میں تمہیں نہیں چھوڑنے والا...... چلو تیار ہوجاؤ جلدی‘ ڈنر کرتے ہیں‘ کچھ آؤٹنگ کریں گے...... اور پھر......‘‘ وہ بلا کا ڈھیٹ تھا۔

’’بھاڑ میں جاؤ تم‘ اللہ کرے سکندر جو ظلم تم نے مجھ پر کیا ہے‘ تمہاری بہنوں......‘‘ وہ کوسنے پر اتر آئی تھی۔

’’شٹ اپ......‘‘ وہ اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر دھاڑا۔

’’وہ شریف خاندان کی حیا دار لڑکیاں ہیں‘ تمہاری طرح آوارہ اور خودسر نہیں‘ آئندہ کبھی اپنا موازنہ میری بہنوں سے مت کرنا۔ جلدی آؤ......‘‘ وہ ایک جھٹکے سے اس کو چھوڑتا باہر نکل گیا...... میرب کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔

’’اللہ کرے سکندر تم مرجاؤ......‘‘ اس کا سارا وقت یا تو روکر گزرتا تھا یا پھر سکندر ریاض کو بددعائیں دیتے ہوئے۔ اس رات اس نے فرار کا ارادہ کرلیا تھا کہ وہ سکندر کی بات ہرگز نہیں مانے گی...... اس لیے گیٹ کو اندر سے لاک کرکے وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ وہ واپس جانا چاہتی تھی خواہ اس کے لیے اس کو مرنا ہی پڑتا‘ اس دوزخ میں وہ اب مزید نہیں رکنا چاہتی تھی‘ سکندر اسے دھمکیاں دیتا چلا گیا‘ وہ باہر نہ نکلی...... اور اگلے کئی روز اسے سکندر کی شکل نہیں دیکھنا پڑی...... انہی دنوں میں سے ایک دن وہ ڈرائیور کے ساتھ اپنے گھر کو نکل پڑی...... ذیان کے گھر پر تالا لگا تھا...... اس نے ٹائم دیکھا ابھی وقت تھا...... اس نے ڈرائیور کو ایڈریس سمجھایا اور خود سڑک پر نظریں جمائے بیٹھ گئی۔ جو لمحہ اسے اس کے پیاروں کے پاس لے کر جا رہی تھی۔ اس کا ذہن مختلف سوچوں کی آماجگاہ تھا۔ وہ جانتی تھی وہ سب بہت غصہ کریں گے‘ بی جان‘ بابا سائیں‘ بڑے شاہ صاحب‘ اماں...... برہان‘ سب اس سے نفرت کرنے لگے ہوں گے‘ لیکن آخر اس کو معاف کردیں گے اس کو سینے سے لگالیں گے‘ اور وہ ذیان سے بھی معافی مانگ لے

گی وہ بہت محبت کرتا ہے اسے اپنا لے گا دوبارہ...... اس کے دل میں بہت سارے وہموں کے ساتھ ذیان کے حوالے سے ایک خوش فہمی بھی تھی۔ اسے ذیان کی اس محبت پر یقین تھا جسے اس نے کبھی قابل اعتنا نہ جانا تھا۔ گاڑی اس بڑے گیٹ کے آگے رکی تو وہ خیالات کی دنیا سے باہر نکل آئی۔ گیٹ پر دودھیا بلب روشن تھے اور دور دور تک خاموشی کا راج تھا۔ اس کا دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔ اپنے وجود کے گرد چادر لپیٹتے ہوئے وہ گاڑی کے کھلے دروازے سے نیچے اتری تھی' اسی وقت گیٹ کھول کر کوئی باہر آیا تھا وہ غیر ارادی طور پر گاڑی کی اوٹ میں ہوئی تھی۔ اس کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا' اس نے اپنے سراپے پر ایک نظر ڈالی' کیا اس کا وجود اب اس جنت کے اندر جانے کے قابل تھا؟

جب وہ یہاں سے نکلی تھی تو اس کی پاکیزگی کی گواہ ہر شے تھی اور آج اس کے گناہ گار وجود پر اتنے داغ تھے کہ وہ لاکھ کوشش کے باوجود ان کو دھو نہیں سکتی تھی' وہ بہت آہستہ سے چلتی گیٹ عبور کر گئی تھی اور تبھی اس کی نظر اس دیوار پر پڑی جس نے سب کچھ دولخت کردیا تھا' ایک دیوار لان میں اٹھی تھی اور دوسری شاید ان سب کے دلوں میں بلکہ گھروں میں دیواریں اٹھنے سے قبل ان کے نیہہ (بنیاد) دلوں میں پڑتی ہے' خود غرضی کا سیمنٹ' نفرت کا سریہ' جمع ہوتے ہوتے ایک مضبوط دیوار کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

برآمدے میں کوئی سر بسجود تھا' کالی چادر میں لپٹا وجود وہ جان گئی یہ بی جان تھیں...... وہ رو رہی تھیں گڑگڑا رہی تھیں' اس مالک سے مانگ رہی تھیں' اس نے دھیان دیا...... وہ زندگی مانگ رہی تھیں' کسی بہت پیارے کی زندگی' وہ دوزانو ہوکر بیٹھ گئی۔

"یااللہ اے پروردگار' سب کچھ تیرے اختیار میں ہے' تو چاہے تو مردوں میں جان ڈال دے' اے میرے پالنے والے' میرے بیٹے کی زندگی بخش دے' اس کی بیماری کو اس سے دور فرما' اس پر رحم فرما سائیں' ہم پر اپنا کرم کر' بخش دے مالک بخش دے۔" وہ گڑگڑا رہی تھیں گریہ کررہی تھیں۔

"کس بیٹے کی زندگی مانگ رہی تھیں کیا ہوا تھا ان کے بیٹے کو؟" اس کے ذہن میں جھکڑ چل رہے تھے۔ اندر سے کسی بچے کے رونے اور پھر کچھ گر کر ٹوٹنے کی آواز آئی تھی۔ بی جان کا سر سجدے سے اٹھا گریہ کرتی آواز تھمی تھی۔

"بی جان......" اس نے ہولے سے پکارا اور بی جان کے سننے سے قبل کوئی سرعت سے لاؤنج کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تھا' جوتوں میں مقید پاؤں دیکھ کر وہ جان گئی تھی آنے والا کون ہے۔

"کون ہو تم؟" گرجدار آواز آئی تھی وہ جی جان سے لرز گئی تھی۔ کچھ کہنے کا حوصلہ ہی نہ رہا تھا' اس کا جھکا سر مزید جھک گیا تھا۔

"میں نے پوچھا کون ہو تم؟ اور اس وقت یہاں کیسے آئی ہو؟" آواز دوبارہ گونجی...... بی جان نے سر موڑ کر اسے دیکھا اور دھک سے رہ گئی تھیں۔

"میرب......!" ان کے لب خفیف سے ہلے تھے۔

"ہم پوچھ رہے ہیں تم کون ہو؟" اجنبیت لیے آواز نے اس کے سارے حوصلے پست کردیے تھے۔ چند اور قدموں کی آوازیں قریب آکر ٹھہر گئی تھیں۔

"میرب......!" فضیلت آگے بڑھی۔

"فضیلت اس تعفن زدہ لاش سے ہمارا کوئی لینا دینا نہیں' لے جاؤ اور اس کو کہیں پھنکوا دو...... اور اگر جو تم یہ نہیں کرسکتیں تو آئندہ تم دونوں بھی اس گھر کی دہلیز کبھی پار مت کرنا۔" مرتضیٰ شاہ نے حکم سنایا تھا۔ فضیلت کے قدم تھم گئے تھے۔ ہر کوئی دم بخود تھا۔ میرب واپس آ گئی تھی۔ مرتضیٰ شاہ نے قدم موڑے اور اندر جاتے ہوئے دروازہ زور سے بند کر گئے' کہنے سننے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ میرب یونہی گھسٹتے گھسٹتے آگے ہوئی اور بی جان کے پیروں پر سر رکھ دیا تھا۔

"مجھے معاف کردیں بی جان......" اس کے اندر سے بین نکلے تھے۔ "مجھ سے غلطی ہوگئی' بہت بڑی غلطی' میں

جانتی نہیں تھی کہ میں اپنے آپ کو کس دلدل میں گرا رہی ہوں۔ اللہ کے لیے مجھے معاف کر دیں۔'' اس کی آنکھوں سے ندامت کے آنسو بے اختیار ہو کر نکلے تھے۔ بی جان نے اپنے پیر پیچھے ہٹائے تھے۔

''فضیلت تم نے بڑے شاہ صاحب کا فرمان نہیں سنا' جاؤ اور اسے باہر پھینک دو' ہم اسے نہیں جانتے' جلدی کرو' کہیں اس مردار کے تعفن سے ہمارا گھر آلودہ نہ ہو جائے۔'' بڑے شاہ صاحب سے بھی کہیں زیادہ رعونت اور سختی بی جان کے لہجے میں تھی' اس وقت وہ صرف ذیان کی ماں تھیں۔

''نہیں بی جان...... ایسا مت کریں...... مجھے پناہ دے دیں' اس گھر کے کسی کونے میں پڑی رہنے دیں' میں واپس نہیں جانا چاہتی۔'' وہ تڑپ کر بلکی' بلک بلک کر تڑپی' لیکن وہاں سب پتھر کے تھے۔

اس کی ماں تھی جس نے اسے دھکے دیے تھے' بازو سے پکڑ کر گھسیٹ کر بیرونی گیٹ تک لائی تھی۔

وہ اس کا باپ تھا جس نے اس کو آئینہ دکھایا تھا۔

اور وہ اس کی تائی اور ساس تھی جس نے اس کے تعفن زدہ وجود پر تھوک دیا تھا۔

اور ایک اللہ ہے جو انسانوں کو دیکھتا ہے' ان کی فرعونیت کو دیکھتا ہے' اس نے ہر ایک کی منت کی' وہ واپس اس تعفن زدہ ماحول اور دنیا میں نہیں جانا چاہتی تھی' وہ اس گھر کی پناہ چاہتی تھی' وہ چیخی' ذیان کو پکارا لیکن سب کی سماعتیں سیسہ بن گئی تھیں اور آنکھیں پتھر...... جو ذلت اور رسوائی اس لڑکی نے ان کا مقدر کر دی تھی وہ قابل معافی تھی نہ قابل تلافی...... فضیلت نے اسے باہر دھکا دے کر گیٹ زور سے بند کیا تھا اور وہ مرے مرے قدموں سے اسی بدبودار دنیا میں واپس آ گئی تھی۔

☆

اسے کھانسی کا زبردست دورہ پڑا تھا۔ شاہ جی آنکھوں میں آنسو سمیٹے اس کے سرہانے بیٹھے تھے۔ ذیشان اور بی جان پائنتی پر براجمان تھے۔ یہ ان کا جواں سال خوب صورت بیٹا تھا جسے ایک عورت کی محبت دیمک کی طرح کھا گئی تھی اور اب وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا تھا' کون کہتا ہے محبت میں جان صرف عورت دیتی ہے؟ کون کہتا ہے کہ بے وفائی صرف مرد کا شیوہ ہے؟ وہ مرد ہو کر عورت کی بے وفائی جھیل رہا تھا...... اس کے غم میں مر رہا تھا' اس کی منتظر نظریں دروازے کی طرف تھیں...... جیسے اسے میرب کے لوٹ آنے کا یقین تھا...... باہر نمرہ نے رو رو کر آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا' وہ کسی کے قابو میں آ ہی نہ رہی تھی۔ ہجیعہ بھی شام کو آ گئی تھی ذیان کی طبیعت زیادہ بگڑ جانے کا سن کر اور اب کچی نیند سے جاگی نمرہ کو سنبھال رہی تھی' کھانستے کھانستے ذیان کے منہ سے خون کی ہلکی سی لکیر نکلی تھی۔ وہ سب گھبرا کر اس پر جھکے تھے...... بی جان نے بے بس نظروں سے شوہر کی طرف دیکھا' انہوں نے منہ پھیر کر آنکھوں کے بھیگے کنارے صاف کیے...... وقت جدائی تھا' ابھی کل جو ٹیسٹس کی رپورٹس آئی تھیں ان کے مطابق ذیان لیور کے کینسر میں مبتلا تھا' اور آخری اسٹیج پر تھا...... شاید پہلے سے اس بیماری میں مبتلا تھا یا کیا تھا لیکن اب تو دنوں میں ہی چٹ پٹ ہو گیا تھا۔

کھانسی کا دورہ ایک بار پھر پڑا...... اس نے ایک ہاتھ میں ماں کا اور دوسرے سے باپ کا ہاتھ زور سے پکڑا...... ذیان کی آنکھیں خالی تھیں...... آنکھوں کے گوشوں سے نکلتے پانی کے نمکین قطرے کانوں کو چھوتے تکیے میں جذب ہو گئے تھے۔ بی جان کا دل کٹ رہا تھا...... ان کا بیٹا ان کے سامنے جان دے رہا تھا اور وہ کچھ نہیں کر پا رہی تھیں...... بے بس تھیں...... ذیان کی سانس اب اکھڑ رہی تھی' ذیشان نے جلدی سے گلاس میں پانی انڈیلا اور ذیان کے لبوں سے لگایا۔ ذیان کی بے رنگ بے نور آنکھیں چھت کا طواف کرنے لگیں' بی جان کی سسکیاں بلند ہوئیں اور پھر...... یک لخت...... جیسے سب کچھ تھم سا گیا۔ سانسیں' آنکھیں...... گرفت ڈھیلی پڑ گئی' اور زندگی چھوٹ گئی۔

ذیان اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا' وہ سب کی باتوں

سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ اسے اب کسی کی بھی پروا نہیں رہی تھی جبکہ وہ سب دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔

☆

شجیعہ روتی ہوئی نمرہ کو کندھے سے لگائے ساکت نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کا جوان کڑیل بھائی اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا گیا ہے۔ اب اسے کسی طعنے تشنے کی پروا نہیں رہی تھی۔ اب وہ کسی کو جواب دہ نہیں رہا تھا۔ نمرہ روتی رہی شجیعہ کے آنسو اس کے بالوں میں جذب ہوتے رہے۔ اسے بین کرنا نہیں آتا تھا۔ وہ کبھی بھی کسی بھی دکھ پر نوحہ کناں نہیں ہوئی تھی۔ ہر آنسو دل میں اتارنے کے فن سے بخوبی آشنا تھی وہ۔ لیکن یہ دکھ سارے دکھوں پر حاوی ہو گیا تھا۔ اس کا بڑا بھائی اس کے ناز نخرے اٹھانے والا بھائی اب نہیں رہا تھا۔ اسے ایک عورت کی محبت کھا گئی تھی۔

”شجیعہ اندر آ...... دیکھ تیرا بھائی...... تیرا بھائی ہم سب سے منہ موڑ گیا۔“ بی جان کی نظر اس پر پڑی تو رو رو کر اسے بلانے لگیں۔ وہ واپس پلٹی اور نمرہ کو کمرے میں لٹا کر ماں کے گلے آ لگی۔

آنسو بین کرنے لگے۔ سسکیاں بلند ہو گئیں۔ ذیشان باہر نکل گیا تھا سب کو بتانے۔

شاہ جی اپنی دنیا لٹتے دیکھ کر نڈھال تھے۔ ان کا بازو جدا ہو گیا تھا۔ وہ جس کو دیکھ کر جیتے تھے وہ وجہ ہی ختم ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں فضیلت اور مجتبیٰ شاہ بھی آ گئے تھے۔

”بس فضیلت۔“ بی جان نے انہیں دیکھتے ہی ٹوکا۔

”آگے ایک قدم بھی مت بڑھانا۔ تمہارے اس گھر کے کسی بھی دکھ سکھ سے ہر رشتہ ختم۔ آج کے بعد کبھی ادھر مت آنا۔ میں نے جوان بیٹا کھو دیا اور اس کی وجہ صرف اور صرف تم ہو اور تمہاری بیٹی۔ ختم ہمارا رشتہ تم سے ہر رشتہ ختم‘ کھا گئے تم میرے جوان بیٹے کو۔ اللہ کرے تمہاری بیٹی تڑپ تڑپ کر مرے۔ اسے تمام عمر چین نہ ملے۔ جو ذلت اس نے ہمارے منہ پر ملی‘ تمام عمر اسی ذلت میں زندگی گزارے۔“ مرتضیٰ شاہ نے انہیں تنبیہی نظروں سے دیکھا۔

”یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں۔ تم بیٹھو فضیلت۔“ انہوں نے اشارہ کیا۔

”تو پھر کب آئے گا وہ وقت؟“ وہ کرلائی تھیں۔

”میں انہیں نہیں بیٹھنے دوں گی شاہ جی۔ ان سے کہہ دیں چلے جائیں۔ ہمیں ان کی غمگساری کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ آپے میں ہی نہیں تھیں۔

”پاگل مت بنو خدیجہ‘ جو بات ابھی تک گھر کے اندر ہے‘ کیا اسے نشر کر دیں۔ کیا جواب دو گی لوگوں کو کہ سگی بہن اور بھائی کو جنازے میں کیوں نہیں بیٹھنے دیا؟ اشتہار لگ جائیں گے ہماری رسوائی کے۔ جو بات اب تک کسی کو معلوم نہیں سب کو پتہ چل جائے گی۔ یہ وقت اور موقع ان باتوں کا نہیں ہے۔ عمر پڑی ہے یہ دکھ نکالنے کے لیے فی الحال خاموشی اختیار کرو۔“ مرتضیٰ شاہ نے سمجھایا۔ دکھ کے سمندر میں وہ بھی غرق تھے لیکن کیا کرتے بھائی اور بھاوج کو کیسے اٹھا دیتے؟ بھری برادری کو کیا جواب دیتے اور کیا منہ دکھاتے۔

”بیٹا کھایا ہے انہوں نے میرا‘ ان کی بیٹی کا غم کھا گیا ہے میرے بچے کو۔“ ان کی نظر بے جان پڑے ذیان پر پڑی تو دکھ اور بڑھ گیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ مرتضیٰ شاہ ان کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔

”اللہ کی چیز تھی اس نے لے لی۔ کسی انسان کے بس میں نہیں ہے یہ۔ تہمت مت دھرو‘ الزام مت لگاؤ‘ کسی انسان کے بس میں نہیں‘ سمجھو اسے یونہی جانا تھا۔ اس میں نہ تو فضیلت قصور وار ہے اور نہ ہی کوئی اور اس کی زندگی اتنی ہی تھی کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔“ فضیلت ایک طرف ہو کر چپکے سے بیٹھ گئیں۔ آنسو ان کا دامن بھی بھگو رہے تھے‘ دکھ ان کے اندر بھی چیخ رہا تھا۔ ذیان سے ان کا رشتہ محض میرب کے حوالے سے نہ تھا۔ وہ میرب سے پہلے بھی ان کا کچھ تھا اور میرب کے بعد بھی۔ وہ انہیں بھی اتنا ہی عزیز تھا جتنا خدیجہ کو۔ انہوں نے اسے گودوں کھلایا تھا۔ وہ اس گھر کا بڑا بچہ تھا اور پھر بڑی بہن کا بیٹا‘ خود تو وہ کافی سال بعد بیاہ کر

آ ئی تھیں۔ لیکن ایک بھانجے کی حیثیت سے انہوں نے اس سے بھرپور محبت کی تھی۔ اس کے سارے چاؤ پورے کیے تھے اور یہ تیرا میرا تو کبھی ہوا ہی نہ تھا۔

انہیں بھی میرب کی بے وفائی پر اتنا ہی غصہ تھا جتنا باقی سب کو۔ ذلت کی زندگی تو وہ بھی جینے پر مجبور تھیں۔ اور کب ان کا دل ذیان کی محبت سے خالی ہوا تھا۔ جب سے وہ بیمار تھا خدیجہ کی ناگواری کے باوجود وہ دونوں اسے دیکھنے آتے تھے۔ خدیجہ نے تو بہت پہلے سے ان سے بات چیت کم کردی تھی۔ ذیان شاہ کا جنازہ کیا اٹھا تھا..... ایک قیامت تھی جو اس گھر پر گزر گئی تھی۔ ایک ہنستا کھیلتا جوان مرد ایک عورت کی محبت کا غم سینے سے لگائے منوں مٹی تلے جا سویا تھا۔ کون سی آنکھ تھی جو اشک بار نہیں تھی۔ سارا گاؤں جمع تھا۔ بڑے شاہ صاحب کے بڑے احسانات تھے ان پر۔ سال بھر کا اناج وہ ہر گھر میں بھجواتے تھے۔ آج بھی اپنے گاؤں والے مرتضیٰ اور مجتبیٰ دونوں کی اولین ترجیح تھے۔

اور ذیان شاہ تو یوں بھی ان سب کو عزیز تھا۔ وہ جب بھی گاؤں جاتا تھا سب کو یکساں احترام سے ملتا۔ حال چال پوچھتا اور ضرورت مندوں کی مدد کرتا تھا۔ لوگ شاہ صاحب کے دیوانے تھے تو ذیان شاہ کی محبت بھی ان کے پور پور میں رچی ہوئی تھی۔

یہ غم صرف مرتضیٰ شاہ کا نہیں تھا انہیں لگ رہا تھا کہ جنازہ ان کے گھر سے بھی اٹھا ہے۔ بی جان بے ہوش تھیں اور فضیلت اپنی سگی بہن کو دلاسا بھی نہیں دے سکتی تھیں۔ ذیان شاہ کی اچانک موت نے سب کو سہا کر رکھ دیا تھا۔

☆

اس نے آئینے میں اپنا سراپا دیکھا۔ کسی قیامت سے کم نہ لگ رہی تھی وہ۔ ابھی ابھی سکندر ریاض آیا تھا۔ اسے اس کے ساتھ جانا تھا۔ وہ دوہری زندگی گزارنے کی عادی ہوچکی تھی۔ کبھی کبھار وہ بغیر کسی پس و پیش کے اس کے ساتھ چل پڑتی اور جب اسے اپنا ماضی یاد آتا اور سکندر کا کریہہ کردار تو پھر اس پر وحشت طاری ہوجاتی۔ اس کا دل کرتا وہ سکندر سمیت ساری دنیا کو آگ لگادے۔ سکندر بیڈ پر نیم دراز تھا اور اسے گہری نظروں سے تک رہا تھا وہ اب بھی حسن بلاخیز کی مالک تھی۔ گزارے وقت نے اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑا تھا۔ وہ اب کاوچ پر بیٹھی پیروں میں ہیلز پہن رہی تھی۔

"ذیان شاہ کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔" سکندر نے اتنے آرام سے کہا تھا کہ وہ ایک پل کو ساکت رہ گئی تھی۔ اسے اپنی سماعتوں پر شبہ ہوا۔ بے یقینی سے سکندر کو دیکھا۔ وہ سگریٹ کے کش لیتا اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا کہا سکندر تم نے؟" اس نے اپنی سماعتوں کی بھرپور نفی کرتے ہوئے پوچھا۔

"نعمان کا فون آیا تھا آج صبح' میں اسی کے جنازے سے آرہا ہوں۔" سکندر کا اطمینان دیدنی تھا اور اس کا پورا وجود گویا زلزلوں کی زد میں آگیا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہو سکندر؟" وہ اٹھ کر اس کے قریب آئی۔ "ذیان کیسے مرسکتا ہے؟" وہ جیسے خواب میں تھی۔

"چلو جی.....!" سکندر زور سے ہنسا۔

"کیوں وہ خضر کی عمر لکھوا کرلایا تھا؟ ہونہہ..... کیسے مر سکتا ہے؟ اب رونے دھونے مت بیٹھ جاؤ' نکلو۔ اب ڈائریکٹرز تمہاری راہ دیکھ رہے ہوں گے۔" اس نے ٹیبل پر رکھیں چابیاں اٹھائیں اور بیرونی دروازے کی سمت بڑھا۔

"سنو سکندر۔" وہ بھاگ کر اس کے پیچھے آئی۔ ایک پل میں فیصلہ کیا تھا۔

"مجھے ذیان کو دیکھنے جانا ہے۔" اس کی نیلی آنکھیں سمندر ہوئی تھیں۔

"کیا.....؟" وہ گھوما آنکھیں چڑھ گئی تھیں۔

"حواس کھو بیٹھی ہو تم اپنے' تم وہاں جاؤ گی؟ ذیان کو دیکھنے؟"

"ہاں پلیز سکندر' ایک بار جانے دو مجھے پلیز۔" وہ منت سماجت پر اتر آئی۔

"اور وہ جو چار دن پہلے تم گئی تھی وہ بھول گئی؟" وہ پلٹ کر بولا۔ ایک لمحے کو میرب کا دل تھم سا گیا۔ وہ کیسے جان گیا۔ اس نے تو ڈرائیور کو یہ بات راز رکھنے کے لیے خاصی

رقم دی تھی۔ لیکن وہ یہ بھول گئی تھی کہ ڈرائیور کس کا نمک خوار تھا۔ اس نے سارے دھکے گن گن کر بتائے تھے سکندر کو اور وہ سارے کوسنے جو بی جان اور فضیلت نے بند دروازوں کے پیچھے سے اسے دیئے تھے وہ بھی حرف بہ حرف سنائے تھے اس کم ذات نے سکندر کو۔

وہ تو معافی مانگنے گئی تھی' اپنے سب گناہوں کی' ذیان کو سزا دیتے اپنے لیے وہ بہت بڑے جہنم کا انتخاب کر چکی تھی۔ اس کا سارا وجود مسخ ہوگیا تھا۔ اس کی شناخت جل کر راکھ ہوگئی تھی۔ وہ واپس جانا چاہتی تھی' لیکن سکندر کا کہنا صحیح تھا۔ وہ جہاں آ پہنچی تھی وہاں سے آگے کا سفر تو ممکن تھا لیکن پیچھے صرف گرد و غبار تھا۔ سب کچھ مبہم۔ اس نے کوئی نشانی نہیں چھوڑی تھی واپسی کے لیے۔ اسے قبول کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں تھا۔ اسے اپنی باقی ماندہ زندگی اسی جہنم میں گزارنا تھی لیکن آج سکندر نے جو خبر دی تھی اس نے اس کا پورا وجود ہلا کر رکھ دیا تھا۔ محبت نہ سہی ایک رشتہ تو تھا۔ اسے وہ تمام پل یاد آئے جو ذیان نے اس سے محبت کی بھیک مانگتے گزارے تھے۔ اس کی خواہش حسرت بن گئی تھی کہ کبھی وہ خوشی سے اپنا آپ اسے سونپے۔ وہ اس کے چہرے پر' اس کے دل میں محبت تلاش کرتا ہوا تھک جاتا اور وہ برف کی سل بنی رہتی۔ اس کے دل سے تو یشال کا دکھ ہی نہ نکلتا تھا۔ یشال کے ٹھکرا دینے کا دکھ ہر دکھ پر حاوی تھا۔ وہ ذیان کی محبتوں میں یشال کی محبتیں تلاشتی اور ناکام رہتی اور پھر جیسے وہ اس سے اکتانے لگا تھا۔ اس نے گھر آنا چھوڑ دیا تھا۔ بات تو پہلے بھی کم ہی ہوتی تھی اب بالکل ہی کم ہوگئی تھی اور اس رات جب بی جان کو پتہ چلا کہ وہ کسی اور کی محبت میں مبتلا ہے تو انہوں نے یہاں بھی ذیان کو سمجھ داری سے کام لینے کی تلقین کی تھی۔ لیکن جب شجیعہ نے اسے مارکیٹ میں بے خود ہوتے دیکھا اور گھر آ کر بی جان کو بتایا تو ان کو یک لخت ذیان کی اجڑی زندگی کا احساس ہوا۔ میرب اس محبت اور اس شخص کو بھول نہیں پا رہی تھی۔

ان کا بیٹا مسلسل اذیت میں مبتلا تھا۔ انہوں نے ذیان کو اسے اس کے گھر چھوڑ آنے کو کہا تھا۔ لیکن وہ نہیں مانا تھا اور بی جان نے فضیلت کو بلا کر ساری بات اس کے گوش گزار کر کے اسے ان کے ہمراہ کر دیا تھا۔ فضیلت نے کیا کچھ نہیں کہا تھا اسے۔ لیکن وہ چپ رہی تھی وہ ایک لفظ بھی بولنے کی روادار نہیں تھی۔ لیکن اگلی صبح وہ اسے لینے آ گیا تھا اور اسے بتایا تھا کہ وہ اس کو اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہے۔

اسے اس بات کی تمنا تھی نہ خواہش۔ لیکن وہ یہاں بھی فضیلت کی باتیں اور ابا کی نظریں نہ سہہ سکتی تھی سو خاموشی سے اس کے ساتھ چلی آئی اور کاش وہ اس کے ساتھ نہ آئی ہوتی۔ زندگی میں جب بہت سے کاش شامل ہو جائیں تو سمجھو پچھتاوؤں کا سفر شروع ہو چکا ہے۔

"چل رہی ہو اب' کب سے کھڑا ہوں میں باہر۔" سکندر اس کے باہر نہ نکلنے پر تیخ پا ہو کر بولا۔

اس نے بلا ارادہ اپنے گالوں پر ہتھیلیاں رگڑیں۔ اسے پتہ بھی نہیں چلا اور ذیان کے نام کے آنسو پلکوں کا حصار توڑ کر چلے آئے تھے۔

"میں آج نہیں جا پاؤں گی۔" وہ کہہ کر صوفے پر بیٹھ کر پیروں کو سینڈل کی قید سے آزاد کرنے لگی۔

"تم اس شخص کا سوگ منانے کا سوچ رہی ہو؟" سکندر کے لہجے میں غصہ در آیا تھا۔

"وہ میرا شوہر تھا۔" اب اس کا لہجہ دھیما ہوا۔ سکندر کا زوردار قہقہہ فضاؤں میں بکھر گیا۔

"شوہر...... بس کرو اُم حبیبہ...... پروڈیوسروں کے لاکھوں روپے لگے ہیں اور تم نخرے کرتی نہیں تھکتی۔ ابھی اتنی اونچی اڑانیں مت بھرو' منہ کے بل گرو گی۔ چلو اٹھو اور یہ مڑ مڑ کر دیکھنا بند کرو۔ کچھ نہیں پیچھے تمہارے' چلو اٹھ جاؤ اب۔" اسے ہنوز جمے دیکھ کر اس کا لہجہ سخت ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں جارحیت تھی۔

"تم میں انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں؟" اس نے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا۔

"کچھ نہیں تو دوست ہی سمجھ لو۔ لیکن نہیں۔ تم جیسے لوگ اس لفظ کی لاج کیا جانیں۔ دوسروں کی بیویوں پر گندی نظر رکھنے والے۔ انہیں گھر سے بھگا لانے والے۔ محض اپنی

ہوس کی تسکین کی خاطر۔"

"بکواس بند کرو۔" اس نے پیچھے سے آ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ میرب اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھی بے ساختہ اس کے لبوں سے چیخ نکل گئی۔ یہ پہلی بار نہیں تھا جب سکندر کا ہاتھ اس پر اٹھا تھا۔ اس کی جھجک اب ختم ہوچکی تھی۔

"تم تو ستی ساوتری ہوناں۔" اس نے دانت پیسے۔ "نیک پروین بنی تو تھیں؟ کتنا سکھ دیا تم نے اپنے شوہر کو؟ محبت کسی اور سے اور شادی کسی اور سے۔ اس شخص کا غم منانا چاہتی ہو تم۔ جس کے بستر پر تم سوتی تھیں اور دل میں کسی اور کو بسا رکھا تھا۔ وہ تمہارے دیے غم میں پہلے ہی لحہ لحہ مر رہا تھا اور ایک بات تمہیں بتادوں۔ مرد ہمیشہ اسی عورت پر جال پھینکتا ہے جس کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ پھنس جائے گی۔ ورنہ وہ گزرنے والی ہر لڑکی پر اپنا ہاتھ صاف کرتا پھرے آئی سمجھ۔ اب اٹھو اور آئندہ تمہاری زبان پر پلٹ جانے کا خیال بھی نہ آئے۔" اس کے انداز میں سراسر دھمکی تھی۔ لیکن آج وہ بھی ضد پر اڑی تھی۔ وہ سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں وہاں جانا چاہتی تھی۔ بی جان کے گلے لگ کر رونا چاہتی تھی۔ ان سے ان کا جوان بیٹا چھین گیا تھا۔ وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگنا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی وہ سب اسے معاف کر کے گلے سے لگالیں۔ اسے پھر سے اس گھر کی پناہ مل جائے۔ وہ سکندر ریاض ہشام مرزا اور ایسے کئی سینکڑوں مردوں سے محفوظ رہنا چاہتی تھی جن کی ہوس کا پیمانہ بھرنے ہر شام سکندر اسے سجا سنوار کر لے جاتا تھا۔

"سکندر......!" اس نے اپنی ساری ہمتیں مجتمع کیں۔ جلتے رخسار پر ہاتھ رکھا۔

"مجھے ایک بار وہاں جانے دو...... مجھے ان سے معافی مانگنا ہے۔ اس کے بعد میرے اس لاشے سے تم جو مرضی سلوک کرتے رہنا لیکن پلیز ایک بار مجھے وہاں جانے دو۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"مجھے مجبور مت کرو کہ میں تمہیں گھسیٹتا ہوا لے جاؤں۔" سکندر کا پارہ پھر ہائی ہوا۔ "میرا خیال ہے تم ایسے نہیں نکلو گی۔" اس نے مضبوطی سے اُم حبیبہ کی کلائی پکڑی اور باہر گھسیٹ کر لے گیا۔ اس کا شور کراہیں سب کچھ سکندر کی بے حسی کی نذر ہوگیا اور ہمیشہ کی طرح سکندر جیت گیا تھا۔

شوٹ کے بعد اسے ملک دانیال سے ملنے ایک ہوٹل جانا تھا۔ ملک دانیال ایک بہت بڑا نام تھا۔ لوگ ان کے ساتھ کام کرنے کو ترستے تھے اور جس پر ان کی نظر کرم ہوجاتی وہ انڈسٹری کے افق کا چمکتا ستارہ بن جاتا۔ سکندر تو اس کے روئیں روئیں سے روپیہ بنانا چاہتا تھا۔ اسے کیش کرانا چاہتا تھا۔ اس نے جیسے اسے مصر کے بازار میں لا کھڑا کیا تھا۔ جہاں سے ہر گزرنے والا اس کی بولی دے کر گزرتا تھا۔

اس رات پہلی بار اس نے ڈرنک کی۔ وہ بھول جانا چاہتی تھی سب کچھ اپنے گناہ سکندر ریاض کا جرم ذیان شاہ کا قتل اور اپنے اعلیٰ ہونے کا غرور۔ اس نے ملک دانیال کو بتایا تھا وہ اس فیلڈ میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ سکندر ریاض اسے زبردستی لایا تھا۔ ملک دانیال نے بغور اسے سنا لیکن وہ اس نشے میں چور لڑکی کے نشے میں مست ہوا جارہا تھا۔ اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ اس فیلڈ میں آنا چاہتی تھی یا نہیں۔ سکندر نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ اسے اپنے کام سے مطلب تھا۔ اس نے اس کے ماتھے پر ٹاپ اسٹار کی مہر ثبت کردی۔ ایک تابناک مستقبل اس کا منتظر تھا۔ اور پھر واقعی اس نے پلٹ کر دیکھا تک نہیں اوپر اور اوپر اور ہر بلندی کے بعد اس کی سکندر سے نفرت بھی اتنی ہی بلند ہوجاتی۔ وہ اس کا نام لکھ لکھ کر تھوکتی اور اب تو وہ سکندر سے برملا اپنی نفرت کا اظہار کیا کرتی۔ لیکن سکندر کو اس کی گالیوں سے زیادہ اس سے ہونے والی آمدنی سے غرض تھی۔ اس نے ڈیفنس میں اس کے لیے ایک بہت اچھا گھر خریدا اور اسی کے نام کردیا لیکن کاغذات اسی کے پاس تھے۔ گزشتہ برسوں میں خود اس کے بہت سارے پروڈیوسرز سے تعلقات بن گئے تھے۔ گزرتے وقت نے

اسے اعتماد دیا تھا۔ اب وہ رونے پیٹنے والی میرب نہیں اُم حبیبہ ہو چکی تھی وہ جس کردار سے مشہور ہوئی اسے سکندر نے وہی نام دے دیا۔ لیکن اندر ہی اندر اسے زیان کا دکھ کھا گیا تھا۔ جب وہ تنہا ہوتی اس کے ذہن میں وہ پُر سکون گھر آ جاتا' اماں ابا اور بھائی کے چہرے' بی جان بڑے ابا۔ شجیعہ' برہان بھائی۔ ان میں سے کون تھا بھلا دینے والا؟ پھر کئی سال گزر گئے۔ کتنے اس نے گنے ہی نہیں۔ وہ وہی بن گئی جو سکندر نے بنایا لیکن اس کو سکون نہ مل سکا۔ اس کی تنہائیوں میں معصوم چیخیں شامل ہونے لگی تھیں۔ وہ سو رہی ہوتی تو دو ننھے ہاتھ اس کے چہرے پر آ ٹھہرے۔ وہ ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھتی۔ کمرے کی نیلگوں روشنی میں صرف وہ اور اس کی تنہائی ہوتی۔

کبھی لگتا کوئی اس کو پیچھے سے کھینچ رہا ہے۔ ایک دن اس نے خواب میں اماں کو دیکھا۔ وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ وہ گھبرا کر بیدار ہوئی۔ اس کے ماتھے پر پسینہ چمک رہا تھا اور دل کی دھڑکن تیز تھی۔ بہت عرصے بعد اس نے ماں کو خواب میں دیکھا تھا اور اس حالت میں۔ وہ شب خوابی کے لباس میں ملبوس کافی دیر تک آئینے کے سامنے کھڑی رہی۔ میک اپ سے عاری چہرہ اور دو بڑی بڑی نیلی آنکھیں۔ سنہرے بال' شنگرفی لب۔ وہ خوب صورتی کی انتہا تھی۔

''نیلی آنکھوں والے بے وفا ہوتے ہیں۔'' ردا کی آواز جانے ہوا کی کس لہر پر سفر کرتی آئی۔ اتنے برسوں سے سکندر کی دہشت و بربریت نے اسے کچھ اور سوچنے ہی نہ دیا تھا۔

''پیشال حیدر۔'' وہ مغرور دیوتا' اس کی محبت کو ٹھوکر مارتا۔ اسے دھتکارتا کیوں کیا اس نے ایسا؟ کیا کمی تھی میری محبت میں۔ مل جاتا' ہاتھ تھام لیتا تو آج میں یوں ذلیل و رسوا نہ ہو رہی ہوتی۔ اس کے ایک دھکے نے اس کی زندگی تباہ کر دی تھی۔ سب کچھ چھین لیا تھا اس کا۔

''اور تم۔'' اس کا سایہ لہرایا۔ وہ پلٹی۔

''تم خود کیا ہو...... تم نے بھی تو زیان کی محبت کو ٹھکرایا۔ کتنی محبت کرتا تھا وہ تم سے۔ شاید تب سے جب تم نے ٹھیک سے بولنا بھی نہیں سیکھا تھا۔ کتنا خیال رکھتا تھا وہ تمہارا۔ اس وقت سے جب تم دو پونیاں باندھ کر سارے لان میں پھرا کرتی تھیں۔ اسی سے لاڈ کرتیں اور وہ تمہارے لاڈ اٹھائے پھرتا تمہارے ایک آنسو پر وہ خود رونے لگتا۔ تمہاری ایک مسکراہٹ پر وہ سارا دن خوش رہتا۔ گڑیاں' ٹافیاں' بسکٹ' چاکلیٹس ہر وقت جیب میں لیے پھرتا محض تمہیں خوش کرنے کے لیے۔ کتنا بڑا تھا تم سے؟ محض چند سال اور کیسے تمہارا خیال رکھتا تھا اور تم نے میرب شاہ کیا صلہ دیا اس کی محبت کا؟ تم نے بھی تو کسی اور کی محبت میں اس کی برسوں کی محبت کو ٹھکرایا۔ مار دیا اس کو' قتل کر دیا۔ اس کی ہو کر بھی نہ ہوئیں تم؟ اس محبت کو روتی رہیں جو کبھی تمہاری تھی ہی نہیں۔ تمہیں ملی ہی نہیں اور جس کی تم محبت تھیں' اس کے ساتھ کیا کیا تم نے؟ کبھی دی ہی نہیں اسے محبت۔ چھین لیا اپنا آپ۔ اس کا حصہ بن کر بھی اس کی ذات کا حصہ نہ بن پائی تم...... جو نہیں ملا اس کے انتقام اور دکھ میں تم نے اس محبت اور اس آدمی کو مار ڈالا جو تمہیں آرام سے مل گیا تھا...... اور پھر ہر جرم کی سزا تو ملے ہے ناں...... اور تمہارے جرائم کی تو فہرست بھی لمبی ہے۔ میرب شاہ۔ تو سزا بھی ویسی ہی ہوگی۔ تم نے اپنے آپ کو جس جہنم میں اپنے ہاتھوں سے ڈالا ہے چاہ کر بھی نہیں نکال پاؤ گی۔ کبھی بھی نہیں۔''

آنسو اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔ اس کی شکل بگڑ رہی تھی۔ آنسوؤں میں بہہ رہی تھی۔ رفتہ رفتہ اس کی شکل نے سیال مادے کی شکل اختیار کر لی۔ وہ بہہ گیا۔ سارے کا سارا۔ اب اس کے جسم پر کوئی چہرہ نہیں تھا۔ کچھ بھی نہیں۔ وہ اپنا چہرہ دیکھنا چاہتی تھی مگر نا کام تھی۔ اس کے لبوں سے چیخ نکلی۔ اس نے اپنے آپ کو ٹٹولا۔ وہ واقعی میں اپنا چہرہ کھو چکی تھی۔ اب وہ چیخ رہی تھی۔ اس کا دل چیخ رہا تھا۔ پھر اسے لگا کمرے کی ساری چیزیں چیخ رہی ہوں۔ چلا رہی ہوں ہنس رہی ہوں اس پر' اس کی بے بسی پر' اس کی موت نما زندگی پر...... پھر رفتہ رفتہ اس کی چیخوں میں کمی آنے لگی۔

وہ نڈھال ہونے لگی۔ اس نے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی اور آنکھیں موندلیں۔ اس کا دل ابھی بھی چیخ رہا تھا۔ لیکن اب وہ دل کی نہیں سن رہی تھی اب وہ کسی کی بھی نہیں سن رہی تھی۔ وہ ہوش وخرد سے بیگانہ ہوچکی تھی۔

☆

فون کب سے بج رہا تھا۔ وہ ابھی ابھی گھر آیا تھا۔ دو دن کی چھٹی پر اور اس کا قطعاً موڈ نہیں تھا کہیں بھی جانے کا۔ ملیحہ نے اندر جھانکا۔

"کیا بات ہے بیٹا..... فون کیوں نہیں سن رہے۔ کوئی اہم کال بھی ہوسکتی ہے۔" وہ کسلمندی سے بیڈ پر پڑا رہا۔

"نہیں امی جان غضنفر ہے۔ آؤٹنگ پر جانا چاہ رہا ہے۔ میرا بالکل موڈ نہیں ہے۔ اس کے شوق بھی بڑے عجیب ہیں۔ رئیسوں والے۔" اس نے یونہی لیٹے ہوئے کہا اور پھر ہاتھ بڑھا کر فون اٹھالیا۔

ملیحہ تھوڑی دیر کھڑی دیکھتی رہیں پھر کچن میں آ گئیں۔ ردا اپنے بچوں سمیت آرہی تھی آٹھ سال بعد اور پہلی بار بچے اس کے ہمراہ تھے انہوں نے تو اب تک انہیں تصویروں میں ہی دیکھا تھا۔ بچے تو بچے بیٹی بھی طویل عرصے بعد پاکستان آرہی تھی۔ اچھی بیاہی تھی شکل دیکھنے کو بھی ترس گئے تھے وہ لوگ انہوں نے تمام تر کھانا ردا اور بچوں کی پسند کا پکایا تھا اور بہت اتاؤلی ہورہی تھیں۔ یشال کو انہیں ائیرپورٹ سے لینے جانا تھا۔ انہوں نے رات بارہ بجے پہنچنا تھا اور غضنفر اسے اپنے ساتھ لے جانا پر مصر تھا۔ اس وعدے کے ساتھ کہ وہ اسے ٹھیک گیارہ بجے بمع گاڑی ائیرپورٹ چھوڑ دے گا۔ ناچار اسے تیار ہونا پڑا۔ امی کو بتا کر وہ باہر نکل آیا۔ غضنفر نے اسے کالج چوک سے پک کرنا تھا کیونکہ ادھر ٹریفک بہت زیادہ بلاک ہوجاتا تھا۔ وہ پیدل واک کرتا ہوا اپنے دھیان میں چلا جارہا تھا جب اچانک ہی اس کی نظر اس لڑکی پر پڑی۔ جو بہت سے شاپنگ بیگز اٹھائے بہت مشکل سے چلی جارہی تھی۔ بہت سارے لوگ اس کو مڑمڑ کر دیکھ رہے تھے لیکن وہ کسی کی بھی پروا کیے بغیر چلی جارہی تھی۔ یشال کی عادت نہیں تھی لڑکیوں کو گھورنے کی لیکن انجانے میں وہ اس لڑکی کو دیکھتا چلا گیا تھا۔ وہ لڑکی اب پارکنگ میں کھڑی گاڑی کے پاس پہنچ گئی تھی اور شاپنگ بیگز گاڑی کی چھت پر رکھے شاید چابی ڈھونڈ رہی تھی۔ اسی وقت غضنفر نے گاڑی اس کے قریب لا روکی اور ہنستے ہوئے اس پر چوٹ کرنے لگا۔

"بکومت۔" وہ کھلے دروازے سے اندر بیٹھ گیا۔ غضنفر نے گاڑی آگے بڑھائی اور یشال نے لاشعوری طور پر ایک بار پھر مڑ کر اس لڑکی کو دیکھا تھا۔ وہ اسے جانی پہچانی لگ رہی تھی۔

غضنفر اسے جس پارٹی میں لایا وہ قطعاً اس معاشرے کا حصہ نہیں لگ رہی تھی۔ عجیب وغریب لباس پہنے عجیب وغریب لڑکیاں، بااثر طبقے کے ماڈرن بزنس مین، سفید بالوں کو سیاہ ڈائی سے چھپا کر جوان نظر آنے کی ناکام کوشش کرتے۔ جوان لڑکیوں کے ساتھ محورقص تھے۔

"یار تم مجھے کہاں لے آئے ہو..... کوئی خبر ہے یہاں..... قصہ کیا ہے؟" غضنفر فری لانس صحافی تھا۔ مختلف اخباروں کے لیے رپورٹنگ کرتا تھا۔

"خبر نہیں ایک لڑکی کے پیچھے آیا ہوں۔ صحافی ہونے کا فائدہ اٹھایا ہے ورنہ ایسی محفلوں میں انٹری کہاں ملتی ہے۔ اور اب چپ کرکے بیٹھ بلکہ مجھے بتا تیری منگنی کی بات کہاں تک پہنچی؟" غضنفر جب بولتا تھا تو بے تکان بولتا تھا..... یشال نے ایک گہری سانس لی اور سامنے دیکھنے لگا۔ اس نے غضنفر کے سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔

"مجھے ایسا کیوں لگتا ہے تو اس رشتے سے خوش نہیں ہے۔" غضنفر نے کھوجتی نگاہیں اس پر ٹکائیں۔

"نہیں بہت خوش ہوں یہ لو۔" یشال نے بتیسی نکالی۔

"بس اب یہ نقلی خوشی بکھیرنے کی ضرورت نہیں۔" اس نے منہ بسورا۔ یشال کی ہنسی نکل گئی۔

"بہت برے لگ رہے ہو؟" غضنفر منہ پھیلائے بیٹھا رہا۔ یشال اسے دیکھتا رہا۔ غضنفر سے اس کی دوستی چھ سال پرانی تھی لیکن دونوں میں ان چھ سالوں میں بے حد پیار بڑھا تھا۔ غضنفر نہ صرف فری لانس صحافت کرتا تھا بلکہ

پارٹ ٹائم کسی کمپنی سے بھی منسلک تھا۔ ایک ساتھ کئی کاموں میں جان پھنسائے پھرتا تھا۔

"سن کس لڑکی کے چکر میں آیا ہے۔" یشال نے اسے پکارا۔ وہ گیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"چپ کر یار بس تماشا دیکھ۔" اس نے اس کے ہاتھ دبائے اور اسے خاموش رہنے کا کہہ کر دوبارہ منتظر نظروں سے داخلی گیٹ کی جانب نظریں جما دی تھیں۔ یشال کافی بور ہو رہا تھا جب کہ غضنفر بہت ایکسائیٹڈ لگ رہا تھا۔

"آ گئی......!" ایک دم وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ یشال نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ کیمرہ مینوں کے نرغے میں وہ حسینہ ادائے ناز سے چلتی اسٹیج کی جانب جا رہی تھی۔ محفل پر یک لخت سکوت چھا گیا تھا۔ تھرکتے قدم تھم گئے تھے۔ سارے کے سارے ٹھرکی مرد اپنا آپ یکسر بھلائے اس حسینہ کو دیکھنے میں محو تھے۔ محفل میں موجود لڑکیوں میں سے کچھ نے رشک اور باقی سب نے حسد سے ہونٹ سکوڑے تھے۔ میزبان احمد یار کی عمر کوئی ساٹھ کے لگ بھگ ہوگی، بہترین تراش کے برانڈڈ سوٹ میں ملبوس اپنے آپ کو نوجوان ثابت کرنے کی انتہائی کوشش تک پہنچے ہوئے تھے۔ وہ اسٹیج پر چڑھنے لگی تو احمد یار صدیقی نے ہاتھ بڑھایا۔ اسے اس حسینہ نے یکسر نظر انداز کیا۔ احمد یار صدیقی کے دل کو ٹھاہ کر کے کچھ لگا اور غبارے سے کچھ کچھ ہوا نکل گئی۔ یشال کو ہنسی بھی آ ئی اس نے دائیں طرف نگاہ کی غضنفر وہاں نہیں تھا۔ شاید وہ بھی اس ہجوم کا حصہ بن گیا تھا۔ خاموش سر پھر سے گنگنائے۔ پیر تھرکنے لگے۔ لیکن مرکز نگاہ اب بھی وہی تھی۔ وہ نشست لے چکی تھی اور احمد یار صدیقی یوں بچھ رہے تھے گویا وہ کوئی غالیچہ ہوں اور اس حسینہ کے مبارک قدم ان کو شرف بخش دیں گے۔

"یہ ہمارے ملک کی مشہور سیاسی شخصیت۔" غضنفر جس خاموشی سے اٹھ کر گیا تھا اسی طرح واپس آ گیا تھا۔

"کون یہ لڑکی؟" یشال چونکا، چہرے اور حلیے سے کوئی سیاسی شخصیت ہرگز نہیں لگ رہی تھی [illegible]...... اس نے سوچ کو لگام پہنائی۔

"لڑکی نہیں۔" وہ آگے کو جھکا، لہجہ سرگوشیانہ تھا۔

"وہ جس کی رال ٹپکی پڑ رہی ہے۔" اس نے احمد یار صدیقی کی طرف اشارہ کیا۔

"لگتا ہے سیاست سے بالکل تعلق نہیں ہے۔ عیش و عشرت کے لیے یہاں گھسے ہوئے ہیں۔" وہ تبصرہ کر رہا تھا۔

"مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آیا تم مجھے یہاں کس مقصد کے لیے لائے ہو اور ہم کب تک یہاں رہیں گے۔ پتہ ہے ناں ایئرپورٹ جانا ہے مجھے۔" یشال مکمل بیزار تھا اور بس اس محفل سے نکلنا ہی چاہتا تھا۔

"دھیرج رکھو میری جان۔" وہ موبائل کو دیکھتے ہوئے بولا۔ یشال کی نظریں پھر ادھر ہی اٹھ گئیں۔ وہ واقعی میں بہت خوب صورت تھی۔ اچانک اسے یاد آ گیا۔ شام کو جب وہ گھر سے نکلا تھا تو اسی لڑکی کو شاپنگ بیگز اٹھائے دیکھا تھا۔ معصوم حسن اور اس پر غرور، پھر سارا ٹائم غضنفر بہانے بہانے سے وہاں کا چکر لگاتا رہا۔ یہ خالصتاً کوئی کاروباری قسم کا فنکشن تھا۔ شہر کے روسا مدعو تھے اور ایسے میں وہ لڑکی، جو سب سے الگ تھلگ بیٹھی تھی اور وہ احمد یار تھا جو بھنورے کی طرح منڈلا رہا تھا۔ دس بجنے میں پانچ منٹ تھے جب غضنفر نے اسے دور سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ فٹافٹ اس کی طرف آیا وہ جس خاموشی سے آئے تھے اسی طرح باہر نکل گئے۔ یشال حیران تھا کہ یہاں آ کر نہ تو غضنفر خود کسی سے ملا تھا اور نہ ہی کسی سے اس کو ملوایا تھا اور جس لڑکی کا کہہ رہا تھا وہ بھی کہیں دکھائی نہ دی تھی۔ کہیں وہ ہی لڑکی تو نہیں تھی جو اس وقت مرکز نگاہ تھی۔

"کہیں تم اس لڑکی کے چکر میں تو نہیں تھے؟" باہر نکلتے ہوئے یشال نے غضنفر سے پوچھا۔

"ہاں......!" اس نے گاڑی باہر نکالتے ہوئے برملا اعتراف کیا۔

"کیا واقعی؟" یشال کو جھٹکا لگا۔ "سچ کہہ رہے ہو؟" [illegible] اسے یقین نہیں آیا تھا عورت کے معاملے میں وہ جس

تنگ نظری کا شکار تھا یشال اچھی طرح جانتا تھا۔

"تم جانتے ہوناں تم کیا کہہ رہے ہو؟" یشال کو اب بھی یقین نہیں آیا تھا۔

"تم اتنے بے یقین کیوں ہو رہے ہو؟ کیا وہ لڑکی نہیں ہے۔ تم اس کا گلیمر دیکھ کر اس کی نسوانیت بھول گئے ہو شاید۔ چمکیلے، میک اپ سے بھرے چہروں کے پیچھے بھی ایک نرم گداز دل دھڑک سکتا ہے۔"

"یہ شرط صرف گھریلو عورت کے لیے کیوں؟" اس نے گاڑی ائیر پورٹ کی طرف موڑتے ہوئے دزدیدہ نظروں سے اپنے دوست کو دیکھا جو بلاشبہ بہت ہینڈسم تھا۔

"ایک بات تو بتا؟" اس نے نظریں دوبارہ ونڈ اسکرین پر جمادیں۔

"آج تک تجھے کسی لڑکی نے آئی لو یو نہیں بولا۔ تم اتنے ہینڈسم ہو۔ ڈیشنگ، کئی بار تو میں تمہیں دل دیتے دیتے رکا ہوں۔"

"اللہ......" یشال کی بے ساختہ ہنسی نکل گئی۔

"دے دیتے۔ جہاں باقی بے شمار دل پڑے ہیں وہیں یہ بھی پڑا رہتا۔" وہ دل کھول کر ہنسا۔

"زیادہ شوخا نہ بن میں اپنی آفر واپس لیتا ہوں۔" غضنفر فوراً سیریس ہوا۔

"تم نے بہت اچھے طریقے سے بات ٹالی ہے...... نہیں بتائے گا؟" غضنفر کی سوئی پھر وہیں اٹک گئی۔

"اب کس کس کا بتاؤں میں تمہیں!" وہ ہنسا۔

"اتنی لڑکیاں ہیں بلکہ ایک لڑکی تو......" وہ بولتے بولتے رکا تھا۔ وہ کہنے جا رہا تھا ایک لڑکی تو اسے بھی بھا گئی تھی۔ وہ بھی محبت کرنے لگا تھا اس سے لیکن۔

"کیا ایک لڑکی؟" غضنفر نے اس کی ادھوری بات پر استفسار کیا۔

"کچھ نہیں۔" اس نے سر جھٹک کر ٹالا۔ غضنفر نے گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔

"اگر تو ائیر پورٹ جانا چاہتا ہے تو فٹافٹ ساری لو اسٹوری سنا دے۔ ورنہ میں کتنا برا ہوں یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔" وہ بلیک میلنگ پر اتر آیا تھا۔

"کوئی نہیں تھی یار۔" یشال کو اپنی زبان پھسل جانے پر شرمندگی ہو رہی تھی۔ لیکن غضنفر بھلا کہاں باز آنے والا تھا۔

"یار نہیں سمجھتا مجھے...... تو ٹھیک ہے۔ میری اب تک کی بتائی تمام باتیں ڈیلیٹ کرا پنے دماغ سے اور آج کے بعد دوست مت کہنا مجھے۔" وہ غصے سے بولا تو یشال نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ وہ غضنفر کی دوستی کھونے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ کچھ دیر سوچا اور پھر دھیرے سے گویا ہوا۔

"ایک لڑکی تھی۔ میرب شاہ۔" کہہ کر رکا۔ غضنفر کی طرف دیکھا۔ وہ جی جان سے اس کی طرف متوجہ تھا۔

"ردا کی فرینڈ تھی۔ ہمارے گھر آنا جانا تھا اس کا۔ حجاب پہنتی تھی۔ میں نہیں جانتا وہ کیسی تھی۔ بس اس کی نیلی آنکھوں میں اپنے لیے بہت محبت دیکھی تھی میں نے۔ وہ میری الماری میں تحفے رکھتی رہی۔ اپنی محبت کا اظہار خاموشی سے کرتی رہی۔ میں جان ہی نہ پایا۔ میرا دھیان کبھی ادھر گیا ہی نہیں کہ ردا کی دوست یہ سب کر سکتی ہے۔" وہ رکا۔ اسے سب یاد آ رہا تھا۔ نیلی آنکھیں، جڑے ہاتھ منت کرتی آواز۔

"کیونکہ ردا کی زبانی ہی مجھے پتہ چلا تھا کہ وہ اپنے کزن کے ساتھ انگیجڈ ہے۔" وہ خاموش ہو کر سامنے سڑک کو دیکھنے لگا۔ جو گیلی ہو چکی تھی۔ اس نے ذرا سا جھک کر آسمان پر نگاہ کی۔ اندھیرے میں بھی سرمئی بادلوں سے ڈھکا نظر آ رہا تھا اور جانے کیوں اس کے دل کا ساتھ دینے آ موجود ہوا تھا۔

"بارش کہاں سے آ گئی ایک دم؟" وہ حیران ہوا۔

"مون سون بارشیں ایسے ہی شروع ہو جاتی ہیں، تم جاری رکھو۔" غضنفر نے بھی گاڑی کے بونٹ پر گرتی بوندوں کو دیکھا اور پھر متوجہ ہوا۔

"پھر ایک دن میں نے اسے دیکھ لیا۔ اپنی الماری میں گفٹ رکھتے۔ میں نے اسے سمجھایا۔ لیکن وہ میری محبت میں بہت آگے آ چکی تھی۔ اس پر میرے سمجھانے کا اثر تھا

نہ ہی اس بات کا کہ میرے دل میں اس کے لیے کوئی جذبہ نہیں...... وہ بارہا آئی میرے پاس۔ لیکن میں نے ہر بار اس کا دل توڑا اور آخری بار تو...... میں نے حد ہی کر دی۔ میں نے اسے دروازے سے ہی دھتکار دیا اور وہ آنکھوں میں سمندر لیے وہاں سے چلی گئی۔" وہ چپ ہوا تو غضنفر نے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ کچھ کھوجنا چاہتا تھا لیکن ناکام رہا۔ اپنے جذبات واحساسات چھپانے میں اسے کمال حاصل تھا۔ غضنفر نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

"تمہیں اس سے محبت ہے؟" غضنفر دل کی بات زبان پر لے آیا تھا۔

"نہیں تو۔" وہ تیزی سے نفی میں سر ہلانے لگا۔ غضنفر ہنس دیا۔ اسے اس کی بات کا جواب مل گیا تھا۔ وہ اس لڑکی سے محبت کر رہا تھا اور بے حساب کر رہا تھا۔ یشال اس کے بعد کچھ نہیں بولا تھا۔ شاید وہ محبت کے میٹھے جذبے کو اپنے اندر سمو رہا تھا یا سمو چکا تھا۔

☆

وہ گہری نیند سے جاگی اور کسی عجیب خواب کے تحت ہی ایسا ہوا تھا۔ دو ننھے منے ہاتھ اس کی گردن پر تھے اور اسے ماما ماما پکار رہے تھے۔ اس کی آواز بند ہو گئی تھی وہ چیخنا چاہتی تھی مگر چیخ نہیں پا رہی تھی۔ اس کا پورا وجود پسینے سے شرابور تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر لیمپ آن کیا۔ وقت دیکھا رات کے تین بج رہے تھے۔ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا کہ اسے ایسے خواب کیوں آتے تھے۔ ایک مردہ بچے کو جنم دیا تھا اس نے' پھر کون اسے پکارتا تھا؟ کہیں یہ اس کے لاشعور میں دبی ممتا تو نہیں تھی جسے اس نے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا تھا۔ ذیان شاہ کی نفرت کو اس نے محبت بننے سے ہر ممکن روکا تھا۔ وہ ٹشو سے پسینہ خشک کرتی بیڈ سے اتر آئی تھی۔ ایک تو اس گھر میں اس قدر سناٹے تھے کہ سانس لینے کی آواز تک سنائی دیتی تھی۔ کھڑکی کے پاس آ کر پردہ ہٹایا۔ لان میں ہر سو چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن سب درخت پودے پراسرار سا لبادہ اوڑھے کھڑے تھے۔ کچھ عجیب سا ماحول لگ رہا تھا۔ اسے پھر خوف نے آ گھیرا۔ دن بھر روشنیوں کے ہجوم میں گھری رہنے کے باوجود اس کے اندر تاریکی کا ڈیرا تھا۔ وہ اس قدر تنہا اور اکیلی تھی کہ اسے خود اپنے آپ پر رحم آتا تھا۔ گو کہ وہ اپنی زندگی سے سمجھوتا کر چکی تھی لیکن احساس جرم تو اپنی جگہ تھا وہ چاہ کر بھی اس احساس سے رہائی نہیں پا سکتی تھی۔ اس نے روم ریفریجریٹر سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر منہ سے لگا لی اور آدھی بوتل غٹا غٹ پی گئی۔ پھر دھیمے دھیمے چلتی بیڈ کے کنارے ٹک گئی۔ اب اس کے ذہن میں شام کا فنکشن گھوم رہا تھا۔ کسی بیوروکریٹ کی پارٹی میں وہ پہلی دفعہ گئی تھی۔ اسے احساس دلایا گیا تھا کہ بڑے لوگوں سے تعلقات بہت فائدہ دیتے ہیں۔ بینک بیلنس بھی بڑھتا ہے اور تعلق بھی اور جب یہ طے ہو گیا تھا کہ اسے اب اسی دلدل میں زندگی گزارنا ہے تو پھر زمانے کے ساتھ تو چلنا ہی تھا۔ وہ اس فنکشن میں ہاتھوں ہاتھ لی گئی تھی۔ وہ وقت کی مشہور سپر اسٹار تھی۔ کسی کے ذاتی فنکشن میں اس کی آمد غیر معمولی تھی۔ ساری محفل میں ایک ہی تارہ تھا جو چمک رہا تھا اور لوگ کی نگاہوں کو حیران کر رہا تھا وہ ایک شان بے نیازی سے براجمان تھی۔ لوگ اس کے ساتھ تصویریں بنا رہے تھے۔ وہ محفل پر طائرانہ نظر دوڑا رہی تھی اور تبھی اس کی نظر کے ساتھ ساتھ اس کا ایک ایک عضو چارج ہو گیا تھا۔ سامنے ٹیبل پر دونوں کہنیاں ٹکائے اردگرد سے بے زار وہ دشمن جاں ہی تو تھا۔ وہی جس نے اس کی زندگی کا عنوان ہی بدل دیا تھا۔ وہ میرب شاہ سے اُم حبیبہ تک کا سفر کر گئی تھی۔ اس کا سارا وجود لہو میں ڈھل گیا تھا اور اب قطرہ قطرہ بہہ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے آگے سے سارے منظر ہٹ گئے تھے وہ بھول گئی تھی کہ وہ کہاں بیٹھی ہے۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ بے خود ہونے سے خود کو نہیں روک پائی تھی۔ اس شخص کو اس کی دھڑکنوں پر اب بھی اختیار حاصل تھا۔

"آپ کہاں گم ہیں؟" احمد یار کی آواز اس وقت اسے صور اسرافیل سے کم محسوس نہیں ہوئی تھی۔ اس نے بڑی

ناگواری سے اس بڈھے کو دیکھا تھا جس نے اس کے شیشے کے گھر میں پھر پتھر پھینک دیا تھا۔ اس نے ایک طائرانہ نظر ڈال کر پھر ادھر فوکس کیا تھا۔ اب وہ تنہا نہیں تھا۔ کوئی اور بھی اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا تھا۔ احمد یار سے برداشت نہیں ہوا تھا۔ اس نے اُم حبیبہ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور جل بھن کر کباب ہو گیا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتا اُم حبیبہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ایک بار پہلے بھی بے خودی نے اس کا بیڑا غرق کیا تھا اب تو وہ پبلک پلیس پر تھی وہ یشال حیدر کے ساتھ اسکینڈلائزڈ ہونا افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ تو پہلے ہی اس سے شدید نفرت کرتا تھا۔ اب وہ احمد یار کو بھرپور ٹائم دے رہی تھی۔ ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی اور احمد یار آج کی شام اس قدر خوب صورت ہونے پر پھولے نہ سما رہا تھا۔

اُم حبیبہ نے بال جھٹکتے ہوئے اس ٹیبل پر نظر ڈالی اور اب کی بار اس کی نظر خالی لوٹ آئی تھی۔ وہ وہاں نہیں تھا پھر اس نے تمام وقت اس کو ڈھونڈا تھا مگر وہ ایسے ہی کھو گیا تھا جیسے اچانک مل گیا تھا۔ پرانے زخم ادھڑ جائیں تو دیر تک رستے رہتے ہیں۔ کسک دیتے رہتے ہیں اس کا بھی بہت پرانا زخم ادھڑا تھا اور اس سے آج بھی تازہ زخم کی طرح خون رس رہا تھا۔ کچھ زخم شاید کبھی نہیں بھرتے۔

اس دن کے بعد سے اس نے دوبارہ کبھی واپس جانے کا سوچا ہی نہیں تھا۔ اس نے میرب شاہ کو کھرچ کھرچ کر اپنے اندر سے نکال دیا تھا لیکن یہ بھی تھا کہ ہر خراش پر وہ سکندر ریاض کا نام ثبت کرتی گئی تھی۔ اس کا دل چاہا پچھلی شام پھر لوٹ آئے اور وہ جی بھر کے یشال حیدر کو دیکھ لے۔ لیکن اس کی پہلے کون سی خواہش پوری ہوئی تھی جو اب ہو جاتی۔ مسجدوں کے میناروں سے اذانوں کی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں اور اس کے دل پر عرصہ ہوا مہر ثبت کی جا چکی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے بکھرے بالوں کو سمیٹ کر جوڑے کی شکل دی اور پھر سے آڑی ترچھی بیڈ پر لیٹ گئی۔ جلدی نہیں تو کچھ تاخیر سے ہی نیند کی دیوی مہربان ہو ہی گئی تھی۔

❖☆❖

"تم تو یوں جا کر غائب ہو جاتی ہو کہ لگتا ہے کسی اور سیارے پر چلی گئی ہو؟" یشال حیدر نے ردا کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور جواباً وہ مسکرا دی تھی۔ اس سوال کا جواب کبھی بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ وہ مکمل عبدالرافع کے رحم و کرم پر تھی۔ وہ جب کہتا وہ آ جاتی اور یہ کہنا تب ہی ہوتا تھا جب اسے خود کسی رشتے دار کی خوشی یا غمی میں شریک ہونا ہوتا۔ ان چودہ سالوں میں دو بار پاکستان آئی تھی۔ آٹھ سال پہلے اور اس کے بعد اب وہ بھی امی نے یشال کی شادی کا پروگرام بنایا تھا تو مجبوراً عبدالرافع کو اسے بھجوانا پڑا تھا۔ بچے بھی کافی بڑے ہو گئے تھے اور پہلی بار ننھیال آنے کی خوشی میں بے حد پُرجوش تھے۔

ملیحہ نے اپنے کسی جاننے والے سے کہہ کر یشال کے لیے لڑکی پسند کی تھی۔ تسلی ہو جانے کے بعد انہوں نے تصویر ردا کو بھجوائی تھی۔ پسند آنے کے بعد ہی بات چیت آگے بڑھائی گئی تھی۔ ملیحہ، ہما کے ہاتھ پر شگن کے روپے اور مٹھائی رکھ آئی تھیں باقی رسم ردا کے آنے پر ہی ہونا قرار پائی تھی۔ ہما اچھی لڑکی تھی۔ کم گو تھی سلیقہ شعار بھی تھی۔ یشال کو سنبھال سکتی تھی۔ یشال اسے سنبھال سکتا تھا یا نہیں یہ اندازہ کسی کو نہیں تھا۔

وہ گھر پہنچے تو ملیحہ بیٹی اور نواسی نواسوں کو دیکھ کر نہال ہو گئی تھیں۔ اتنے سالوں کی تشنگی تھی۔ کھانے سے فراغت کے بعد یشال تو سونے چلا گیا تھا کیونکہ اسے اعلیٰ الصبح ڈیوٹی پر واپس جانا تھا جب کہ ردا رات دیر تک امی سے باتوں میں مصروف رہی تھی۔ اتنے سالوں کی تشنگی یوں کہاں کم ہونے والی تھی۔

"کتنا اچھا اور پُرسکون تھا یہ گھر۔" رات جب وہ سونے کے لیے لیٹی تو چھت پر نظریں پڑتے ہی اسے یہاں گزرا ایک ایک پل یاد آ گیا۔ امی نے اسے گھر سے نکالنے میں بہت جلدی کی تھی۔ وہ کچھ بھی انجوائے نہیں کر سکی تھی۔ کالج جانے کا شوق ادھورا رہ گیا تھا۔ وہ اپنی اکلوتی دوست کی شادی پر بھی نہیں آ سکی تھی۔ اسے میرب

یاد آئی۔ اس کی اچانک موت شجیعہ سے ملاقات۔

"کیا تمہیں میرب نے بھیجا ہے؟"

"میں میرب سے ہی تو ملنے آئی ہوں۔" اس نے کہا۔

"کیا تمہیں میرب نے بھیجا ہے؟" اس جملے نے اسے کلک کیا تھا۔

آٹھ سال پہلے شجیعہ کی کہی بات پر اس نے دھیان نہیں دیا تھا۔ اس کی موت کی خبر نے اسے سب کچھ بھلا دیا تھا۔ لیکن آج اچانک ہی اس جملے نے اس کی سوچ کو جھنجھوڑ دیا تھا۔ اگر میرب مر چکی تھی تو۔ اس نے پہلا سوال ہی یہ کیوں کیا تھا اور اتنی رازداری سے۔ اوہ میرے اللہ...... وہ اٹھ بیٹھی یہ آج اتنے سالوں بعد آخر یہ جملہ کیوں اس کی سماعتوں میں گونجنے لگا تھا۔ وہ پہلے پوچھ رہی تھی پھر وہی شجیعہ اسے میرب کی موت کی خبر سنا رہی تھی۔

"کیا اس کی موت کی خبر ٹی وی پر چلی تھی۔ لیکن کیوں؟ وہ اتنی اہم ہستی تو نہیں تھی کہ اس کے مرنے کی خبر میڈیا پر بریکنگ نیوز بن کر چلتی۔" وہ اٹھی اور پرانی الماری کی طرف آ گئی۔ ایک بے چینی نے اس کے دل کا احاطہ کر لیا تھا۔ الماری خالی تھی۔ شاید امی نے صفائی کروائی تھی۔ پھر اس کے بعد اسے تمام رات نیند نہیں آئی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا ایک بار پھر میرب کے گھر جائے اور...... اور کے بعد اس کا ذہن ساتھ چھوڑ دیتا تھا۔ صبح انہیں ہما کے گھر جانا تھا۔ نکاح کی تاریخ فائنل کرنا تھی۔ پھر اس کے بعد بازاروں کے چکر شروع ہو جانے تھے۔ ان کے اکلوتے بھائی کی شادی تھی۔ جی بھر کے ارمان نکالنا تھے۔ فجر کی اذان کے ساتھ ہی صحن سے کھٹر پھٹر کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ امی جاگ گئی تھیں۔ وہ بھی اٹھ کر آ گئی۔ نیند تو آنکھوں سے کوسوں دور تھی صحن میں بڑی نرم سی ٹھنڈک تھی۔ اس نے بھی وضو کیا اور جائے نماز لے کر وہیں آ گئی۔ نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس کے ذہن میں صرف اور صرف اس کے بھائی کے لیے دعائیں تھیں۔ ملیحہ چائے کا پانی چڑھا چکی تھیں۔ وہ چائے تیار کر کے باہر آئی جہاں ملیحہ اس کی منتظر تھیں اس نے کپ ان کے پاس رکھا اور مڑنے کو تھی کہ یشال بھی آ گیا۔

"ہو گئی تیاری؟" اس کو یونیفارم میں ملبوس دیکھ کر وہ مسکرائی جب ملیحہ نے نظروں ہی نظروں میں بلائیں لی تھیں اور آیت الکرسی پڑھ کر پھونک ماری تھی۔ ردا نے اپنا کپ اسے دے دیا۔

"مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ ریڈی ہیں۔"

"قبول کی ہو سب کچھ۔" امی نے ہلکی سی چپت لگائی تو وہ مسکرائی۔

"آج ہم وہاں جا رہے ہیں۔" ردا نے اسے چھیڑا تو وہ چائے کے سپ لینے لگا۔

"اللہ چنگی کرے۔" وہ ہنسا۔

"بہت چنگا ہونے والا ہے بھرا جی۔" ردا نے ملیحہ کی طرف دیکھ کر معنی خیزی سے کہا۔ وہ خاموشی سے قرآن پڑھنے میں مشغول تھیں۔

"سنو۔ اچھی طرح چیک کر لینا کہیں بال پلکیں سب نقلی نہ ہوں آج کل بہت فراڈ ہو رہے ہیں یہاں۔" اس نے چائے کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"بری بات یشال...... کسی کی بچی کے بارے میں ایسی بات نہیں کہتے۔" ملیحہ نے تنبیہ کی۔ یشال خاموش ہو گیا۔ چائے ختم کر چکا تھا اس لیے اجازت چاہی۔

"اللہ میرے بھائی کو نظر بد سے بچائے۔" ردا نے دعا مانگی تھی۔

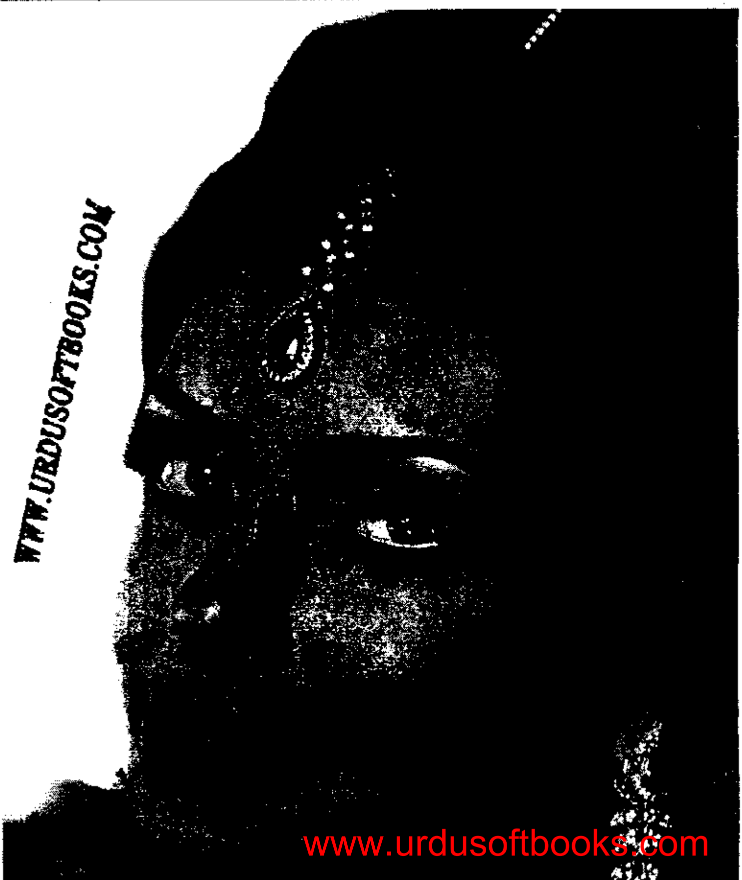
یشال گیا تو ردا چائے پینے کا ارادہ ملتوی کرتی واپس کمرے میں آ گئی۔ وہ کچھ دیر سونا چاہتی تھی۔ ورنہ سارا دن طبیعت خراب رہتی اور یشال، ہما اور پھر میرب کے بارے میں سوچتی سوچتی کب نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ پتہ بھی نہیں چلا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ)

کیاوہ حسن پرستی تھی

ڈاکٹر تنویر انور خان

رک گئی زندگی بس اک موڑ پر
اُس کے بن یونہی موسم گزارتے گئے
دل کی آنگن میں روتی رہیں حسرتیں
آنکھ زندہ رہی، خواب مرتے رہے



حسن کیا ہے؟ اس کا کوئی پیمانہ نہیں' کوئی کسی کی صورت کو حسن کا مقام دیتا ہے اور کوئی کسی کے کردار کو..... اب میں یہ نہیں جانتی کہ وہ حسن پرست تھی یا نہیں..... وہ میرے ساتھ اسکول میں پڑھتی تھی اور پڑوسی بھی تھی' اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی اور بھائیوں کی لاڈلی بھی تھی۔

حسن آرا سردار نام تھا اس کا' وہ خوب صورت تھی' بے انتہا لمبے بال اور اسے اپنے بالوں سے بہت پیار تھا' چوٹی دوہری کرتی تو بھی کمر تک وہ لٹکتی رہتی تھی۔ وہ پڑھائی میں خاصی تیز تھی۔ والد حیات نہیں تھے۔ انڈیا میں سردار صاحب کا انتقال ہوا تو پاکستان میں موجود بڑے بھائی علی سردار نے ۱۹۶۰ کی دہائی میں ماں سمیت سب بہن بھائیوں کو پاکستان بلالیا۔ یہ ۱۹۶۵ء کی جنگ سے پہلے کی بات ہے..... اور یوں حسن آرا پاکستان آ گئی' مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اسکول میں اس کی لمبی چوٹی پکڑ کر لڑکیاں کہتی تھیں حسن آرا ان لمبے بالوں کا راز کیا ہے؟

"ارے بھئی میں سن لائٹ صابن سے سر دھوتی ہوں۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم کپڑے دھونے کے صابن سے سر دھوتی ہو.....؟" کسی نے پوچھا۔

"تم لوگ بھی دھو کر دیکھو بہت لمبے بال ہوجائیں گے۔"

اور لڑکیاں ہنستی ہوئی چلی جاتی تھیں۔

دن رات یونہی گزرتے رہے..... وہ ہر فیشن کرتی' خوب بنی سنوری رہتی تھی۔ ہر نیا کپڑا پہنتی..... نئے نئے ڈیزائن کے لباس سلواتی اور پھر یونہی دن گزرتے رہے..... وہ میرے ساتھ کراچی یونیورسٹی تک پڑھتی رہی' میں نے انگلش لٹریچر میں ایم اے کیا اور اس نے اردو میں پھر میری شادی ہوگئی' اور میں اپنی سسرال آ گئی' میں جب ماں بابا کے گھر جاتی تو اس سے پوچھتی حسن آرا تم شادی نہیں کرو گی۔

"ارے بھئی کوئی حسن پرست نظر آئے تو کروں تم تو جانتی ہو اب میں ایم ایڈ کررہی ہوں اور پھر پی ایچ ڈی کروں گی...... تاکہ میرے نام کے آگے ڈاکٹر لگ جائے۔"

"تو پھر تم نے سیدھا سیدھا میڈیکل کیوں نہیں پڑھا' ڈاکٹر بن جاتیں۔"

"ارے بھئی انگلش کمزور تھی..... وہاں نہیں چل پاتی' عدیلا تمہیں تو معلوم ہے کہ تم مجھے بچپن میں انگریزی پڑھاتی تھیں..... مجھے ٹیچنگ میں جانا تھا سو وہی پڑھا جو پڑھ سکتی تھی۔"

"پر حسن آرا اس طرح تو تمہاری عمر بڑھ جائے گی۔"

"اب دیکھو عدی بات یہ ہے کہ اب ہر ایرے غیرے سے تو میں شادی نہیں کرسکتی۔"

"میری تو اپنے کزن ناصر سے بچپن سے بات طے تھی' تمہیں تو یونیورسٹی میں خاصے لڑکے پروپوز کرنا چاہتے تھے۔"

"مگر مجھے اچھے نہیں لگتے تھے تمہیں معلوم ہے میرا حسن کا معیار..... کہ میں حسن پرست ہوں۔"

"ہاں میں جانتی ہوں تمہیں بچپن سے ہی' ہر اچھی چیز پسند تھی مگر لڑکیوں کے پاس انتظار کا وقت نہیں ہوتا' وہ تو ککڑی کی طرح لمبی ہوتی ہیں اور تیس سال کی عمر تک وہ ڈھلنے لگتی ہیں۔"

"ارے بابا پڑھائی ختم ہوگی تو دیکھنا میں شادی کرلوں گی۔"

"میری سمجھ میں تمہارا فلسفہ نہیں آیا۔"

"عدی اب دیکھو وہ یونیورسٹی کے لڑکے' ہوسکتا ہے میری دولت سے پیار کرتے ہوں مجھ سے نہیں..... اب میں ان سے شادی کیسے کرلوں..... تم دیکھنا میں ذراہٹ کے شادی کروں گی اور تم میرے حسن کے معیار پر ششدر رہ جاؤ گی۔"

"اچھا حسن میں چلتی ہوں ناصر لینے آتے ہوں گے۔"

❁......❁......❁

وقت تو جیسے پر لگا کر اڑ جاتا ہے' حسن پڑھائی ختم کرکے ایک سیکنڈری اسکول کی پرنسپل بن گئی' میں ناصر کے ساتھ بیرون ملک چلی گئی۔ ہم پانچ سال کے بعد پاکستان واپس آئے اور ماں بابا کے گھر جاکر معلوم ہوا کہ حسن آرا کے بھائی علی سردار کے انتقال کے بعد مکان فروخت ہوگیا اور وہ سب کہیں اور چلے گئے..... مجھے افسوس ہوا میری اتنی اچھی دوست نہ معلوم اب کہاں ہوگی.....؟

❁......❁......❁

میں اپنے بچوں کے لیے اس روز حیدری بازار شاپنگ کرنے گئی تھی۔ شب برأت کے آخری دن تھے میری عادت تھی کہ میں عید کی خریداری پہلے سے کرلیتی تھی..... اپنی بیٹی کے لیے چوڑیاں وغیرہ لے رہی تھی' ابھی چوڑی والے کو پیسے دے کر مڑی تھی کہ میرے کاندھے پر کسی نے اچانک ہاتھ رکھا۔

"عدی کیسی ہو؟" میں نے پلٹ کر دیکھا یہ مجھے میرے پرانے نام سے کس نے بلایا..... اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔

"ارے حسن تم؟"

"ہاں میں نے تمہیں دور سے پہچان لیا تھا۔"

"حسن ہم شاید پندرہ سال بعد مل رہے ہیں۔"

"ہاں عدی تم مجھے بہت یاد آتی تھیں ایک ہی تو میری پیاری سی سہیلی تھی اور وہ بھی بچھڑ گئی۔"

"میں ماں بابا کے گھر گئی تو پتہ چلا کہ تم لوگ بغیر کسی کو بتائے کہیں دوسری جگہ شفٹ ہو گئے ہو۔"

"ہاں جانا پڑا تھا۔"

"اور حسن شادی کر لی یا نہیں؟"

"ہاں میں نے شادی کر لی۔"

"ویری گڈ..... کون ہے تمہارے خوابوں کا شہزادہ۔"

"گھر آؤ تو دیکھ لینا..... اور تمہارے کتنے بچے ہیں؟"

"ماشاء اللہ بڑی بیٹی فرسٹ ایئر میڈیکل میں ہے اور بیٹا اولیول کر رہا ہے اور تمہارے؟"

"میری کوئی اولاد نہیں۔"

"شادی کتنے دن پہلے ہوئی؟"

"دس سال ہو گئے۔"

"دس سال.....!" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں میں بھی یہیں نارتھ ناظم آباد میں رہتی ہوں۔"

"اچھا حسن میری شاپنگ ہو گئی میں تمہارا گھر دیکھ لیتی ہوں۔"

"تمہاری کار ہے کیا؟"

"ہاں کار پارکنگ میں گاڑی کھڑی ہے میں ڈرائیور کو فون کرتی ہوں وہ یہاں لے آئے گا اور تمہاری؟"

"میرے پاس کوئی گاڑی نہیں میں تو آٹو رکشہ سے آئی تھی۔"

"کوئی بات نہیں میں تمہیں ڈراپ کر دوں گی اور گھر بھی دیکھ لوں گی۔"

❁.....❁.....❁

دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد ہم لوگ حسن آرا کے گھر پہنچ گئے۔ دو سو گز پر بنا خوب صورت مکان تھا۔

"آؤ عدی ایک کپ میرے ساتھ چائے پیو پھر جانا۔" میں اس کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوئی۔

میں نے دیکھا کہ سامنے صوفے پر ایک بے حد کالا دبلا پتلا سوکھا سا آدمی بیٹھا تھا۔ وہ شاید چین اسموکر تھا..... کیونکہ فضا میں سگریٹ کی خوشبو بری طرح پھیلی ہوئی تھی اور میں شاید غلط سوچ رہی تھی وہ خوشبو نہیں بدبو تھی۔ میرا سر چکرانے لگا..... حلق میں سرسراہٹ ہونے لگی اور میری شکل کا تاثر دیکھ کر حسن بولی۔

"چلو ہم ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہیں اور پھر اس آدمی سے مخاطب ہو کر بولی۔

"ضیا میں نے منع کیا ہے اتنی سگریٹ نہ پیا کریں۔" میری طرف مڑ کر بولی۔

"عدی یہ میرے شوہر ضیا نوید ہیں اور ضیا یہ میری بچپن کی کھوئی ہوئی دوست عدی یعنی عدیلا ناصر۔" ضیا نے مسکرا کر کہا۔

"حسن آپ کا اکثر ذکر کرتی رہی ہے آج ہم آپ سے مل بھی لیے۔"

"جی اچھا لگا آپ سے مل کر..... ہم دونوں بھی پندرہ سال کے بعد ملے ہیں۔"

"آپ لوگ اندر بیٹھیں یہاں واقعی سگریٹ کی بو ہے بس بچپن سے بری لت لگ گئی اب چھوڑ نہیں سکتا۔" میں ڈرائنگ روم میں آ گئی اور ذرا دیر بعد حسن چائے لے کر آ گئی۔

"تم کیا کر رہی ہو حسن.....؟"

"میں گورنمنٹ ہائی اسکول کی پرنسپل تھی۔"

"تھی کا کیا مطلب.....؟"

"بس شادی کے بعد چھوڑ دی۔"

"ڈاکٹر حسن آرا سردار نے نوکری چھوڑ دی۔"

"میں پی ایچ ڈی نہیں کر سکی اس لیے میرے نام کے آگے ڈاکٹریٹ نہیں لگ سکتا تھا..... بس ایم اے ایم ایڈ کیا....."

"پر گورنمنٹ کی جاب کیوں چھوڑ دی؟"

"ضیا نہیں چاہتے تھے کہ میں کام کروں۔"

"تو یہ کیا کام کرتے ہیں۔"

"یہ تعمیر ٹیکنیشن تھے اب وہ بھی جاب لیس ہیں۔"

"مگر تمہاری تو پینشن ایبل جاب تھی تم نے کیوں چھوڑ دی؟"

"لمبی کہانی ہے پھر سناؤں گی۔"

"پھر کب ملو گی؟"

"مجھے اپنا ای میل دو۔" میں نے اسے ای میل دے دیا۔

"تم فیس بک پر بھی ہو۔"

"ہاں ہوں حسن مگر اپنے بچوں کے بچپن کی تصویر کے ساتھ۔"

"کوئی بات نہیں مجھے بھی ایڈ کر لینا۔"

"ہاں بابا کر لوں گی..... اچھا اب میں چلتی ہوں دیر ہو گئی ہے۔"

"تم کہاں رہ رہی ہو؟"

"ابھی تو شادی کے بعد سے یہیں تھی پر اب ناصر نے ڈیفنس میں گھر بنالیا ہے ہم وہاں شفٹ ہوجائیں گے...... بچوں کو کالج دور پڑتے ہیں...... بس ناصر نے ضد کرلی۔" میں حسن آرا سے رخصت ہوکر اپنی گاڑی میں بیٹھی اور گھر کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔

❁......❁......❁

گھر کے کام کاج سے فارغ ہوکر اور نوکروں کو ہدایت دے کر میں بیڈروم میں آئی...... ناصر لیٹے ہوئے تھے۔

"آج بڑی دیر ہوگئی۔"

"ہاں ناصر بچوں کی روداد سننا پڑتی ہے...... اور ہمیں پوچھنا بھی چاہیے...... ان کا مسئلہ حل بھی کرنا چاہیے۔"

"مگر محترمہ ہمارے لیے بھی کوئی وقت نکالو۔"

"بس ذرا فریش ہولوں آتی ہوں۔" میں نے ناصر کو جواب دیا اور شاور لینے باتھ روم میں گھس گئی۔

نہا کر میں فریش ہوئی...... پھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ کر لوشن لگانے لگی...... حسن آرا سے ملنے کے بعد میں خاموش سی تھی...... ناصر میرے پاس بیڈ سے اٹھ کر آگئے اور میرے پیچھے کاندھے پکڑ کر کھڑے ہوگئے۔

"عدی آج مجھے تم پریشان لگ رہی ہو...... کیا گھر کا کوئی مسئلہ ہے؟"

"ارے نہیں جی گھر میں تو سب بہت پیار کرتے ہیں مجھ سے۔"

"چلو اب بال برش کرلیے ڈرائیر سے سکھالو گیلے بال لے کر نہ سونا سر میں درد ہوجائے گا۔" ناصر میرا ہاتھ پکڑ کر بیڈ کے پاس لے آئے...... اور لیٹ گئے...... میں نے اپنے بال خشک کیے اور لیٹ گئی...... نیند نہیں آرہی تھی۔

"کیا بچوں کا کوئی مسئلہ ہے؟"

"نہیں ناصر...... تم حسن آرا کو جانتے ہو نہ شادی سے پہلے کی میری دوست تھی۔"

"ہاں...... وہ جو بہت حسن پرست تھی اور بڑی ماڈرن تھی۔"

"ہاں...... آج وہ مجھے حیدری کی مارکیٹ میں ملی تھی۔"

"حسن آرا تو کھوگئی تھی۔"

"ہم نے مکان بدل لیا تھا تو معلوم نہیں ہوسکا تھا۔"

"اسے شادی کی کن حسن پرست نے......"

"ہاں کی ہے مگر میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ جس سے اس نے شادی کی ہے اس کا تعلق کہیں سے بھی حسن سے نہیں۔"

"واقعی......!"

"ہاں ذرا سا بھی حسن کا پرتو نہیں ہے ایک کالا کلوٹا کمزور سا بندہ جو ہر وقت سگریٹ کے کش لیتا رہتا ہے وہ اس کا شوہر کیسے ہوسکتا ہے۔"

"اب چھوڑ دیا مجھے صبح جلدی آفس جانا ہے میٹنگ ہے۔"

"ہاں آپ سوجائیے میں بھی کچھ دیر میں سوتی ہوں۔"

❀......❀......❀

میں نے بہت دنوں کے بعد اپنا لیپ ٹاپ کھولا تھا اپنی ای میل چیک کیں تو اس میں حسن آرا کی بھی ای میل تھی...... میں نے وہ میل کھولی اور پڑھی۔

"عدی دل چاہ رہا تھا تم سے بات کروں مل نہیں سکتی...... مجبوریاں ہیں...... جاننا نہیں چاہو گی کہ مجھ پر اتنے سالوں کیا بیتی......؟ تم شاید میری واحد دوست ہو جس سے میں سب کچھ شیئر کرسکتی ہوں...... مجھے صرف ہاں یا ناں میں جواب دینا۔"

میں نے فوراً اس ای میل کا جواب ہاں میں دیا۔

رمضان تھے عید بھی بے حد نزدیک تھی۔ میں خاصی مصروف تھی مجھے اپنے قرآن پاک کے چار سپارے بھی پڑھنے تھے...... تاکہ ختم قرآن کرلوں...... ماشاء اللہ روزہ میں بھی خاصہ اہتمام ہوتا ہے کبھی رشتے داروں کا افطاری کا بلاوا اور کبھی ناصر کے دوستوں کی فیملیز کا ڈنر اور روزہ افطار...... میری خاصی مصروفیت تھی...... میں بازار گئی تھی تو اپنی دوستوں کے لیے بہت سے عید کارڈ لائی تھی۔ ناصر اور اپنے دونوں بچوں کے لیے ویسے تو رواج ہے کہ اب لوگ ای میل پر ہی عید کے تینوں دن کی مبارک باد بھیج دیتے ہیں ہر تہوار پر...... مگر مجھے اچھا لگتا ہے منفرد کارڈ بھیجنا...... میں نے حسن آرا کا مکان نمبر لے لیا تھا اسے عید کارڈ بھیج دیا۔ اپنے بچوں کے لیے بھی کارڈوں میں عیدی کے پیسے رکھ کر فارغ ہوگئی تھی۔ سو سو کے نوٹوں کی دو تین گڈیاں بھی رکھ لی تھیں خاندان کے بچوں کو عیدی دینے کے لیے...... اب تو سو روپے کی بھی کوئی وقعت نہیں جب ہم چھوٹے تھے تو پانچ روپے میں ہی خوش ہوجاتے تھے...... کتنا سستا زمانہ تھا اب قدریں بدل گئی ہیں...... میں یہی سب باتیں سوچتی رہی۔

❀......❀......❀

چاندرات آگئی میں نے اپنی بیٹی کرن سے پوچھا۔

"کرن بیٹی مہندی لگوانا ہے؟"

"اوہ نو مما عید کے چوتھے دن سے امتحان ہیں۔ اس دفعہ تو مہندی اچھا نہیں لگے گا پریکٹیکل میں مہندی بھرے ہاتھ لے کر جاؤں۔"

"چلو جیسا تم سمجھو۔"

"مما ایک بات اور میں اپنی پڑھائی میں مصروف ہوں گی مجھے غیر ضروری لوگوں سے عید ملنے کے لیے نہ بلوایئے گا۔"

"جو حکم سرکار کا۔" میں نے ہنس کر جواب دیا۔

"مگر ہم سب سے پہلے تمہارے نانا نانو کے پاس جا کر مل آئیں گے۔"

"جی وہ تو میں ضرور جاؤں گی۔ پر اپنے بیٹے صاحب سے پوچھا ہے امی کہ وہ جائے گا ہمارے ساتھ۔"

"ہاں میں نے شہزاد سے کل پوچھ لیا تھا وہ آئے گا ہمارے ساتھ۔"

❀......❀......❀

چاندرات کو ہی میں نے آدھی سے زیادہ تیاری کرلی تھی پکوانوں کی شیر خرمہ رہ گیا تھا وہ تو ذرا سی دیر میں پک گیا۔ عید کی نماز پڑھ کر جب ناصر شہزاد اور دوسرے گھر والے آئے تو پھر سب نے ناشتہ کیا اور ناصر کے والد یعنی میرے تایا ابو نے کہا۔

"ناصر تم عدیلا اور بچوں کو جلدی سے امی سے ملوالاؤ پھر ہمارے گھر بھی مہمان آنا شروع ہوجائیں گے۔"

"جی ابو ہم جاتے ہیں۔"

"دادا جانی ہماری عیدی......" شہزاد اور کرن نے ایک ساتھ کہا۔

"ارے بچوں یہ لو......" اور دونوں بچے پانچ پانچ ہزار کے نوٹ لیے خوشی سے دادا جانی کے گلے سے لگ گئے۔ عظمت تایا نے ان کے ماتھے چوم لیے۔

"کرن بیٹا......"

"جی دادا جانی۔"

"مہندی نہیں لگائی اس دفعہ۔"

"نہیں دادو...... میرا پریکٹیکل ہے نہ پھر مہندی اچھی نہیں لگے گی۔"

"ہاں یہ بات تو درست ہے بیٹی...... اور میاں شہزاد تمہاری پڑھائی کیسی جارہی ہے؟"


ڈیسنٹ کشن اینڈ
بیڈ شیٹ ھاؤس
ہمارے یہاں بیڈ شیٹ، کشن کور اور پردوں
کی لامحدود ورائٹی دستیاب ہے
مناسب قیمت
کوالٹی کی گارنٹی
دیدہ زیب رنگوں کے امتزاج کے ساتھ
دکان نمبر 26-21 اقبال شاپنگ سینٹر
پاپوش نگر، ناظم آباد نمبر 5 کراچی

"جی وادو بہت اچھی۔"

"بس مجھے پڑھائی میں لاپروائی نہیں چاہیے۔"

"ان شاءاللہ سب اچھا ہوگا۔"

ذرا ہی دیر بعد میں ناصر اور بچوں کے ساتھ اپنے ماں بابا کے گھر تھی' سب سے عیدی ملی اور وہاں بھی کرن اور شہزاد کو ہم سمیت پانچ پانچ ہزار عیدی ملی تھی۔

"ارے تم لوگ تو صبح ہی صبح خاصے امیر ہوگئے۔ ماشاءاللہ۔"

"تم ٹھیک ہو عدیلا......؟" امی نے پوچھا۔

"جی امی۔"

"تم بتا رہی تھیں کہ حسن آرا ملی تھی۔"

"جی ملی تھی۔"

"کیسی ہے وہ؟"

"بس میں حیدری شاپنگ کرنے گئی تھی تو مل گئی تھی۔"

"شادی ہوئی اس کی؟"

"جی امی...... ہوگئی۔"

"اس کا شوہر تو بہت حسین' ہینڈسم ہوگا' وہ تھی ہی اتنی پیاری' ہر بہترین سے بہترین چیز پسند کرتی تھی' ہمیں تو اس پر رشک آتا تھا۔"

"ہاں امی سب ہی اسکول' کالج یونیورسٹی میں اس کے حسن کے پرستار تھے وہ اس زمانے میں خاصی امیر تھی۔ علی سردار انکل اپنی چھوٹی بہن کو بہت چاہتے تھے۔"

"ہاں یہ تو سچ ہے اور میں محسوس کرتی تھی کہ اس کی بھاوج کو یہ باتیں اچھی نہیں لگتی تھیں' حالانکہ وہ جب اپنے کپڑے بناتی تو بھاوج اور بچوں کے بھی بناتی تھی۔"

"بس امی وہ میری بہت پیاری دوست تھی اب بہت عرصہ بعد بچھڑ کر ملی ہے۔"

"عدی اب ہم نے کھا پی لیا چلیں۔"

"ہاں ناصر ہم چلتے ہیں۔"

"پرسوں ناصر بیٹا آنا دعوت ہے تم لوگوں کی۔"

"جی ضرور آئیں گے امی جان۔"

"نانی جان میرا امتحان ہے۔" کرن بولی۔

"تو گڑیا تم پڑھتی رہنا میں نے اوپر ایک کمرہ خالی کر دیا ہے تم بالکل ڈسٹرب نہیں ہوگی۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔"

ہم لوگ گھر واپس آ گئے۔ کرن تو آتے ہی اپنے کمرے میں گھس گئی۔

"مما میں پڑھنے جا رہی ہوں' پلیز مجھے ڈسٹرب نہ کیجیے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ نوکر دوپہر کا کھانا پکانے میں مصروف تھے انہیں گائیڈ کر کے میں اپنے کمرے میں آئی ناصر پہلے ہی لیٹ چکے تھے۔

"عدی تھک گئیں۔"

"ناصر کافی پئیں گے؟"

"ارے بابا نیکی اور پوچھ پوچھ۔" میں نے کال بیل بجا کر نوکر سے کہا کہ دو کپ کافی لا دے ہمارے کمرے میں اور میں لیٹ گئی۔

"ایک بات بولوں عدی۔"

"جی۔"

"میرے ایک دوست آرہے ہیں وہ چیئرمین ہیں ایک فرم میں۔"

"تو کیا ہوا؟"

"میری بات غور سے سنو ان کا ایک بیٹا ایئرفورس میں ہے' میں چاہتا ہوں کہ تم کرن کے لیے دیکھو۔"

"کیا......! کرن کے لیے؟" میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ہاں آخر آگے چل کر کرن کی شادی نہیں کرنی ہے کیا؟" میں ہڑبڑائی۔

"مگر ناصر ابھی میں کرن کو ڈسٹرب نہیں کرسکتی۔"

"بس مجھے ان کا بیٹا اچھا لگا' تو سوچا کچھ بات آگے بڑھے۔"

"ناصر میں جانتی ہوں کہ ہمیں کرن کی شادی کرنا ہے' آج انہیں عید ملنے آنے دیجیے پھر بعد میں آرام سے میں کرن سے بات کروں گی۔"

"میں نے امی اور بابا جانی سے بھی ذکر کیا ہے۔ وہ لوگ بھی چاہتے ہیں کہ ہم کرن کے لیے لڑکے دیکھنا شروع کر دیں۔" میں سوچ میں پڑ گئی۔

"تم پریشان کیوں ہو......؟" ناصر نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا۔

"ناصر وقت کیسی تیزی سے پر لگا کر اڑ جاتا ہے' کل ہماری شادی ہوئی ہم ماں باپ بنے اور اب ہماری بیٹی کی شادی ہوگی۔"

"یہ دستور بھی ہے اور زمانہ بھی' جیسے ہی پڑھائی ختم ہوگی ہم کرن کی شادی کردیں گے' ان شاءاللہ۔"

''ہاں مگر فی الوقت ناصر ابھی کچھ بہانہ کردیں گی میری گڑیا پریشان ہوجائے گی۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔'' رات ناصر کے دوست عماد رضی کا فون آ گیا۔

''ناصر ویری سوری آج ہم تمہارے گھر نہیں آ سکتے' دراصل میری بہن اچانک جرمنی سے آ گئیں' دوست پھر کسی دن۔''

''کوئی بات نہیں عماد ہم پھر کبھی مل بیٹھیں گے۔'' اور یہ خبر سن کر میں تو نہال ہوگئی۔

''ارے تمہاری تو دلی مراد پوری ہوگئی۔''

''ہاں ناصر میں بڑی ٹینشن میں تھی۔''

''ارے وہ حسن آرا کیسی ہے؟''

''معلوم نہیں اس نے فون کرنے کو منع کیا تھا' مجھے ای میل سے اور عید کارڈ میں نے اسے بھیج دیا تھا۔''

❋......❋......❋

عید کے تینوں دن ہماری بے حد مصروفیت تھی' ہمارے پورے گھر کی دعوت ماں بابا کے گھر تھی۔

''عدیلا بیٹی۔'' عظمت صاحب نے اسے مخاطب کیا۔

''جی ابو۔''

''بیٹی عید والے روز کرن کا کوئی رشتہ آنا تھا' کیا ہوا؟''

''دراصل وہ ناصر کے دوست عماد رضی صاحب کو آنا تھا' پر ان کے گھر جرمنی سے ان کی بہن آ گئیں اور وہ بعد میں آئیں گے۔''

''اچھا اچھا ٹھیک ہے' ابھی ہماری بچی کے امتحان بھی تو ہیں۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے۔ پھر ذرا ہی دیر بعد ہم دو گاڑیوں میں بھر کر ماں بابا کے گھر پہنچ گئے۔

''کیسے ہو احمر......؟'' عظمت نے چھوٹے بھائی سے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں بھائی صاحب...... عید مبارک۔''

''تمہیں بھی عید مبارک۔''

''کیا کھانا کھلا رہی ہو آج صدف؟''

''جی بھائی صاحب آپ کی پسند کا چائنیز پکایا ہے اور سیخ کباب' چپلی کباب' کڑاہی مرغی بھی ہیں۔'' میری امی نے جواب دیا۔

''ہماری بہو عدیلا تو بڑا اچھا کھانا پکاتی ہے' تمہاری بہو بیلا نے کیا پکایا ہے۔''

''تایا جانی میں نے بروسٹ پکایا ہے چکن کا۔'' بیلا بھابی بولیں۔

''ارے اتنا کھانا کھا کر پھر تو ہاضمے کی گولی کھانا پڑے گی۔''

''تایا ابو بہاری کباب بھی ہیں اور چکن کے ہیں' وائٹ میٹ ہے ریڈ میٹ نہیں۔''

''پھر بھی بیلا بیٹی یہ کھانا تو بہت زیادہ ہے۔''

''ہم نے پھوپو جانی کو بھی بلایا ہے۔''

''ارے عارفہ کو بھی بلایا ہے؟''

''جی ہاں۔''

کچھ دیر بعد ہماری عارفہ پھوپو آ گئیں وہ سب بھائیوں میں بڑی تھیں اور ان کی دو بیٹیاں شادی شدہ تھیں' وہ بھی ملک سے باہر' ساتھ پھوپا بھی تھے۔

''آپا آپ کیسی ہیں؟'' تایا ابو نے بہن کو گلے لگایا۔

''بس ٹھیک ہوں...... یہ موا جوڑوں کا درد بہت ہے۔ عظمت تم تو کبھی آتے نہیں میرے گھر' احمر تو کبھی آ بھی جاتا ہے۔''

''بس آپا جب آنے کا پروگرام بناتا ہوں تو آپ امریکہ گئی ہوتی ہیں کبھی کینیڈا میں ہوتی ہیں...... آپ کو شوق بھی بہت ہے وہاں جانے کا۔''

''ارے عظمت شادی تو دونوں بیٹیوں کی بہن کے لڑکوں سے کی تھی مگر ہوا یہ کہ ان کے رشتہ داروں نے کوئی دس سال پہلے اسپانسر کیا تھا' تو وہ نام آ گیا امیگریشن میں' بس جی وہ تو چل پڑے اب لگاتار تین سال رہیں گے تو ویزہ یا پاسپورٹ سب ملے گا یا پھر بارہ سو دن پورے کریں یا پھر ہر چھ ماہ بعد جائیں اس طرح سے تو سالوں لگ جاتے ہیں۔''

''ارے آپ کو تو آپا بڑی معلومات ہے۔ ویسے آپ کرتی کیا ہیں امریکہ اور کینیڈا میں؟''

''بس لڑکیوں کی چاہ لے جاتی ہے' بیٹی داماد صبح ہوتے ہی نکل جاتے ہیں اور میں اور عبید بس بیٹھے رہتے ہیں' دوسری بات یہ کہ آپ آیا بن جائیں نواسی نواسیوں کی اور کھانا پکانے والی ماسی۔''

''تو آپ وہاں کھانا بھی پکاتی ہیں' پھوپو جانی؟'' میں نے پوچھا۔

''ارے کیا کریں لڑکیاں فرمائش کرتی ہیں اماں یہ پکادو وہ پکادو' حلیم پھر نواسا نواسی کی فرمائشیں۔''

"پھر پھوپو جانی آپ پاکستان میں تو ملکہ بن کر راج کرتی ہیں' اپنے گھر پر کھانا پکانے' صفائی کرنے والی ماسی اور ڈرائیور وغیرہ۔"

"ارے عدیلا بیٹی وہ کہتے ہیں نہ دور کے ڈھول سہانے..... اب اگر وہاں نوکرانی ایک دن کے لیے آئے گی تو دو سوڈالر لے لے گی' کون دے گا' اس لیے سب کام خود کرنا ہوتا ہے ورنہ بھوکے بیٹھے رہو۔"

"کینیڈا میں تو سردی بہت ہوتی ہے۔"

"ہاں بیٹی وہاں میں کم رہتی ہوں اور سردیوں میں تو امریکہ بھی نہیں جاتی۔"

"پھوپو جانی' آپ تھکتی نہیں ہیں اتنے لمبے سفر کرتے ہوئے؟"

"ارے بارہ بارہ..... سولہ سولہ گھنٹے ہوا میں معلق رہتے ہیں' بس ہاتھوں میں تسبیح ہوتی ہے اور پرس میں پنج سورۂ دعائیں پڑھتے چلے جاتے ہیں۔"

"پر پھوپو اب تو بڑی آسانیاں ہیں' وائبر' آئی ایم او' وی چیٹ' اسکائپ سب ایسا لگتا ہے کہ ہم سامنے بیٹھ کر بات کررہے ہوں۔"

"ہاں یہ تو ہے بیٹی' مگر کیا کریں ممتا نہیں مانتی دیکھنے کو دل چاہتا ہے' مگر اب میری ہڈیوں میں درد رہنے لگا ہے' تھوڑا کم کردوں گی آنا جانا..... دوسرے اب بچیاں سال میں ایک دفعہ دو دفعہ میرے پاس آسکتی ہیں۔"

"ان کے پاسپورٹ بن گئے ہوں گے امریکن۔"

"ہاں ہمارے لیے بھی اپلائی کیا ہے مگر بیٹی میں وہاں جاکر مرنا نہیں چاہتی۔"

"آپا کیسی باتیں کررہی ہیں۔"

"بس عظمت اب بھاگا دوڑا نہیں جاتا۔" ہم لوگ تھوڑی دیر اور بیٹھے اور پھر عظمت ابو نے کہا۔

"یہ کرن کہاں ہے عدیلا؟"

"ابو وہ اس کا پریکٹیکل ہے نہ اوپر کمرے میں پڑھ رہی ہے۔"

"بلوا لو اسے ہم اب چلیں گے' میرے دوست کا فون آیا ہے وہ گھر آنے والے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ملازم بھیج دیا ہے ابو کرن آجائے گی۔" راستے میں عظمت ابو نے پوچھا۔

"عدیلا بیٹی وہ تمہاری ایک دوست تھی بچپن کی تمہاری شادی کے بعد سے وہ نظر نہیں آئی؟"

"بڑے دنوں بعد حیدری کے بازار میں ملاقات ہوئی تھی ابو وہ یہیں ناظم آباد میں رہتی ہے۔"

"بیٹا ایک آدھ دوست تو رہتی ہے جو بچپن سے لے کر جوانی اور جوانی سے لے کر بڑھاپے تک ساتھ دیتی ہیں۔ تم اسے گھر بلاؤ۔"

"جی ابو کرن کے امتحان ہوجائیں تو بلاؤں گی۔" ہم لوگ گھر آئے تو ذرا ہی دیر بعد ابو کے مہمان آگئے۔ ناصر تو ڈرائنگ روم میں چلے گئے اور میری ساس اسما عظمت بھی چلی گئیں' میں نے جلدی جلدی کک کے ساتھ مل کر ناشتے کا انتظام کیا اور پھر خود بھی فریش ہوکر مہمانوں کے پاس آبیٹھی۔

"عدیلا بیٹی تم کیسی ہو؟" مہمان خاتون نے پوچھا۔

"جی آنٹی میں ٹھیک ہوں۔"

"اسما لگتا نہیں ہے کہ تمہاری بہو دو جوان بچوں کی ماں ہے۔"

"ماشاء اللہ کہہ دو شیما..... ماشاء اللہ کہنے سے نظر نہیں لگتی ہے' میری بہو بہت پیاری ہے۔"

"آنٹی میں نے شادی کے بعد سے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔"

"ہاں بیٹی ہم پاکستان میں رہتے نہیں ہیں۔ جرمنی میں ہوتے ہیں' بچے چھوٹے تھے مصروفیات تھیں' اب بچے بڑے ہوئے تو پڑھ لکھ کر کاروبار سنبھالا' اب جاکر نکلیں گے..... تمہاری ساس میری اسکول کی دوست ہیں۔"

"اچھا لگا آپ نے امی سے دوستی یاد رکھی' اتنے سالوں بعد بھی نہیں بھولیں۔"

"جب اپنے وطن سے دور ہوتے ہیں تو یاد آتی ہے' مگر انسان کی مجبوریاں سانس نہیں لینے دیتی ہیں۔"

❁......❁......❁

"عدیلا بیٹی...... یہ لوگ کھانا کھا کر جائیں گے۔" ابو نے صدا لگائی۔

"جی ابو کھانا تو ماشاء اللہ تیار ہے۔"

"میرا دوست مجھ سے سالوں بعد ملنے آیا ہے جرمنی سے یہ کھانا کھائے بغیر نہیں جاسکتا۔"

"آپ جرمنی جاتے ہیں ابو۔"

"ہاں میں کئی دفعہ گیا ہوں اور یہ مجھے اپنے گھر ٹھہراتا ہے۔ کبھی ہوٹل میں نہیں رہنے دیا۔"

"عظمت کمال کرتے ہو تم ہوٹل میں کیسے رہ سکتے ہو میرے ہوتے ہوئے۔"

"تمہاری محبت ہے نجم۔" اور تب مجھے انکل کا نام معلوم ہوا۔ میں نے جلدی جلدی کھانے کا انتظام کیا اور ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگوا دیا۔

"انکل آنٹی آیئے کھانا کھائیں۔" وہ لوگ جب کھانا کھانے آئے تو نجم انکل بولے۔

"تم نے تو بیٹی بڑا اہتمام کر ڈالا۔"

"بس انکل عید پر تو اہتمام ہوتا ہی ہے۔"

"ہاں میں تو سالوں بعد اپنے ملک میں عید منانے آیا ہوں۔"

"بس یار انجوائے کرو نجم دراصل مسئلہ یہ ہے کہ ماشاءاللہ بچوں کو پالتے ہوئے ہمارا وقت کب ہاتھ سے پھسل جاتا ہے معلوم ہی نہیں ہوتا۔"

"عظمت تم ٹھیک کہتے ہو وقت کب پھسل جاتا ہے معلوم ہی نہیں ہوتا...... اب ہم بوڑھے ہوگئے ہیں۔"

"چلو یار اب کھانا کھاتے ہیں باقی باتیں بعد میں کریں گے۔" کھانے سے سب لوگ فارغ ہوئے تو میں خاصی تھک چکی تھی...... اپنے کمرے میں آ گئی۔ ذرا ہی دیر میں ناصر بھی آ گئے۔

"تم خاصی تھکی تھکی لگ رہی ہو عدی۔"

"ہاں ناصر تین چار روز ہو گئے ویسے بھی عید پر ماشاءاللہ بہت کام ہوتا ہے۔"

"سنو عدیلا...... نجم انکل ہمیں جرمنی بلا رہے ہیں۔"

"ناصر بالکل چلیں گے مگر میں بچوں کے بغیر کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"کرن اور شہزاد کے امتحان ہو جائیں گے تو چلیں گے ان شاءاللہ۔"

"ہاں ان شاءاللہ۔" ناصر اپنا لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گئے۔

"اس قدر ای میل آئے ہیں لوگوں کو عید میں بھی چین نہیں۔"

"آدھے سے زیادہ تو عید مبارک کے ہوں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو...... میرے دوستوں کے کارڈ ہیں اور کچھ بزنس سے متعلق ہیں۔"

"کل ان شاءاللہ میں بھی اپنے ای میل دیکھوں گی ناصر میں سو رہی ہوں پلیز آپ تھوڑی دیر بعد لائٹ آف کر دیجیے گا۔" نہ جانے ناصر کب سوئے میں تو سو گئی اور دوسری صبح میں خاصی فریش ہو گئی تھی۔

❁......❁......❁

ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے سوچا ای میل چیک کروں...... اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی ایک ماہ کے اندر حسن آرا کے دس ای میل تھے۔ میں پریشان ہو گئی۔ میں نے ایک ماہ پہلے کی ای میل کھولی۔

"عدی تم کیسی ہو؟ تم سے مل کر بے حد خوشی ہوئی تھی۔ بس شاید وہ میری اور تمہاری پہلی اور آخری ملاقات تھی جاننا نہیں چاہو گی؟ جب تم سے جدا ہوئی تھی اور تمہاری شادی ہو گئی تھی میں تنہا ہو گئی تھی۔ جن دنوں میں ایم اے کے بعد پی ایچ ڈی کرنا چاہتی تھی تو اچانک علی سردار بھائی کا انتقال ہو گیا اور امی کے انتقال کے بعد میں پھر سے گھر میں اکیلی ہو گئی۔ جو زندگی سیڑھی کی طرح اوپر جا رہی تھی...... وہ آخری پائیدان پر پہنچ کر رک گئی۔"

دوسری ای میل......

"عدی جب آخری سیڑھی کے پائیدان پر پہنچ کر پیچھے دیکھا تو وہاں سیڑھی نہ تھی...... وہ سیڑھی اور میں دونوں ہی پھسل کر نیچے جا گرے تھے...... میرے خواب چکنا چور ہو چکے تھے...... مجھ سے میرا کمرہ بھی چھین لیا گیا اور مجھے تیسری منزل پر بنے اسٹور میں جگہ دے دی گئی...... جہاں فالتو کباڑ پڑا تھا جس میں لیٹ بیٹھ کر میں پڑھ بھی نہ سکتی تھی۔ لیٹنے کے لیے ایک نواڑ کی جھلنگی چارپائی تھی۔" میں اس سے زیادہ آگے پڑھ نہ سکی...... وہ میری پیاری دوست وہ حسن کی پرستش کرنے والی حسن آرا سردار کس تکلیف سے گزر رہی تھی میری آنکھوں میں آنسو آ گئے حسن میری دوست تم نے مجھ سے ملنا کیوں چھوڑ دیا تھا میں آپ ہی آپ بڑبڑائی...... اور اپنے آنسو پونچھ لیے۔

❁......❁......❁

تیسری ای میل......

"جانتی ہو عدی تمہاری حسن پرست دوست حسن سے کتنا دور جا چکی تھی...... زندگی سے حسن اور رعنائی ختم ہو گئی تھی...... میری ساری تنخواہ بھابی جان چھین لیتی تھیں میرے پاس پانچ

چھ سو روپے چھوڑتی تھیں، اس میں میں نے اپنا کھانا پکانا ہوتا تھا، میری بہنیں بھی میرا ساتھ نہیں دے رہی تھیں، انہیں یہ حسد اور جلن ہمیشہ رہی کہ علی سردار بھائی حسن آرا سردار کو کیوں چاہتے ہیں۔ میں نے کبھی سوچا نہ تھا کہ بھائی جان یوں بیٹھے بٹھائے چلے جائیں گے، اس روز ان کی لڑائی نہ جانے کس بات پر ہوئی تھی، بڑا بھتیجا عبدالرزاق کچھ میرا نام لے کر لڑ رہا تھا، سمجھ میں آیا کہ اپنی بہن حسن آرا کو دینے کے لیے بہت پیسے ہیں، اور ہم مانگیں تو پیسے نہیں، میں نے پندرہ لاکھ کرولا گاڑی خریدنے کے لیے مانگے تھے تو آپ نے منع کردیا، بہن اگر مانگتی تو وہ پری زاد ہے اسے آپ فوراً دے دیتے۔ اور بھائی کی دھیمی سی آواز آئی، ”میں اسے چھوٹی بہن اور بیٹی کی طرح چاہتا ہوں، تمہارے دادا بھی اسے سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے چاہتے تھے۔“ اور پھر اسی رات علی بھائی کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ مالک حقیقی سے جا ملے۔

❁......❁......❁

چوتھی ای میل......

”عدی اس کوڑے اور کباڑ خانے میں رہنے کی وجہ سے مجھے آکسیجن کی کمی ہوگئی، مجھے الرجی ہوگئی......کھانا پینا ٹھیک نہ ملنے کے باعث میں خاصی بیمار ہوگئی۔ میں اکیلی ہی ٹیسٹ کروانے ہسپتال گئی تو معلوم ہوا کہ مجھے یرقان ہے یہ سن کر میں نے ہسپتال میں ہی رہنے کا فیصلہ کیا...... مجھے خطرناک پیلیا کے ساتھ ساتھ گردوں میں بھی تکلیف تھی۔ میرے سیدھے گردے میں اسٹون تھا جو آپریشن سے بھی نکالنا مشکل تھا......

وہ مجھے شدت کا درد دے رہا تھا، گھر والوں کو فون کرکے بتادیا تھا کہ میں داخل ہوں ہسپتال میں مگر شاید کسی کو پروا بھی نہیں تھی۔

❁......❁......❁

پانچواں ای میل......

”نرس میرے ڈرپ لگا کر گئی تھی، اس نے میل نرس کو ہینڈ اوور دیا تھا، میں خاموش لیٹی تھی کہ کسی نے کہا۔ ارے میڈم آپ کی ڈرپ تو لیک کررہی ہے شاید ہاتھ ہل گیا ہے۔ واقعی میرا ہاتھ ڈرپ لیک کرنے کی وجہ سے سوج گیا تھا۔ ’میں کینولا دوسرے ہاتھ میں لگا دیتا ہوں۔‘ اور اس نے میرے دوسرے ہاتھ میں ڈرپ لگادی۔ مجھے گھر سے کوئی ملنے نہیں آیا، وہ میل نرس فالتو وقت میں میرے پاس آتا، ’میڈم میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے کوئی وزیٹرز نہیں آتے، کوئی نہیں ہے میرا، تنہا ہوں میں۔“ میرے آنسو بہہ نکلے۔

”دیکھیے آپ کو پازیٹو ہیپاٹائٹس بی ہوا ہے، مگر اس کے ویکسین دستیاب ہیں آپ ان شاءاللہ ٹھیک ہوجائیں گی۔

”جینے کی چاہ بھی نہیں۔“

میرا جواب سن کر وہ چلا گیا......اور تب میں نے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا فیصلہ کیا کہ میں شادی کرلوں اور گھر والوں سے سارے ناطے رشتے توڑلوں۔ بھائی جان کی موت سے پہلے کا بینک بیلنس میرے پاس تھا اور بھیا نے سب کو یہ بتایا تھا کہ حسن مجھے اپنی پوری تنخواہ دیتی ہے، میں اس کی کوئی فرمائش کیسے رد کرسکتا ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ بھائی کی موت کے بعد وہ لوگ میری ساری تنخواہ چھین لیتے تھے۔

❁......❁......❁

حسن آرا سردار کی ای میل پڑھ کر میرا سر چکرانے لگا، یہ کیسی بے بسی تھی، کاش مجھے معلوم ہوتا تو میں ملتی جاکر، میں نے لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کردیا، ہمت ہی نہ تھی کچھ آگے پڑھتی...... مجھے معلوم ہی نہ ہوا ناصر کب کمرے میں آئے، کپڑے چینج کیے اور لیٹ گئے۔

”بند کردیا لیپ ٹاپ۔“

”ارے آپ کب آئے ناصر؟“

”بس جب تم کسی ای میل کو پڑھنے میں مصروف تھیں۔“

”وہ حسن آرا نے مجھے گاہے بگاہے دس ای میل کی ہیں، بس ابھی پانچ ہی پڑھی ہیں۔“

”کیا لکھا ہے وہ کیسی ہے؟“

”ٹھیک ہوگی، ابھی تو شروع کی ہے پڑھنی، سب بتاؤں گی مگر بعد میں۔“

”اچھا ذرا چائے پلواؤ......بے حد کام تھا آج۔“ میں نے انٹرکام پر کک سے چائے کا کہا۔

❁......❁......❁

چائے سے فارغ ہوکر میں نے شہزاد کو بلایا۔

”جی امی۔“

”کیسی پڑھائی چل رہی ہے؟“

”اچھی......“

”یہ تو عدی رزلٹ بتائے گا کہ صاحب زادے پڑھ رہے تھے یا موبائل پر گیم کھیل رہے تھے۔“

”وہ تو امی نے پہلے ہی چھین لیا تھا ابو۔“

"یہ تم نے سب سے اچھا کام کیا عدیلا...... ویسے تم مجھ سے زیادہ سخت ماں ہو۔"

"ہونا پڑتا ہے ناصر...... نہ باپ کچھ کہے نہ ماں تو بچے من مانی کریں گے' اس کا موبائل میں نے ابو کو دے دیا ہے۔"

"مگر یہ ہے کہ جب امتحان ختم ہوں تو اسے دے دینا۔"

"دے دوں گی' میں نے کیا کرنا ہے اس کے موبائل کا۔"

شہزاد چلا گیا تو ناصر بولے۔

"تم خاصی سخت ماں ہو بھئی میرے بس کی بات نہیں ہے بچوں کو کچھ کہنے کی۔"

"ناصر اب ہمارا دور نہیں ہے' پہلے ٹی وی وغیرہ تھے اور اب تو موبائل' آئی پیڈ اور پتا نہیں کیا کیا موجود ہیں۔ کہاں تک بچوں کو روکیں۔"

"یہ کہو کہ بچے سن لیتے ہیں...... اگر نہ سنیں تو کیا کریں گے۔"

"میرے دوست رازی کا بیٹا ایک نہیں سنتا...... امتحان میں بھی کوئی خاص نمبر نہیں لاتا' اپنے گھر کے ماحول پر ڈیپنڈ کرتا ہے جوائنٹ فیملی سسٹم کا تاثر بنتا ہے اور بچوں کو دادا' دادی' نانا' نانی اور بڑوں کے ساتھ رہن سہن کا طریقہ آتا ہے' بڑوں سے بات چیت کیسے کرتے ہیں' یہ سب تعلیم گھر سے اور ماں کی گود سے ملتی ہے۔"

"تم تو جانتی ہو آج کل کی ماؤں کو۔"

"ہاں ناصر میں جانتی ہوں آج کل کی مائیں اتنی مصروف ہوتی ہیں کہ بچوں کی باتیں سننے کا بھی وقت نہیں ہوتا۔"

"اچھا چھوڑو آج رات کھانے میں کیا پکوایا ہے؟"

"امی ابو کا دل کڑھی کھانے کو چاہ رہا تھا وہ ہی پکائی ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کیا ہے؟"

"چاول ہوتے ہیں ہمیشہ' کڑھی کے ساتھ۔"

"اب تم جانتی ہو میں کڑھی کم کھاتا ہوں۔"

"ہاں جانتی ہوں' جبھی تو آپ کے لیے چکن نہاری پکوائی ہے۔"

"ویری گڈ...... ذرا تندوری نان منگوا دینا۔"

"ہاں میں نے ہرا مصالحہ بھی کٹوا دیا ہے' امی ابو نے تو صاف منع کردیا ہے کہ وہ کڑھی کے علاوہ کچھ نہیں کھائیں گے۔"

"اور بچے......؟"

"وہ بھی نہاری شوق سے کھاتے ہیں۔" سب کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں لیٹ گئی اور سوچنے لگی...... یہ ہمارے زمانے اور اقدار کہاں چلے گئے' میڈیا دیکھ لو تو دوبارہ دیکھنے کو دل نہ چاہے۔

اسے یاد آیا وہ پڑوس میں گئی تھی اپنی ساس کے ساتھ' وہ لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے کہ ان پڑوسی خاتون کی اور پوتے پوتیاں آ گئیں۔

"تم لوگ شاپنگ کر آئیں۔"

"یس گرینڈ ماں کرلی شاپنگ......" اور میں حیران تھی کہ بہو نے سلام کیا مگر پوتے پوتیوں نے نہیں' تینوں بچے وہاں سے چلے گئے' ان کی بہو بولی۔

"میں بھی چلوں گی اماں جی خاصی تھک گئی ہوں۔"

"ارے تھوڑی دیر بیٹھتیں۔"

"نہیں یہ آپ کے ملنے والے ہیں' آپ باتیں کریں میرے پاس وقت نہیں ہے۔" اور وہ چلی گئیں۔ میں اور امی بھی گھر آنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بس اب ہم بھی چلیں گے آپ سے ملنے آئے تھے۔"

"آجایا کرو کبھی کبھی۔"

"جی بہن' اب آپ آیئے گا ہمارے گھر' ویسے بھی اب ہم یہاں سے جارہے ہیں۔"

"کہاں......"

"ڈیفنس فیز ۸ میں ہمارے بیٹے نے بنگلہ بنایا ہے۔" میں نے دیکھا کہ وہ کچھ بجھ سی گئیں اور امی نے گھر آ کر کہا۔

"کس قدر عجیب بہو ہے نہ بڑوں کا لحاظ نہ عزت نہ ملنے جلنے کا طریقہ اور ان کے پوتے پوتیاں بھی کتنے بدتمیز ہیں نہ سلام نہ دعا۔"

"یہ اپنے گھر کی تربیت کی بات ہوتی ہے امی۔" پھر میں خاموش ہوگئی۔

❁......❁......❁

آج میں فارغ تھی امی ابو نے کہہ دیا تھا کہ رات ڈھیر سا کھانا بچ گیا ہے' کچھ نہ پکوانا' کڑھی میں بڑی برکت ہوتی ہے ہمیشہ زیادہ بن جاتی ہے اور کیونکہ کبھی کبھار بنتی ہے تو زیادہ کھانے میں مزہ دیتی ہے۔ میں نے سوچا آج پھر اپنا لیپ ٹاپ کھولوں اور حسن آرا کے بقایا ای میل پڑھوں اور میں نے ایسا ہی کیا...... اس کی چھٹی ای میل کھولی۔

"جانتی ہو عدی میں نے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا فیصلہ

کیا...... میں نے شادی کا فیصلہ کرلیا...... اب نا میں حسین رہی تھی اور نہ ہی حسن پرست...... میں نے اپنی لمبے وحسین بال بھی کٹوا دیئے تھے...... جن سے مجھے عشق تھا‘ میں نے عرصہ دراز سے نئے کپڑے بنانا چھوڑ دیئے تھے‘ میرے سارے اچھے اچھے کپڑے چھین لیے گئے تھے‘ تم ٹھیک کہتی تھیں کہ میں اس وقت شادی کرلیتی جب یونیورسٹی کے لڑکے میرے پیچھے بھاگتے تھے اور میں جو حسن پرست تھی انہیں توجہ نہ دیتی تھی‘ میں نے یہ کبھی نہ سوچا کہ کبھی میں اکیلی رہ جاؤں گی...... وہ دور بھی ختم ہوگیا اور عمر بڑھتی گئی‘ میرا سب کچھ چھین گیا...... وہ طمطراق وہ شوخی سب ختم ہوگئی‘ میرے لیے کوئی رشتہ نہ تھا۔“

❀......❀......❀

میں ای میل پڑھ کر سوچ اور افسوس میں ڈوب گئی‘ میرے ماں باپ کا فیصلہ کتنا اچھا تھا وقت پر شادی کرنے کا...... اور میرے سمجھانے کے باوجود حسن آرا مانتی نہیں تھی میں نے ساتواں ای میل کھولی۔

”شام میں اس وارڈ بوائے کی یا میل نرس کی ڈیوٹی ہوتی تھی‘ وہ اپنے کام سے فارغ ہوکر میرے پاس بات کرنے آجاتا اور اسی روز میں نے ٹھان لی کہ میں اسے پروپوز کروں گی......“

رات دس بجے میں نے اس سے کہا۔

”ضیا مجھ سے شادی کروگے۔“ وہ شخص ہڑبڑا گیا۔

”میڈم کیا کہہ رہی ہیں آپ......“

”تم شادی شدہ تو نہیں۔“

”نہیں ابھی میری عمر صرف اٹھائیس سال ہے‘ کچھ کمالوں تو شادی کروں...... میرے ماں باپ خاصے غریب ہیں۔“

”تم یہ سب مت سوچو میرے پاس بہت پیسہ ہے‘ صرف وجہ یہ ہے کہ میں اب دنیا میں تنہا ہوں۔“

”میڈم میں آپ سے عمر میں بہت چھوٹا ہوں۔“

”ہاں یہ تو ہے مگر میں تمہیں اس بات کی اجازت دیتی ہوں کہ اگر میں مر جاؤں تو تم ضرور دوسری شادی کرلینا۔“

”میڈم مجھے گاؤں جا کر اپنے گھر والوں سے بات کرنا ہوگی...... وہاں اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔“

”تو جاؤ کل صبح ہی چلے جاؤ۔“

اور ضیا چلا گیا...... اور اسی رات میں نے خواب میں علی بھائی اور اماں کو دیکھا...... وہ بالکل خاموش سفید کپڑوں میں ملبوس کھڑے تھے اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے‘ شاید روحیں بھی تڑپ جاتی ہیں‘ جب کسی کو وہ دنیا میں زیادہ چاہتے ہیں اور وہ اس حال پر پہنچے۔“

❀......❀......❀

اور پھر ضیا واپس بھی آگیا‘ میری طبیعت ٹھیک ہوتے ہی میں نے کرایہ کا مکان لے لیا...... پر میں اس میں شفٹ نہیں ہوئی...... میری ایک ٹیچر دوست نے میرا ساتھ دیا اور اس کے ماں باپ نے اپنے گھر سے ضیا کے ساتھ نکاح پڑھوایا اور مجھے اپنی بیٹی کی طرح رخصت بھی کیا...... اور تب میں ضیا کے ساتھ اپنے کرائے کے گھر گلشن آگئی...... میرا سامان بھائی کے گھر تھا‘ وہ لینے پہنچی۔

”کیوں آئی ہو یہاں......“ بھابی گرجیں۔

”کہاں جاتی...... یہ میرے شوہر ہیں ضیا شادی کرلی ہے میں نے اپنا صندوق اور کپڑے لینے آئی ہوں۔“

”تم اندر نہیں آسکتیں...... کس لفنگے سے شادی کرلی۔“

”بالکل اندر آسکتی ہوں اور زبان سنبھال کر بات کریں یہ میرا شوہر ہے‘ اگر ایک لفظ بھی مزید کہا تو پولیس کمپلین کروں گی کہ آپ نے میرے شوہر کو مارا پیٹا ہے۔“ وہ ڈر گئیں اور راستہ دے دیا۔

میں اوپر اس اسٹور میں گئی جو میرا کمرہ تھا اپنے کاغذات اور کپڑے سمیٹ کر نیچے آگئی۔

”بھابی جان میں اب آپ کے در پر کبھی واپس نہیں آؤں گی...... مگر ہر چیز کا بدلہ اللہ تعالیٰ لیتا ہے‘ میرا بھائی چلا گیا تو اب آپ لوگوں سے کیا واسطہ......“ وہ خاموش کھڑی تکتی رہیں اور میں باہر کھڑی ٹیکسی میں ضیا کے ساتھ بیٹھ کر گھر آگئی...... ضیا حیران تھے‘ کہنے لگے حسن آرا تم ان لوگوں سے کبھی نہ ملنا۔

اور پھر میں نے بھائی کی دی ہوئی زمین بیچ کر یہ مکان لے لیا جس میں تم آئی تھیں۔“

اتنی بڑی ای میل پڑھ کر سر چکرا گیا تھا‘ میں نے لیپ ٹاپ بند کردیا اور سوچا چائے پیئوں‘ ممی ابو سے بات کروں تاکہ فریش ہوسکوں۔

❀......❀......❀

آٹھواں ای میل......

”عدی عمروں کے فرق کی وجہ سے اولاد نہ ہوئی‘ ایک دفعہ ایک ڈاکٹر دوست نے بچہ گود دلانا چاہا مگر ضیا نے سختی سے منع کردیا...... انہوں نے میری نوکری بھی چھڑوا دی اور مجھے کسی

سے بھی ملنے جلنے کو منع کر دیا...... مجھے نہیں پتا کہ ضیا نے ایسا کیوں کیا؟ اس سے شادی کر کے میں خوش نہ رہ سکی...... تم نے دیکھا اس کی شکل تو قابل قبول بھی نہیں اور میں جس اذیت سے بچ کر آئی تھی وہ اذیت یہاں پر بھی تھی...... بس تم صرف میری ہو کسی کے بارے میں سوچنا بھی نہیں...... بس صرف مجھے دیکھتی رہو کبھی کبھی مجھے پیار ہی پیار میں سگریٹ سے داغ دیتا اور میں جب تکلیف سے روتی تو ہنستا' بیٹھے بیٹھے چیختا ہے خوامخواہ چلاتا ہے شاید وہ نفسیاتی مریض ہے' تم کو میں اس روز لے آئی تھی تو بعد میں اس نے مجھے مارا۔"

"اوہ مائی گاڈ' حسن آرا' سردار...... حسن کی پرستش کرنے والی کس عذاب میں گرفتار ہوگئی ہے......" میں نے گھبرا کر پھر لیپ ٹاپ بند کر دیا اور تب ہی ناصر آگئے۔

"خیریت تو ہے بڑی پریشان لگ رہی ہو۔"

"ہاں ناصر آج میں نے حسن آرا کے جمع شدہ ای میل پڑھیں آٹھ ای میل پڑھی اور سر چکرا گیا۔"

"ایسا کیا تھا ان میں۔"

"اتنی لمبی لمبی ای میل تھیں' حسن کی زندگی کی کہانی...... درد ناک' دل خراب ہوگیا...... آپ کو رات میں بتاؤں گی ابھی دو ای میل باقی ہیں پڑھنے کے لیے۔"

❁......❁......❁

ناصر کو میں نے حقیقت سے آگاہ کیا تو وہ بھی پریشان ہوگئے۔

"چلو عدی چھوڑو' یہ اس کا پرسنل میٹر ہے۔"

"ناصر وہ میری بڑی اچھی بچپن کی دوست ہے اور مجھے دکھ ہے۔"

"اچھا بتاؤ کرن کے پریکٹیکل کیسے ہوئے...... شہزاد کا امتحان کیسا رہا؟"

"دونوں بچوں کے اچھے امتحان ہوئے ہیں اور شہزاد کے امتحان تو ختم ہوگئے ہیں' کرن کا آخری پریکٹیکل ہے۔"

بچوں کے امتحانات ختم ہوگئے تو مجھے ذرا چین آیا' کرن ناصر سے بولی۔

"ابو کہیں گھمانے لے چلیں۔"

"کہاں چلو گی بیٹا...... کتنے دن کی چھٹی ہے۔"

"بس ابو بیس دن کی چھٹی ہے۔"

"اور شہزاد تمہاری؟"

"ابو میری تو ڈیڑھ دو ماہ کی چھٹی ہے۔"

"سنیے ناصر کیوں نہ ہم عمرہ کرنے چلیں۔"

"یہ بہت اچھا آئیڈیا ہے' میں اپنے امتحانوں کے لیے دعا بھی کر لوں گی اور ماشاء اللہ زیارتیں اور عبادت بھی ہو جائے گی۔"

"پھر ایسا ہے کرن بیٹی کہ ہم پہلے ایک ہفتہ دبئی چلتے ہیں اور پھر ان شاء اللہ عمرہ کر کے گھر آجائیں گے۔"

"ویری گڈ ابو بہت مزہ آئے گا۔"

"تم کہاں جا رہی ہو عدی۔"

"ناصر ہم اتنے بڑے پروگرام بنا رہے ہیں امی ابو سے پوچھنے جا رہی ہوں......" میں نے جواب دیا اور ذرا ہی دیر بعد میں امی ابو کے کمرے میں تھی۔

"بیٹی مصروف تھیں......" ابو نے پوچھا۔

"جی ابو مصروف تھی اب کرن اور شہزاد فارغ ہیں تو ناصر کے پیچھے پڑے ہیں کہ گھومنے چلیں۔"

"تم اجازت لینے آئی ہو؟"

"نہیں میں یہ پوچھنے آئی ہوں کہ ہم ایک ہفتہ دبئی اور پھر دس روزہ عمرہ کا پیکج لے رہے ہیں' آپ بھی چلیں ہمارے ساتھ...... مزہ آئے گا۔" اور ابھی میں بات کر ہی رہی تھی کہ کرن اور شہزاد آدھمکے۔

"دادو دادی چلیں ہمارے ساتھ۔" شہزاد تو لاڈ سے دادا سے لپٹ گیا۔

"میرے تو جوڑوں میں بہت درد ہے' کیسے عمرہ کر پاؤں گی۔"

"ارے دادی یہ ماشاء اللہ ہٹا کٹا نوجوان پوتا کس لیے ہے میں آپ کی ویل چیئر چلاؤں گا۔"

"اسماء بیگم چلتے ہیں۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔"

"ویری گڈ دادو اب تو بڑا مزہ آئے گا ماشاء اللہ۔" شہزاد اور کرن ایک ساتھ بولے۔

"بھئی ایسا ہے کہ ناصر کو میرے پاس بھیجو' پاسپورٹ وغیرہ لے لے اور پھر ہم سب چلیں گے۔"

❁......❁......❁

"ابو ویزہ وغیرہ کی پروسیسنگ میں دس دن لگ جائیں گے......" ناصر نے جواب دیا۔

"پھر ایسا کرو کہ تین روز دبئی رہ کر بچوں کو گھما دینا...... پھر ان شاءاللہ عمرہ پر چلیں گے۔" کرن نے بتایا تھا کہ اس کا رزلٹ آنے کے بعد ہی کلاسیں شروع ہوں گی...... ناصر نے ذرا بھی دیر نہیں کی اور ہمارے پاسپورٹ چلے گئے...... ابو نے کہا تھا ناصر سے کہ سب کا کرایہ وہی دیں گے...... ناصر نے بہت منع کیا مگر وہ نہیں مانے' میرا اکلوتا ماشاءاللہ پہلی دفعہ جا رہا ہے ضرور دوں گا' پھر ناصر نے انہیں کہا ٹھیک ہے عمرہ پیکج آپ دیں اور آپ سب کے دبئی کا خرچہ میں دوں گا۔"

"چلو ٹھیک ہے بیٹا۔"

❁......❁......❁

عمرہ کی پروسیسنگ کے لیے ہمارے پاسپورٹ ویزہ لگنے چلے گئے...... میں نے اپنی امی ابو کے کپڑے وغیرہ سوٹ کیس میں رکھے...... کرن نے اپنا ایک چھوٹا سا بیگ سیٹ کیا اور شہزاد کا بھی اسی نے سیٹ کیا...... میں نے بازار سے جا کر اپنے امی اور کرن کے لیے برقعے خریدے پھر میں فارغ تھی اور تب میں نے سوچا کہ کچھ حسن آرا کے بارے میں مزید پڑھوں۔

❁......❁......❁

میں نے لیپ ٹاپ کھولا...... اور میں حسن آرا کی ای میل کھولی۔

نواں ای میل......

"عدی تمہارا عید کارڈ ملا ڈاک سے خوشی ہوئی اور اس بات کا دکھ ہوا کہ میں سوائے ای میل پروش کرنے کے کچھ نہیں کر سکتی اور کچھ نہیں بھیج سکتی۔ میں نے عید کارڈ دیکھا...... رونا آیا...... آج میں تمہیں ایک بات بڑی اہم بتانا چاہتی ہوں' جو تمہارا جاننا بے حد ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جس روز تم میرے گھر آئی تھیں اس دن ضیا نے مجھے مارا پیٹا تھا اور پھر اس نے میرے سر کی بیک سائڈ پر بیلن دے مارا' میں روٹی پکا رہی تھی' کچن میں اور سر پہ چوٹ لگتے ہی مجھے تھوڑی دیر کے لیے نظر آنا بند ہو گیا' میں وہیں کچن میں گر گئی اور ضیا گھبرا گیا شاید ڈر کے مارے کسی ڈاکٹر کو نہیں لایا بس خود مجھے ڈرپ وغیرہ لگا دی اور ذرا دیر بعد میں ٹھیک ہو گئی...... مگر شاید چوٹ کی وجہ سے میرے سر میں خون جم گیا تھا' بظاہر میں ٹھیک تھی مگر میرے سر میں درد رہنے لگا' ابھی کچھ دن کے بعد ٹیسٹ کرایا تو مجھے ٹیومر نکلا وہ بھی یوٹرس میں جو بہت خطرناک ہے...... مجھے بیٹھے بیٹھے بے ہوشی کے دورے پڑنے لگے...... ڈاکٹر کہہ رہے ہیں آپریشن ہوگا...... اب سوچ رہی ہوں ضیا راضی ہو تو کروالوں' مگر زندہ رہنے کو دل نہیں چاہتا...... کس کے لیے جیوں' میری زندگی میں بھائی کے جانے کے بعد کچھ نہ رہا...... بے تکی شادی کرنی پڑی' ایک شکی آدمی کے ساتھ جو میرے حسن پر اس حد تک فریفتہ ہے کہ کسی سے ملنے نہیں دیتا...... مجھے اذیت دے کر وہ خوش ہوتا ہے اور میرے رونے سے مطمئن...... اب سر میں درد ہو رہا ہے' ہسپتال جاؤں گی' دیکھو آپریشن کراتی ہوں یا نہیں...... ایم آر آئی' سی ٹی اسکین اور بائیوپسی بھی ہوئی اور اس میں مجھے یوٹرس کا Adenocarcinoma آیا ہے' آپریشن ڈر کے مارے نہیں کروا رہی کہیں آپریشن ٹیبل پر ہی نہ مر جاؤں' ویسے بھی اس فضول بے مصرف زندگی کا کیا کرنا' اختتام ہو جائے تو اچھا ہوگا۔"

❁......❁......❁

اور میری آنکھوں سے بے دریغ آنسو بہہ نکلے...... میری بچپن کی اتنی پیاری دوست کس دوراہے پر آ گئی تھی' میں شاید روتے ہوئے سو گئی' ناصر کب آئے معلوم نہیں...... انہوں نے کندھا ہلا کر جگایا۔

"عدی تم روتے ہوئے سو گئیں تمہارا تکیہ آنسوؤں سے تر ہے۔"

"ارے ناصر آپ آ گئے......" میں ہڑبڑا کر اٹھی۔ "میری عصر کی نماز نکل گئی۔" میں بڑبڑائی۔

"ہاں اب تو مغرب ہو رہی ہے' خیر تو ہے تم اتنا کیوں روئیں' گھر میں لڑائی تو نہیں ہوئی۔"

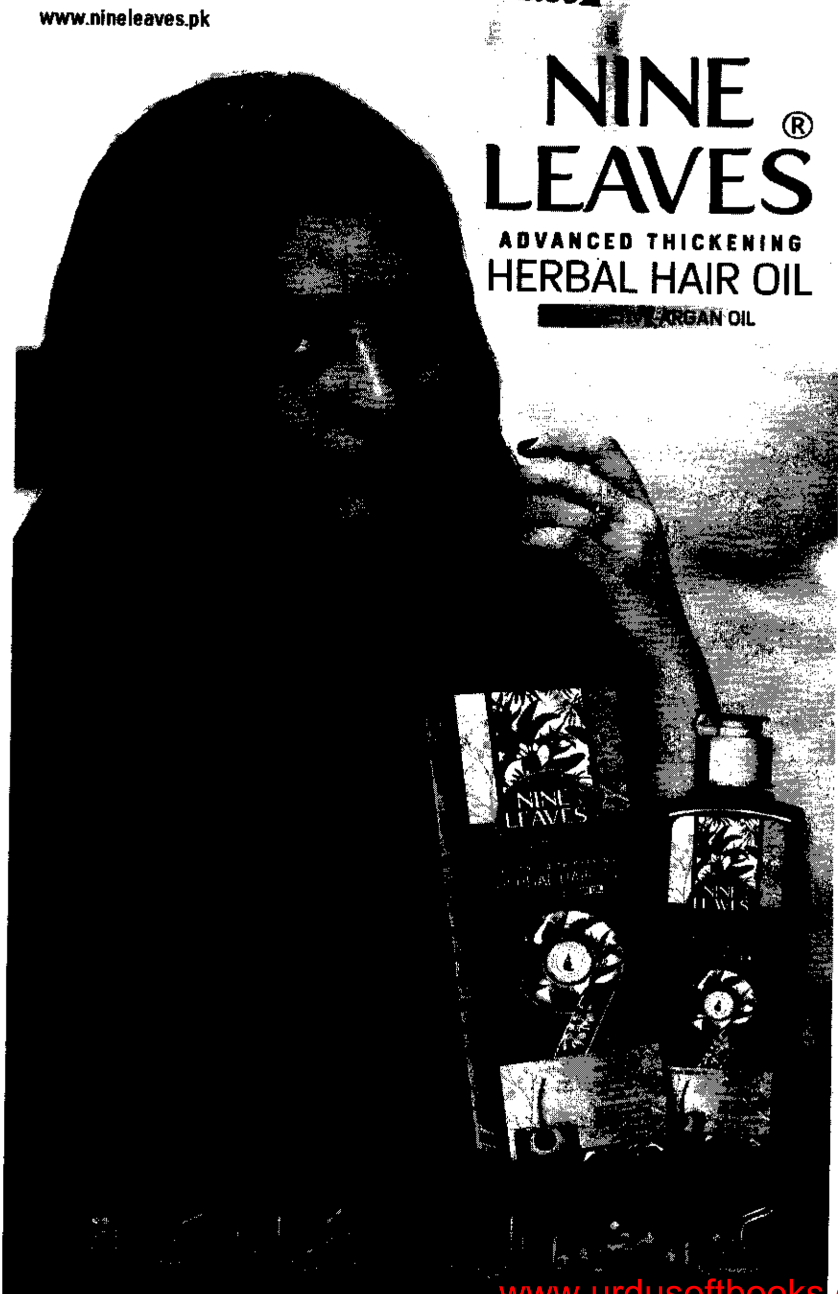
"ناصر وہ تو کبھی نہیں ہوتی' بس دوپہر کھانے کے بعد حسن آرا کی ای میل پڑھی دل دکھا...... میری پیاری دوست موت کی دلہیز پر کھڑی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"اسے Uterine carcinoma ہو گیا ہے۔ وہ اتنی قابل' اتنی پیاری بہن سی دوست مجبور اور بے بس ایک نفسیاتی بندے سے بھول سے شادی کر بیٹھی اور شادی کے بعد وہ زیادہ اذیت میں ہے' وہ مر جائے گی ناصر' وہ مر جائے گی۔" میں سسک پڑی اور تب ناصر نے مجھے سینے سے لگا لیا۔

"دیکھو تم رو نہیں کیا ہم حسن آرا کی مدد کر سکتے ہیں۔"

"اس نے کبھی مدد نہیں مانگی۔"


www.nineleaves.pk
NINE LEAVES ®
ADVANCED THICKENING
HERBAL HAIR OIL
[redacted] ARGAN OIL
NINE LEAVES
NINE LEAVES

"اچھا اس ای میل کے بعد اس کی کوئی اور ای میل آئی؟"
"ہاں دسواں ای میل اس نے دو روز پہلے کی ہے میں نے پڑھی نہیں۔"
"اچھا تم چاہو تو میں کھول دوں تمہارے لیے۔"
"نہیں ابھی نہیں' ناصر اگر کوئی بری خبر ہوئی تو؟"
"اچھا ہم نماز پڑھ کے چائے پیتے ہیں۔"
ناصر سوچ میں ڈوبے تھے یہ ماڈرن دور ہے کیا ایک عورت اتنی بے بس ہو سکتی ہے' کیا وہ ایسے سسک کر مر سکتی ہے؟ وہ سوچوں میں ڈوب گئے۔ ہم دونوں نے ساتھ چائے پی اور پھر ہم خاموشی سے لیٹ گئے...... ناصر بولے۔
"عدیلا تمہارے پاس حسن آرا کی ساری ای میل ہیں۔"
"جی ہیں۔"
"تم ان سب کو یو ایس بی پر کاپی کرلو اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ انسانی ہمدردی کے تحت ان کی مدد کرنا ہے' وومن رائٹس میں میرا دوست ریاض ایک فیملی وکیل ہے' میں بابا سے بھی بات کرتا ہوں تم دسواں ای میل فوراً کھولو۔"

❁......❁......❁

دسواں ای میل......
"عدی میں نے تجھ سے کبھی کچھ نہیں مانگا مگر آج تجھے مدد کے لیے بلا رہی ہوں' یہ نفسیاتی بندہ مجھے مار مار کے آپریشن سے پہلے ہی مار ڈالے گا اور میرے مکان کے کاغذات میرے لاکر میں ہیں...... وہ میں اس ظالم آدمی کو نہیں دے سکتی...... خدارا مجھے بچالو...... جواب مت دینا بس مدد کرو...... میرا پورا جسم زخموں سے چور چور ہے' تم پولیس لے کر آؤ' اس آدمی نے مجھے رسیوں سے باندھا ہے' ہیلپ می عدی...... پلیز۔" اور میں چیخ پڑی...... مجھ سے غلطی ہوگئی۔
"بس اور نہیں...... ناصر یہ دو روز پہلے کی ای میل ہے' ہمیں جلدی کچھ کرنا ہوگا...... اس نے حسن آرا کو کرسی سے باندھا ہوا ہے...... مارا پیٹا ہے وہ مجھ سے مدد مانگ رہی ہے۔"
"تم پریشان نہ ہو میں بابا سے بات کرتا ہوں' ہم آج ہی ان کے گھر پر ریڈ کراتے ہیں۔ تم نے ای میل کی کاپی نکال لی۔"
"ہاں ناصر...... یہ ساری ای میل ہیں۔"
"دیکھو ہم پولیس ان کے گھر نہیں لے کر جائیں گے صرف وہ ہماری حفاظت کے لیے فاصلے پر رہیں گے' گھر کے اندر تو تم جاؤ گی...... کیونکہ تم عورت ہو اور معاملہ نازک ہے۔"

❁......❁......❁

ناصر نے اپنے بابا کو سارے ای میلز دکھائے تو انہوں نے کہا...... عدیلا بالکل دیر نہ کرو' آج رات ہی جاؤ' میں آئی جی سے بات کرتا ہوں' وہ اس علاقے کے ڈی ایس پی کو کہہ دیں گے' وہ دور کھڑے رہیں گے' اصل میں اپنی دوست کو عدیلا نے بچانا ہے۔"
میرا دل خوف سے کانپ رہا تھا...... میری دوست مجھے زندہ مل جائے...... دل میں کسک سی اٹھی' کاش میں حسن آرا سردار کے لیے کچھ کر سکوں اور اس وقت رات کے ڈھائی بج رہے تھے' بابا نے پولیس موبائل کا انتظام کردیا تھا...... ناصر میرے ساتھ گئے...... مجھے حسن آرا کا گھر معلوم تھا' ہم سیدھے وہاں گئے۔
"تمہیں ڈر تو نہیں لگ رہا؟"
"نہیں مجھے اپنی دوست کی جان بچانی ہے' میں بالکل نہیں ڈروں گی۔" میں نے ڈور بیل بجائی' ایک ڈور بیل پر دروازہ نہیں کھلا...... دوسری دفعہ میں نے خاصی زور سے بجائی' تو اچانک ضیا نے دروازہ کھولا۔
"آپ......! اس وقت یہاں؟"
"ہاں یہیں شادی میں آئی تھی سوچا حسن آرا سے مل لوں...... وہ کہاں ہے؟"
"یہ کوئی وقت ہے کسی کے گھر آنے کا؟"
"میں آپ سے پوچھ رہی ہوں حسن آرا کہاں ہے' مجھے اس سے ملنا ہے۔"
"وہ سو رہی ہیں۔"
"مجھے پھر بھی ملنا ہے اسے کہیے عدیلا آئی ہے۔"
"میں نے کہا نہ وہ سو رہی ہے۔"
"اس کا بیڈ روم کہاں ہے؟"
"آپ ایسے بیڈ روم میں کیسے جا سکتی ہیں رات تین بجے......"
"کیوں' آپ نے کہیں میری دوست کو باندھ کر تو نہیں رکھا۔"
مجھے معلوم تھا اس کا بیڈ روم کونے میں تھا...... میں وہاں گھس گئی...... یہ بات غیر اخلاقی تھی مگر یہ میری دوست کی زندگی کا سوال تھا...... وہاں کمرے میں' میں نے دیکھا کہ ایک کرسی پر میری دوست بندھی تھی' کرسی کے ہتھے سے دونوں ہاتھ

بندھے تھے اور پیر بھی رسی سے بندھے تھے میں چیخ پڑی۔

"ضیا یہ کیا ہے؟"

"جی وہ یہ پاگل ہیں بہکی بہکی باتیں کرتی ہیں..... شور شرابا کرتی ہیں تو میں نے انہیں باندھ دیا۔" اور اس کے بعد میرا ایک زوردار طمانچہ ضیا کے گال پر پڑا۔

"اور بدتمیز، پاگل وہ نہیں تم ہو، تمہیں پاگل خانے میں ہونا چاہیے..... میں انتظام کرکے آئی ہوں۔" ضیا کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا، میں نے جلدی سے حسن آرا سردار کی رسیاں کھولیں...... وہ مجھ سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

"عدی مجھے بچالو...... یہ آدمی مجھے مار ڈالے گا....." ضیا نے آگے بڑھ کر حسن آرا کو نقصان پہنچانا چاہا اور میں نے ضیا کو دھکا دیا..... وہ دور جا گرا..... اور میں نے ناصر کو ٹیلی فون کردیا۔

"حسن آرا تم اپنے گھر کی چابیاں لو اور میرے ساتھ نیچے چلو۔" وہ میرے ساتھ فوراً گھر سے باہر آ گئی۔

"ناصر آپ پولیس کو اوپر بھیجیں خود نہ جائیں اور ضیا کو گرفتار کروادیں۔"

"ناصر بھائی میں اس آدمی کی خلاف کوئی ایف آئی آر نہیں کٹوانا چاہتی اسے مینٹل ہسپتال داخل کرائیں۔"

"حسن آرا بہن پولیس والے وردی میں نہیں ہیں سادے کپڑوں میں ہیں...... یہ کارروائی ہوجائے تو پھر پاگل خانے والوں سے بات ہوجائے گی۔"

"ٹھیک ہے..... وہ آدمی نیچے آجائے تو میں اوپر جاکر اپنا سامان جمع کروں۔"

ذرا ہی دیر بعد سادے کپڑوں میں ملبوس دو آدمی ضیا کو پکڑ کر لے آئے ضیا کے چہرے سے وحشت ٹپک رہی تھی اور وہ خوفناک نظروں سے حسن آرا سردار کو دیکھ رہا تھا۔ پولیس موبائل میں بٹھا کر اس آدمی کو لے گئی۔

"عدی میں اپنے چند ضروری کاغذات اور کپڑے ایک ہینڈ کیری میں لے لوں۔"

"ہاں چلو بالکل لے لو..... میں تمہیں یہاں بالکل نہیں رہنے دوں گی..... تمہاری کنڈیشن ٹھیک نہیں ہے۔" اتنے شوروغل کی وجہ سے کرائے دار بھی اٹھ گئے اور باہر آ گئے۔ مجھے دیکھ کر بولے۔

"اچھا ہوا آپ آ گئیں..... دیکھیے انہوں نے حسن آرا کا حال کیا کردیا..... ہم سے بھی بات نہیں کرنے دیتے" کرایہ بھی نہیں دینے دیتے کبھی ہم جاتے اور کبھی وہ ضیا صاحب دروازہ کھٹکھٹا کر مانگ لیتے تھے..... آپ کون ہیں۔"

"جی میں ان کی بچپن کی دوست ہوں...... یہ مجھے ای میل کرتی تھیں مگر مدد انہوں نے اب مانگی..... آنے کو بھی منع کرتی تھیں۔"

"ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ شخص اتنا ظالم ہے کہ انہیں رسیوں سے باندھے گا۔" ذرا ہی دیر میں حسن آرا اپنا سامان لے آئی۔

"عدی یہ میرا چھوٹا سا ہینڈ کیری ہے۔"

"میں ڈرائیور سے کہتی ہوں وہ اٹھالے گا۔"

"تم گھر ٹھیک سے بند کرو..... اور چابیاں پرس میں ڈالو۔"

"ہاں یہ ہیں چابیاں۔"

❁......❁......❁

نیچے آ کر اس نے کرائے داروں سے کہا کہ مجھے یہ مکان فروخت کرنا ہے آپ لوگ پلیز اپنا بندوبست کرلیں۔ مجھے اپنے علاج کے لیے پیسے چاہئیں۔ اس لیے بیچنا پڑ رہا ہے۔"

"آپ کا مکان بہت خوب صورت ہے، جو قیمت باہر لگے گی اتنے میں ہم لے لیں گے۔"

"دیکھیے میں بروکرز کو بھیجوں گی آپ، گھر انہیں دکھا دیجیے گا۔" حسن آرا کی سانس پھول رہی تھی۔

"حسن اب چلیں تم بہت تھک گئی ہو۔"

"ہاں عدی..... ہم چلتے ہیں۔"

❁......❁......❁

ہم حسن آرا سردار کو لے کر گھر آ گئے..... وہ میری ساس کے گلے لگ کر بہت روئی۔

"بیٹی تم نے اپنا یہ کیا حال کرلیا...... پہلے مدد کیوں نہیں مانگی۔"

"بس خالہ جان ضیا کے لیے سوچتی رہی کہ وہ ٹھیک ہوجائیں گے مگر وہ دماغی طور پر مفلوج تھے جتنی زیادہ مجھے تکلیف دیتے اور میں روتی وہ اتنے خوش ہوتے۔"

"اللہ کا شکر ہے کہ تمہاری جان بچی۔" عظمت بابا نے پوچھا۔

"تم کیا چاہتی ہو.....؟"

"جی بس اسے مینٹل ہاسپٹل میں داخل کیا جائے تاکہ اس کا علاج ہو۔"

www.urdusoftbooks.com

"کوئی سزا نہیں دو گی اسے؟"

"میں اس کی زندگی سے نکل جاؤں گی‘ یہی اس کی سزا ہوگی...... پاگل کے ساتھ زندگی نہیں گزاری جاسکتی۔ مجھے کورٹ سے خلع مل جائے گی۔"

"مگر بیٹی پہلے تم اپنا علاج کراؤ۔"

"جی انکل...... ٹیومر ہے آرام سے آپریشن کراؤں گی ذرا مکان فروخت ہوجائے۔"

"ٹھیک ہے بیٹی اب تم آرام کرو...... تمہارے لیے گیسٹ روم تیار کردیا ہے۔" پھر بابا مجھ سے مخاطب ہوکر بولے۔ "حسن آرا کو اس کے کمرے میں لے جاؤ۔"

"ہاں حسن تم چلو خاصی تھکی ہوئی لگ رہی ہو۔" میں نے نوکر سے اس کی ہینڈ کیری لانے کو کہا اور پھر گیسٹ روم میں لے گئی۔

❁......❁......❁

"حسن تم شاور لے کر فریش ہوجاؤ میں تمہارے کپڑے نکالتی ہوں۔" میں نے اس کے کپڑے نکالے اور وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ میں جلدی سے اپنے کمرے میں آ گئی۔ ناصر لیٹے ہوئے تھے۔

"ناصر آپ کا بہت شکریہ آپ نے حسن کی جان بچائی۔"

"یہ ایک اخلاقی فرض بھی تھا عدی‘ وہ میری بہن کی طرح ہے...... وہ کیا کررہی ہے؟"

"شاور لے رہی ہے...... پورے جسم پر نیل پڑے ہیں اور رسیوں کے نشان بھی ہیں ہاتھ پیروں پر۔"

"تم عدی آج اپنی دوست کے پاس سو جاؤ...... ہم لوگ رات بھر جاگے ہیں...... کل اتوار ہے‘ ذرا دیر تک ریسٹ کروں گا...... بس فجر کی نماز پڑھ کر میں سو جاؤں گا۔"

"تھینک یو ناصر‘ بس اذان ہونے والی ہے۔ میں دیکھوں حسن آرا نہالی ہوگی...... میں بھی وضو کرکے جاتی ہوں اس کے پاس۔"

❁......❁......❁

میں نے وضو کیا اور اپنے کمرے میں فجر کی نماز پڑھ کر گیسٹ روم کی طرف آ گئی۔ حسن آرا بیڈ پر بیٹھی تھی...... اس کے بال کمر تک لٹک رہے تھے۔

"حسن تم اب فریش لگ رہی ہو۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور وہ رونے لگی۔

"عدی تم نے میری جان بچائی۔"

"تم نے مدد پہلے کیوں نہیں مانگی...... میں تمہاری سارے ای میل پڑھتی تھیں‘ مگر جواب دینے سے قاصر تھی۔"

"ہاں میں چھپ کر کرتی تھی...... جب وہ سو جاتا تھا‘ اسے نیٹ چلانا نہیں آتا تھا...... مگر اب جیسے ہی مجھے ٹیومر ہوا وہ ایک دم خونخوار سا ہوگیا...... وہ نہیں چاہتا تھا کہ میں آپریشن پر پیسے لگاؤں‘ اس کی ضد تھی کہ مکان اس کے نام کردوں...... کیونکہ میں مرنے والی ہوں۔"

"اللہ نہ کرے حسن آرا...... ناصر نے ایک منٹ کی دیر نہیں لگائی اور بابا جان نے بھی ہماری مدد کی۔"

"میں فجر کی نماز پڑھنا چاہتی ہوں...... قبلہ بتادو۔" وہ نماز پڑھنے لگی اور میں وہیں بیڈ پر لیٹ گئی۔ وہ نماز سے فارغ ہوئی تو آ کر لیٹ گئی۔

"عدی میں ٹھیک ہوجاؤں گی؟"

"ہاں کیوں نہیں...... جلدی سے آپریشن کرواتے ہیں۔"

"میں چیک اپ کرانے جاؤں گی...... بہت دن سے نہیں گئی...... ذرا اپنے کام کرلوں‘ زندگی موت کا معلوم نہیں۔"

"تم ٹھیک ہوجاؤ گی حسن آرا۔"

"عدی میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میرے ساتھ ایسا کچھ ہوگا...... بچپن سے لے کر جوانی تک کی شاہانہ زندگی کے بعد میں کہاں آ کر گری...... سب میری غلطی تھی۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ ایسے کہ میں نے اپنی شیخی اور حسن پرستی میں کبھی کسی کو کچھ نہیں سمجھا...... بھیا کے پیار محبت اور پڑھائی کے جنون نے غرور سے کبھی سر اٹھانے نہیں دیا۔ میں اپنی طرف ہر بڑھنے والے ہاتھ کو جھٹکتی رہی اور عمر بڑھتی رہی...... تم نے بھی مجھے کتنا سمجھایا تھا کہ شادی کرلوں مگر میں نہ مانی۔"

"ہاں...... اگر تم اس وقت کرلیتی تو آج تم میری طرح بڑے بڑے بچوں کی ماں ہوتیں۔"

"عدی کبھی سوچا نہ تھا کہ میں یوں بھیا کو کھودوں گی۔ اور یوں میری طرف سے سب آنکھیں پھیر لیں گے...... بس حالات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ایک ضیا جیسے دماغی مرض کا شکار آدمی سے شادی کرلی...... جو بچپن ہی سے پاگل تھا۔"

"تمہیں پتہ نہیں چلا۔"

"شادی کے بعد معلوم ہوا...... یہ دورے اسے رات کو پڑتے تھے......اور میں بے حد اذیت سے گزری ہوں۔"

"چلو اب چھوڑو۔"

❁......❁......❁

بابا نے کہہ دیا تھا کہ حسن آرا سردار کہیں نہیں جائے گی ضیا کو مینٹل ہسپتال میں داخل کردیا گیا اور حسن آرا نے اپنا مکان بیچ دیا......زمینیں بھی تھیں وہ بھی بیچ دیں......یوں اس کے پاس ڈھائی تین کروڑ روپے ہوگئے۔ بابا نے حسن آرا سے کہا۔

"حسن آرا بیٹی ہم لوگ ڈیفنس شفٹ ہورہے ہیں تم کہو تو اپنے گھر کے نزدیک دو کمروں کا فلیٹ خرید لو کرایہ آئے گا۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں انکل مگر زندگی اور موت کا بھروسہ نہیں......علاج کے لیے پیسے بچانا ہیں اور اب مکان کا کیا کروں گی......کس کے لیے......بس کرائے پر رہ لوں گی پیسے اسلامی بینک میں ڈال دوں گی۔"

"یہ بھی درست ہے بیٹی دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ تم نے اپنے آپریشن کی تاریخ لے لی۔"

"جی دس دن کے بعد کی تاریخ ملی ہے۔"

"بیٹی تمہیں کوئی ٹینشن تو نہیں......" ماں نے پوچھا۔

"ماں آپ جیسے پیارے ہمدرد ہوں تو ٹینشن دور بھاگتی ہے اور میری عدی پیاری سی دوست اور ناصر بھائی جیسا بھائی دکھ چھو کر نکل جاتے ہیں۔"

❁......❁......❁

ہم لوگ ڈیفنس فیز 8 میں شفٹ ہوچکے تھے۔ ہمارا دو منزلہ ایک ہزار گز پر بنگلہ تھا۔ نیچے کے ایک چھوٹے کمرے کو ہم نے حسن آرا سردار کے لیے مخصوص کردیا تھا۔ میرا اور ناصر کا ماسٹر بیڈ روم بھی نیچے ہی تھا اور ماں بابا کا بھی نیچے تھا...... بچے اوپر چلے گئے تھے۔ گھر کی تبدیلی میں حسن آرا نے میری بہت مدد کی سامان کی سیٹنگ میں بھی مدد کی۔ میں اس کے ساتھ اس کے کمرے کی سیٹنگ کررہی تھی وہ بولی۔

"عدی تم میرے ساتھ ہسپتال چلو گی۔"

"یہ کیسی بات کی تم نے کیوں نہیں چلوں گی......چلوں گی بھی اور رہوں گی بھی......جبھی تو جلدی جلدی سیٹنگ کررہی ہوں......کام ختم ہوجائے تو اچھا ہے......ایک ڈیڑھ ہفتہ ہسپتال میں لگ جائے گا۔"

"میں بچ تو جاؤں گی......" وہ رو پڑی۔

"ارے حسن آرا تم ٹھیک ہوجاؤ گی......شکر ہے مرض جلدی معلوم ہوگیا......تم اپنی ول پاور قائم رکھو اداس نہ ہو سب ٹھیک ہوگا ان شاء اللہ۔"

"میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔"

"کیا......؟"

"یہی کہ میں پورا یوٹرس نکلوا دوں گی۔"

"یعنی Radical Hysterectohy۔"

"ہاں اب کیا کرنا ہے کینسر تو رجعت (پھر سے حملہ آور ہونا ہے) ہوتا ہے۔"

"تم ایسا کیوں سوچتی ہو۔"

"اب نہ شادی کرنا ہے اور نہ بچے ہونا ہیں یہی ٹھیک ہے۔"

"مگر ٹیومر نکالا بھی جاسکتا ہے۔"

"عدی مجھے دوسرے اسٹیج کا کینسر ہے میری بیماری میری ریڈیو تھراپی اور کیمو تھراپی دونوں ہوں گی تاکہ اس کا میتھصاس نہ ہو معلوم نہیں میں یہ سب کیسے برداشت کر پاؤں گی یا نہیں۔"

"اللہ مالک ہے تم ٹھیک ہوجاؤ گی۔"

"اللہ تعالیٰ اتنی زندگی دے کہ کچھ نیک کام کرسکوں۔"

"تم تو نیک ہو۔"

"ہاں مگر اپنے کیے سے شرمندہ ہوں لاکھوں روپوں کی مالک ہونے کے باوجود میں حج اور عمرہ کی سعادت نہیں حاصل کرسکی۔"

"تم ضیا کے ساتھ جاسکتی تھیں۔"

"وہ تیار ہی نہیں ہوتا تھا اسے تو پورا قرآن پاک بھی پڑھنا نہیں آتا تھا۔"

"ہاں محرم کا چکر ہوتا ہے......تم محرم کے بغیر کیسے جاسکتی ہو۔"

"اب تو بیماری ایسی ہوگئی ہے کہ شاید میں چند سال کی مہمان ہوں۔"

"ایسی باتیں کیوں کرتی ہو۔"

"میں نے نیٹ پر پڑھا ہے......یہ بیماری رجعت کرتی ہے۔"

"حسن تمہارا کوئی بھتیجا بھانجا بھی تم سے بات نہیں کرتا۔"

"ہاں ایک بھانجا ہے بڑی بہن کا بیٹا وہ برابر فون کرتا ہے مگر وہ میرے گھر نہیں آسکتا......بس فون پر بات کرتی ہوں۔"

اسے میرے حالات بھی نہیں معلوم۔"

"تم ان شاء اللہ ٹھیک ہوجاؤ تو اسے گھر بلانا اور بات کرنا.....عمرہ کے لیے وہ محرم ہوسکتا ہے۔"

"عدی اگر زندہ بچ گئی تو ایسا ہی کروں گی ان شاء اللہ۔"

"ان شاء اللہ حسن آرا تم ٹھیک ہوجاؤ گی۔" میں نے کہا۔

❁......❁......❁

وہ ایک پڑھی لکھی خاتون تھی.....جیسا اس نے کہا تھا اس کا آپریشن ویسے ہی ہوا.....پوری یوٹرس نکالنا پڑا۔

میں آپریشن کے دن اس کے ساتھ تھی۔ وہ آپریشن کے بعد آئی سی یو میں شفٹ کردی گئی۔ اسے شوگر بھی تھی اور ڈاکٹروں کو معلوم نہیں تھا کہ اس کا زخم بھرنے میں کتنا وقت لگے گا.....اسے آرام کا انجکشن لگا تھا اور وہ غنودگی میں تھی۔ میں جلدی سے گھر آئی اور کرن کو ڈرائیور کے ساتھ ہسپتال بھیج دیا۔

"امی آپ آرام کرلیں' خالہ جانی کے ساتھ رات بھی شاید رہنا پڑے گا۔"

"ہاں میں ذرا ریسٹ کرلوں.....کل شام سے ہسپتال میں تھی تھک گئی ہوں۔"

❁......❁......❁

"امی جان خالہ جانی کو ہوش آیا تو وہ آپ کو پوچھ رہی تھیں۔"

"وہ ٹھیک تو ہے.....درد وغیرہ تو نہیں۔"

"خالہ جانی بہت بہادر ہیں.....مجھے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئیں.....ان کی ریکوری اچھی ہے شوگر بھی کنٹرول ہے.....آج انہیں پرائیویٹ روم میں شفٹ کردیا جائے گا۔" کرن نے تفصیل بتائی اور میں پرسکون ہوگئی۔

خانساماں نے میرا رات تک کا کھانا باندھ دیا تھا۔ ٹفن باکس ڈرائیور نے گاڑی میں رکھا اور میں ہسپتال پہنچ گئی۔ حسن آرا کو میرے سامنے آئی سی یو سے شفٹ کیا گیا۔ ڈاکٹر بولے۔

"بس ان شاء اللہ اگلے پانچ دنوں میں ان کی چھٹی ہوجائے گی۔ پیتھالوجی رپورٹ آنے کے بعد آگے علاج کا تعین ہوگا۔"

"جی بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب۔" ڈاکٹر چلے گئے اور حسن آرا مجھے دیکھ کر خوش ہوئی۔

"تم کیسی ہو عدی؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں.....تم اچھی ہوناں؟"

"ہاں میری اتنی پیاری بھانجی میرے ساتھ تھی تو میں ٹھیک کیسے نہ ہوتی۔"

"بھئی کرن نے میڈیکل لی ہے ڈاکٹر بن جائے گی ان شاء اللہ۔"

"ہاں ڈاکٹر بن جائے تو وقت پہ شادی کردینا۔"

"بس حسن یہی ارادہ ہے.....رشتہ تو آرہے ہیں ماشاء اللہ سے۔"

"میری مثال تمہارے سامنے ہے' کاش بھائی جان مجھے اتنا لاڈ پیار نہ دیتے.....اور میں جوانی میں اتنی خودسر نہ ہوتی۔"

"چلو چھوڑو حسن گیا وقت نہیں آتا.....وقت ایک ایسی ریت ہے جو ہاتھ سے ایک دفعہ پھسل جائے تو واپس نہیں آتی۔"

"مگر میرے پاس عدی وقت بہت کم ہے.....اور مجھے بہت کچھ کرنا ہے.....وہ خواہشات پوری کرنا ہیں جو پوری نہ کرسکی۔"

"اچھا اب تم آرام کرو.....زیادہ بات نہیں' گھر چلو گی تو پلان کریں گے.....اب سوجاؤ۔"

وہ میرے سمجھانے سے خاموش ہوگئی۔ میں نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور پھر اس کے لمبے بالوں کو سلجھانے لگی۔ اس کے بہتے آنسو میں نے ٹشو سے پونچھے.....اور میرے بال سہلانے کی وجہ سے وہ سوگئی۔

❁......❁......❁

ایک ہفتہ بعد اس کی چھٹی ہوگئی' وہ ہسپتال سے گھر آگئی۔ اس کا زخم مندمل ہورہا تھا.....ڈاکٹر نے اسے ایک ماہ بعد بلایا تھا اور تب اس کی کیموتھراپی کا فیصلہ ہونا تھا اور اس ایک ماہ کے بیچ اس نے خاصے فیصلے کیے۔

"عدی میں عمرہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"حسن تمہارا ایک بھانجا ہے جو تمہیں اکثر فون کرتا ہے۔"

"ہاں جاوید۔"

"اسے فون کرکے بلاؤ اور محرم بنا کر لے جاؤ اس کا کرایا بھی دے دینا۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو....." اس نے فون کرکے جاوید کو بلایا میں نے اس سے بات کی۔

"جاوید بیٹا تم ایک بڑا کام کرکے ثواب کما سکتے ہو۔"

"جی آنٹی میں سمجھا نہیں۔"

"بیٹا تمہاری حسن آرا خالہ تمہارا پورا خرچ دیں گی تم ان کے محرم بن کر انہیں عمرہ کروا لاؤ۔"

"خالہ جانی عمرے پر جانا چاہتی ہیں ان شاء اللہ میں یہ سعادت ضرور حاصل کروں گا۔"

"تمہارا بے حد شکریہ بیٹے...... تمہاری خالہ کو وہیل چیئر پر طواف اور سعی کرانا ہوگی۔"

"جی میں خالہ جانی کو بہت اچھی طرح عمرہ کراؤں گا۔"

"بیٹا دراصل ایک ڈیڑھ ماہ بعد حسن کی تھراپی شروع ہوگی' پھر وہ نہیں جاسکے گی۔"

"میں سمجھتا ہوں آنٹی یہ نیکی میں ضرور کماؤں گا۔"

"تمہارا پاسپورٹ تو بنا ہوا ہے؟"

"جی دو سال تک ویلڈ ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے تم پاسپورٹ شناختی کارڈ وغیرہ کی کاپی جلد از جلد لے آؤ...... کل میں اپنے ٹریولنگ ایجنٹ کو بلا لیتی ہوں۔"

❁......❁......❁

جاوید چلا گیا اور میں نے یہ خوشی کی خبر حسن آرا کو سنائی۔

"تم عمرے پر جارہی ہو ان شاء اللہ جاوید مان گیا ہے۔"

"سچ......!" فرط جذبات سے اس کے آنسو نکل گئے۔

"اب ان شاء اللہ کل ایجنٹ کو بلا کر کام شروع کروا دیں گے۔"

"جاوید کل آئے گا؟"

"ہاں وہ اپنا پاسپورٹ لے کر آئے گا۔"

"بس عدی تم نے میری دلی خواہش پوری کردی۔ اب میں موت کی دھانے پر کھڑی اپنے گناہوں کی معافی مانگنا چاہتی ہوں۔" وہ رو پڑی۔

"اچھا اب رونا بند کرو...... نیک کام کے لیے جارہی ہو خوشی خوشی جانا۔"

"اگر جاوید بیٹا بھی ساتھ نہ دیتا تو میں تو جا ہی نہیں سکتی تھی۔"

"بس اللہ تعالیٰ نے اگر کچھ تم سے لے لیا تو جاوید کی صورت میں ایک اچھا بچہ بھی دے دیا۔"

"ہاں میں نے بچپن میں اسے بے حد پیار دیا تھا' پالا تھا شاید وہی محبت ہے' وہ کسی کو نہیں بتاتا جب مجھے ملنے آتا ہے۔"

"ورنہ وہ اس کا تم سے ملنا بند کردیں گے۔"

"ہاں ہم واٹس ایپ پر بھی مختلف نام سے بات کرتے ہیں' ایمو پر بھی ایسا ہی ہے۔"

"بڑے عجیب ہیں تمہارے خاندان والے۔"

"ہاں شاید میں ہی بری تھی' شاید میں لوگوں کی چالاکیاں اور اپنے خلاف پھیلی نفرت کو سمجھ نہ سکی۔"

"ہاں تم سیدھی اور بھولی تھیں' بھائی جان کی محبت نے کسی اور طرف دیکھنے ہی نہ دیا۔"

"ہاں میں اپنے خلاف ہونے والی بغاوت کو محسوس نہیں کرسکی۔"

"تمہیں اپنے آنکھ' ناک' کان سب کھلے رکھنا چاہیے تھے اور کسی کی بات مان لینا چاہیے تھی۔"

"تم سچ کہتی ہو آنکھ' ناک' کان کھلے رکھتی تو بھائی جان کی زندگی میں شادی کرکے گھر بسا لیا ہوتا...... مگر موت...... موت کسی کا انتظار نہیں کرتی...... وہ آئی اور بھائی جان کو لے گئی۔"

"گزری باتیں یاد کرکے کچھ حاصل نہیں حسن...... تم حوصلہ اور ہمت رکھو اللہ رب العزت تمہارے ساتھ ہے۔"

"میں عمرہ کر تو پاؤں گی......"

"ہاں کیوں نہیں فزیو تھراپی سے پہلے کرلوگی۔"

❁......❁......❁

دس دن کے اندر اندر ٹریولنگ ایجنٹ نے بارہ روزہ پیکج کا انتظام کروا دیا...... وہیل چیئر ہم نے اسے یہیں سے خریدی تھی' جاوید نے حامی بھری تھی کہ وہ چلا لے گا...... دراصل مدینہ شریف میں وہ اپنی چالیس نمازیں پوری کرنا چاہتی تھی' اور یوں وہ جاوید کے ساتھ سعودی ایئر لائن سے عمرہ کے لیے روانہ ہوگئی۔

❁......❁......❁

"ناصر وہ ٹھیک سے عمرہ کر تو پائے گی ناں؟"

"ہاں ابھی آپریشن کے بعد تو حسن آرا' بہن کی طبیعت بہتر ہے' اب تم پریشان مت ہو۔ اسکائپ پر اس سے بات کرلینا۔"

"ہاں وہ عمرہ کی سعادت حاصل کرکے ان شاء اللہ مجھے فون ضرور کرے گی۔" میں نے ناصر کو زیادہ ڈسٹرب کرنا ضروری نہیں سمجھا' اور لائٹ بند کردی۔ چار دن کے بعد جاوید کا فون آیا۔

"آنٹی خالہ جانی سے بات کریں۔"

"عدی کیسی ہو تم......؟"

"تم کیسی ہو...... ماشاءاللہ بہت نورانی چہرہ ہورہا ہے۔"

"جاوید بیٹے نے میری بہت خدمت کی، بہت اچھا عمرہ کرایا...... واقعی اللہ تعالیٰ نے میری غیب سے مدد کردی۔"

"تمہیں تھکاوٹ تو نہیں ہوئی۔"

"نہیں اب مدینہ آ گئے ہیں تو ان شاءاللہ نمازوں کے وقت نکلیں گے، قرآن پاک کی تلاوت کروں گی اور اپنے گناہوں کی اللہ سے معافی مانگوں گی۔"

"حسن میں اب مطمئن ہوں، تم ان شاءاللہ آنے کی اطلاع دے دینا۔"

"ان شاءاللہ عدی...... ان شاءاللہ۔"

❁......❁......❁

عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد وہ واپس کراچی آ گئی تھی...... اور میں نے اسے بتایا۔

"حسن آرا تمہارے ہسپتال سے ای میل آئی ہے۔ تمہیں فزیوتھراپی کے لیے وقت لینا ہوگا۔"

"کیا تم نے ٹائم بڑھوالیا؟"

"ہاں تمہارے بی ہاف پر میں نے دس دن کا وقت لے لیا تھا۔"

"ٹھیک ہے، ہم دو تین دن آرام کر کے چلیں گے۔"

❁......❁......❁

"میں ایک بات بولوں۔"

"ہاں بولو حسن۔"

"میں چاہتی ہوں فزیوتھراپی سے پہلے اپنے بال کٹوالوں، اس لیے کہ وہ دوائیاں اتنی سخت ہوتی ہیں کہ انسان ویسے ہی گنجا ہوجاتا ہے، بال اتر جاتے ہیں۔"

اور میں اسے حسرت سے تک رہی تھی۔ وہ بال جو اس کی جان تھے جن کی وہ بچپن سے حفاظت کرتی آرہی تھی۔ آج ہم وہ لانبے بال کٹوانے جارہے تھے، ہم نے سوچا اگر وگ بن سکے گی تو بنوالیں گے۔"

بیوٹی پارلر والی عورت اس کے بال کاٹتے ہوئے افسوس کررہی تھی۔

"اتنے لمبے اور حسین بال......"

"بہن کینسر کے علاج میں تو انہیں گرہی جانا ہے۔ اس لیے پہلے ہی کٹوالیے۔"

"میں وگ بنوادوں گی آپ کو ان شاءاللہ۔"

"اچھی بات ہے، یہ میرا موبائل نمبر ہے...... مجھے فون کرنا میرا نام عدیلہ ناصر ہے۔"

"جی بالکل۔"

اور پھر وہ خوب صورت سی وگ بن کر آ گئی...... اور حسن آرا سردار کی ریڈی ایشن شروع ہوئی۔ ریڈی ایشن کا کورس چھ ماہ کا تھا، حسن آرا خاصی تکلیف میں تھی...... جس حصے کی ریڈیوتھراپی ہوتی تھی وہ جل سا گیا تھا...... اسے تھکان محسوس ہوتی تھی...... اور وہ بہت سی تکالیف بتاتی نہیں تھی، بارہ بارہ گھنٹے کی دو نرسیں اس کی دیکھ بھال کے لیے تھیں۔

❁......❁......❁

ریڈی ایشن کے بعد کیموتھراپی ہونی تھی۔ شعاؤں کے زخم کچھ مندمل ہوئے...... میں اس کے پاس آئی۔

"حسن کیسی ہو؟"

"بس اب بہتر محسوس کررہی ہوں۔"

"تمہاری کیموتھراپی شروع ہونا ہے۔"

"ہاں بس زندگی کے چند سال شاید بڑھ جائیں، موت تو مقررہ وقت پر ہی آنی ہے، مگر زندگی کے اس بھیانک روپ کا تصور نہیں کیا تھا۔"

"حسن علاج موجود ہے تو کرانا بھی چاہیے، تم ایک باہمت خاتون ہو، وہ بھی جھیل لوگی...... مگر تم تھوڑی تھوڑی دیر پر کچھ نہ کچھ کھالیا کرو، گریپ فروٹ جوس پی لیا کرو۔"

"ہاں میں شوگر کے وجہ سے زیادہ فروٹس نہیں کھاسکتی۔"

"میں تمہیں کیوی لاکردوں۔"

"ہاں وہ زیادہ میٹھا نہیں ہوتا۔"

"طاقت کی دوا لے رہی ہو؟"

"ہاں جو ڈاکٹر نے بتائی تھی وہ لے رہی ہوں...... منہ کے ڈرائی نیس کے لیے پانی پینے کو کہا ہے۔"

"ہم گریپ فروٹ جوس میں واٹر ملا دیتے ہیں...... وہی دن بھر لو۔"

❁......❁......❁

"عدی تم میرے ساتھ کیموتھراپی کے لیے چلوگی؟"

"ہاں میں چلوں گی۔" میں نے مختصر سا جواب دیا اور جلدی سے وہاں سے اپنے کمرے میں آ گئی مبادہ میری بھیگی پلکیں اسے نظر نہ آ جائیں۔

مجھے اس بات کا دکھ تھا کہ میری دوست اتنی تکلیفوں سے

گزر رہی تھی اور مزید تکلیفیں آنا باقی تھیں۔ کیموتھراپی کے سائیڈ ایفیکٹ۔

❀......❀......❀

اس روز میں اس کے ساتھ گئی...... اسے پہلا انجکشن ران کی نس میں لگا...... کیونکہ ریڈیوتھراپی کی وجہ سے پیٹ کی کھال ویسے ہی جل سی گئی تھی۔ تین ہفتے کے بعد دوسرا ڈوز دیا گیا اور پھر ہر تین ہفتے کا یہ سلسلہ تین ماہ تک چلا تھا۔ میں ہر دفعہ اس کے ساتھ نہیں جاتی تھی اس نے منع کردیا تھا' مگر جب آخری ڈوز لگا تو میں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ تھکی تھکی سی ہے۔ مجھ سے رہا نہ گیا میں اس کے کمرے میں آئی۔

''حسن تم ٹھیک تو ہو؟''

''بس عدی کمزوری سی ہورہی ہے اور جسم سن سا ہورہا ہے عجیب سی کیفیت ہے۔''

''سنو حسن تم حوصلہ رکھو یہ تھوڑے سے سائیڈ ایفیکٹ ہیں' بہتر ہوجاؤ گی۔'' میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور وہ آنکھوں میں آنسو بھر کے میری طرف دیکھنے لگی۔

''عدی زندگی کتنی مشکل اور موت کی تکلیف کتنی سستی ہے...... ہم چاہتے ہوئے بھی نہ ٹھیک سے جی سکتے ہیں اور نہ ہی مرسکتے ہیں...... کینسر کے مریضوں کے لیے موت کا حصول بھی کتنا مشکل ہے' مجھے معلوم ہے کہ نہیں بچوں گی پھر بھی علاج کروارہی ہوں۔'' اور میں نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔

''حسن ایسا نہیں کہتے......'' وہ مجھ سے لپٹ گئی اور بری طرح رونے لگی۔

''عدی میں نے کبھی ایسی زندگی کا سوچا بھی نہیں تھا' شاید میرے گناہ دھل رہے ہیں۔''

''تم ایسا کیوں سوچتی ہو حسن علاج ختم ہوگا تو تم بھی ٹھیک ہوگی۔ ابھی تمہیں زیادہ Metastases نہیں ہوئی ہے' صرف Pelvis میں ہے اور وہ کینسر سیل کیمو سے ختم ہوں گے بڑھیں گے نہیں۔''

''میں جانتی ہوں اس تمام علاج کے بعد بھی میری زندگی کا دورانیہ شاید پانچ سال ہو۔'' وہ اداسی سے بولی۔

''اللہ پر بھروسہ رکھو اور علاج کراؤ...... تمہیں اس عرصہ میں مختلف دوسرے ڈاکٹروں سے بھی مشورے کرتا ہوں گے...... تاکہ وہ تمہاری تکلیفوں کا ازالہ کرسکیں۔''

''تکلیفوں کا ازالہ اب کہاں ہوگا عدی وہ تو موت ہی ہے جو چھٹکارا دے گی۔''

''اب اگر تم ایک اور لفظ الٹا سیدھا بولیں تو میں تم سے ناراض ہوجاؤں گی۔ کسی کو اپنی موت کا پتہ نہیں ہوتا...... بس بعض دفعہ انسان سو برس کے سامان کرتا ہے اور پلٹتا ہے تو موت کھڑی ہوتی ہے اسے لے جاتی ہے۔ میرا اصول ہے جب تک جیو انجوائے کرو۔''

''مجھے درد کی گولی دے دو...... پھر سوجاؤں گی۔''

''ہاں میں تمہیں دیتی ہوں۔''

میں نے اسے دوا دی اور اس کے سرہانے بیٹھ گئی۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سہلاتی رہی اور وہ سوگئی۔

❀......❀......❀

دن بہت تیزی سے گزرتے رہے اس کا ایک سال کا علاج تھا اس بیچ میں اس کے سر کے بال اتر گئے تھے۔

وہ اسکارف لینے لگی' چلنے میں تھوڑی پرابلم تھی' مگر ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ جب علاج ختم ہوگا تو یہ علامات خود بخود ٹھیک ہونے لگیں گی' فزیوتھراپی ڈاکٹر سے رابطہ کرکے اور ورزش وغیرہ سے مریض بہتر ہوجاتے ہیں۔

ہم نے اس کے کہنے پر دن رات کی ایک خاتون رکھ دی تھی اور وہ خاصی اچھی تھیں' حسن آرا کی دیکھ بھال اچھی ہورہی تھی اور ماشاءاللہ وہ ریکور کرنے لگی تھی۔

کسی نے بتایا کہ بیری کے پتے اور سفید ماش کی دال کو پیس کر سر پر لگاؤ' تو بال اگنے لگتے ہیں کینسر کے مریضوں کو فائدہ ہوتا ہے' ریٹا میڈ یہ سارے کام کرتی تھی اور چند دنوں کے بعد واقعی حسن کے سر پر بال آنے لگے اور پھر وہ کانوں کی لو تک بڑے ہوگئے' فزیوتھراپی سے وہ اب بغیر سہارے کے چل پھر رہی تھی۔ وہ کینسر فوبیا سے باہر آگئی تھی' خوب صورت اسکارف میں کسی کو معلوم بھی نہیں ہوتا تھا کہ اس پر کیا بیتی ہے۔

''حسن تمہاری وگ ہے...... وہ لے لیا کرو تمہارے اپنے بالوں کی بنوائی تھی۔''

''ہاں وہ میرے حسن کے معراج تھے' وہ بال جن سے مجھے عشق تھا کبھی واپس نہیں آئیں گے' میرے حسین بالوں پر ہی لوگ مر مٹتے تھے اور وہ حسین لمحات میں بھلا نہیں سکتی۔''

''کون سے لمحات۔''

''وہ جب یونیورسٹی میں کوئی لڑکا مجھے کہتا' حسن آرا

آپ تو حسین ہیں مگر آپ کے بال اتنے خوب صورت اور لمبے ہیں کہ حسن میں اضافہ کرتے ہیں...... آپ کسی شاعر کی غزل لگتی ہیں۔"

"اور حسن آرا! تم نے پھر بھی اتنے چاہنے والوں میں سے کسی کا ہاتھ نہیں تھاما۔"

"ہاں غرور، شیخی، تمکنت، ہر چیز نے مل کر مجھ سے میرا آپ چھین لیا...... زندگی ملی تو یہ......"

"حسن تم میری بہت اچھی دوست، بہن سب کچھ ہو، تم اپنی ول پاور مت چھوڑنا، موت کو کوئی شکست نہیں دے سکتا، وہ تو سب کو آنی ہے مگر دعا اور دوا اور ول پاور سے انسان بیماری کو شکست دے سکتا ہے۔"

"تم جیسی پیاری دوست اور بہن میں کہاں پاتی، زندگی میں جو کھویا وہ تمہاری، انکل آنٹی، ناصر بھائی اور تمہارے بچوں کی صورت میں پایا۔"

"حسن تم نے اپنے آپ کو مصروف رکھنا ہے۔"

"کیسے؟"

"ارے سوچیں گے بیٹھ کر۔"

"عدی میں سوچ رہی ہوں کہ میں ایک فیزیو تھراپی سینٹر کھولوں۔"

"یہ تو بڑا اچھا آئیڈیا ہے۔"

"جب میں فزیوتھراپی کے لیے جاتی تھی تو احساس ہوتا تھا کہ غریب لوگوں کے لیے وہ کرانا کتنا مہنگا اور مشکل ہے۔"

"ہاں یہ تو سچ ہے۔"

"مگر تم لوگوں کو میری مدد کرنا ہوگی۔"

"وہ کیسے؟"

"میں ناصر بھائی اور انکل آنٹی، کرن سب سے بات کروں گی کہ کیسے اس پر عمل پیرا ہوں۔"

❁......❁......❁

کچھ ہی روز کے بعد حسن آرا ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔

"ماں، بابا میں آپ سے اور ناصر بھائی سے کچھ مشورہ لینا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بولو بیٹی۔" بابا بولے۔

"بابا نہیں معلوم زندگی کے کتنے دن اور سال باقی ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ اپنا پیسہ کسی فلاحی کام میں لگاؤں، کینسر کے مریضوں کا علاج مشکل ہے، میں اس کے لیے جگہ لینا چاہتی ہوں اور کرن اسے سنبھالے گی، وہ ڈاکٹر ہے ذمہ داری اٹھا سکتی ہے۔"

"ارادہ اچھا ہے بیٹی، کرن ویسے بھی میڈیسن میں آگے فیلوشپ کرنا چاہتی ہے اور پھر اس کا ارادہ بھی کینسر پر اسٹڈی کرنا ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے انکل، میرا مسئلہ حل ہوگیا۔"

"اور میں تمہارا مسئلہ حسن آرا یوں حل کر دیتا ہوں کہ گلشن میں ہمارا ایک پرانا چھ سو گز کا مکان ہے، ہم ویسے بھی کرن کے نام کرنے کا سوچ رہے ہیں، اس کے ہسپتال کے لیے۔" ناصر نے جواب دیا۔

"کرن بیٹی تم اپنی آنٹی کی مدد کرنے کو تیار ہو؟"

"جی آنٹی مجھے خوشی ہوگی۔"

"تو پھر حسن ہم تمہیں وہ جگہ دکھانے لے چلتے ہیں۔" میں نے اس سے کہا۔

❁......❁......❁

ہم حسن آرا کو مکان دکھانے کے لیے لے گئے، وہ مکان مین روڈ پر تھا اور بابا نے اسے اس وقت لیا تھا جب مکان بہت سستے تھے، ڈبل اسٹوری آٹھ کمروں کا مکان تھا...... حسن آرا نے اسے پسند کیا اور بولی۔

"ناصر بھائی آپ سارا پلان، ہسپتال کا ورک آؤٹ کریں ہم اسے جلد از جلد شروع کرنا چاہتے ہیں۔"

"بس حسن میں ذرا اس کا رینوویشن اپنے دوست سے کروا لوں رنگ روغن ہوگا، پھر ہم مشینوں وغیرہ کا پلان کریں گے۔"

"ہاں اس کا بھی ہمیں حساب لگانا ہوگا اور امکانات بھی دیکھنا ہوں گے......" حسن نے جواب دیا۔

"حسن آرا میں تمہیں سب کچھ کر کے دوں گا۔"

"شکریہ ناصر بھائی۔"

❁......❁......❁

"عدی میں تم سے ایک بات اور کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بولو۔"

"میں اپنے پرانے کاغذات دیکھ رہی تھی تو اس میں میری دو سو گز کی زمین کا پلاٹ یہیں گلشن میں نکل آیا۔"

"اچھا......!" میں حیرت سے بولی۔

"ہاں مجھے یاد آیا بھائی جان نے مجھے دو زمینیں دی تھیں،



موٹاپے
ایک ماہ میں 30
6
سلمنگ کورس کے استعمال سے جسم کے اندر پیدا ہونے والی بیماریاں، جو موٹاپے کا سبب بنتی ہیں اُن کا مکمل خاتمہ
موٹاپا
آئیڈیل
آئیڈیل سلمنگ کورس
ایچ۔ آر
دوائی بذریعہ وی پی پارسل بھی منگوائی جا سکتی ہے
چہرے کے کیل مہاسے داغ دھبوں کا یقینی خاتمہ
آئیڈیل بیوٹی کورس
شوگر کا مکمل علاج
بریسٹ اَپ نسوانی حسن اضافہ کی
آئیڈیل ہائٹ گرو
پاکستان ہومیو پیتھک کلینک
042-37470123
042-37470128
0300-4370496

میں بھول گئی تھی' دیکھو یہ کاغذات ملے ہیں۔" میں نے وہ کاغذات دیکھے تو واقعی دو سو گز کا مین روڈ سائیڈ کا پلاٹ تھا اور وہ بھی کارنر کا۔

"تو تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں ہم اسے تعمیر کریں' ہسپتال کی طرز پر۔"

"اچھا ارادہ ہے۔"

"مگر میں پھر بھی انکل آنٹی سے پوچھتی ہوں۔"

"ہاں میں ناصر سے بھی بات کرتی ہوں۔"

"دراصل وہ مکان کرن بیٹی کا ہے' کل کو شادی ہوگی کچھ رکاوٹ نہ آئے' اس لیے سوچتی ہوں یا تو اس زمین کو بیچ کر بنا بنایا مکان لے لیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے' تم جو بھی فیصلہ کرو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

❁......❁......❁

میں نے ناصر سے مشورہ کیا۔

"ناصر آپ کا کیا خیال ہے۔"

"حسن درست کہہ رہی ہے۔"

"آپ تائید کرتے ہیں کہ وہ پلاٹ بیچ کر بنا بنایا مکان لے لیں۔"

"ہاں روڈ سائیڈ کارنر کا مکان اچھا رہے گا۔ ایسی جگہ پر مکان لیا جائے کہ ایک نارمل بندہ بھی وہاں پہنچ سکے۔"

"ناصر آپ نے اس کے پروجیکٹ پر ورک کرلیا؟"

"ہاں میرے کچھ دوست میڈیکل سے وابستہ ہیں میں نے ورک کرلیا ہے۔"

"پھر ہم بابا سے بات چیت کریں۔"

"ہاں بالکل کریں گے۔ حسن کا کہنا درست ہے ہماری بیٹی کی کل شادی ہو کیا معلوم داماد کیسا ملے' اسے اعتراض ہو کہ ہسپتال کسی اور کے نام سے کیوں ہے؟"

"آپ سچ کہتے ہیں آج کل تو دامادوں کے قصے سن سن کر ڈر لگنے لگا ہے۔"

"بس عدی بات کچھ نہیں ہے صرف طمع اور لالچ نے انسان کو مار کر رکھ دیا ہے۔ مگر میں نے ایک بات سوچی ہے۔"

"جی بولیے۔"

"میں نے سوچا ہے کرن کی شادی کے کچھ سال بعد تک ہم دیکھیں گے...... فوری طور پر سب کچھ کرن کے نام نہیں کردیں گے...... اسے دیں گے مگر داماد کا رویہ دیکھ کر۔"

"اللہ نے چاہا تو ہماری بچی کو ان شاءاللہ اچھا جیون ساتھی ملے گا۔"

"میں اپنے دوستوں کی جاننے والی فیملیز میں اچھا سا لڑکا دیکھ رہا ہوں۔"

❁......❁......❁

دوسرے روز ہم سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے تھے' بلیو اسکارف اوڑھے سفید کپڑوں میں ملبوس حسن آ گئی۔

"بیٹی اب کیسی طبیعت ہے؟"

"اچھی ہوں بابا جانی...... شاید ناصر بھائی اور عدی نے آپ کو کچھ بتایا ہو۔"

"ہاں ناصر نے مجھے بتایا' ہم تمہارے فیصلے کی قدر کرتے ہیں بیٹی یہ درست فیصلہ ہے کہ دو سو گز کا پلاٹ بیچ کر بنا بنایا ڈبل اسٹوری مکان خرید لیں۔"

"جی میں چاہتی ہوں ہم یہ کام جلد از جلد شروع کردیں۔"

"وہ میرا ایک اسٹیٹ ایجنٹ ہے تم نمبر دو ان شاءاللہ نیک کام کرنے میں اللہ برکت دیتا ہے۔"

"جی ابو ہم ایسا بھی کرسکتے ہیں کہ تھوڑا پرانا بنا مکان لے لیں اور پھر اسے ہسپتال کے طریقے پر رینوویٹ کرلیں۔"

"ہاں پرانا بنا ہوا مکان ذرا سستے پیسوں میں مل جائے گا۔ اور ہمارا مقصد بھی حل ہوجائے گا......" بابا نے کہا اور حسن بولی۔

"بابا میں نے سب کچھ آپ کے اور ناصر بھائی کے اوپر چھوڑ دیا ہے۔"

"بس بیٹی جب کوئی نیک قدم اٹھاؤ تو اللہ برکت دیتا ہے۔"

"ان شاءاللہ آپ لوگوں کی مدد سے میں سرخرو ہوں گی۔"

"آمین بیٹی...... آمین ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" حسن آرا چلی گئی اور پھر جیسے اس کی غیب سے مدد ہوگئی۔ بہترین پیسوں میں اس کا پلاٹ بک گیا اور ایک تین منزلہ ایک سو بیس گز کا روڈ سائیڈ پر کارنر کا پرانا بنا بنایا مکان مل گیا۔ ناصر نے ہسپتال کی طرز پر اس کے رینوویشن کا فیصلہ کیا...... مختلف کاغذی کارروائی کے بعد ناصر نے اپنے دوست کو اس ہسپتال کا ٹھیکہ دے دیا...... اس میں لفٹ بھی لگانا تھی کیونکہ وہ تین منزلہ تھا۔

ناصر اسی شام میرے ساتھ حسن آرا کے کمرے میں آئے..... وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی اور سینے پر کوئی کتاب تھی..... میں نے اسے اٹھایا۔

"حسن آرا....." میں نے اس کا کاندھا ہلایا۔

"ارے عدی اور ناصر بھائی آپ؟"

"ہاں یہ کیسے لیٹی تھیں اور یہ کون سی کتاب ہے؟"

"بس ایسے ہی کچھ اشعار جمع کیے تھے وہی پڑھ رہی تھی۔"

"حسن آپ کا کام ان شاء اللہ تیزی سے ہو جائے گا' بس ان شاء اللہ ایک ماہ بعد آپ اپنا ہسپتال کھول سکتی ہیں۔"

"وہ چلے گا ناں ناصر بھائی۔"

"ہاں کیوں نہیں چلے گا..... ہم ایکسپرٹ ڈاکٹرز رکھیں گے۔ جنہیں کینسر کے علاج کا وسیع تجربہ ہوگا اور جو فی زمانہ کم پیسوں میں کام کریں گے' وہ اپنے علاج والے مریض سستے علاج کے لیے لائیں گے ان شاء اللہ۔"

"آپ نے مشینیں دیکھ لی ہیں۔"

"ہاں ہسپتال مکمل ہونے کے بعد اسکینرز لگائے جائیں گے۔"

"ناصر بھائی میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھول سکتی۔"

"اب حسن آرا تم ہمیں اجنبی نہ کرو' تم ایک فلاحی کام کرنا چاہتی تھیں' ہم نے کوئی تم پر احسان نہیں کیا' تم میری بہن ہو اور ایک اچھا بھائی جو اپنی بہن کی مدد کرسکتا ہے وہ میں کررہا ہوں۔"

"ہاں حسن آرا اب تم میرے شوہر کی محنت کو ضائع نہ کرو' پلیز اب ایسا پھر نہ کہنا۔"

❁......❁......❁

میں بھی حسن آرا کا مسئلہ جانتی تھی' اس کا کینسر سیکنڈ اسٹیج کا تھا اور رجعت ہونے کے چانسز ہوتے ہیں۔ میں نے محسوس کیا تھا اس میں جینے کی چاہ بھی نہیں تھی۔ ایک دن میں اس کے پاس گئی تو وہ کوئی اشعار پڑھ رہی تھی۔

"کیا پڑھ رہی ہو؟"

"سناؤں؟"

"ہاں۔"

"تو سنو۔"

نکلے تھے اس آس پہ کسی کو بنالیں گے اپنا
ایک خواہش نے عمر بھر کا مسافر بنا دیا

"اچھا ہے۔"

"دوسرا سناؤں۔"

"ہاں۔"

ایک عمر سے فریب سفر کھا رہے ہیں ہم
معلوم ہی نہیں کہ کدھر جا رہے ہیں ہم

"ارے تمہارا تو بڑا اچھا کلیکشن ہے۔" میں نے کہا۔

"میں ایک اور سناتی ہوں۔"

اتنی شدت آنسوؤں میں پہلے کبھی نہ تھی
دیکھا اپنے نصیب کو تو سر عام رو دیے

"بس..... بس اب رونا نہیں تمہارے سب کام اچھے اچھے ہورہے ہیں' تمہیں اپنے ہسپتال کا افتتاح کرنا ہے' نام سوچا اپنے سینٹر کا' پلیز ناصر نے کہا ہے کہ حسن آرا سے ہسپتال کا نام پوچھو۔"

"تم نے اچھا یاد دلایا' بے نام ونشان کے ہسپتال کیسے چلے گا۔"

"ہاں اچھا ہے' میں ذرا اماں بابا کے پاس جارہی ہوں اور کھانا بھی لگوانا ہے۔"

"سب ساتھ کھائیں گے؟"

"ہاں آج اتوار ہے سب گھر میں ہیں' ساتھ ہی کھائیں گے۔"

"کیا پکایا ہے؟"

"سب کی پُرزور فرمائش پر حلیم پکائی ہے' چکن اور بیف دونوں کی..... ذرا دیکھنا ہے کہ کک نے پیاز وغیرہ براؤن کی اور ہرا مصالحہ' لیموں' ادرک' پودینہ سب ٹھیک سے کاٹا ہے یا نہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے تم کہو تو میں آؤں۔"

"اوہ حسن پلیز..... نام سوچو شاعری ابھی نہ کرو۔ مجھے کھانے کے بعد نام بتا دینا تا کہ کل سے وہ بھی بننے چلے جائیں۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ وہیں بیڈ پر بیٹھ گئی۔

❁......❁......❁

رات کھانے کی ٹیبل پر سب بیٹھے تھے' بابا نے حسن آرا سے پوچھا۔

"بیٹی تم نے اپنے سینٹر کا نام سوچا۔"

"جی بابا سوچا ہے۔"

"تو ناصر کو ایک پرچہ پر لکھ کر دے دو۔"

"حسن کیا نام سوچا؟"

"حسن سردار کینسر سینٹر"

"بڑا اچھا نام ہے۔"

"بیٹی اس کی بانی تم ہو وہاں نیچے تمہارا نام ہوگا اور باقی نام تمہارے بڑے ڈاکٹرز کے پینل کے ہوں گے۔"

"جی بابا اب ناصر بھائی کرلیں گے مگر پروپرائٹر ناصر بھائی ہوں گے اور ڈاکٹر کرن انچارج ہوگی آپ یہ سب دیکھیں گے بھائی۔"

"ہاں حسن میں تمہارا کام سنبھالوں گا...... تم بھی دیکھوگی اپنے سینٹر کو ان شاء اللہ وزٹ کروگی۔"

"ہاں...... بشرطیکہ زندگی......"

"حسن پھر مایوسی......" میں ایک دم بولی۔

"حقیقت کو فیس کرنا چاہیے اور اسے تسلیم بھی کرنا چاہیے خوشی اس بات کی ہے کہ میرا پیسہ کسی اچھے کام میں لگ گیا۔"

"ان شاء اللہ بیٹی تمہارا کینسر سینٹر چلے گا جو دے سکتے ہوں گے وہ پیسے دیں گے کیونکہ بیٹی ہسپتال میں ڈاکٹرز کو تنخواہ بھی دینا ہوگی...... فری کوئی کام نہیں کرتا......" باباجانی بولے۔

"بابا پر جو بالکل غریب ہوں گے وہ کچھ نہیں دیں گے۔"

"ہمیں معلوم ہے بیٹی ہر چیز ہر اخراجات کا اکاؤنٹ اور ہر چیز آڈٹ ہوگا۔ ہم ان شاء اللہ پوری تندہی سے کام کریں گے۔"

❀......❀......❀

وقت یونہی گزرا اور ہسپتال نے کام شروع کردیا۔ مریض آنا شروع ہوگئے حسن بہت خوش تھی۔ وہ اپنے موبائل پر گیمز کھیلتی رہتی اپنی سیلفیز بناتی رہتی۔ میں اس کے پاس جاتی تو مجھے اپنی سیلفیز دکھاتی وہ مجھ سے کہتی۔

"عدی میں کتنی بدصورت ہوگئی ہوں میں جو حسین تھی حسن پرست تھی آج سب کچھ کھو کر بیٹھ گئی۔"

"ایسی بات نہیں ہے تم اب بھی حسین ہو...... حسن صرف صورت کا نہیں ہوتا سیرت کا بھی ہوتا ہے...... اور جب عمر بڑھتی ہے تو ساری عورتوں کا حسن کملا جاتا ہے۔"

"ہاں حسن کملا جاتا ہے مگر تم تو ابھی بھی خوب صورت ہو۔"

"حسن آرا تمہیں بیماری بھی ہوگئی ہے اس وجہ سے تکلیف رہی میرے لیے تم عزیز ترین دوست ہو باہمت ہو کیا یہ حسن کافی نہیں ہسپتال بنا کر تم نے جنت کی راہ بھی ہموار کرلی جہاں غریب کینسر مریضوں کا علاج ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں صلہ تو دے گا۔"

"دیکھو عدی میں نے فوٹو گیلری میں بچپن جوانی شادی سے پہلے شادی کے بعد کی ساری فوٹوز سیو کرلی ہیں۔"

"ارے یہ تو بڑا اچھا کلیکشن ہے۔"

"ہاں تمہارے پاس یادگار رہے گی۔ میں نے تو جانا ہے۔"

"کیسی باتیں کررہی ہو؟"

"جانے والے بھی بڑے نصیب سے ملتے ہیں۔ تم یہ بات تسلیم کروگی میرے بچھڑ جانے کے بعد۔"

"حسن مجھے ذرا کام ہے تم ریسٹ کرو فضول سی باتیں کررہی ہو۔" وہ مسکرادی۔

"بور ہوگئی...... سنو عدی۔"

تجھے بھولنے کو ایک پل چاہیے
وہ پل کہ جسے موت کہتے ہیں

❀......❀......❀

میری بیٹی کی شادی ہوچکی تھی...... وہ ہسپتال کی دیکھ بھال کرتی رہی میں بھی چلی جاتی تھی اور یوں ہسپتال کو تین سال ہوگئے...... خاصہ رش ہوتا تھا مجھے نہیں معلوم کہ حسن آرا کا کینسر دوبارہ کب زور پکڑ گیا اور پھیل گیا۔ ہم بے بس تھے۔ کچھ نہیں کرسکتے تھے کینسر کی متعصاص سے وہ لاغر ہوگئی...... ہم نے اس کے پاس نرس رکھ دی تھی...... رات میں دیر تک اس کے پاس بیٹھی تھی۔

صبح میرے موبائل پر میسج بپ بجی...... میں نے موبائل دیکھا وہ حسن سردار کا ایمو پر میسج تھا اور ایک سیلفی آخری فوٹو تھی شاید۔

"اللہ حافظ عدی...... میں جارہی ہوں۔" میں ہڑبڑا کر حسن کے کمرے کی طرف دوڑی۔

"کیا ہوا سسٹر انہیں؟"

"آپ کو سیلفی بھیجی میسج لکھا اور پھر زبان بند ہوگئی۔ بس ابھی سانس چل رہی ہے۔ یہ ان کا موبائل ہے۔" میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے...... میں نے باتھ روم جا کر وضو کیا اور سپارہ لے کر سورہ یٰسین پڑھنا شروع کردی...... تاکہ میری دوست آرام سے جاسکے اور میں دوسری دفعہ سورہ یٰسین پڑھ رہی تھی تو اس کی سانس کی ڈور ٹوٹ گئی...... اور وہ آرام سے چلی گئی۔

میں نے اس کی بڑی بڑی کھلی آنکھیں بند کیں اور

چادر اوڑھا دی..... میرے ساتھ ساتھ سسٹر کے بھی آنسو جاری ہو گئے۔

"آپ کی دوست بہادر تھیں..... زبان بند ہونے سے پہلے تک مجھ سے باتیں کرتی رہیں اور آپ سب کی تعریف کرتی رہیں اور کہا کہ میں رات آپ کو تنگ نہ کروں..... ان کی لی ہوئی سیلفی میں نے صبح آپ کو اس لیے بھیجی....."

میں نے آنکھوں میں آنسو بھرے دروازے کی طرف دیکھا وہاں ناصر اور ماں بابا کھڑے تھے..... میں بابا سے لپٹ گئی۔

"بابا حسن آرا چلی گئی میری دوست چلی گئی۔"

"بیٹی ہم صبر کر سکتے ہیں۔" بابا نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میں خاموش ہو گئی۔

❁.....❁.....❁

وہ چلی گئی مگر اس کی یادگار کینسر ہسپتال کی صورت میں موجود ہے ہم نے اس کا نام وہی رکھا مگر ہسپتال کے اندر اس کی ایک بڑی سی تصویر لگا دی..... سارے مریضوں کو اس کے انتقال کا بے حد افسوس ہوا..... ہم نے اخبار میں بھی خبر لگوائی..... اور پھر ہمارے پاس ہسپتال کو چلانے کے لیے ڈونیشنز کی بھرمار ہو گئی۔ ناصر نے مجھے بتایا کہ بہت سے صاحب حیثیت لوگوں نے ہم سے پوچھا ہے کہ وہ مشین اور اسکینرز ڈونیٹ کرنا چاہتے ہیں اور نام بھی ظاہر نہ ہو۔

"حلال پیسہ ہو ناصر ہم کوئی ناجائز پیسہ ہسپتال میں نہیں لگا سکتے۔"

"عدی تم ٹھیک کہتی ہو..... سنو میں ذرا آج مصروف ہوں تم ہسپتال چلی جانا۔"

"ٹھیک ہے ناصر میں چلی جاؤں گی۔"

❁.....❁.....❁

اپنے گھریلو کاموں سے فراغت پا کر میں کینسر ہسپتال پہنچ گئی۔ میں ریسپشن پر کھڑی تھی مختلف کمروں میں جا کر مریضوں کے علاج معالجے کو دیکھا..... اچانک میرے کانوں میں آواز آئی۔

"آنٹی۔"

"ارے جاوید تم۔"

"جی آنٹی....."

"خیریت تو ہے؟"

"خیریت نہیں ہے میں اپنی امی کے علاج کے لیے معلوم کرنے آیا ہوں..... یہاں آکر دیکھا تو یہ تو خالہ جانی کا ہسپتال ہے۔"

"ہاں وہ اب اس دنیا میں نہیں یہ ایک ٹرسٹ ہے۔ وہ انسانیت کے نام پر سارا پیسہ لگا کر چلی گئی۔" وہ رو پڑا۔

"مجھے خالہ جانی کے جانے کا معلوم ہی نہیں ہوا۔ میری امی کو بریسٹ کینسر ہوا ہے ہمارے پاس بالکل پیسے نہیں ہیں..... اب میں کہاں علاج کراؤں۔"

"تو یہاں لے آؤ بیٹا وہ ایک مریض ہیں ہمارے لیے۔"

"آنٹی مجھے شرمندگی ہے کہ ہم نے خالہ جانی کے لیے کچھ نہیں کیا۔"

"جاوید بیٹا اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئی کھیت..... میری دوست کو سب نے ایک اذیت بھری زندگی دی..... مگر یہ مکافات عمل ہے وقت دہراتا ہے خیر تم اپنی امی کو لاؤ ان کا ہر ممکن علاج ہوگا۔"

"کیا معلوم وہ شرمندگی کے مارے نہ آئیں۔"

"بیٹا انہیں لانا راضی کرنا تمہارا کام ہے۔"

"آنٹی احساس ندامت شاید ان کے قدم روک دے۔"

"ہم ان کا فری علاج کریں گے شاید حسن آرا سردار کی روح خوش ہو۔"

❁.....❁.....❁

حسن آرا سردار کی ایک حسین ترین تصویر دیوار پر آویزاں تھی اور تین دن کے بعد جاوید اپنی ماں کو لے آیا وہیل چیئر پر بیٹھی نحیف سی خاتون اپنی بہن کی تصویر کے نیچے موجود تھیں۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور وہ اپنی حسین بہن کی تصویر کو دیکھ رہی تھیں..... شاید ندامت کے یہ آنسو اب آن اوراق کے دھلنے کا سبب نہیں بن سکتے تھے جو حسن آرا سردار کی کتاب میں درج تھے..... اور مجھے اپنی دوست کا شعر یاد آ گیا۔

سب باتیں فضول ہوں جیسے
کتنی حسین ہے اس کی خاموشی!!

❁

تیری زلف کے سر ہونے تک

اقرا صغیر احمد

موسم کو بدلنا ہے بدل جائے گا آخر
سورج ہے کوئی شخص تو ڈھل جائے گا آخر
آنکھیں ہیں تو ہو جائیں گی بے آب کسی روز
دل ہے تو کسی روز سنبھل جائے گا آخر



(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

مائدہ جنید کے رشتے پر بے حد خوش ہوتی ہے ایسے میں عمرانہ اپنے اور زید کے انکار کا بتا کر اسے حیران کر دیتی ہیں جب ہی وہ بغاوت کرتے اپنی پسندیدگی کا ماں کے سامنے کھلا اعتراف کر لیتی ہے یہ بات عمرانہ کو تشویش میں مبتلا کر دیتی ہے جب ہی زید اپنے دوست کی رنگین طبیعت کا مائدہ کو بتا کر اپنے انکار کی اصل وجہ سے آگاہ کرتا ہے لیکن مائدہ کو اپنی محبت میں کچھ نظر نہیں آتا جب ہی وہ ہر نفع و نقصان سے آزاد ہو کر زید سے مقابلے پر اتر آتی ہے اور اپنے جیون ساتھی کے طور پر جنید کو قبول کر لیتی ہے۔ زید شدید اشتعال میں مائدہ کی زبان درازی پر ضبط کر جاتا ہے۔ مدثر صاحب طبیعت کی خرابی کی بنا پر بیٹی کی منگنی میں شرکت نہیں کر پاتے ایسے میں زید اور عمرانہ ان کی طرف سے مزید بد گمان ہو جاتے ہیں۔ بابر اور عاکفہ کے نکاح میں نوفل اور انشراح بھی شرکت کرتے ہیں انشراح کے بدلے انداز نوفل کے رویے میں بدلاؤ پیدا کرتے ہیں جب ہی وہ اپنے جذبات کے آگے خود کو بے بس محسوس کرتا ہے دوسری طرف انشراح نوفل اور یوسف صاحب کی سچائی سے پوری طرح واقف ہو جاتی ہے نانی کی زبانی اسے پتا چلتا ہے کہ اس کا باپ یوسف اولاد کی نعمت سے محروم ہے اور اسی لیے نوفل کو اپنا بیٹا مانتے ہیں انشراح بدلے کی آگ میں جلتی یوسف صاحب کو دکھ دینے کی خاطر نوفل کو اپنا ہتھیار بنانا چاہتی ہے ایسے میں بالی اسے ان سب باتوں سے دور رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ منگنی کے فنکشن میں عمرانہ اور عروہ سودہ کو کاموں میں الجھائے رکھتی ہیں جب ہی رات کی تنہائی میں عروہ سودہ اور زید کو ساتھ دیکھ کر غلط فہمی کا شکار ہوتی سب گھر والوں کے سامنے اصلیت رکھ دیتی ہے عمرانہ یہ سب جان کر مشتعل ہو جاتی ہے اور سودہ کو اپنے ظلم کا نشانہ بناتی ہیں جبکہ دوسری طرف سودہ ان کی سازش سے بے خبر ہوتی ہے اس رسوائی کی زندگی سے بچنے کی خاطر صوفیہ اپنے اور سودہ کے لیے خودکشی کا راستہ اختیار کر لیتی ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......☆☆......❁

منور صاحب نے کال کر کے زید کو گھر میں ہونے والے ہنگامے کا بتایا تھا ایک ایک لفظ کو دہراتے ہوئے ان کی آواز میں نمی اور رنجیدگی صاف محسوس کی جاسکتی تھی وہ سودہ کے ساتھ کیے گئے مظالم پر از حد غم زدہ تھے ماں کی طرف سے کی جانے والی یہ زیادتی اسے بھی مضطرب کر گئی تھی' بہت عجیب بات تھی کہ سگی ماں اس پر الزام تراشی کر رہی تھی اور تایا و تائی کو اس کے کردار پر مکمل بھروسا تھا۔ ایک بار بھی اس کو صفائی پیش کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی' وہ اس پر اور سودہ پر آنکھ بند کر کے یقین رکھتے تھے' ایک اس کی ماں تھی جو سب سے زیادہ بے یقینی و بے اعتباری کا شکار رہتی تھی کسی کے جھوٹ کو سچ ماننے میں لمحہ بھر کی تاخیر کی قائل نہ تھیں۔

عروہ نے اپنی بے عزتی کا بدلہ لے لیا تھا اور جاتے ہوئے بھی آگ لگا گئی تھی۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ عروہ کو شوٹ کر دے..... جس نے اپنی نا آسودہ خواہشوں کی بھینٹ سودہ کو چڑھایا تھا۔ وہ آفس سے گھر چلا آیا جہاں مہیب سناٹے و اداسی نے اس کا استقبال کیا تھا۔ وہ تایا اور تائی کی طرف گیا تو گیلری میں نائٹ بلب روشن تھا جس کا مقصد تھا وہ محو استراحت ہیں وہ ویسے بھی جلدی سونے کے عادی تھے پھر گھر میں ہونے والے اعصاب شکن واقعے نے ان کو بددلی کا شکار کر دیا ہوگا اور وہ میڈیسن کھا کر سو گئے ہوں گے۔

عمرانہ بیگم کا سودہ پر ہاتھ اٹھانے کا سن کر اس کو بے حد دکھ ہوا تھا اس دہرے معیار پر اب اسے ماں سے اختلاف ہونے لگا تھا وہ مائدہ کو غلط بات پر بھی سرزنش کرنے کی قائل نہ تھیں اور ایک طرف وہ رشتے کی پروا نہ کرتے ہوئے بیٹی کی طرح تھی لڑکی پر ہاتھ چھوڑ بیٹھی تھیں اور معاملہ صرف ایک ادھ تھپڑ پر ہی ختم نہیں ہوا تھا۔ عروہ کے لگائے گئے بہتان

سودہ کی زندگی میں ببول کے کانٹے اگا گئے تھے اور وہ جانتا تھا مما سودہ کو کسی طور معاف کرنے والی نہ تھیں یہی سوچتا ہوا وہ کافی کی طلب میں کچن میں آ گیا تھا کافی وہ بہترین بنالیا کرتا تھا، وہاں قدم رکھتے ہی اس کو عجیب سا احساس ہوا تھا۔
ہر وقت صاف ستھرا رہنے والا کچن پہلی بار ابتر حالت میں تھا۔ ایل کی صورت میں بنا ہوا بلیک اینڈ وائٹ ٹائلز والا کاؤنٹر اور فرش کچھ مانند پڑے ہوئے تھے سنک میں بھی بغیر دھلے برتن موجود تھے اس کو یہ سب بہت عجیب لگ رہا تھا سودہ کو صفائی کا کریز تھا وہ کچن ہی نہیں گھر کا کونا کونا چمکا کر رکھا کرتی تھی۔
آج ہی وہ غافل ہوئی تھی اور ہر شے پر دھول پڑ گئی تھی وہ سوچتا ہوا دودھ نکالنے فریج کی طرف بڑھا تھا معاً اس کی نگاہ دور کونے میں گرے ایک ریپر پر پڑی تھی اس نے آگے بڑھ کر ریپر اٹھایا جس پر چوہے کی تصویر کے ساتھ ہی جلی حروف میں لکھا تھا "چوہے مار دوا" ریپر بالکل نیا تھا جسے کچھ دیر ہی قبل کھولا گیا ہو۔
"ارے زید میاں۔" بوا اندر داخل ہوتی ہوئی بولیں۔
"کچھ کھائیں گے آپ؟" وہ قریب چلی آئیں۔

"گھر میں چوہے ہیں بوا؟"
"کچھ عرصے پہلے تھے صوفیہ بیٹی دوا لے کر آئی تھیں دوا سے ہی چوہے ختم ہو گئے تھے دوبارہ پھر نہیں ہوئے۔"
"ابھی کچن میں کون آیا تھا؟" اس کی چھٹی حس خطرے کا الارم دینے لگی تھی ایک وحشت رگ و پے میں سرایت کرتی چلی گئی تھی۔
"صوفیہ چائے پکا کر لے گئی ہیں کہہ رہی تھیں ان کے اور سودہ کے سر میں درد ہو رہا ہے میں نے کہا بھی نماز پڑھ کر پکا دوں گی۔" بوا کاؤنٹر صاف کرتے کہہ رہی تھیں اور اس کے ذہن میں دھماکے ہونے لگے چوہے کچھ عرصہ قبل ہوئے تھے اور اب ان کا نام و نشان باقی نہ تھا پھر اس ریپر کی حالت بتا رہی تھی وہ کچھ دیر قبل ہی پھاڑا گیا ہے۔
"بیٹا، کچھ چاہیے تو بتا دیجیے۔" بوا کی آواز بھی نم و افسردہ تھی وہ شاید روتی رہی تھیں سودہ سے انہیں محبت بھی زیادہ تھی۔
"شکریہ بوا۔" وہ کہہ کر گویا ہواؤں کے دوش پر گیلری و برآمدہ عبور کر کے صوفیہ کے کمرے کے قریب پہنچا تھا۔ وہاں بھی ہر طرف نیم اندھیرا تھا کمرہ اندر سے لاکڈ تھا۔
اس نے دروازہ ناک کیا ایک......دو......تین......چار بار مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا تھا۔

❁......☆☆......❁

بیڈ پر کروٹیں بدلتے ہوئے بھی نیند آنکھوں سے اوجھل تھی ذہن ریشم کے تاروں کی مانند الجھ کر رہ گیا تھا بابر اور عاکفہ ایک عرصے سے انشراح کی طرف سے اس کا دل صاف کرنے کی سعی میں لگے ہوئے تھے کہ وہ جس طرح کے خیالات اس کے بارے میں قائم کیے ہوئے تھا ان کو ناگوار گزرتے تھے آج نامعلوم دل کو اس کی آنکھوں میں چھائی اداسی و حزن سے کچھ ایسی انسیت محسوس ہوئی تھی کہ وہ انجانے میں اس کے متعلق سوچنے لگا اس کو لگا ان چراغوں کی مانند روشن آنکھوں میں لو دیتا حزن آمیز دکھ و رنج شناسا سا ہے اس کے اندر بھی تو ایسی ہی اداسی و حزن کی آگ سلگتی رہتی ہے عاکفہ نے بتایا تھا۔
انشراح کے والدین اس کے بچپن میں فوت ہو گئے تھے اس کی نانی نے اس کی پرورش کی ہے وہ اپنی نانی کے ساتھ ہی رہتی ہے، پیرنٹس کے نہ ہونے کا دکھ کیسا ہوتا ہے اس درد سے وہ بخوبی واقف تھا اور آج ایسا ہی کرب وہ اس کی خوب صورت آنکھوں میں دیکھ چکا تھا۔ مشترکہ دکھ ہو یا خوشی باہم روابط پیدا کر دیتا ہے اور وہ بھی اس کے دکھ سے اچانک ہی واقف ہوا تھا اور غیر ارادی طور پر محسوس کرتا چلا گیا تھا' جب دل احساس کی دولت سے مالا مال ہو جائے تو پھر غلط اور صحیح

کی تمیز بھی ہونے لگتی ہے' زیادتیوں کا خیال بھی آنے لگتا ہے اس کو بھی اپنی ساری غلطیاں و ناروا سلوک یاد آیا تو دل پر بوجھ بڑھتا چلا گیا تھا۔

''سانپ کا ڈسا رسی سے بھی ڈرنے لگتا ہے اور میرے خیال میں عورت سانپ سے بھی زہریلی اور خطرناک ہوتی ہے میرے پاپا کو بیوی کے روپ میں ایک ناگن نے ڈسا اور اسی ناگن نے ماں کے روپ میں مجھے' عورت ذات پر اعتبار کرنے کے قابل نہ چھوڑا۔'' کروٹیں بدل بدل کر سکون نہ ملا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور کھڑکی کھول کر باہر آسمان کی طرف دیکھنے لگا جہاں سیاہ آسمان پر اوائل ماہ کا چاند چمک رہا تھا ہوائیں پُر کیف تھیں اور ماحول میں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔

''اب محسوس ہوا ہر عورت کا مزاج علیحدہ ہوتا ہے ہر عورت صرف ڈسنا نہیں جانتی' ایسی عورتیں اپنے ہی غم میں گھلتی رہتی ہیں۔'' اس کی آنکھوں میں آج بابر کی نکاح کی تقریب کا وہ منظر گھومنے لگا جب بابر کی والدہ نے شگون کے طور پر پہنائے جانے والے کنگن اس کو دیتے ہوئے پہنانے کا کہا تھا اور اتفاق ہی تھا کہ اس وقت اسے کسی نے پکارا تھا اور وہ معذرت کرتی ہوئی چلی گئی تھی پھر وہ تمام رسوم کی ادائیگی تک وہاں نہیں آئی تھی بابر کے ساتھ ساتھ اس نے بھی یہ بات شدت سے نوٹ کی تھی۔

''عاکفہ کہتی ہے آپ اس کی بیسٹ فرینڈ ہی نہیں' بہن بھی ہیں اس ناطے آپ کو اتنے خاص موقع پر عاکفہ کو تنہا چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا۔'' رسموں کے اختتام پزیر ہوتے ہی وہ کہیں سے نمودار ہوئی تو بابر نے شکوہ کرنا حق سمجھا تھا۔

''عاکفہ تنہا کہاں تھی...... سب ہی لوگ یہاں موجود تھے۔'' وہ مسکرا کر گویا ہوئی تھی۔

''سب لوگوں میں آپ نہیں تھیں۔''

''میرا ہونا ضروری بھی نہیں تھا۔''

''یہ آپ کہہ رہی ہیں جس کو وہ سب سے زیادہ چاہتی ہے؟''

''یہ میری چاہت کے ہی کچھ انداز ہیں۔''

''آپ از خود دوست کی خوشیوں سے دور ہو گئی تھیں؟''

''جی ہاں تاکہ اس کی خوشیوں کو میری نظر نہ لگے۔'' اس کے مسکراتے لہجے میں دکھ کی دبی ہوئی کوئی چنگاری بھڑکی تھی جس نے چند قدم کے فاصلے پر کھڑے نوفل کو چونکا دیا تھا۔

"میں نہیں چاہتی میری حرماں نصیبی کی معمولی سی رمق بھی عاکفہ پر پڑے اور اپنی سیاہ بختی کے اثر سے بچانے کے لیے مجھے منظر سے غائب ہونا پڑا تھا۔" اس کی مسکراہٹ خاصی گھائل تھی۔

بابر ہی نہیں وہ خود بھی دم بخود رہ گیا تھا اور پھر وہ گا ہے بگا ہے اس کی نگاہوں کے حصار میں رہی تھی اور وہ غیر محسوس انداز میں اس کو سوچتا ہی چلا گیا تھا' وہ اپنے اس تغیر کو کوئی نام نہ دے سکا تھا۔ تنہارات میں اداس چاند کو اس کی نگاہیں تک رہی تھیں' نیند اسی طرح آنکھوں سے او جھل تھی سمجھ نہیں پارہا تھا زندگی نے اب یہ کون سا رخ بدلا ہے۔

❁......☆☆......❁

سرد موسم میں وہ پسینے میں شرابور ہو گیا تھا چوہے مار دوا کا تازہ ریپر اس کے ذہن کی اسکرین پر گویا فریز ہو کر رہ گیا تھا وہ جانتا تھا عروہ اور خالہ رضوانہ کی لگائی گئی آگ نے سب کچھ جلا کر رکھ دیا ہے اور اگر صوفیہ پھوپو اور سودہ کو کچھ ہو جاتا ہے تو...... شدید بے چینی واضطراب نے اس پر حملہ کیا اور وہ دروازے پر دستک زوردار آواز میں دیتا چلا گیا تھا جس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا تھا۔

"زید......" صوفیہ نے ہکا بکا انداز میں سامنے پریشان انداز میں کھڑے زید کو دیکھ کر کہا اور وہ کوئی جواب دیے بنا ان کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر نرمی سے ایک طرف کرتا ہوا آگے بڑھا تھا۔

سودہ چائے کا مگ منہ تک لے جانا چاہتی تھی کہ اس کو جارحانہ انداز میں آتے دیکھ کر ساکن رہ گئی تھی۔ زید نے برق رفتاری سے آگے بڑھ کر سودہ کے ہاتھ سے مگ لے کر کھڑکی سے باہر پھینکا اور ساتھ ٹیبل پر رکھا دوسرا مگ بھی کھڑکی سے باہر اچھال کر کھڑکی کا شیشہ برابر کر کے پردہ درست کیا اور صوفیہ کے بیڈ پر بے دم انداز میں بیٹھ گیا...... جذبات سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا' گہرے گہرے سانس لے کر وہ خود کو پُرسکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا' سودہ کے بے تحاشا سرخ و سوجھے ہوئے چہرے پر ایک کے بعد دوسری نگاہ نہ ڈالی گئی تھی' ماں کی جارحانہ و منتقم مزاجی سے واقف تھا مگر وہ بنا پوچھ گچھ کے ایسی ظالمانہ کارروائی کریں گی یہ گمان نہ رکھتا تھا سودہ بھی ایک دم سمٹ کر بیٹھ گئی تھی اور ساتھ ہی چہرہ دوسری طرف کر لیا تھا گویا وہ اس کا چہرہ دیکھنے کی متمنی نہ تھی۔

"پھوپو جان۔" وہ ان کے قریب آ کر بیٹھیں تو وہ دھیمے سے بولا۔

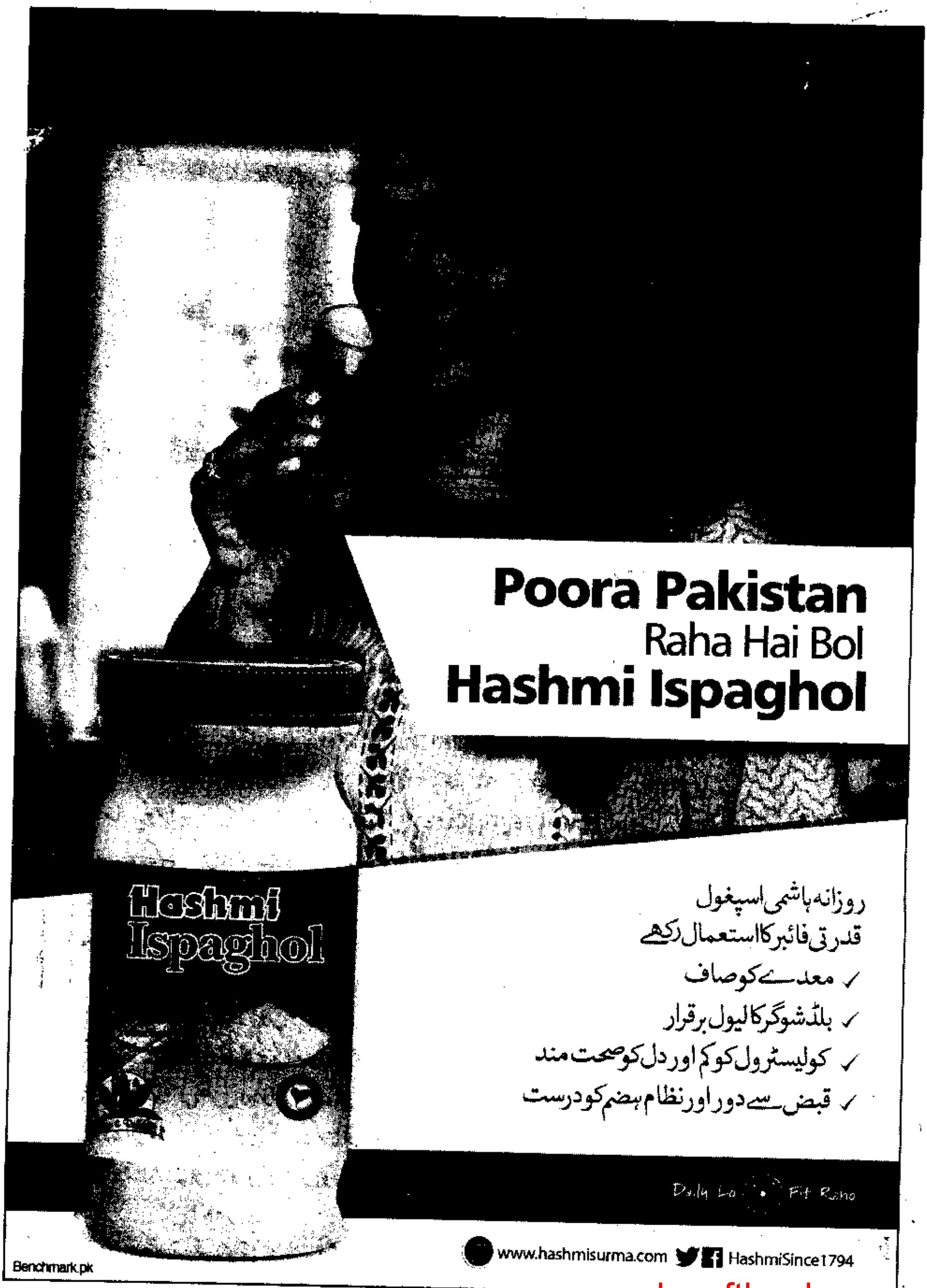
"کیا کرنے جارہی تھیں آپ' آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے؟"

"زندگی میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ سوچنے سمجھنے کے لیے کچھ بچتا ہی نہیں...... آج ہم پر بھی ایسا وقت آ گیا تھا کہ یہاں زندگی سے زیادہ موت عزیز ہو گئی ہے۔" ان کا چہرہ بھی بے تحاشا رونے کی گواہی دے رہا تھا' بکھرا ہوا لہجہ، ٹوٹے ہوئے اعصاب و شکستہ لب و لہجہ غمازی تھے اس امر کی کہ وہ پوری طرح سے ہمت و حوصلہ ہار بیٹھی ہیں۔

"میں نے آپ کو زندگی کے کٹھن لمحوں میں بھی ثابت قدم پایا ہے اور آج آپ خود اپنی ہی نہیں سودہ کی بھی زندگی داؤ پر لگا رہی تھیں۔" اس کے انکشاف پر وہ ذرا بھی متعجب نہ ہوئی تھیں شاید ذہنی اور جذباتی طور پر وہ بری طرح مفلوج ہو کر رہ گئی تھیں۔

"اگر اتفاقاً میں کچن میں کافی بنانے نہ جاتا اور میری نگاہ چوہے مار دوا کے ریپر پر نہ پڑتی اور یہ بھی اللہ کی مدد ہوئی کہ اسی وقت بوا کچن میں چلی آئی تھیں اور ان کی زبانی ہی پتا چلا کہ کچھ عرصہ قبل آپ وہ دوائی لائی تھیں اور میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ آپ چند لمحوں قبل ہی چائے پکا کر لے گئی ہیں۔" وہ بولتے ہوئے بے ربط ہو رہا تھا صوفیہ بے حس و حرکت بیٹھی تھیں۔

"بوا کے بتانے پر مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ آپ یقیناً وہ چوہے مار زہر چائے میں ملا کر لے گئی ہیں اور پہلی بار


Poora Pakistan
Raha Hai Bol
Hashmi Ispaghol
Hashmi
Ispaghol
روزانہ ہاشمی اسپغول
قدرتی فائبر کا استعمال رکھیے
✓ معدے کو صاف
✓ بلڈ شوگر کا لیول برقرار
✓ کولیسٹرول کو کم اور دل کو صحت مند
✓ قبض سے دور اور نظام ہضم کو درست
Daily Lo · Fit Raho
www.hashmisurma.com
HashmiSince1794
Benchmark.pk

مجھے معلوم ہوا کہ میرے دل میں آپ کے لیے کتنی محبت ہے۔" اس کے انکشاف پر سودہ نے پلٹ کر ماں کی طرف دیکھا...... استعجاب و تحیر سے پھٹی پھٹی آنکھیں تھیں اس کو معلوم نہ تھا ماں کی محبت سے لانے والی چائے میں زہر ملا ہوا ہے تب ہی انہوں نے کہا تھا چائے پی لو سارے دکھ درد ہمیشہ کے لیے دور ہو جائیں گے۔

"آپ کو یقین نہیں آئے گا پھوپو آپ سوچ رہی ہوں گی میں آپ کی دلجوئی کر رہا ہوں، مسکے لگا رہا ہوں کیونکہ آج سے قبل میں نے آپ سے اس طرح سے بات ہی نہیں کی۔" زید کی گمبھیر آواز گونجی۔

"آج ہر رشتے پر اعتبار ختم ہو گیا ہے بیٹا آج جس طرح سے عزت تار تار ہوئی ہے بھابی کے ہاتھوں، اس نے ہر امنگ، ہر لگن کو چور چور کر دیا ہے، میں نے ہمیشہ تمہارے اور سودہ کے درمیان حجاب رکھا کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی تمہارے اور سودہ کے مابین کوئی بے تکلفی ہو جو عموماً ایک گھر میں رہنے والے کزنز کے درمیان ہو جاتی ہے اور عمرانہ بھابی اس کو کوئی غلط رنگ دیں اور بھابی نے اس عمر سے ہی پہرے لگانے شروع کر دیے تھے جب تم دونوں ہی ان جذبوں سے ناواقف تھے اور آج نوبت یہاں تک آگئی کہ میں بیٹی کی عزت و سلامتی کی خاطر خودکشی جیسا حرام فعل اپنانے پر بھی مجبور ہو گئی تھی میں کیا کروں، کہاں جاؤں اللہ کے پاس جانے کے علاوہ میرے پاس کوئی دوسرا ٹھکانہ نہیں ہے، ہر دو دن بعد سودہ کے کردار پر اٹھنے والی عمرانہ بھابی کی انگلی اور زبان مجھے خوف زدہ کر چکی ہے ایسے میں ہمارا مر جانا ہی بہتر ہے۔" وہ بے آواز رونے لگی تھیں۔

زید نے آگے بڑھ کر ان کو سینے سے لگا لیا اور وہ بھی ایک عرصے بعد اس کے سینے پر سر رکھ کر خوب روئی تھیں زید نے کل رات پیش آنے والی غیر متوقع صورت حال اور عروہ کا ان دونوں کو سلپ ہوتے دیکھنا اور مما کے کان بھرنے والی تمام باتیں مناسب انداز میں بتا دی تھیں عروہ کا اپنے کمرے میں آنے اور فضول باتیں کرنے کو وہ دانستہ گول کر گیا تھا کہ ان باتوں سے اس کے دل کا بھید بھی عیاں ہوتا اور وقار مجروح ہو جاتے یہ اس کو کسی طور بھی قبول نہ تھا۔

"میں مما کی طرف سے آپ سے معافی مانگتا ہوں آپ بھی پرامس کیجیے کہ پھر بھی ایسا نہیں کریں گی ورنہ اس گھر سے دو نہیں کئی جنازے اٹھیں گے۔" وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

❁......☆☆......❁

ساریہ کو کراچی آئے ایک ماہ ہو چکا تھا اور اس عرصے میں اس کا زیادہ وقت لاریب کے ساتھ ہی گزر رہا تھا ایک ماہ گزرنے کے بعد بھی وہ جانے کا نام نہیں لے رہی تھی نہ ہی ابھی اس کے پیرنٹس ورلڈ ٹور سے واپس آئے تھے لاریب کی فطرت میں ہرجائی پن تھا متلون مزاجی تھی جو اس کو ایک جگہ ٹھہرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ وہ باغ باغ گھومنے اور پھول پھول منڈلانے والا بھنورا تھا ایک جگہ ٹھہرنا اس کو جمود کا شکار کرتا تھا اور جمود تو گویا موت کا نام ہے بھری جوانی میں موت کا تصور بھی اس کے لیے محال تھا یہی وجہ تھی کہ وہ اب ساریہ کی کمپنی میں بوریت محسوس کرنے لگا تھا۔ اگر ساریہ سے بھی اس کے دوسری لڑکیوں جیسے تعلقات ہوتے تو وہ بخوشی اس کی واپسی تک اس کو برداشت کر لیتا مگر اس کے ساتھ تعلقات نبھانے میں اس نے بے حد محتاط روی و تحمل کا مظاہرہ کیا تھا کہ معلوم تھا نوفل بے شک ساریہ کو اس نظر سے نہیں دیکھتا تھا جس نظر کی وہ خواہش مند تھی مگر اس کی ایسی ویسی نظر وہ برداشت کرنے کی اہلیت بھی نہ رکھتا تھا اسی خوف سے وہ مذاق میں بھی اس کو ٹچ تک نہ کرتا تھا اور اسی بندش نے اس کو پھر سے باہر کی راہ دکھانی شروع کر دی تھی، باہر اس کی فی الوقت ایک ہی کمزوری تھی جس کو حاصل کرنے کے وہ کئی پینترے، کئی حربے استعمال کر چکا تھا اور ہر بار اس چڑیا کو شکار کرنے میں ناکام رہا تھا۔

لیکن وہ بھی تہیہ کر چکا تھا کسی طرح بھی انشراح کو گرفت میں لانے کا اس کو معلوم تھا یہ آسان کام نہیں مگر مشکل کام

کرنے میں ہی مردانگی تھی اور وہ ویسے بھی بہت مشکل پسند مرد تھا۔ چوکیدار نے اس کی گاڑی دیکھ کر پہلے اندر سے اجازت لی تھی پھر اس کو جانے دیا تھا جہاں آرا لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں۔

"آؤ، کیسے آنا ہوا؟" وہ سرد و سپاٹ لہجے میں بولیں۔

"ارے اتنی خفگی، بیٹھنے کا بھی نہیں کہیں گی؟"

"ٹائم نہیں ہے ایک پارٹی میں جانا ہے۔"

"اوہ، کیسا وقت ہے کیا پارٹی تم سے زیادہ عزیز ہوگئی ہے آنٹی؟" جہاں آراء کے بگڑے تیوروں سے تو لفٹ کی صدائیں آرہی تھیں وہ اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کر رہی تھیں اگر اس میں ذرا بھی حمیت ہوتی تو وہ ایک لمحہ بھی وہاں نہ ٹھہرتا، مگر وہ گھاگ شکاری تھا شکار پکڑے بغیر جال اٹھانے والا نہ تھا۔

"لاریب تمہاری وجہ سے انشی موت کے منہ میں جاتے ہوئے بچی ہے میں نہیں چاہتی پھر ایسی کوئی بات ہو جائے بہتر یہی ہے، تم اس کو بھول جاؤ۔" وہ روکھے انداز میں بولیں۔

"بھول جاؤں...... کیسے بھول جاؤں، پیار کرتا ہوں انشی سے۔"

"شٹ اپ..... خوب اچھی طرح جانتی ہوں تم جیسے مردوں کا پیار۔"

"یہی تو آپ کی غلط فہمی ہے آنٹی۔" اس کے لہجے میں یک دم اداسی سمٹ آئی تھی۔

"آپ مجھے ان مردوں جیسا سمجھتی ہیں جو رات کے اندھیرے میں پیار کا راگ الاپتے ہیں اور دن کی روشنی میں بھول جاتے ہیں۔"

"ٹائم ویسٹ مت کرو پلیز، اپنا نہ میرا چلے جاؤ انشی تم سے پیار نہیں کرتی اس کو تمہاری پرچھائیں سے بھی چڑ ہے اور پیار وہ جذبہ ہے جو زبردستی حاصل کرنے والا بے مراد رہتا ہے۔"

"انشی سے زیادہ خفا آپ لگ رہی ہیں آنٹی، ایم سوری اس دن میں نے آپ سے بے حد بدتمیزی کی تھی آئی سویئر میں ہوش میں نہیں تھا میں آج بھی گلٹی فیل کرتا ہوں اپنے اس ایٹی ٹیوڈ کی......" وہ تیزی سے اٹھ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

"ارے رے...... یہ کیا کررہے ہو......"

"آپ جب تک معاف نہیں کریں گی میں آپ کے قدموں سے نہیں اٹھوں گا خواہ آپ مجھے ٹھوکر ماردیں یا دھکے۔" وہ ان کے قدموں سے لپٹ گیا۔

اس کے انداز سے خجالت و شرمندگی محسوس ہو رہی تھی جہاں آرا نے بہت کچھ کہہ کر اس کی گرفت سے اپنے پاؤں چھڑانے چاہے تھے مگر وہ تو گویا اپنے گناہوں کی معافی لے کر ہی اٹھنا چاہتا تھا۔ عجیب انکساری تھی، غضب کی سعادت مندی تھی جہاں آرا کو معاف کرنا ہی پڑا۔

❀❀❀

"میں تم کو نکاح کی خوشی میں ایک گرینڈ پارٹی دینا چاہتا ہوں تم بتاؤ کب اعزاز بخشو گے۔" وہ فری پریڈ میں ساتھ بیٹھے تھے معاذ نوفل نے دعوت دی تو وہ مسکرا کر گویا ہوا۔

"ابھی کیسی پارٹی یار، پارٹی شارٹی شادی کے بعد ہی لیں گے۔"

"جب بھی لے لینا مجھے کوئی اعتراض نہیں...... میں اب بھی پارٹی دوں گا۔ تمہاری خوشی سلیبریٹ کرنے کا حق میرا بھی ہے۔" اس کے چہرے پر چمکتی خوشی کے رنگ میں وفا کی مہک تھی۔

"تمہاری خوشی میں خوش ہوں تم جب کہو میں پارٹی اٹینڈ کرنے کو تیار ہوں، مگر ایک شرط میری بھی ہوگی۔" رضا مندی کے ساتھ ہی اس نے شرط بھی رکھی۔

"کیسی شرط......!" وہ متعجب ہوا۔

"پارٹی میں صرف ہم چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا۔"

"چار......! چاروں کون؟"

"میں، عاکفہ، انشراح اور تم......"

"انشراح......!" وہ چونک کر زیر لب بڑبڑایا۔

"ہاں انشراح کیا اس کو بلانا نہیں چاہو گے آئی نو، عاکفہ اس کے بغیر نہیں آئے گی وہ اس کو کتنا چاہتی ہے یہ تم بھی جانتے ہو۔"

"کیا وہ میرے بلانے سے آجائے گی۔" اس کے دل میں چھپا خوف زبان پر آ گیا تھا بہت مشکل ہوتا ہے اپنی انا کو زیر کرنا اور وہ اس مشکل میں گرفتار تھا ان دنوں۔

"میں نے بہت زیادتیاں کی ہیں اس کے ساتھ اب ممکن نہیں ہے کہ وہ میرے خلوص پر اعتبار کر سکے۔" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

اس کا یوں اپنی زیادتیوں کا اعتراف کرنا بابر کے لیے خوشگوار حیرت تھی وہ اس کے بدلتے جذبات سے بے خبر تھا۔

"تم نے کیا کہا تمہیں کو اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا ہے......! یہی کہا ہے نا تم نے، مجھے سننے میں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی ہے ناں؟"

"یہی کہا ہے میں نے ماما نے یہی تعلیم دی ہے کہ اگر انجانے میں کسی کے ساتھ زیادتی ہو جائے تو ایکسپٹ کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔" بابر کی نگاہوں میں معنی خیزی دیکھ کر وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"یہ تمہاری اعلیٰ ظرفی ہے تم نے دیر سے ہی سہی، مگر اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا غلط کو غلط مانا ایسے ہی احساسات زندگی کو آسان بناتے ہیں ویسے بھی تم نے لائف میں اسٹرگل کی ہے جذباتی رشتوں کے حوالے سے اب تمہیں کوئی اپنے حوالے سے بہترین فیصلہ کرنا ہوگا۔"

"بات کیا ہو رہی تھی اور تم کہاں لے گئے۔"

"تمہاری اس پوزیٹیو اپروچ نے مجھے خاصا ریلیکس کیا ہے فیل ہو رہا ہے تم زندگی کی ضرورتوں کو سمجھنے لگے ہو۔"

"زندگی کی ضرورتوں کو میں پہلے ہی سمجھتا ہوں تم نا معلوم کیا سمجھ رہے ہو میں نے پارٹی کی بات کی ہے اور تم نے بات کو کہاں سے کہاں گھما ڈالا...... اب تم فائنل کرو کب فری ہو گے؟" اس کے گداز لہجے میں یک دم ہی سنجیدگی در آئی تھی اور بابر گہری سانس لے کر رہ گیا تھا وہ یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ شاید پتھر میں جونک لگ گئی ہے مگر وہ پتھر پتھر ہی رہا تھا۔

❀......☆☆......❀

میں ہنس کر جھیل لیتا ہوں جدائی کی سبھی رسمیں
گلے جب اس کے لگتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
نہ جانے ہوگیا ہوں اس قدر حساس میں کب سے
کسی سے بات کرتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

دوسرے دن گھر میں ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی جیسی طوفان گزرنے کے بعد چھا جاتی ہے آج سب نے معمول کے خلاف اپنے اپنے کمروں میں ناشتہ کیا تھا کسی میں بھی ہمت نہ تھی ایک دوسرے سے نگاہ ملانے کی..... پر عمرانہ کو اپنے ظلم کا احساس تک نہ تھا وہ بیدار ہوتے ہی رضوانہ کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگی تھیں موڈ ان کا بری طرح آف تھا۔ وہ گھر کے دوسرے افراد کے علاوہ زید سے بھی بات نہیں کر رہی تھیں زید جو صوفیہ کی جذباتی حرکت کے بارے میں سوچ سوچ کر رات بھر سو نہ سکا تھا صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد وہ لان سے گزرا تو صوفیہ کے کمرے کے باہر کھڑکی کے نیچے کا منظر دیکھ کر وہ شاکڈ رہ گیا تھا۔ اس کے رات باہر پھینکے گئے مگ وہاں ٹوٹے ہوئے تھے اور قریب ہی ایک بلی مری پڑی تھی جو یقیناً ان ٹوٹے ہوئے مگ سے بہنے والی چائے پی کر ہلاک ہوئی تھی کئی لمحوں تک وہ مری ہوئی بلی کو دیکھتا رہا اور ذہن میں بہت کچھ گڈمڈ ہونے لگا تھا۔

بالآخر بوجھل قدموں سے وہاں سے ہٹا اور چوکیدار سے اپنی نگرانی میں وہاں سے صفائی کرائی تھی اور گھر والوں کی بیداری سے قبل ہی وہاں سے تمام نشانات مٹا دیے تھے۔

پہلی بار اس کو اپنی ماں کی خودغرضی و بے حسی بری لگی تھی کل تک وہ اپنی ماں کو بے قصور مظلوم و دنیا کی ستائی ہوئی عورت سمجھتا تھا جس کے ساتھ اس کے باپ اور پھوپو نے ظلم کیا تھا اس کے بسے بسائے گھر کو اجاڑنے میں بقول مما کے صوفیہ کا بھرپور ہاتھ تھا۔ وہ قدرت کے فیصلے پر احتجاج کرتی آئی تھیں مگر اس گھر پر اپنی حاکمیت جمانے کے لیے اس نے دوسری عورت لانے کے لیے بھائی کو مجبور کیا تھا۔ ایسی ہی زہریلی باتیں تھیں جو بچپن سے وہ سنتا آیا تھا اور صوفیہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوتی چلی گئی تھیں۔ لیکن وقت ایک ایسا آئینہ ہے جو دھیرے دھیرے ساری سچائی اور حقیقت پرت در پرت کھول کر دکھا دیتا ہے رفتہ رفتہ وہ بھی لہجوں رویوں کو جج کرنے لگا تھا کھرا اور کھوٹا پرکھنا سیکھ گیا تھا۔ وقت نے ثابت کر دیا تھا صوفیہ پھوپو زبان کی کڑوی ہونے کے ساتھ دل کی صاف اور بھلی عورت ہیں جو بات ان کے دل میں ہوتی تھی وہ ہی بات زبان پر بھی آتی تھی وہ غصہ ور تھیں مگر منافق نہ تھیں۔ وہ صفائی کروا کر اپنے کمرے میں آ گیا تھا بوا ناشتہ لے کر آئیں تو چائے پینے سے بھی انکار کر دیا تھا کہ دل عجیب کیفیت کا شکار ہو رہا تھا بوا جو اس سے اصرار نہ کر سکیں کہ وہ اس کے غصے سے ہمیشہ ہی خائف رہتی تھیں۔

عمرانہ اور مائدہ کے علاوہ سب نے ہی برائے نام ناشتہ کیا تھا جبکہ ان دونوں نے خوب ڈٹ کر فراخدلی سے ناشتا کیا اور ناشتا کرنے کے بعد عمرانہ زید کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔

"میں یہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں، ہمیشہ کے لیے۔" وہ آتے ہی جارحانہ لہجے میں بنا تمہید گویا ہوئیں۔

"گھر چھوڑ کر جا رہی ہیں لیکن کیوں؟" ان کا چہرہ دیکھ کر سارا غصہ و بدگمانی ہوا میں تحلیل ہو گئی تھی۔

"تاکہ آپ کو عشق و عاشقی کا کھل کر مظاہرہ کرنے کا موقع مل سکے۔ زید آپ نے بجیا کے سامنے مجھے نگاہ اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔" وہ یکلخت دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگیں۔ "میں نے آپ کو کیا سمجھا اور آپ کیا نکلے؟"

"آپ ہر بار کیوں دوسروں کی لگائی گئی آگ میں جلنے لگتی ہیں..... مما آپ کو سب پر اعتبار ہے اگر نہیں ہے تو صرف اپنے بیٹے پر نہیں۔" وہ ان کے قریب بیٹھ کر شکستہ لہجے میں گویا ہوا۔

"کس طرح اعتبار کروں، جتنا میں تم کو اس ناگن سے دور رکھنے کی سعی کرتی ہوں تم اتنا ہی اس کے قریب جاتے ہو۔"

"جو آپ کو ثمرہ نے بتایا وہ سچ نہیں تھا میرا پاؤں سلپ ہو گیا تھا اور میں خود کو سنبھال نہیں پایا تھا۔"

”ہوں بالکل اپنے باپ کی طرح پھسلنے کی عادت ہے تمہاری بھی، تمہارا باپ بھی گرا تھا اور گندگی میں ڈھیر ہوگیا تھا اور تم بھی۔“ وہ آنسو صاف کرکے غصے سے غرائیں۔

”مما پلیز..... آپ حقیقت کی عینک سے سچائی کو کیوں نہیں پرکھتی..... آپ کو عروہ کی باتوں پر یقین ہے اور میری باتوں پر نہیں ہے؟“

”کس طرح یقین کروں، وہ بارش والی رات جب گھر میں سودہ اور آپ کے علاوہ کوئی اور نہ تھا آپ نے اس کے ساتھ ایک روم میں گزاری تھی یا نہیں؟“ ان کے عامیانہ انداز پر اس کے ہونٹ بھینچ کررہ گئے تھے۔

”چپ کیوں ہیں جواب دیں اس کے علاوہ بھی میں نے آپ کو اس کے اردگرد منڈلاتے ہوئے دیکھا ہے اور ابھی کا واقعہ تو بالکل ہی تازہ ہے جو عروہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔“

پرپل اینڈ یلو ایمبر ائڈی سوٹ میں سروقد کھڑی ماں کا قد اس کو بہت چھوٹا دکھائی دیا' ڈائی کیے گولڈن بالوں کے درمیان چہرہ میاہ لگنے لگا تھا' وہ کیسی ماں تھیں جو اس سے بدگمانی و بے اعتباری میں کسی دشمن کا کردار ادا کررہی تھیں' وگرنہ ماں وہ ہستی ہے جو دنیا بھر کے عیبوں سے داغدار اولاد کو بھی اپنے آنچل میں چھپالیتی ہے' اس کے کردار کی' اس کی بری حرکات کی کسی کو خبر نہیں ہونے دیتی' ہر مشکل وقت و کٹھن لمحات میں اولاد کے آگے سینہ سپر ہوجاتی ہے' مرجاتی ہے' مٹ جاتی ہے' فنا ہوجاتی ہے۔

”بس..... اگر مجھے اس گھر میں رکھنا ہے میرے ساتھ رہنا ہے تو آپ کو آج ہی عروہ سے نکاح کرنا ہوگا، اس صورت حال میں آپ کو معاف کرسکتی ہوں وگرنہ.....!“ انہوں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

”آپ جانتے ہیں میں کتنی ضدی اور ہٹ دھرم عورت ہوں اپنی انا مجھے ہر رشتے سے پیاری ہے مدثر نے آپ کی طرح غلطی کی میں نے اس کی طرف مڑ کر دیکھنا گوارا نہ کیا اور اگر آپ نے میری بات نہیں مانی تو میں مرنے کے بعد بھی آپ کو اپنی صورت نہ دکھانے کی وصیت کرکے جاؤں گی اب فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔“

❁.....☆☆.....❁

بابا رحمت یوسف صاحب کے والد کے دوست تھے' ان کا تعلق بھی ایک دولت مند گھرانے سے تھا' کسی وقت میں انہوں نے لومیرج کی تھی شادی کے چند ہفتوں بعد ہی ان کی بیوی ایک حادثے میں ہلاک ہوگئی تھی اور ساتھ ہی ان کے دل کی دنیا بھی تاریک کرگئی تھی۔ ایک عرصے تک وہ ہوش و حواس سے بے گانہ ہوکر در در کی خاک چھانتے رہے تھے پھر جیسے ہی جدائی کے زخم سے لہو رسنا بند ہوا وہ حواسوں میں لوٹنے لگے اور گھر والوں نے بہت چاہا کہ وہ پھر سے شادی کرلیں، مگر عشق مزاجی ان کو عشق حقیقی تک لے گیا تھا جب عشق حقیقی سے لو لگ جائے تو پھر دنیا اور دنیا کی محبت بے کیف ہوجاتی ہے ان کو عشق الٰہی کی ایسی دولت میسر آئی تھی کہ دنیا کی دولت کو ٹھوکر مار کر درویشانہ زندگی گزار رہے تھے۔

ایک طویل عرصے بعد وہ یوسف صاحب سے ملنے آئے تھے اور یوسف صاحب نے بڑی محبت و عقیدت سے انہیں وہاں چند دن قیام کے لیے روک لیا تھا ان کے پرخلوص اصرار پر وہ مزید انکار نہ کرسکے تھے۔ رات کھانے کے بعد قہوہ کا دور چلا تھا اور یوسف صاحب پھر ان کو لے کر اس کمرے میں آگئے تھے جو کبھی ان کے والد مرحوم آصف صاحب کے زیر استعمال ہوا کرتا تھا۔

”ارے یہ کیا کررہے ہو بیٹا؟“ یوسف نے ان کے قریب آکر پاؤں دابنے شروع کیے تو وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے شفقت سے گویا ہوئے۔

”بابا جان کی ایسی خدمت کرنے کا کبھی موقع ہی نہیں ملا کہ ان دنوں وزارت کے عہدے کے باعث اپنوں

میں ٹھہرنے کا وقت ہی نہیں تھا۔اب اس سعادت حاصل کرنے کا قیمتی وقت مجھ سے نہ چھینیں۔" وہ حلاوت آمیز لہجے گویا ہوئے۔

"آصف کو اللہ نے عمر ہی اتنی عطا کی تھی۔ یہ زندگی ٹرین کے جیسی ہے اسٹیشن آتے جاتے ہیں لوگ اپنے اعمالوں کی گٹھڑیاں اٹھا اٹھا کر اترتے رہتے ہیں ہمارا اسٹیشن بھی جلد آنے کو ہے۔" ان کا جسم کانپ اٹھا اور آنکھوں میں نمی در آئی تھی۔

"بابا جان آپ موت سے خوف زدہ ہورہے ہیں۔" یوسف صاحب کو دھچکا لگا تھا ان کی عبادت وریاضت سے وہ بخوبی واقف تھے پھر موت سے ڈر کیا معنی رکھتا تھا۔

"موت سے کیسا ڈر بیٹا، ڈر تو اپنے اعمالوں سے لگتا ہے سوچتا ہوں سیاہ اعمالوں کی گٹھڑی کے ساتھ کس طرح اس رب کا سامنا کروں گا؟ اس رب کی رحمتیں، برکتیں، نوازشیں ہم گناہ گاروں پر بے حساب برستی ہیں اور ہم تو سیاہ کار ہیں جو عبادت بھی گن گن کر کرتے ہیں۔" کہتے ہوئے وہ بے اختیار رونے لگے۔

نا معلوم یہ ان کی نیک صحبت کا اثر تھا یا ان کا دل بھی کسی ایسے ہی اپنے کی تلاش میں تھا جس کے آگے آنسو بہاتے ہوئے کسی شرمندگی وندامت کا احساس نہ ہو سکے دونوں ہی بے خودی کے عالم میں رو رہے تھے بابا جان کی آنکھیں بند تھیں سفید ریش آنسوؤں سے تر ہونے لگی تھی وہ دبلے پتلے لمبے قد کے مالک تھے رنگت صاف اور سفید چہرے پر جاہ و جلال کی سرخی نے رعب پیدا کیا ہوا تھا۔ دائیں ہاتھ میں ان کے سبز رنگ کی تسبیح تھی جس کے دانے وقفے وقفے سے گر رہے تھے کمرے میں چھائے سکون میں ان کی دھیمی دھیمی ہچکیاں ارتعاش پیدا کرنے لگی تھیں خاصی دیر بعد قلب کو قرار حاصل ہوا تو وہ یوسف صاحب کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوئے

"ایک عرصے سے بہت بے سکون و مضطرب ہو، تمہاری آنکھیں بتارہی ہیں کہ مدت سے میٹھی نیند کو ترس رہے ہو۔" وہ آنکھیں بند کیے کہہ رہے تھے یوسف صاحب نے ان کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا از حد عقیدت تھی ان کے انداز میں۔

"بالکل درست کہہ رہے ہیں بابا جان آپ، سالوں پر محیط ہے میری بے سکون واضطراب کا سفر جوں جوں عمر بڑھ رہی ہے ویسے ویسے سکون وقرار ختم ہوتا جارہا ہے سمجھ نہیں آتا ہے دل کا سکون کہاں سے خریدوں؟"

"دل کی تاریکیوں میں جھانکنے کی کوشش کرو بیٹا خود کو ٹٹولو کسی کے ساتھ زیادتی تو نہیں کی کسی کا دل تو نہیں دکھایا، کسی کے قرض چکانے تو نہیں بھول گئے، قرض صرف روپیہ کا ہی نہیں ہوتا اور بھی کئی طرح کے قرض ہوتے ہیں۔"

❁......☆☆......❁

انا کی قید سے نکلے مقابلہ تو کرے
وہ میرا ساتھ نبھانے کا حوصلہ تو کرے
کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
وہ میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کرے

مدثر صاحب کو ڈاکٹر بائی پاس سرجری ایڈوائز کرچکے تھے جس کو وہ ایک عرصے سے نظر انداز کرتے آرہے تھے اور نتیجتاً ان کی طبیعت دن بدن گرتی جارہی تھی کمزوری اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ کئی کئی ہفتے گزر جاتے تھے سودہ اور دیگر گھر والوں سے ملنے جانا نہیں ہوتا تھا بس سب سے فون پر بات کرلیا کرتے تھے مگر سودہ سے ملنے کو ان کا دل کرتا تھا سودہ سے محبت وہ سب سے بڑھ کر کرتے تھے۔اس کی سادگی، اخلاص، بے لوث پیار ایک عرصہ قبل ان کو گرویدہ کر چکی تھی کہ ان کی سگی اولاد کی محبت سودہ کی محبت کے آگے کمزور تھی اس کو ہمیشہ انہوں نے اپنی بہو کے روپ میں دیکھا تھا۔زید کی

اوراس کی جوڑی چاند سورج کی جوڑی لگتی تھی ان کی خواہش پر ہی منور صاحب نے زید کے آگے سودہ کا پروپوزل پیش کیا تھا ان کو موہوم سی امید تھی شاید وہ مان جائے ان کی دلی خواہش پوری کرنے میں اپنا حق ادا کردے گھر کی بیٹی بہو بن کر گھر کے آنگن کو ہی مہکائے، لیکن جس کا اندیشہ تھا وہ ہی ہوا تھا اس نے انکار کردیا تھا اور اس کے انکار نے گویا ان کا دل کمزور کر کے رکھ دیا تھا وہ اندر ہی اندر صدمے کا شکار ہوگئے تھے۔

ابھی اس غم کو بھولے بھی نہیں تھے کہ آج منور کی کال آئی تھی کہ صوفیہ نے پیارے میاں کا رشتہ نہ صرف قبول کرلیا بلکہ چٹ منگنی پٹ بیاہ کی مصداق وہ سودہ کی شادی کا اعلان بھی کرچکی ہیں، پہلے صوفیہ کا نہ ماننا شدت سے پیارے میاں کا رشتہ ٹھکرانا اور اب آناً فاناً منگنی و شادی کی خبر نے ان کو پریشان کردیا تھا کل سے بخار ہونے کے باعث وہ وہاں جانے کی ہمت خود میں محسوس نہیں کررہے تھے مگر صوفیہ کی جلد بازی و رضامندی انہیں کسی انہونی کا پتا دے رہی تھی صوفیہ کے فیصلے کے پیچھے کوئی اہم وجہ تھی۔ یہی بات وہ بار بار صالحہ بیگم اور شاہ زیب کے سامنے دہرا رہے تھے۔

''پاپا آپ کو کیوں لگتا ہے پھوپو نے کسی دباؤ میں آ کر سودہ کے پرپوزل کو ایکسیپٹ کیا ہے؟'' شاہ زیب نے ان کو پریشان دیکھ کر پوچھا۔

''میں جانتا ہوں صوفیہ اپنی نیند کو بالکل پسند نہیں کرتی کیونکہ اس میں بہت زیادہ باتیں ایسی ہیں جو ناپسندیدہ و ناقابل برداشت ہیں' سودہ اس کی بہو بنے یہ بات مجھے کبھی گوارا نہ تھی اور اب اس کا یوں رشتے کو قبول کرنا اور فوری طور پر شادی کرنے کا ارادہ کرنا مجھے کسی گڑبڑ کا احساس دلا رہا ہے۔'' ان کے لہجے میں کچھ ایسی بے چینی تھی کہ ان ماں بیٹے نے ایک دوسرے کی طرف الجھی ہوئی نگاہوں سے دیکھا جبکہ وہ کہہ رہے تھے۔

''صوفیہ کو میں جانتا ہوں وہ بچپن سے ضدی ہیں میں اس کی نیچر سے واقف ہوں۔''

''ڈاکٹر نے آپ کو معمولی سی بھی ٹینشن لینے سے منع کیا ہے اور آپ ہیں کہ کال آنے کے بعد سے اسٹریس لیے ہوئے ہیں یہ آپ کی صحت کے لیے ذرا بھی مناسب نہیں ہے۔'' صالحہ کے انداز میں تفکر تھا۔

''میں نے کتنا چاہا تھا سودہ میری بہو بنے میں نے ہمیشہ تصور کی نگاہ سے سودہ کو زید کے ساتھ دیکھا تھا کیا خوب کپل تھا بے مثال جوڑی تھی۔'' بے اختیار آنے والے آنسوؤں کا ریلا ان کی آنکھوں سے بہہ نکلا تھا صالحہ کی آنکھیں بھی بھر آئی تھیں۔

شاہ زیب شاکڈ سا بیٹھا باپ کو دیکھتا رہ گیا تھا بہت باوقار اور بارعب شخصیت تھی ان کی اور آج ان کو بچوں کی مانند روتے دیکھ کر وہ ٹوٹ سا گیا تھا۔

''خواب تو پھر خواب ہی ہوتے ہیں میں نے بھی خوابوں پر بھروسا کیا اور یہ بھول گیا کہ زید ماں کے کنٹرول میں ہے اس کی حیثیت اس ریموٹ کی سی ہے جس کا سارا کنٹرول اس کی ماں کے ہاتھ میں ہے۔'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

شاہ زیب بھرے دل کے ساتھ وہاں سے اٹھا تھا کاروباری مصروفیات کی وجہ سے سودہ کے پاس اس کا چکر بھی خاصا عرصے سے نہیں لگا تھا......وہ سیدھا پارکنگ شیڈ آیا لمحوں میں اس کی کار ہواؤں سے باتیں کررہی تھی۔

❁......☆☆......❁

بابر اور عاکفہ دونوں ہی پارٹی لینے کے حق میں نہیں تھے پھر آج تو بابر کے پیرنٹس بھی انگلینڈ جارہے تھے ان کی خواہش پر عاکفہ بھی ان کو سی آف کرنے ایئرپورٹ آئی تھی اور حسب عادت اس نے زبردستی انشراح کو بھی ساتھ گھسیٹا تھا۔

"سسرال تمہارا ہے تم ہی ان فارمیلٹیز کو فالو کرو، مجھے تم کیوں اپنے ساتھ گھسیٹتی ہو ہر جگہ۔" اس نے لاکھ سعی کی وہ اس کو ساتھ نہ لے کر جائے کہ اس کے اور بابر کے درمیان اپناو جود اس کو ان فٹ لگتا تھا۔

"پلیز انشی وہاں بابر کی ساری فیملی ہوگی اور ابھی ان لوگوں کے درمیان مجھے شرم آئے گی تم ساتھ ہوگی تو خود کو تنہا محسوس نہیں کروں گی۔" وہ ایسی دلیلیں دے کر اسے زبردستی ساتھ لے آئی تھی مگر بابر کے ساتھ نوفل کو دیکھ کر اس پر سرد مہری سی چھا گئی تھی۔ بابر کے خاندان میں یگانگت و محبت کی مثال قائم تھی ایئر پورٹ پر اس کے چچا تایا اور پھوپوؤں کی فیملیز موجود تھیں۔

نیا رشتہ، نیا تعلق اور اس حوالے سے سب اس کو چھیڑ رہے تھے ہنسی و قہقہے تھے خوشگوار باتیں ہو رہی تھیں عاکفہ کی ساس محبت سے اس کا ہاتھ تھامے سب سے اس کا تعارف کروا رہی تھیں بابر بھی ساتھ ہی تھا خوشی ان دونوں کے چہروں سے عیاں تھیں انشراح بہت خاموشی سے ان کے درمیان سے نکل کر ٹیرس پر کھڑی ہوگئی تھی۔ ارد گرد لوگوں کا جم غفیر تھا کوئی آ رہا تھا کوئی جا رہا تھا عجب افراتفری کا عالم تھا کہیں چہروں پر ہجر کے آنسو بہہ رہے تھے تو کہیں لبوں پر وصال کی کلیاں کھلی ہوئی تھیں وہ کھوئی کھوئی نگاہوں سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ہجر و وصال کے سکھ و دکھ چہروں پر سجائے ان تمام لوگوں میں ایک قدر مشترک تھی۔ وہ تھی اپنائیت، خلوص اور مروت ایک دوسرے کی خاطر جان دینے کا جذبہ ان کے طور و اطوار سے جھلک رہا تھا اور وہ ایسے میں خود کو تنہا اور سب سے الگ تھلگ کسی عجوبہ کی طرح محسوس کرنے لگی تھی۔

"ایکسکیوزمی۔" قریب سے نوفل کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا۔

"کافی پلیز۔" اس کو بے حس و حرکت کھڑی دیکھ کر وہ گویا ہوا۔

"میں نے کب کہا آپ سے کافی لانے کو؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی سرد مہری سے گویا ہوئی۔

"انکل آنٹی کی فلائٹ لیٹ ہوگئی ہے ابھی ان کو مزید چند گھنٹے ویٹ کرنا ہوگا تب تک کافی کے بنا نہیں رہا جا سکتا۔"

"ہاں پھر آپ پییں کافی میں گھر جاؤں گی اتنی دیر ویٹ نہیں کروں گی۔" وہ جتنی نرمی سے بات کر رہا تھا اس کے لہجے میں اتنا ہی اکھڑ پن و بے مروتی در آئی تھی اور عجیب بات تھی۔ اس کو انشراح کا یہ انداز برا نہیں لگ رہا تھا بلکہ وہ خاصا محظوظ ہو رہا تھا۔

"کافی سے کیا ناراضگی۔" بھاپ اڑاتا مگ پھر اس کی طرف بڑھایا۔

"میں نے کب کہا کافی سے ناراضگی ہے میں پینا نہیں چاہتی۔" وہ شانے اچکا کر کہتی ہوئی آگے بڑھنا چاہتی تھی معاً وہ راہ میں حائل ہوگیا انداز میں بے حد پُر اعتمادی تھی۔

"آپ میرا راستہ کیوں روک رہے ہیں؟"

"پہلے کافی پیو پھر کوئی بات ہوگی ورنہ میں یونہی کھڑا رہوں گا۔" اندر بھڑکتی غصے و انتقام کی آگ اس کے لہجے کو دہکا رہی تھی اس پر نظر پڑتے ہی اس کے اندر کوئی پکار اٹھتا کہ وہ اس شخص کو بہت عزیز ہے جس شخص نے اسے اولاد ماننے سے انکار کر دیا تھا اور ٹھکرائے جانے کا درد اس کو بے کل و بے چین کر رہا تھا۔

اب بھی وہ اس درد و کرب میں مبتلا بنا بات الجھ رہی تھی پھر دل نے سرزنش کی تھی کہ وہ کیوں اس کو ایٹی ٹیوڈ دکھا رہی ہے۔ قربانی کا بکرا اس کو ہی بنانا ہے انتقام کی چھری اس کے ہی گلے پر پھیرنی ہے اگر اس کو بھنک بھی پڑ گئی اپنے اور اس کے رشتے کی پھر وہ کہاں قابو میں آئے گا اپنا رویہ اس کے ساتھ بہتر رکھنا چاہیے۔

"ایک کپ کافی میں اتنی سوچ و بچار مائی گاڈ۔" اس کے سنجیدہ چہرے پر شوخی خاصی بھلی لگ رہی تھی انشراح نے کافی لے لی اور چہرے پر نرمی چھانے لگی تھی۔

"تھینکس آلاٹ۔" وہ کافی کا گھونٹ بھرتی ہوئی آہستگی سے بولی۔

"میں بدلے میں آپ کو تھینکس ہرگز نہیں کہوں گا۔"

"مجھے شوق بھی نہیں ہے آپ سے تھینکس سننے کا۔" اس کے برجستہ جواب پر وہ مسکرا اٹھا' پھر کافی ختم ہونے تک ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی کچھ دیر بعد وہ بابر کی فیملی کی طرف آ گئے تھے جہاں عاکفہ نے اس سے کہا تھا۔

"فلائٹ دو گھنٹے لیٹ ہے ہمیں جب تک یہیں ٹھہرنا پڑے گا۔"

"میں اتنی دیر نہیں رک سکتی، مجھے گھر جانا ہے نانو کی طبیعت ابھی بہتر نہیں ہوئی ہے اور تم تو جانتی ہو ان کو ہمارا یوں ملنا جلنا زیادہ بھاتا نہیں ہے لیٹ ہونے پر سارا وقت لیکچر سنتے گزرے گا۔"

"ہوں، ویسے بھی انہوں نے بے دلی سے اجازت دی ہے میں بابر سے معلوم کرتی ہوں شاید کسی کے ساتھ شوفر آیا ہو وہ تم کو ڈراپ کر آئے گا۔" عاکفہ پہلے ہی اس کی نانی کی بدمزاجی سے خائف رہتی تھی بابر نے بتایا کہ ڈرائیور کسی کے ساتھ نہیں ہے البتہ نوفل جا رہا ہے اگر وہ چاہے تو نوفل اس کو ڈراپ کرنے کو راضی ہے اس نے چاہا فوراً انکار کر دے مگر اندر سے سرگوشی ابھری۔

"وقت اگر خود ہی راستہ بنا رہا ہے پھر وہ کیوں بے وقوفی کی راہ پر چلے۔"

❀......☆☆......❀

شاہ زیب کو گھر کی فضاؤں میں عجیب سی اداسی و خاموشی ملی تھی صوفیہ زمرد کے ساتھ سودہ کے جہیز کا سامان لینے گئی ہوئی تھیں' منور صاحب کسی دوست کے گھر شام کی چائے پر مدعو تھے' عمرانہ اور مائدہ اپنی خالہ کی طرف گئی ہوئی تھیں ایک بوا ہی تھیں جو وہاں تنہا بیٹھی تھیں اور ان کی زبانی ہی معلوم ہوا کہ کون کہاں کہاں گیا ہے وہ ان کے ساتھ لاؤنج میں ہی بیٹھ گیا تھا منع کرنے کے باوجود بھی بوا چائے لے آئی تھیں خلاف معمول بوا بہت چپ بیٹھی تھیں۔

"سودہ اس وقت سوتی نہیں ہے خیریت تو ہے ناں اس کی طبیعت ٹھیک ہے۔" بوا کے بتانے پر وہ چونک کر گویا ہوا۔

"دو تین دن سے ایسا بخار چڑھا ہے کہ اترنے کا نام نہیں لے رہا۔"

"ڈاکٹروں کو دکھایا تو ضرور ہوگا ناں؟"

"تین دن میں تین ڈاکٹر بدلے ہیں مگر بچی کو کوئی افاقہ نہیں ہو رہا تین دن میں وہ تیس دن کی مریضہ لگ رہی ہے۔" بوا روہانسی ہوئیں۔

"ارے ایسا کیا ہو گیا، اتنی بیمار کیسے ہو گئی وہ اور ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟" مارے پریشانی کے چائے کا کپ اس نے واپس رکھ دیا۔

"ڈاکٹر کہتے ہیں کوئی شدید ذہنی صدمہ پہنچا ہے سودہ بیٹی کو زیادہ سے زیادہ خوش رکھا جائے مگر وہ تو کیا خوش رہیں گی نہ کسی سے بولتی ہے نہ ہنستی ہے کسی مجسمے کی مانند ساکت رہتی ہیں۔"

"ایسا کیا ہوا ہے...... کوئی بات ہوئی گھر میں، بوا سودہ کو کوئی ذہنی صدمہ پہنچا ہے؟" وہ ایک دم ہی پریشان ہو کر گویا ہوا تو بوا کو بھی احساس ہوا ان کو سختی سے زبان بندی کا حکم دیا گیا تھا کہ تین دن قبل ہونے والے واقعے کی مدثر صاحب اور شاہ زیب کو خبر نہیں ہونی چاہیے۔

"نہیں، نہیں کوئی بھی بات نہیں ہوئی ہے بیٹا۔" وہ بری طرح گھبرائیں' سودہ اپنے کمرے میں سو گئی تھی گھر میں کوئی اور نہیں تھا وہ کس طرح شاہ زیب سے سچ کو چھپائیں۔

"کوئی بات تو ہوئی ہے بوا آج میں نے پاپا کو روتے دیکھا ہے سودہ کی خاطر، وہ بہت مضبوط اور ضبط سے کام لینے

ماہنامہ

حجاب کراچی

مارچ 2018ء کے شمارے کی ایک جھلک

میرے خواب زندہ ہیں — نادیہ فاطمہ رضوی کا سلسلے وار ناول

شب آرزو تیری چاہ میں — نائلہ طارق کا سلسلے وار ناول

عشق دی بازی — ریحانہ آفتاب کا نیا سلسلے وار ناول

اس کے علاوہ

نظیر فاطمہ، زارا رضوان، فائقہ، مریم مرتضٰی، طیبہ اقبال

سمیت دیگر بہنوں کی خوب صورت تحریریں

قارئین کے ذوق کے عین مطابق مستقل سلسلوں میں پڑھیے

طب نبویؐ، بزم سخن، کچن کارنر، آرائش حسن، عالم میں انتخاب

شوخیٔ تحریر، حسن خیال، ہومیو کارنر، شوبز کی دنیا، ٹوٹکے

پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں/ (021-35620771/2)

والے بندے ہیں لیکن ایسا کچھ ضرور ہوا ہے جس کی تکلیف روحانی طور پر پاپا نے بھی محسوس کی ہے وہ ہم سب سے زیادہ سودہ کو پیار کرتے ہیں اور جن سے پیار کیا جاتا ہے ان کے سکھ دکھ کی خبر دل سے دل کو ہو جاتی ہے۔"

"میں سودہ بیٹی کو دیکھ کر آتی ہوں اٹھی ہیں یا نہیں۔" باہر کار رکنے کی آواز آئی تو بوا تیزی سے کمرے سے نکلی تھیں اور چند لمحوں بعد زید اندر داخل ہوا تھا۔ حسب معمول وہ سلام کرتا ہوا اس سے گلے ملا تھا۔

"کافی عرصہ بعد آئے ہو کہاں تھے اتنے دن؟" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کے وجود کا عادی ہو گیا تھا تب ہی استفسار کر بیٹھا تھا۔

"کچھ بزنس ایکٹیویٹیز میں بزی رہا تھا۔" دونوں ساتھ بیٹھے تھے۔

"گڈ اپنے کام سے لگاؤ رکھنے والے لوگ مجھے پسند ہیں۔"

"شکریہ بھائی ایک بات پوچھوں آپ سے؟" اس کی سنجیدگی اور رکھ رکھاؤ والا انداز مقابل کو بے تکلف ہونے کی جسارت نہیں دیتا تھا وہ ہچکچا کر گویا ہوا۔

"ہاں۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر گویا ہوا۔

"پھوپو جان نے سودہ کا رشتہ پیارے میاں سے کیوں طے کیا؟ اور نہ صرف طے کیا بلکہ چند دنوں میں شادی کا ارادہ بھی ہے ان کا۔"

"وہ سودہ کی ماں ہیں اور اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا ان کو مکمل حق حاصل ہے تمہیں کوئی اعتراض ہے اس رشتے پر۔" اس کا لہجہ خوامخواہ ہی سخت ہوا تھا۔

"مجھے نہیں لیکن پاپا کو ہے جانتے ہیں بھائی آج میں نے پاپا کو روتے دیکھا ہے۔" شدت جذبات سے اس کی آواز بھرا گئی تھی اور وہ بے اختیار رونے لگا تھا۔

کئی لمحوں کو وہ بھی گم صم سا بیٹھا رہ گیا تھا یہ کیا کہہ رہا تھا شاہ زیب؟ اس نے اس شخص کو آج روتے دیکھا جس کو اس نے ہمیشہ بجلی کی طرح کڑکتے اور بادل کی طرح گرجتے دیکھا تھا۔

"وہ سودہ کی خاطر رو رہے تھے اس کے مستقبل کے لیے رو رہے تھے آپ نے اسے نہیں اپنایا آپ کے دھتکارے جانے پر رو رہے تھے۔ اللہ کی قسم بھائی اگر میں دل کی گہرائیوں سے سودہ کو بہن نہ مان لیتا تو کبھی بھی اس کو چاند میاں کی نہ ہونے دیتا، مگر سارا قصور دل کا ہی ہے یہ اس کو بہن کے علاوہ کسی اور رشتے میں دیکھنے کا متمنی ہی نہیں ہے ورنہ سودہ جیسی لڑکی ہر مرد کی پسند ہوتی۔"

"نصیب آسمانوں پر لکھے جاتے ہیں یہ بات ڈیڈی کو معلوم ہوگی۔"

"ارادے اور دعائیں نصیب کو بھی بدل ڈالتی ہیں۔" اس کے جواب پر وہ کچھ کہہ نہیں سکا جب ہی چپ ہو کر رہ گیا تھا اور وہ جو بہت غور سے اس کی بدلتی کیفیت کو دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں سودہ کے ذکر پر کئی ٹوٹتے ستارے دیکھے تھے وہ اتنا بے حس و بے پروا نہیں تھا۔ جتنا سودہ کے ذکر پر دکھائی دیتا تھا۔

"بھائی ابھی بھی وقت ہے۔" اس نے ہمت مجتمع کی۔

"کس بات کا۔" وہ اٹھا تھا۔

"سودہ سے شادی کر کے پاپا کی خواہش پوری کرنے کا اس کے بعد وہ آپ سے کوئی اور خواہش نہیں کریں گے۔"

"بیکار کی باتیں مت کرو شاہ زیب۔"

"یہ بیکار کی باتیں نہیں پاپا کی خواہش ہے بھائی۔"

آنچل کی تاریخ کا ایک انوکھا ناول لمحہ بہ لمحہ چونکا دینے والا ناول

ملکوں کی تاریخ قوم کے ماتھے پر چمکتے ہوئے جھومر کی مانند ہوتی ہے

اگر قوم اپنی تاریخ سے غافل ہو جائے پھر ان کا وجود بھی نہیں رہتا

آنچل کراچی

اکائی

عشنا کوثر سردار کا ایک لازوال ناول جس کا ہر لفظ انمٹ نقوش چھوڑ دیگا

ایک پڑھے لکھے گھرانے کا احوال جو لڑکیوں کی تعلیم کے خلاف تھا

بہت جلد آنچل کے صفحات پر جلوہ افروز ہونے والا ناول

مزید معلومات کیلئے 0300-8264242

''ہر خواہش پوری ہونے کے لیے نہیں ہوتی۔''

''آپ ہاں تو کریں اس کو بھابی بنا کر لانے کا کام میرا ہے۔''

''میں ہاں نہیں کر سکتا مجھے اس سے شادی نہیں کرنی اور پلیز اب تم اس بات کو کبھی بھی دہراؤ گے نہیں۔'' وہ آنکھوں میں آنے والی نمی کو چھپاتا ہوا سخت لہجے میں کہہ کر چلا گیا تھا لیکن وہ نمی اس کی آنکھوں سے مخفی نہ رہ سکی تھی کہ اس راز سے وہ ایک عرصے سے واقف تھا کہ وہ دل ہی دل میں سودہ سے محبت کرتا ہے اقرار میں سب سے بڑی رکاوٹ اس کی مما تھیں اور وہ ماں کی محبت میں پاگل ہو کر اپنی محبت کو آگ لگا چکا تھا کچھ لوگ صرف قربانیاں دینے کے لیے پیدا ہوتے ہیں اور قربانیاں دیتے ہوئے مر جاتے ہیں وہ بھی ایسے ہی بے لوث لوگوں میں سے ایک تھا اس کو اپنے بھائی پر فخر ہونے کے ساتھ ساتھ ترس بھی آیا تھا مگر ایسے لوگوں کے لیے کوئی کیا کر سکتا ہے جو خود اپنے لیے کچھ نہ کرنا چاہیں وہ گہری سانس لے کر سودہ کے کمرے کی طرف چلا گیا تھا سودہ کو دیکھ کر اس کو شاک لگا تھا وہ دواؤں کے زیر اثر بے خبر سو رہی تھی گلابی کمبل گردن تک ڈھکا ہوا تھا اس کا چہرہ بے تحاشا زرد ہو رہا تھا آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے نمایاں تھے۔

''بوا، یہ کیا ہو گیا ہے سودہ کو؟'' وہ ان کے ساتھ باہر نکلتا ہوا بولا۔

''پتا نہیں کیا روگ لگ گیا ہے کس ظالم کی نظر کھا گئی ہے۔''

''بوا آپ کو میری قسم ہے بتایئے کیا ہوا ہے میں وعدہ کرتا ہوں کسی کو بھی نہیں بتاؤں گا کہ آپ نے کوئی بات بتائی ہے۔'' وہ بوا کا ہاتھ پکڑ کر التجائیہ لہجے میں گویا ہوا۔

''کیسی بات کرتے ہو بیٹا صوفیہ بی بی کو پتا چل گیا تو میں کہاں جاؤں گی میرا کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ہے اس گھر کے سوا۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں کسی کو بھی معلوم نہیں ہوگا۔'' اس کے اصرار نے بوا کو مجبور کر دیا اور وہ حرف بہ حرف ہر بات اس کے گوش گزار کرتی گئیں۔

❁......☆☆......❁

کار روانی سے سڑک پر رواں دواں تھی رات ابھی ڈھلی نہیں تھی رات کا اندھیرا ابھی پر پھیلائے ہوئے تھا دھند موسم میں چھائی ہوئی تھی اسٹریٹ لائٹس کو دھند نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا سڑک پر نصب قطار در قطار لائٹس خاموش رات میں ستاروں کی مانند روشن تھیں بہت دلکش نظارے تھے وہ محویت سے ونڈو گلاس سے چہرہ ٹکائے باہر دیکھ رہی تھی کہ سڑکوں پر ٹریفک بھی کم تھا۔

''ونڈو سے لگ کر بیٹھ گئی ہیں کیا میرے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں۔'' اس کو مسلسل کھڑکی سے چپکے بیٹھے دیکھ کر وہ گویا ہوا۔ ''یا ڈر لگ رہا ہے؟'' وہ مسکرایا۔

''ڈر..... آپ مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' وہ اس کی طرف پوری شدت سے متوجہ ہوئی۔

''ڈرانے کی میری عادت نہیں۔ بٹ مجھے فیل ہو رہا ہے تم مجھ سے خوف زدہ ہو ونڈو سے اس طرح چپک کر بیٹھی ہو گویا ابھی کھڑکی سے باہر نکل جاؤ گی۔'' اس نے چڑایا۔

''آپ اتنی بے تکلفی سے مجھے تم کہہ کر کیوں مخاطب کر رہے ہیں آپ کے اور میرے درمیان ایسی بے تکلفی ہرگز نہیں ہے کہ آپ مجھے تم کہہ کر پکاریں۔'' وہ اس کے انداز پر طنزیہ لہجے میں بولی۔

''اوہ سوری..... بٹ تم کہنا کوئی جرم تو نہیں.....'' وہ اس کی طرف دیکھتا جتانے والے لہجے میں بولا۔

''ویسے بھی تم مجھ سے تین چار سال چھوٹی ہو۔'' اس نے جواب دینے کے لیے منہ کھولنا ہی چاہا تھا کہ پیچھے سے آتی

کار نے ان کا راستہ روکا تھا اور پھرتی سے تین لڑکے اس میں سے نکلے تھے اور قبل اس کے کہ وہ سنبھلتے یا سمجھتے وہ اسلحے کے زور پر ان دونوں کو کار سے باہر آنے کا اشارہ کررہے تھے اس نے گھبرا کر نوفل کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر خطرناک تاثرات تھے۔

''آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟'' وہ اس کو اسٹیئرنگ پر مضبوطی سے ہاتھ جمائے دیکھ کر تیزی سے گویا ہوئی' اس کے تیور بری طرح بگڑے ہوئے تھے۔

''میں اس روڈ کو ہی ان کے لیے قبرستان بنادوں گا۔''

''یہ کرمنل لوگ ہیں فائرنگ کرنے میں لحہ بھی نہیں لگائیں گے۔'' وہ ان کو گاڑی سے ہٹ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور وہ اس کا ارادہ بھانپ کر ہراساں لہجے میں بولی تھی۔

اس اثناء میں وہ لوگ کار کو گھیرے میں لے چکے تھے اور بار بار نوفل کو باہر نکلنے کا اشارہ کررہے تھے چاروناچار اس کو باہر نکلنا پڑا تھا۔

''تمہیں باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔'' وہ باہر نکلتے ہوئے بولا۔

''ہینڈز اپ۔'' ایک لڑکے نے اس کے باہر نکلتے ہی حکم دیا تھا نوفل نے شرافت سے ہاتھ اوپر کرلیے تھے۔

ایک لڑکا اس کی طرف گن تانے کھڑا تھا دوسرے لڑکے نے تیزی سے اس کی جیبوں کی تلاشی لینی شروع کردی تھی کوٹ کی جیب سے والٹ اور خاصی تعداد میں نقد رقم مل گئی تھی اس لڑکے نے اس کی بائیں کلائی سے رسٹ واچ بھی اتار لی تھی۔ وہ انشراح کی خاطر بڑے ضبط وتحمل سے اس ساری کارروائی کا شکار ہورہا تھا ورنہ وہ اتنا آسان ہدف بھی ثابت ہونے والا نہ تھا۔

''باس موبائل نہیں ہے اس کے پاس باقی سامان مل گیا۔'' تلاشی لینے والا لڑکا وہ سب سامان قریب چوکنا انداز میں کھڑے تیسرے لڑکے کی جیکٹ کی جیبوں میں منتقل کرتا ہوا بولا۔

''موبائل کہاں ہے؟'' وہ لڑکا غرا کر بولا۔

''ڈیش بورڈ پر دیتا ہوں ابھی۔''

''تم کیوں زحمت کرتے ہو یہ نیک کام ہم خود کرلیں گے۔'' وہ لڑکا جس کو باس کہہ کر پکارا گیا تھا مسکرا کر کار میں سراسیمہ بیٹھی انشراح کی طرف دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

''وہاں کوئی نہیں جائے گا موبائل میں خود لاکر دے رہا ہوں۔'' اس کا بلند لہجہ خوف وڈر سے عاری تھا ساتھ ہی اس نے پستول تانے لڑکے کو فلائنگ کک رسید کی اور وہ لڑکا چیختا ہوا گرا تھا ان دونوں لڑکوں نے پھرتی سے گنوں کو لوڈ کیا تھا اور نوفل کی طرف فائر کرنے ہی والے تھے کہ انشراح حواس باختہ ہوکر چیختی ہوئی کار سے نکلی اور آگے بڑھی تھی کہ اس لڑکے نے اس کی کنپٹی پر پستول رکھ دی تھی۔

❁......☆☆......❁

''بہت سے لوگوں کو دنیا میں سب کچھ مل جاتا ہے' من چاہی مراد دل میں بسی خواہشیں' من میں کھلتی آرزوئیں' سب مل جاتی ہیں' نا معلوم ایسے لوگ کس قلم سے نصیب لکھوا کرلاتے ہیں جو چاہتے ہیں وہ پاتے ہیں کچھ لوگ مجھ جیسے بدنصیب بھی ہوتے ہیں پیدائشی بدقسمت جن کے مقدر میں کچھ بھی نہیں ہوتا...... حتیٰ کہ باپ کی شفقت سے بھی محروم رہتے ہیں دوسروں کے رحم وکرم پر زندگی گزرتی چلی جاتی ہے۔''

''سو دہ اللہ اللہ کرکے تمہارا بخار اترا ہے طبیعت کچھ بہتر ہوئی ہے اور تم پھر سوچوں میں گم ہونے لگی ہو ڈاکٹر نے سختی

سے کہا ہے کہ تم کو اسٹریس سے دور رکھا جائے۔" صوفیہ نے اس کو سوچوں میں گم دیکھ کر نرمی سے سمجھایا۔

"ممی جو میرے ساتھ ہوا اور جو میرے ساتھ ہوتا آ رہا ہے وہ کس طرح سے برداشت کیا ہے میں نے وہ میں ہی جانتی ہوں۔"

"میں جانتی ہوں بیٹا، مگر ان باتوں پر کڑھنے کا کیا فائدہ جن کا کوئی حاصل نہ ہو، ان سوچوں اور ظالمانہ سلوک سے محفوظ رکھنے کے لیے ہی تو میں نے تمہاری شادی کا فیصلہ کیا ہے تمہاری شادی کے بعد میں بھی یہاں نہیں رہوں گی مدثر بھائی اور صالحہ بھابی کے پاس چلی جاؤں گی ابھی بھی صرف منور بھائی اور زمرد بھابی کے خیال سے یہاں رہ رہی ہوں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میرا دل یہاں سے اچاٹ ہوگیا ہے۔" وہ اس کے قریب بیٹھیں کہہ رہی تھیں اس کی بیماری نے ان کو اس کے بے حد قریب کر دیا تھا وہ ہر دکھ سکھ اس سے شیئر کیا کرتی تھیں۔

"عمرانہ بھابی نے جس طرح تم کو مارا ہے وہ وقت میں کبھی بھول ہی نہیں سکتی۔ کوئی پالتو جانوروں کو بھی ایسی بے دردی و سنگ دلی سے نہیں مارتا۔"

"بھول جائیں ممی جو ہوا سو ہوا آپ کیوں دل برا کرتی ہیں۔" عمرانہ ممانی نے اس کے جسم کو ہی نہیں دل کو بھی گھائل کر ڈالا تھا ایک عرصے سے عمرانہ ممانی اس کو زید کے ساتھ رسوا کرتی آئی تھیں اور وہ ان کی عادت سمجھ کر صبر کرتی چلی آئی تھی مگر اب تو انتہا سے بھی آگے بات بڑھ گئی تھی ممانی کے ساتھ ان کی بہن اور بھانجی نے اس پر واہیات الزام لگائے تھے۔

بدچلن، آوارہ، بدکردار اور بھی کچھ ایسے ہی القابات تھے جو اس پر لگائے گئے تھے زید کو اس کے لیے ایک ایسی خوف ناک بلا بنا دیا گیا تھا جس سے وہ چھوٹی عمر سے ڈرتی آئی تھی اور عمر کے ساتھ ساتھ وہ خوف بھی بڑھتا ہی گیا تھا وہ اس کی موجودگی میں خوف زدہ رہتی تھی پیار و محبت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"ٹھیک کہتی ہو تم جو ہوا سو ہوا اس پر مٹی ڈالو مگر میرا یہ فیصلہ اٹل ہے تمہاری شادی کے بعد میں مدثر بھائی کے گھر پر ہی رہوں گی۔" وہ اس کو سوچوں میں ڈوبا دیکھ کر گہری سانس لے کر گویا ہوئی۔

"اچھی آپا دو تین دفعہ آ گئی ہیں تم بخار میں دواؤں کے زیر اثر سو رہی تھیں اب کل آنے کا کہہ رہی ہیں تم ذرا تیار ہو جانا پیارے میاں بھی ساتھ ہوں گے کسی ناگواری کا اظہار مت کرنا چاہتے ہوئے بھی میں حامی بھر چکی ہوں پھر وہ خود تمہارا طلب گار ہے اور جو مرد محبت کرتے ہیں وہ مرتے دم تک محبت کرتے ہیں۔"

"آپ نے نہیں میرے بارے میں بتا دیا تھا ممی؟"

"تمہارے بارے میں کیا بتاؤں گی وہ سب جانتے ہیں۔"

"یہ بھی جانتے ہیں کہ میں آوارہ، بدکردار و بدچلن ہوں۔" اس کے سرد و سپاٹ لہجے پر وہ چند لمحے بھونچکا رہ گئی تھیں۔

"یہ سب آپ کو ضرور بتانا چاہیے بعد میں پتا چلا تو پھر کیا ہوگا۔"

"سودہ میری بچی۔" انہوں نے اس کو خود سے لپٹا لیا۔

"ایک پاگل اور سر پھری عورت کی احمقانہ باتوں کو کیوں دل سے لگاتی ہو اسی پاگل پن میں وہ مدثر بھائی کو دوسری عورت کے ساتھ گھر بسانے پر مجبور کر چکی ہے، تم اس کی باتوں کو دل سے لگا رہی ہو جو تمہیں بدنام کرتے وقت یہ نہیں سوچ رہی ہے کہ میری بیٹی رسوا ہو رہی ہے تو بیٹا اس کا بھی رسوا ہو رہا ہے۔" وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

انتباہ

ماہنامہ آنچل کراچی — ماہنامہ نئے اُفق کراچی — ماہنامہ حجاب کراچی

ان تمام ویب سائٹس، بلاگ کے مالکان اور سوشل میڈیا پر گروپس و پیجز کے مالکان و ایڈمنز کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دس دن کے اندر اندر آنچل وحجاب اور نئے افق کی تمام تحاریر اپنے ویب سائٹس، پیجز اور گروپس سے ہٹالیں ورنہ ادارہ نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز ان تمام گروپس اور ویب سائٹس، پیجز کے لیے قانونی چارہ جوئی کرنے کا نا صرف حق رکھتا ہے بلکہ مطلوبہ نوٹس کے بعد ان ویب سائٹس کے خلاف دی گئی مدت کے بعد ایف آئی اے، سائبر کرائم اور کاپی رائٹس کے تحت کسی بھی قسم کی کارروائی کی جاسکتی ہے جس کے لیے ادارہ ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جن ویب سائٹس کو پیشگی اجازت دی گئی تھی ان سے التماس ہے کہ وہ فوری ادارے سے رابطہ کریں تاکہ نئے قواعد وضوابط سے آگاہی حاصل کرسکیں۔

7 فرید چیمبر عبداللہ ہارون روڈ، صدر کراچی

رابطہ: 03008264242

"جو عورتیں دوسروں کے بچوں کی طرف انگلیاں اٹھاتی ہیں ایسی ہی عورتوں کے بچے میں ان کے چہروں پر رسوائیوں کی کالک مل دیتے ہیں مائدہ نے خود زید کے دوست جنید کو پھانس کر بات پکی کرائی ہے کئی بار میں نے خود فون پر اس کی باتیں سنی ہیں مگر وہ میرا ہی خون ہے میرے بھائی کی بیٹی ہے کس طرح اس کو رسوا کر سکتی ہوں۔" ماں کی اعلیٰ ظرفی پر ان کی محبت اس کے دل میں اور بڑھ گئی تھی پھر وہ جھوٹ بھی نہیں کہہ رہی تھیں کہ یہ سب وہ بھی جانتی تھی۔

"بھابی کی خواہش ہے کسی طرح بھی عروہ کو بہو بنا کر لے آئیں اور زید نہیں مان رہا...... وہ شاید کسی اور لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"یہ آپ کو کس نے بتایا کہ زید بھائی کسی لڑکی میں انٹرسٹڈ ہیں۔" بہت اجنبی سا محسوس ہوا تھا اس کو زید کا کسی لڑکی کے ساتھ نام آنا اکھڑ، بدمزاج و کم سخن وہ شخص بھلا کسی لڑکی سے محبت کر سکتا ہے کسی کو جان سکتا ہے کوئی لڑکی اس کے معیار پر پورا اتر سکتی ہے۔

"جب ہی تو وہ ماں کو انکار کر رہا ہے ورنہ وہ تو ایسا بیٹا ہے جو ماں کے حکم پر اپنی گردن کاٹ کر بھی دے دے۔"

"کیسی ہوگی وہ لڑکی جو زید بھائی کو پسند ہوگی ہاؤ امیزنگ۔" وہ اپنا دکھ بھول کر ایک نئے تجسس میں مبتلا ہوگئی تھی۔

❁......☆☆......❁

"اسمارٹ مت بنو، وگرنہ یہ لڑکی جان سے جائے گی۔" وہ لڑکا زوردار کک کھا کر اٹھ ہی نہ سکا تھا اس کے ہاتھ سے پستول گر گئی تھی جو جھک کر نوفل نے اٹھالی تھی اور وہ ابھی پستول اٹھا کر مڑا ہی تھا کہ اس لڑکے کی آواز آئی تھی۔

"پستول پھینک دو وگرنہ میں اس لڑکی کو شوٹ کر دوں گا۔" اس لڑکے نے چیخ کر کہا۔

"تو نے اس کو ٹچ کرنے کی ہمت کیسے کی۔" نوفل پر گویا جنون سوار ہو گیا تھا اس کی نگاہیں چند لمحے کے لیے انشراح کے چہرے پر اٹھی تھیں جہاں خوف ہی خوف تھا وہ لڑکا سختی سے اس کے سر پر پستول لگائے کھڑا تھا۔

"دیکھا آگے نہیں بڑھ۔"

"تو لڑکی کو چھوڑ دے۔"

"میں اس کو گولی ماردوں گا۔"

"پھر تم میں سے کوئی زندہ نہیں جائے گا۔" پستول اس کے ہاتھ میں تھا وہ مسلسل آگے بڑھ رہا تھا اس کے چہرے پر اس کے انداز میں کچھ ایسی وحشت و جنون پھیلا ہوا تھا کہ ان لڑکوں کا رنگ اڑنے لگا تھا۔

انہوں نے تو اسے آسان شکار سمجھ کر گھیرا تھا جو ان کو بھاری پڑنے لگا تھا ایسے لوگ لاکھ باہر سے بہادر بنے پھرتے ہیں مگر اندر سے وہ چیونٹی سے بھی زیادہ کمزور اور بزدل ثابت ہوتے ہیں۔ ان کا ایک ساتھی پڑا کراہ رہا تھا دوسرے نے بھی اس پر حملہ کرنا چاہا تھا مگر نوفل کے غیض و غضب نے اس کو دو تین مکوں میں ہی ڈھیر کر دیا تھا پھر وہ تیسرے کی طرف بڑھتا چلا گیا جس کی حالت دونوں ساتھیوں کو ڈھیر ہوتے دیکھ کر پتلی ہوگئی تھی۔

بجھتا ہوا چراغ پھڑپھڑایا تھا اس کو معلوم تھا تینوں گن خالی ہیں اور خالی پستول سے ہی وہ لوگوں کو لوٹ لیا کرتے تھے پہلی بار کسی ایسے شخص سے واسطہ پڑا تھا کہ اس نے ان کو دھول چٹا دی تھی۔ ہاتھ میں پسٹل لیتے ہی نوفل کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بلٹس سے خالی ہے چند لحوں بعد ہی وہ انشراح کے قریب پہنچ گیا اور اس کو قریب دیکھ کر وہ لڑکا اس قدر بوکھلایا تھا کہ پستول اس نے انشراح کے منہ پر دے مارا تھا چوٹ اچانک اور شدید لگی تھی مارے درد کے وہ چیخ بھی نہ سکی اور بیٹھتی چلی گئی تھی۔

نوفل نے ایک نگاہ اس کی طرف دیکھا مگر اس کی طرف آنے کی بجائے وہ اس بھاگتے ہوئے لڑکے کی طرف دوڑا

تھا اور کچھ لمحوں بعد وہ لڑکا اس کی گرفت میں لاتیں گھونسے و مکے کھا رہا تھا۔ نوفل اس وقت رحم کرنے و معافی دینے کا قائل نہ تھا اس کے سامنے اس نے بے قصور لڑکی پر نہ صرف پستول تانا تھا بلکہ زخمی بھی کر دیا تھا۔ وہ لڑکا زیادہ دیر مقابلہ کر سکا تھا معافیاں مانگنے لگا' گڑگڑانے لگا اس کے دونوں ساتھی بھی اپنے باس کی دگرگوں حالت دیکھ کر ساکت پڑے تھے' انشراح نے ہمت کر کے چہرہ اوپر اٹھایا بائیں رخسار اور ہونٹوں کی طرف درد ہی درد تھا مگر سامنے کا منظر بہت خطرناک تھا' نوفل نے مار مار کر اس لڑکے کا حشر کر دیا تھا اور ابھی بھی اس کا ارادہ اسے چھوڑنے کا نہیں تھا۔

"جان سے مار دیں گے کیا......؟ چھوڑ دیں اس کو۔" وہ قریب جا کر گویائی ہوئی۔

"ایسے لوگوں کو جان سے ہی مار دینا چاہیے جو دوسروں کو بلاوجہ نقصان پہنچاتے ہیں' لوٹتے ہیں۔" جنونی لہجے میں بولا۔

"پلیز...... لیو اٹ۔" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر التجائیہ لہجے میں گویا ہوئی' اس کے نرم و گرم ہاتھوں میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ وہ میکانکی انداز میں ایک دم رکا تھا لہو رنگ آنکھیں اس کے سوجے ہوئے نیلے پڑتے رخسار پر جم سی گئی تھیں۔

اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وہ لہولہان لڑکا انشراح کے قدموں میں گر کر معافیاں مانگنے لگا تھا۔

"گو۔" انشراح نے اس لڑکے کو کہا تو وہ لڑکا اور اس کے دونوں ساتھی کار میں بیٹھ کر ایسے بھاگے کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

"ایم سوری...... میری وجہ سے آپ کو چوٹ آئی۔" وہ کار اسٹارٹ کرتا ہوا ندامت بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

"آپ کیوں معافی مانگ رہے ہیں میرے ساتھ ایسے حادثات ہوتے ہی رہتے ہیں عادی ہوں ایسی تکلیفوں کی ڈونٹ وری۔"

"بہت پین ہو رہا ہوگا۔" ڈرائیونگ کے دوران بھی اس کی نگاہ اس کے رخسار پر تھی جو نیلا ہونے کے ساتھ ساتھ مزید سوجھتا جا رہا تھا۔

"نہیں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"میں نے کہا بھی تھا کار سے مت نکلنا مگر تم نکل گئیں اور انجام دیکھا ناں چہرہ کسی غبارے کی مانند پھولتا جا رہا ہے۔" وہ پھر کچھ نہیں بولی درد میں اضافے کے ساتھ ساتھ چکر آنے لگے تھے اس نے بیک سے ٹیک لگالی تھی اور بے سدھ ہوگئی تھی۔ اس کی طرف سے خاموشی محسوس دیکھ کر تے نوفل نے اس کی طرف دیکھا اور بری طرح چونکا تھا اس کے ہونٹوں کی سائیڈ سے خون بہہ رہا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ)

مڈل کلاس

تحسین انجم انصاری

رات گئے پچھلے پہر وقت عبادت جاناں
ہاتھ اٹھانا تو مجھے حرف دعا میں رکھنا
بے رخی کے نہ خلاؤں میں فنا کردینا
دل کو رکھنا تو محبت کی ردا میں رکھنا



کشف تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے کچن میں کام نمٹانے میں مصروف تھی۔ کاموں کے دوران حارث کی باتیں یاد آتیں تو لبوں پہ بڑی پیاری مسکراہٹ کھیلنے لگتی۔ شبنم بیمار تھی' اس کے لیے ایک طرف سوپ رکھا اور دوسری طرف سوجی پستے اور باداموں والا حلوہ پکانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ اسے طاقت فراہم کرنے کے لیے ضروری تھا۔ دوپہر کا کھانا خانساماں کی مدد سے پہلے ہی تیار ہو چکا تھا۔

"یہ کس کو سوچ کے مسکرایا جا رہا ہے؟" اپنے پیچھے بھاری مردانہ آواز سن کر وہ اچانک مڑی۔ گالوں پہ کلیاں سی چٹکنے لگیں۔

"ارے حارث..... آپ اتنی جلدی کیسے آ گئے؟"

"بس آ گیا..... جس کے لیے تم مسکرا رہی تھیں اسے تمہاری کشش کھینچ لائی۔ کیا ہو رہا ہے..... اتنے ملازمین کے ہوتے ہوئے تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"وہ شبنم بیمار ہے ناں اس کے لیے کچھ پکا رہی ہوں۔"

"کیوں کرتی ہو بے کار میں اتنی محنت..... وہ تمہارے ساتھ اتنا برا سلوک کرتی ہے اور تم پھر بھی ہر وقت اسے خوش کرنے کے لیے بہانے تلاش کرتی ہو.....؟" حارث سنجیدہ ہوئے۔

"کیا کروں حارث.....؟ میں گلٹی فیل کرتی ہوں..... اس کے دکھ کی وجہ بھی میں ہی ہوں۔"

"تم نہیں ہو کشف....." وہ ذرا تختی سے بولے۔ "شادی سے انکار میں نے کیا تھا..... قصوروار میں ہوں۔"

"ہاں لیکن میری وجہ سے کیا تھا ناں۔" وہ پھر مسکرائی۔ "تو کہیں نہ کہیں تو میں بھی قصوروار ہوں ناں۔" کشف نے بے چارگی سے حارث کی طرف دیکھا۔

"تم کبھی نہیں سدھر سکتیں..... تمہارا خمیر ہی محبت کی مٹی سے گندھا ہے۔ کوئی تمہیں کیسے بدل سکتا ہے۔ میرا انتخاب بہترین ہے۔" حارث نے لگاوٹ و محبت سے اس کے کندھوں کو تھامنا چاہا' لیکن اس نے انہیں باہر کی طرف دھکیل دیا۔

"جائیے' جا کر فریش ہو جائیے۔ بس کھانا لگنے ہی والا ہے۔" حارث مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے تو کشف سوچنے لگی۔ اس بار مجھے پوری امید ہے کہ میں شبنم کا دل جیت لوں گی۔ بیماری کے دوران اس نے شبنم کی اتنی خدمت کی تھی' اس کی ہر بات اور ہر ضرورت کا خیال رکھا تھا۔ اس نے اتنی محبت اور خلوص سے تیمارداری کی تھی کہ کوئی بھی ہوتا تو ضرور پگھل جاتا..... سارے شکوے اور شکایات بھلا دیتا۔

......☆☆☆......

کشف کا تعلق مڈل کلاس گھرانے سے تھا۔ بابا بینک میں ملازم تھے۔ اچھی تنخواہ تھی۔ اسی لیے چھ افراد کا گزارہ آسانی سے ہو جاتا..... ہر آسائش زندگی تو نہیں تھی لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے ترسنا بھی نہیں پڑتا تھا۔ سب بہن بھائی زیر تعلیم تھے۔ بڑے بھائی فواد تو تقریباً تعلیم ختم کر چکے تھے۔ کشف کا بھی گریجویشن کا آخری سال تھا۔ کشف کے بعد جواد اور روشین بھی زیر تعلیم تھے۔ کشف کی والدہ زینت آرا' بہت سلیقہ شعار اور بردبار خاتون تھیں۔ یہ ان ہی کا تدبر تھا کہ گھر بھی آسانی سے چل رہا تھا' بچوں کی تربیت بھی اعلیٰ خطوط پر ہو رہی تھی اور ہر مہینے وہ بچت سے کشف کا جہیز بھی تیار کر رہی تھیں۔ زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے بچوں کو اچھی عادات دینے کی بھی بھرپور کوشش کی تھی۔ خاص طور پر دونوں لڑکیوں کے اندر سلیقہ' برداشت اور ہمت و حوصلہ پیدا کرنے کے لیے خاصی محنت کی تھی۔ اپنی ساری خوبیاں ان کی ذات میں منتقل کر دی تھیں اور اس کے لیے ان کے شوہر خلیق ان کے شکر گزار تھے..... بلکہ اچھے خاصے مداح بھی تھے۔ زینت آرا' کا ارادہ تو یہی تھا کہ جیسے ہی کشف گریجویشن کرے اپنے ہی طبقے کے کسی پڑھے لکھے نوجوان سے اس کی شادی کر دیں لیکن کشف کے گریجویشن کے فوراً بعد جب بیگم مہرالنساء حارث یزدانی کا رشتہ لے کر ان کی دہلیز پر آئیں تو ان کا حیران ہونا فطری تھا۔ کہاں ان کا مڈل کلاس گھرانہ اور کہاں حارث کا امیر و کبیر خاندان.....؟

......☆☆☆......

کشف نے پہلی بار حارث کو تب دیکھا تھا جب وہ کالج کے لان میں بیٹھی انہماک سے پڑھنے میں مصروف تھی۔ قدموں کی چاپ پہ سر اٹھایا تو فرید کسی ہینڈسم سے نوجوان کے ساتھ موجود تھا۔ فرید سے اسے سخت چڑ تھی۔ وہ چھچھورا لڑکا ہر لڑکی کے پیچھے بھاگنے والوں میں سے تھا مگر کشف نے اسے کبھی گھاس نہیں ڈالی تھی۔

"مس کشف..... کیا آپ ہمارے ساتھ کینٹین میں ایک کپ چائے پینا پسند کریں گی.....؟" غصے سے کشف کا چہرہ سرخ ہو گیا..... آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں..... وہ ایک دم سے کھڑی ہوئی اور فرید کی طرف دیکھا۔

"کیا تمہیں ایک بار سمجھ میں نہیں آتی بات.....؟ میں تم جیسے چھچھورے لڑکوں کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتی....."

بلکہ کسی بھی لڑکے کے ساتھ بات نہیں کرنا چاہتی' کتنی بار تمہیں سمجھایا ہے...... لیکن آج تم پتہ نہیں کہاں سے اس ہینڈسم نوجوان کو لاکر سمجھ رہے ہو کہ میں تمہارے ساتھ چل پڑوں گی...... تم انتہائی غلط سمجھ رہے ہو مسٹر فرید......" کشف نے بے اختیار اس نوجوان کی طرف دیکھا جو کشف کے منہ سے اپنے لیے ہینڈسم کا لفظ سن کر ہولے سے مسکرایا تھا۔

"اور آپ......؟ آپ کس خوشی میں مسکرا رہے ہیں؟" کشف نے تیکھی نظروں سے اس نوجوان کو گھورا تو وہ ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔

"آئی ایم رئیلی سوری...... آپ پلیز اپنا کام جاری رکھیں...... مجھے فرید کے ساتھ اس طرف نہیں آنا چاہیے تھا۔ اگر مجھے اس کے ارادوں کا علم ہوتا......"

"دیکھنے میں تو آپ معقول شخص لگتے ہیں...... پھر فرید جیسے چیپ شخص سے آپ کا کیا تعلق ہے؟"

"بدقسمتی سے یہ میرے ایک دوست کا جاننے والا ہے...... ایک بار پھر معافی کا خواست گار ہوں۔ آپ اپنا کام کیجیے...... میں چلتا ہوں۔" وہ فوراً ہی فرید کو کھینچ کرلے گیا۔ بعد میں اس پہ انکشاف ہوا کہ وہ انجانے میں ہی اسے ہینڈسم کہہ گئی تو شرمندہ ہونے کے ساتھ ساتھ لبوں پہ مسکراہٹ بھی پھیل گئی نہ جانے کیوں۔

یہ شادی سے پہلے حارث سے اس کی پہلی ملاقات تھی۔ جو آخری بھی ثابت ہوئی۔ پھر گریجویشن کے بعد اچانک ہی اس کا رشتہ آ گیا...... امی اور بابا کو علم ہوا کہ وہ خاصے امیر کبیر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں تو تذبذب کا شکار ہوگئے۔ دونوں خاندانوں کی حیثیتوں میں نمایاں فرق تھا۔ جو شادی کے بعد مسائل کھڑے کرسکتا تھا...... حارث کی والدہ عقل مند خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے دلائل کے ساتھ انہیں قائل کرلیا...... پھر بابا اور فواد بھائی نے چھان بین کی تو مطمئن ہوگئے...... اللہ کا نام لے کر حامی بھری اور یوں وہ دلہن بن کر اس بڑے سے خوب صورت گھر میں آ گئی تھی۔

......☆☆☆......

شادی کے اگلے ہی روز اسے علم ہوگیا...... کہ حارث نے اسے بہت بحث مباحثے کے بعد بڑی مشکل سے حاصل کیا ہے...... حارث کی خالہ جو شادی کے بعد بیوہ ہوگئی تھیں' انہیں مہرالنساء بیگم نے نہ صرف اپنے گھر میں پناہ دی تھی بلکہ ان کی بیٹی شبنم کو اپنے اکلوتے بیٹے حارث سے منسوب بھی کردیا تھا۔

شبنم بچپن سے جوانی میں قدم رکھنے کے ساتھ اسی خیال کے ساتھ ساتھ بڑی ہوئی تھی کہ ایک روز اسے حارث کا ہو جانا ہے...... وہ اس پہ اپنا حق سمجھتی تھی۔ حارث کو بھی کوئی اعتراض نہ تھا' لیکن اس وقت تک جب اس نے کشف کو نہیں دیکھا تھا' کشف پہ نظر پڑتے ہی اس کے جذبات بدل گئے تھے اور وہ اپنی تمام تر رعنائیوں اور نظریات سمیت اس کے دل میں اتر گئی تھی۔ شبنم کا رنگ جو کہ پہلے بھی اتنا گہرا نہیں تھا بالکل پھیکا پڑ گیا...... اسے احساس ہوا کہ شبنم سے لگاؤ بس اسی حد تک تھا کہ وہ بچپن سے سنتا آیا تھا کہ اس کی شادی اس سے ہوگی۔ ورنہ اس سے کوئی دلی یا مضبوط تعلق ہرگز نہ تھا۔ کشف دل میں یوں سمائی تھی کہ وہ کچھ اور سوچنے کے قابل ہی نہ رہا۔ شبنم اور خالہ کو ناراض کرنا...... امی کو تکلیف پہنچانا آسان نہ تھا لیکن بہت مشکل سے سہی انہوں نے اپنے گوہر مقصود کو پالیا تھا...... اور پھر اسے ساری حقیقت سے آگاہ بھی کردیا۔ کشف جان گئی تھی کہ اسے حارث کی خالہ اور شبنم کے تلخ رویوں کا سامنا کرنا پڑے گا...... لیکن اس نے خود کو حارث کی محبت کی خاطر تیار کرلیا تھا۔ کہ وہ اپنی محبت' خلوص اور محنت سے ان کے دل جیت لے گی۔ کیونکہ حارث نے اسے اتنی محبت دی تھی کہ وہ ان کے لیے کچھ بھی کرسکتی تھی۔ کچھ بھی سہہ سکتی تھی۔

دو ماہ کی سیر و سیاحت سے واپس آنے کے بعد کشف نے خود کو اس کام کے لیے وقف کردیا۔ خالہ کی سخت نظروں پہ نظریں جھکا لینا...... شبنم کی طنزیہ اور حقارت آمیز باتوں کے جواب میں مسکرا دینا اس کا معمول بن گیا تھا۔ خالہ کے کھانے پینے کا خیال رکھنا' حالانکہ گھر میں ہر کام کے لیے ملازمین موجود تھے۔ لیکن اسے تو دل جیتنے تھے۔

شبنم کی پسندیدہ چیزیں پکاتی...... وہ لاکھ ناک بھوں چڑھاتی' کھانے سے انکار کرتی اور بعض اوقات تو پلیٹ تک پھینک دینے سے گریز نہ کرتی...... لیکن کشف نے ماتھے پہ شکن نہیں آنے دی...... وہ شبنم کو اتنا قصوروار بھی نہیں سمجھتی تھی۔ آخر اس کی بچپن کی محبت اس نے چھین لی تھی۔ وہ کشف سے جتنی نفرت کرتی کم تھی لیکن کشف نے تہیہ کرلیا تھا کہ وہ اس نفرت کو محبت میں بدل کر دم لے گی۔ مہرالنساء اسے روکتیں...... اتنا کام کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کرتیں' انہیں بھی اس کی خوبیوں اور صلاحیتوں کی وجہ سے اس سے محبت ہوگئی تھی۔ اپنے بیٹے کی پسند پہ رشک آتا تھا...... انہیں علم تھا کہ

شبنم میں سلیقہ نام کو نہیں تھا..... وہ کام چور اور کاہل تھی لیکن اس سے پہلے انہیں ان خامیوں پہ اعتراض نہیں ہوا تھا کہ گھر میں ہر کام کے لیے ملازم تھے..... لیکن کشف کو دیکھنے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ لڑکیوں کو کیسا ہونا چاہیے..... سلیقہ محبت اور عقل مندی لڑکیوں کا زیور ہے..... پھر انہوں نے کشف کو اس کے حال پہ چھوڑ دیا..... وہ چاہتی تھیں کہ اگر وہ کوشش کرنا چاہتی ہے تو کیا مضائقہ ہے۔ اگر شبنم اس کی توجہ اور محبت سے بدل جائے تو مہنگا سودا نہیں۔

کشف نے دن دیکھا نہ رات..... وہ بیک وقت شوہر کی ضروریات بھی پوری کرتی' ساس کی خدمت بھی کرتی اور خالہ اور شبنم کو خوش رکھنے کی کوشش بھی کرتی..... اب تو اسے اس گھر میں آئے تین ماہ ہو چکے تھے..... جن دنوں اس پہ انکشاف ہوا کہ اس کے اندر ننھی سی جان پل رہی ہے..... حارث اور اس کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ تھا۔ ان ہی دنوں شبنم بیمار پڑ گئی..... اپنی طبیعت خراب ہونے کے باوجود اس نے شبنم کا پورے دل سے خیال رکھا' اب تو اسے یقین تھا کہ شبنم اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی خدمت کی وجہ سے ضرور موم ہو جائے گی۔ شکوے اور گلے بھول کر اسے معاف کردے گی۔ قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کرلے گی تو اسے اپنی محنت وصول ہو جائے گی۔ لنچ کے بعد وہ خود سوپ اور حلوہ لے کر شبنم کے کمرے میں گئی۔ اسے اپنے ہاتھوں سے سوپ پلایا اور اس کے برے برے منہ بنانے کے باوجود اپنے ہاتھوں سے حلوہ کھلایا..... آج کشف کو لگ رہا تھا کہ وہ تھوڑی بدلی ہوئی ہے..... خوشی خوشی برتن ملازم کو دے کر باہر آئی..... پتہ نہیں کیوں وہ بہت خوش تھی..... جلد از جلد اپنے کمرے میں جا کر حارث کو بتانا چاہتی تھی لیکن خالہ کی آواز پر قدم رک گئے۔

"دیکھو ناں..... کتنی اچھی ہے کشف..... تمہارا کتنا خیال رکھ رہی ہے..... خود اس کی حالت اچھی نہیں ہے' پھر بھی اسے تمہاری فکر ہے..... صبح سے تمہاری وجہ سے کچن میں محنت کررہی ہے۔ مجھے تو کوئی شکوہ نہیں رہا اس سے..... اب تمہیں بھی سب بھول کر نئی زندگی شروع کرنی چاہیے۔"

"اب اتنی اچھی بھی نہیں ہے وہ....." شبنم تلخی سے بولی۔ "رہی صبح سے کچن میں کام کرنے کی بات تو اس جیسی لڑکیوں کو عادت ہوتی ہے اس طرح مصروف رہنے کی' کام ان کی گھٹی میں پڑا ہوتا ہے۔ ساری عمر کام کر کر کے وہ اتنی عادی ہو جاتی ہیں کہ کام کے بغیر رہ نہیں سکتیں..... بہتر ہے آپ خوامخواہ اس کی اتنی تعریفیں نہ کریں..... آپ بھول گئیں اس نے آپ کی بیٹی سے حارث کو چھینا ہے..... میں اسے کیسے معاف کرسکتی ہوں اور امی آپ اسے کیسے معاف کرسکتی ہیں؟ صرف ان دو کاموں کی وجہ سے جو وہ میرے لیے کررہی ہے..... میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے [illegible] کی کوئی خیال نہیں ہے ایسی لڑکیوں کو عادت ہوتی ہے کام کی..... وہ کام کیے بغیر نہیں رہ سکتیں....."

"کیا مطلب ہے تمہارا.....؟" خالہ کی آواز آئی۔ "کیسی لڑکیوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"مڈل کلاس لڑکیاں اور کون....." شبنم کی آواز آئی۔ "کتنے بھی اعلیٰ خاندان میں ان کی شادی ہو جائے ان کی فطرت تو نہیں بدل سکتی..... ہونہہ..... یہ مڈل کلاس لڑکیاں۔"

اس کی آواز زہریلی تھی..... کشف جیسے بت بنی کھڑی رہ گئی..... تو یہ تھا محنتوں اور محبتوں کا صلہ.....؟ وہ ست مرے مرے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ مڈل کلاس سے ہونا ناقابل معافی جرم ہے۔ بہت بڑا نقص ہے' کبھی نہ مٹنے والا لیبل ہے یا پھر گالی.....؟ رستے میں بھی اس کے کمرے سے گزری تو وہ اپنی سہیلی سے فون پہ گفتگو میں مصروف تھیں۔

"اچھا ہی ہوا..... میں نے اپنے حارث کی بھتیجی سے شادی نہیں کی..... وہ تو ہمارے سر پہ ناچتی' میں بہت مطمئن ہوں کشف کو حارث کی دلہن بنایا..... ان مڈل کلاس لڑکیوں کا یہی تو فائدہ ہے..... اونچے گھرانے میں شادی ہو جائے تو نیچا اونچا کر کے بات نہیں کرسکتیں..... ہر وقت خدمت کو تیار..... جناب زندگی آرام سے گزرے گی..... بڑھاپا خوار نہیں ہوگا۔ ان مڈل کلاس لوگوں کے پاس ہوتا ہی کیا ہے؟ ایک عزت ہی ان کا سرمایہ ہوتی ہے..... کشف سے عزت سے بولوں گی تو وہ خود کو نچھاور کرنے کو بھی تیار ہوگی..... میں بھی خوش اور میرا بیٹا بھی خوش..... ہمیں اور کیا چاہیے؟"

اسے لگا ایک دم اس کے جسم سے ساری توانائی نکل گئی ہو..... ایسی حالت میں بھی کھڑا رہنا دشوار ہو گیا تو جلدی سے باہر پڑے صوفے پہ بیٹھ گئی..... اور دل پہ ہاتھ رکھ لیا کہ یہ احساس تو اب ساری زندگی ساتھ رہنا تھا۔

میرا اعتبار کہنا

قرۃ العین سکندر

جس کو معلوم نہیں منزل مقصود اپنی
کتنا بے کار ہے اس شخص کا چلتے رہنا
ہم نئے خواب بنیں گے نئے منظر لے کر
نئے سورج سے کہو روز نکلتے رہنا



"نادیہ چھت پر کیا کررہی تھی۔" عمر نے پروین بیگم سے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"کیا کرنا تھا تمہارے سامنے تو چھت سے کپڑے اتار کر لائی ہے سوکھنے کے لیے پھیلائے تھے اب سوکھ گئے ہیں تو اتار لیے ہیں تم کیوں اتنی بازپرس کررہے ہو؟"

پروین بیگم نے سادہ سے لہجے میں وضاحت دی' وہ جانتی تھی کہ عمر کا قصور نہیں ہے اس کو بچپن سے ہی یہی تربیت دی جاتی رہی ہے۔ اسلم صاحب نے ہمیشہ عورت ذات کو حقیر جانا اور جو رہی سہی کسر تھی وہ ان کی بہن دردانہ نے پوری کی تھی' بہنوں کو بوجھ سمجھنا اور ایسی ہی باتیں عمر کے ننھے دماغ میں چھوٹی سی عمر میں ہی پختہ کردی گئی تھیں' وہ بھی اپنے باپ کے نظریات کی عینک لگا کر ہی زندگی کو دیکھ اور پرکھ رہا تھا جو کمی بیشی تھی وہ پھوپو کی نصیحت سے پوری ہوجاتی تھی۔ اس دوران ماں کی ہر بات ہنسی میں اڑا دی جاتی تھی ایک ایسی عورت جس کا اپنے ہی گھر میں کوئی مقام مرتبہ نہیں تھا اس کی بات کی عمر کی نگاہ میں بھلا کیا اہمیت ہوسکتی تھی۔ دوسری وجہ اس کی فطرت بھی تھی جو اچھائی سے زیادہ برائی کی جانب مائل تھی اس کو نصیحت بھی وہی بھاتی تھی جس میں اس کا دل لگتا تھا۔ وہ نادیہ اور امبر سے بڑا تھا اس لیے تحکمانہ انداز تکلم کو اپنا اصولی حق گردانتا تھا' اب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی اس نے بہنوں پر اپنا حکم چلانا شروع کردیا تھا۔ نادیہ ایک دبو سی لڑکی تھی' اس نے بچپن سے ہی اپنی ماں کو گھٹن زدہ ماحول میں سانس لیتے اور ہر طرح کا تضحیک آمیز رویہ برداشت کرتے دیکھا تھا اس لیے غیر ارادی طور پر وہ بھی ماں کے رنگ میں رنگ گئی تھی۔ خوف' مجبوری و سمجھوتے کے رنگ' زندگی کے دکھوں میں صبر تلاشنے کے رنگ' وہ ماں کے اشارے بھی بخوبی سمجھنے لگی تھی۔ اس نے اپنے باپ بھائی اور پھوپو کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے اسی لیے پڑھائی کی شدید خواہش کے باوجود اس نے اپنی اس واحد آرزو کا بھی گلا گھونٹ دیا تھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی وجہ سے اس کی ماں کی زندگی میں مزید دکھوں کا اضافہ ہو۔ وہ اپنی خوشی کی خاطر اپنی ماں کو پریشانی میں مبتلا نہیں کرسکتی تھی مگر امبر اس کے برعکس تھی وہ میٹرک کرکے گھر نہیں بیٹھی تھی بلکہ اس نے رو رو کر ابا سے مزید تعلیم حاصل کرنے کی اجازت حاصل کرلی تھی۔ وہ گریجویشن کررہی تھی اپنی اعلیٰ تعلیم کے حصول کی تشنہ خواہش کو پورا کررہی تھی مگر اس کا خراج اب نادیہ کو دینا پڑرہا تھا اس کے لیے ایک رشتہ اس کی پھوپو ڈھونڈ کرلائیں تھیں وہ ہرگز بھی اس گھر کی خیر خواہ نہیں ہوسکتی تھیں ان کی بیٹی ندا گھر والوں کے پل پل کی خبر اوپر ماں کو لاکر دیا کرتی تھی۔ دردانہ بیگم بیوگی کی چادر اوڑھے بھائی کے گھر جوانی میں ہی آگئی تھیں اور ننھی ندا کا ساتھ بھی تھا۔ اسلم صاحب نے کھلے دل سے بہن کو آسرا اور سہارا دیا تھا مگر وہ اپنے ہی بھائی کے گھر میں لگائی بجھائی کرکے نفرت کا زہر گھولتی رہتی تھی۔ نادیہ کی مزید تعلیم میں بھی دردانہ بیگم مزاحم تھیں مگر امبر کی بار ان کو خاموش ہوجانا پڑا تھا امبر اور ندا ہم عمر اور ہم جماعت بھی تھیں اور جب ندا کے کالج ایڈمیشن کی بات طے ہوئی تو امبر بھی اپنی بڑی بہن نادیہ کی طرح لب بستہ نہیں رہ سکی تھی اس نے کچھ اس انداز میں اپنا موقف ابا کی عدالت میں پیش کیا کہ ان کو مانتے ہی بنی یہ الگ بات کہ امبر کو اس کے بعد ہر لحظہ خود کو عدالت کے لیے تیار رکھنا پڑتا تھا ہر دوسرے دن الزامات کی تردید کرکے شک کی صلیب سے چھٹکارا پانا پڑتا تھا جبکہ ندا کے دیر سویرے لوٹنے پر کبھی کوئی اعتراض نہیں ہوتا تھا وہ ان کی بہن کی بیٹی تھی اس بہن کی جس کی باتیں ان کو اقوال زریں لگا کرتی تھیں ان کے ارشادات کی رو میں تو اہل خانہ کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ ان کی تربیت پر کیسے حرف زنی کی جاسکتی تھی ایسا تو گمان ہی گناہ ٹھہرا دیا جاتا تھا۔ ندا تھک کر کالج سے لوٹی اور اس کی بھوک گھر میں داخل ہوتے ہی دلفریب خوشبوؤں سے چمک اٹھی تھی۔

"کیا پکا رہی ہیں؟" اس نے کچن میں داخل ہوتے ہی پوچھا جہاں نادیہ کھانے پکانے میں مصروف تھی دوپہر کے وقت ابا اور عمر جلدی آجاتے تھے کھانے کے بعد

دوبارہ جنرل اسٹور کھول لیا کرتے تھے وہ دونوں ہی غصیلی طبیعت کے مالک تھے اس لیے کھانا وقت مقررہ تک ہر صورت تیار ملنا چاہیے تھا۔

"میں نے قورمہ پکایا ہے اور ساتھ تنجن۔" نادیہ نے سادگی سے جواب دیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ پھوپو اور ندا محض دکھاوے کے لیے الگ کھانا پکاتی ہیں تاکہ گھر گرہستی کی ذمہ داری سے بری الذمہ ہوجائیں۔ ایک طرح سے جان چھڑانے اور اپنی ذمہ داریوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ترکیب تھی ورنہ سب جانتے تھے کہ دوپہر کے کھانے کے وقت ماں اور بیٹی عین وقت پر موجود ہوا کرتی تھیں اور اس طرح مزے سے کھاتی تھیں جیسے دعوت طعام میں شرکت کی درخواست کی گئی ہو۔ صبح ندا تو مارے باندھے کچھ پکا کر کھا ہی لیتی تھی مگر دوپہر اور رات کے کھانے کے اوقات میں دونوں نیچے آجایا کرتی تھیں پلیٹ پر پلیٹ بھر کر بریانی سے انصاف کرنے کے بعد اسی کھانے میں مین میخ نکالنا نہیں بھولتی تھیں۔ وہ اپنی عادت سے مجبور تھیں جو سانپ جیسی پختہ کار تھی کھانا اور پھر ڈس لینا مگر یہ پروین بیگم کا ہی حوصلہ تھا جو نا مساعد حالات میں بھی صبر کی انگلی تھامے رکھتی تھیں اور اس کی تلقین بھی کرتی رہتی تھیں۔

"کب لگا رہی ہیں کھانا؟ مجھے تو سخت بھوک لگ رہی ہے ایسا کریں ٹرے میں کھانا اوپر ہی لے آئیں میں بہت تھک گئی ہوں امی کا بھی کھانا ساتھ ہی ہو بار بار چکر لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

نادیہ کا شدت سے جی چاہا تھا کہ اسے بتائے کہ وہ ہی نہیں تھک گئی بلکہ صبح سے کولہو کے بیل کی مانند کاموں میں جتی وہ بھی تھکن سے چور چور ہے مگر حالات کے تھپیڑوں کی زد میں آکر وہ زبان بندی کے گر سیکھ گئی تھی اور جانتی تھی کہ وہ اس کو دوسری صورت میں ابا کے ہاتھوں بری طرح سے ذلیل وخوار کرواسکتی تھی پھر نادیہ کے اثبات میں سر ہلاتے ہی وہ مطمئن انداز میں اوپر اپنے پورشن میں چلی گئی تھی اور دس منٹ بعد ہی کھانا بالکل تیار تھا جسے نادیہ ٹرے میں سلیقے سے رکھ کر اوپر آگئی تھی جہاں ندا مزے سے کوئی رومینٹک مووی دیکھنے میں مصروف تھی۔ نادیہ کھانا رکھ کر نیچے آگئی ابا اور عمر بھی آچکے تھے۔

☆☆☆......☆☆☆

"ارے رشتہ اتنا لاجواب ہے سیدھے سادے لوگ ہیں میرے سسرالی عزیز بھی ہیں بس قرابت داری میں ہی رشتہ مانگ رہے ہیں۔ زوہیب نام ہے لڑکے کا پھر اکلوتا بیٹا ہے ویسے تو ان لوگوں نے کوئی تقاضا نہیں کیا مگر اب لڑکی ذات کو خالی ہاتھ تو نہیں نا بیاہ دیں گے ہم سب سے جتنا ہوسکے گا نادیہ کو دے کر ہی رخصت کریں گے کیوں بھائی صاحب میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں؟" دردانہ نے طریقے سے بات کا آغاز کیا۔

"مگر وہ لوگ تو اپنے بیٹے کی شادی کر چکے تھے۔ آپ نے ہی تو بتایا تھا اور پھر وہ گھر نہیں بس سکا تھا کیا میری بیٹی کے لیے ایسا ہی رشتہ رہ گیا ہے کیا؟" زندگی میں پہلی مرتبہ پروین بیگم نے بھی لب کشائی کی تھی جو کسی کو بھی پسند نہیں آئی اسی لیے اسلم صاحب نے ہی فوراً ٹوکا تھا۔

"میری آپا لائی ہیں رشتہ اور تم اس رشتے میں مین میخ نکال رہی ہو اگر ان کو کوئی اعتراض نہیں ہے اور ان کو یہ رشتہ ہر لحاظ سے اپنی نادیہ کے لیے موزوں لگ رہا ہے تو پھر تم کون ہوتی ہو اعتراض کرنے والی کم عقل عورت تمہیں کیا معلوم کہ رشتے ناطے کیسے نبھاتے ہیں یہ میری ہی ہمت تھی کہ ساری عمر تم جیسی کم عقل عورت سے نبھائی ہے اب میرا منہ نہ ہی کھلواؤ تو بہتر ہوگا۔" اسلم کی بات پر پروین کا دل چاہا تھا کہ وہ پوچھے کس نے کس سے نباہ کیا یہ تو صرف سہنے والا ہی جانتا ہے اور یہ فیصلہ لینے کا ان کو پورا پورا حق تھا کہ نادیہ ان کی بیٹی تھی ان کے ہاتھوں میں پل کر جوان ہوئی تھی ان کے علاوہ کوئی اور نہیں راتوں کو جاگ کر نادیہ کو سنبھالتا تھا ایک چپ سو سکھ مگر وہ دل میں طے کر چکی تھیں کہ اپنی زندگی میں اپنی بیٹی کا یوں نامناسب رشتہ نہیں ہونے دیں گی۔

"بھائی صاحب آپ تو جانتے ہی ہیں کہ اس در پر

کوئی رشتہ نہیں آیا اب نادیہ اکیلی تو نہیں اس کے پیچھے بھی دو اور بیٹھی ہوئی ہیں ان کے لیے بھی سوچنا چاہیے اور بھابی کو سچ کڑوا لگے گا مگر نادیہ کے واجبی سے نین نقش ہیں۔ تعلیم بھی کم ہے کون آئے گا اس کو بیاہنے کے لیے میں کوئی دشمن نہیں ہوں۔'' دردانہ کی ہر بات میں طنز کے تیر تھے جو وہ حسب معمول برسانا نہیں بھولی تھیں، نادیہ یہ سب سن رہی تھی اس کی قسمت کا فیصلہ کیا جارہا تھا مگر وہ بالکل چپ تھی وہ جانتی تھی کہ اس کے بولنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا، فیصلہ تو پہلے ہی کیا جاچکا تھا یہ تو محض اطلاع تھی اور وہ اپنی ماں کے جذبات کو بھی بخوبی سمجھ رہی تھی وہ جانتی تھی کہ پروین بیگم کے جذبات مجروح ہوئے ہیں ان کی اپنی ہی اولاد کے مستقبل کے بارے میں وہ کوئی رائے تک نہیں دے سکتی تھیں۔ امبر بری طرح سے کڑھ رہی تھی پھر کمرے میں آکر وہ ماں اور بہن کے سامنے بہت بولی تھی۔

''ہم کب تک یوں گونگے بن کر زیست کے ماہ و سال تمام کریں گے، یہ سراسر زیادتی ہے، ناانصافی ہے کہ ہم اپنے ہی گھر میں اپنے ہی مستقبل کے حوالے سے کوئی فیصلہ نہیں کرسکتے۔'' امبر کا موڈ سخت خراب تھا۔

''تم چھوٹی ہو اس لیے اس معاملے میں بالکل خاموشی اختیار کرلو میں نے سوچ لیا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔'' پروین بیگم کے فیصلہ کن انداز میں کہنے پر وہ بالکل خاموش ہوگئی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

''کیا کررہی ہو کیا بات ہے اداس ہو جو یہاں اتنی چپ چاپ بیٹھی ہوئی ہو۔'' شعیب نجانے کب آیا تھا امبر کو بالکل بھی خبر نہیں ہوئی تھی۔ شعیب اس کی خالہ کا بیٹا تھا خالہ کی طرف جانے کی بہت کم اجازت ملا کرتی تھی وہ اگر کبھی جاتے بھی تو گھنٹے دو گھنٹے بعد ہی واپس آجاتے تھے کیونکہ ان کی پھوپو کو ان کا وہاں جانا پسند نہیں تھا اور کبھی یہ لوگ وہاں گھڑی بھر کی خوشیاں کشید کرنے کے لیے بھی آتے تو پھر نجانے کتنے دنوں تک وہاں کے طعنے ملتے رہتے تھے۔ دردانہ کو بچیوں کے رنگ ڈھنگ بدلے ہوئے محسوس ہوتے تھے ان کی تربیت میں کمی محسوس کرتی تھیں نہ ختم ہونے والے اعتراضات کا سلسلہ جاری ہوجاتا تھا، اس لیے سدرہ خالہ اکثر شعیب کے ہاتھوں کچھ نہ کچھ پکا کر بچیوں کے لیے بھیجا کرتی تھیں وہ خود بھی چکر لگا جاتی تھیں حالانکہ یہ بھی ایک حقیقت ہی تھی کہ ان کی آمد کو بھی کچھ خاص پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا اور ان کی آمد پر دردانہ اپنی بیٹی ندا کو مخبری کے لیے وہاں بھیج دیا کرتی تھیں جبکہ سدرہ اور پروین کی وہ عادت ہی نہیں تھی کہ وہ کسی کی غیبت کرکے حظ لیں وہ اتنے عرصے بعد جب بھی ملتی تھیں تو ان کی آپس کی گفتگو ہی ختم نہیں ہوا کرتی تھی، باتوں کا سلسلہ جاری و ساری رہا کرتا تھا۔

''پھوپو نے آپی کے لیے شادی شدہ لڑکے کا رشتہ ڈھونڈا ہے جس نے کچھ عرصہ قبل ہی اپنی بیوی کو طلاق کا تحفہ دیا ہے ایک ایسے مشکوک شخص سے آپی کی زندگی جوڑ رہی ہیں ذرا سا بھی اللہ کا خوف نہیں ہے کہ ان کی اپنی بھی ایک بیٹی ہے مگر ان کو کیا فکر، ہر وقت تو بھائی کے اردگرد منڈلاتی رہتی ہے اس کی نظر ہے بھائی پر میں نے سب کو بتانا چاہا تھا مگر یہاں کوئی میری بات کو اہمیت ہی نہیں دیتا۔'' وہ نروٹھے پن سے بولی تھی شعیب نے ایک گہری نگاہ اس کے دلکش سراپے پر ڈالی، جس کو زمانہ بھر کی تو فکر رہتی تھی مگر اپنی نہیں اور نہ ہی شعیب کے جذبات و احساسات کی مطلق فکر تھی دنیا والوں کے لیے تو اس کی نگاہوں کو چوکسی عطا ہوگئی تھی مگر شعیب کی محبت کی اس کو خبر ہی نہیں تھی حالانکہ شعیب ہی وہ واحد شخص تھا جو اس کے سارے دکھ سکھ نہ صرف ہنس کر سن لیتا تھا بلکہ اکثر اوقات اس کے مسائل کا حل بھی بتا کر اسے شانت کردیا کرتا تھا۔

''یہ تو بہت ہی غلط بات ہے لیکن میرے خیال میں اس معاملے میں خود نادیہ آپی کو بولنا چاہیے اور اس کے خلاف کارروائی کرنی چاہیے دوٹوک الفاظ میں انکار کردیں یہی اس کا حل ہے۔''

''ہاں کہتے تو تم بالکل ٹھیک ہی ہو...... یہ کیا تھام رکھا

ہے ہاتھوں میں۔" امبر کی نگاہ اب اس کے ہاتھوں کی طرف مبذول ہوئی۔

"یہ...... میں آفس سے لوٹ رہا تھا میرا دل کیا تمہارا بدصورت سا منہ دیکھ لیں اس لیے اب خالی ہاتھ تو آ نہیں سکتا تھا اس لیے تمہارے لیے گرما گرم کچوریاں لایا ہوں جاؤ جلدی سے میرے لیے چائے لاؤ تب تک میں خالہ جان سے مل لیتا ہوں۔" شعیب نے اس کے ہاتھوں میں شاپر تھمایا اور خود پروین بیگم کے پاس آ گیا۔

☆☆☆......☆☆☆

قسمت میں لکھے بعض فیصلوں کو اپنی تقدیر کا لکھا جان کر قبول کرنا پڑ ہی جاتا ہے جیسا کہ نادیہ کے معاملے میں پروین بیگم نے اپنی دانست میں ہر کوشش کر کے دیکھ لیا تھا وہ تو خود اس لڑکے زوہیب کی والدہ شاہدہ سے ملنے چلی گئی تھیں شاہدہ ایک بیوہ عورت تھی حال ہی میں اس کے شوہر کی وفات ہوئی تھی اب ماں اور بیٹا ہی رہ گئے تھے وہ دونوں ہی اب ایک دوسرے کے لیے سب کچھ تھے ان لوگوں نے زوہیب کی شادی کی تھی جو بقول شاہدہ لڑکی کے چال چلن کی بدولت چل نہیں سکی تھی اب وہ اپنے بیٹے کی خاطر سیدھی سادی سی لڑکی کو اپنی بہو بنانا چاہتی تھیں ایسے میں ان کی نظر ان کی نادیہ پر آٹھہری تھی کیونکہ نادیہ ایک گھریلو لڑکی تھی بہت اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی نہیں تھی ان لوگوں کا نظریہ تھا کہ زیادہ تعلیم حاصل کرنے سے لڑکی کے دماغ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی مرضی چلانے لگتی ہے اپنی ہی بات کو حرف آخر سمجھ کر اپنا ہی آشیانہ تباہ کر لیتی ہے پروین بیگم نے تو وہاں جا کر ہاتھ بھی جوڑے تھے کہ ان کا نام نہ آئے اور وہ لوگ دوبارہ ان کی چوکھٹ پر رشتے کی غرض سے نہ آئیں مگر شاہدہ نے اس بات کو اپنی بے عزتی پر محمول کیا اور سیدھا جا کر دردانہ کو کھری کھری سنائی تھی اس کے بعد تو گھر میں کہرام ہی آ گیا تھا دردانہ نے پروین کو اپنے سامنے بٹھا کر اس کے وہ لتے لیے کہ اللہ کی پناہ اور پھر اس پر ہی بس نہیں چلا تو انہیں اسلم صاحب کی عدالت میں پیش کر دیا تھا اور وہ بے بھاؤ کی سننے کو ملی تھی کہ بس اسلم صاحب نے تو اس بڑھاپے میں طلاق تک دینے کی دھمکی دے ڈالی تھی یا دل ناخواستہ ان کو چپ کا طوق گلے میں ڈال کر اپنی بیٹی کا بیاہ ہوتے دیکھنا پڑے گا یہ ان کے لیے بے حد تکلیف دہ بات تھی گھر میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں مگر خود پروین کا ہی دل بجھ سا گیا تھا وہ بالکل خاموش ہو گئی تھیں اور مہندی کی رسم کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھیں۔

"مجھے معاف کر دے میری بچی میں تیرے لیے کچھ بھی نہیں کر سکی۔" سدرہ نے بہن کو گلے لگا کر اس کے آنسو پونچھیں۔

"اب جو بھی ہے جیسا بھی ہے اس کو اپنی دعاؤں کے حصار میں رخصت کرو یوں نہ رو دیکھو بچی بھی پریشان ہو رہی ہے ایک لڑکی جو اپنا گھر بار چھوڑ کر نئے گھر جاتی ہے اس کے لیے تو یہ سب پہلے ہی بے حد پریشان کن ہوتا ہے اور تمہارا اس طرح سے رونا اس کے لیے مزید پریشانی کا باعث بن رہا ہے۔ بس اب اس کو ہی قسمت کا لکھا جان کر خوشی خوشی اس کو وداع کرو یاد رکھو اللہ پاک کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے مگر جس پر پڑتی ہے ناں اس کے چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔ یہ مت سوچنا کہ اس کے در سے انصاف نہیں ملا کرتا...... وہ بے حد منصف ہے بس اب وقت کی چال دیکھو دشمن خود ہی ان شاءاللہ ذلت سے دوچار ہوگا کیا ماں کے دل کی آہ بھی کبھی رد ہوئی ہے وہیں جا کر لگتی ہے جو دل کو رنجور کرتا ہے۔" سدرہ کی بات پر دردانہ بیگم کی تیوریوں پر بل پڑ گئے تھے ناخوشگوار انداز میں وہ اپنی جگہ بے چینی سے پہلو بدل رہی تھیں ایسے سدرہ کی باتوں نے مضطرب کر دیا تھا۔ پھر اگلے دن واقعی نادیہ اور پروین نے ہر تلخی کو بھلا دیا تھا۔

آج نادیہ کی رخصتی کا دن تھا گھر میں ہی مہمانوں کا استقبال کیا گیا تھا گھر کے وسط میں واقع وسیع آنگن میں دلہا دلہن کو بٹھانے کا انتظام کیا گیا تھا مہمان بھی بس چند ہی تھے آج امبر کا دل بے حد سوگوار تھا اس کی عزیز ترین بہن رخصت ہو کر اپنے گھر جا رہی تھی شعیب کی نگاہوں

میں امبر کا دلسوز حسن بس گیا تھا اس کی نم آنکھوں کے ڈورے اس کی روح میں مدغم ہورہے تھے محبت کی یہ بہت خوبی ہوا کرتی ہے کہ اپنے محبوب کے دل میں اٹھتے ہوئے خیالات سے اس قدر آگاہی ہونے لگتی ہے جیسے ان تمام احساسات کا نزول خود آپ کے اپنے دل پر ہورہا ہو پھر اگلے کی خوشی ہمیں راحت دینے لگتی ہے اور اس کا غم ہمیں نڈھال و مضطرب کردیا کرتا ہے شعیب کو بچپن سے ہی یہ ضدی اور کسی حد تک جذباتی لڑکی اپنی اپنی لگا کرتی تھی اس لفظ اپنی کی حقیقت اس پر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے کے بعد آشکار ہوئی تھی جب وہ کافی دن امبر کو دیکھ نہیں پایا تھا اس کو یوں محسوس ہوا جیسے اس سے اس کی کوئی بہت قریبی چیز چھن گئی ہو رات کو وہ سونے کے لیے لیٹا تو مسکراتی ہوئی امبر کا چہرہ اسے پل بھر میں آشکار کروا گیا کہ وہ اسیر محبت ہے اب وہ بہت دن سے اس کرب میں مبتلا تھا کہ جان پائے کہ کیا وہ اکیلا ہی اس راہ کا راہی ہے یا وہ بھی اس کی ہم قدم ہے۔

☆☆☆......☆☆☆

”بہت ہلکا زیور چڑھا کر بھیجا ہے تمہاری ماں نے جہیز بھی برائے نام دیا ہے۔“ شاہدہ نے اس کے گلے میں موجود زیور کو جانچتے ہوئے تبصرہ کیا تو وہ بالکل ناسمجھی کے عالم میں ساس کا چہرہ دیکھ رہی تھی اس کے لیے یہ دولت پیسہ سب ثانوی حیثیت رکھتے تھے جبکہ یہاں آکر معلوم ہوا تھا کہ ان چیزوں کی بھی اہمیت ہوا کرتی ہے۔

”ارے اتنا ہی نہیں ہوا کہ ایک ہی ساس ہے اس کو گلے کا ہار یا بالیاں ہی بنوا دیتے نا جی ہم نے تو کھلے دل سے اس لڑکی کو قبول کیا ہے جس کو کوئی منہ نہیں لگا رہا تھا اور تم لوگوں نے ہمارا کیا احساس کیا ہونہہ۔“ وہ شاہدہ کی باتوں کا مقصد اب سمجھی تھی تبھی اس نے اپنے کانوں سے بالیاں اور ہاتھوں سے کنگن اتار کر ساس کو دیتے ہوئے شائستگی سے کہا۔

”میرا سب کچھ آپ کا ہی ہے آنٹی جی یہ آپ رکھ لیں مجھے بہت اچھا لگے گا شاید ہم سے بھول ہوگئی ہے گھر کی

پہلی شادی تھی ناں تو رسم و رواج کا علم ہی نہیں تھا۔" نادیہ نے ماں کے گھر سے باہر قدم نکال کر ہی خود سے عہد کیا تھا کہ وہ ہر صورت اس رشتے کی کامیابی کو یقینی بنانے کے لیے اپنی جان لگا دے گی وہ ایک صابر لڑکی تھی اور ماں کی روش کو لے کر ہی پروان چڑھی تھی اس نے تو ماں کی کوکھ میں صبر کے مظاہرے دیکھے تھے اس کے سامنے یہ چند زیورات کی قربانی کوئی معنی نہیں رکھتی تھی اس کی ماں نے اس کو ہمیشہ یہی سبق پڑھایا تھا کہ شوہر ہی اصل گہنا ہوا کرتا ہے اگر وہی رشتہ خطرہ میں پڑ جائے تو باقی سب بودی چیزیں ہوا کرتی ہیں۔

"تم اتنا اصرار کر رہی ہو تو میں انکار کر کے تمہارا دل میلا نہیں کرنا چاہتی...... اب ایسا نہ ہو گھر جا کر سب سے شکایت لگا دو۔" شاہدہ نے زیورات بھی رکھ لیے اور احسان بھی جتایا تھا۔ وہ مدھم سے انداز میں مسکرا دی' بڑی پھیکی سی مسکراہٹ تھی۔

"اب جاؤ زوہیب کے لیے کھانا پکا لو وہ اپنے دوست کی طرف گیا ہے آتا ہی ہوگا۔" نادیہ نے اثبات میں سر ہلایا' شادی کو مہینہ بھر ہونے کو آیا تھا مگر ابھی تک نادیہ کو یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ زوہیب کیا کرتا ہے اور گھر کا ذریعہ معاش کیا تھا نہ ہی نادیہ کی ٹوہ لینے کی عادت تھی مگر اس کو ایک بات بہت عجیب لگا کرتی تھی کہ زوہیب آئے دن اپنے دوستوں سے ملاقات کی غرض سے چلا جاتا تھا کبھی بھی اس نے بھولے سے بھی اس کو ساتھ لے جانے کی پیش کش نہیں کی تھی بلکہ اس کا رویہ بھی نادیہ کے ساتھ محض ضرورت کی حد تک تھا اس نے نادیہ کو کبھی کسی دعوت میں ساتھ لے جانے کی کوشش نہیں کی تھی وہ سارا سارا دن گھر چمکاتی سنوارتی رہتی تھی اس کا سارا وقت اپنی ساس کے گرد گھومتے ہوئے گزرتا تھا وہ جانتی تھی کہ اس کے شوہر نے پہلی رات ہی اس کے کانوں میں یہ بات ڈال دی تھی کہ اگر وہ اس گھر میں اپنی جگہ چاہتی ہے تو اس کے لیے اسے اس کی ماں کو خوش رکھنا ہوگا اور وہ بھی اس کوشش میں ہی سارا دن گزار دیا کرتی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

"کیا بات ہے شعیب کے چکر کچھ زیادہ ہی لگ رہے ہیں آج کل خیر تو ہے ناں؟" دردانہ بیگم نے اپنی آنکھیں مٹکاتے ہوئے پوچھا' امبر کا تو خون ہی کھول گیا اتنے برسوں سے جو وہ ان رشتوں سے وصولتی آ رہی تھی اب اس کا دل کرتا تھا کہ وہ ان کو سود سمیت سب لوٹائے۔

"اب اس کے لیے بھی ہمیں آپ کی اجازت درکار ہوگی کہ کون ہمارے گھر میں آئے گا اور کون نہیں۔" امبر نے بھی غصے سے جواب دیا جس پر دردانہ کو تو پتنگے ہی لگ گئے تھے۔

"دیکھ رہی ہو بھابی صاحبہ اپنی تربیت کے جوہر' کیسے اچک اچک کر جواب دیئے جا رہے ہیں اور یہ جتایا کیسے جا رہا ہے یہ میرے بھائی کا گھر ہے کسی خام خیالی میں مت رہنا سمجھیں۔" دردانہ کا بھی اس وقت اشتعال سے برا حال تھا۔

"جی جانتے ہیں کہ یہ آپ کے بھائی کا گھر ہے جس نے صرف ایک رشتے کو ہی نبھایا ہے بیوی بیٹی کے رشتے کا بھرم رکھنا نہیں آیا ان کو بھی اور پھوپو مجھے آپ کے ان ڈراوں سے اب ڈر نہیں لگتا بلکہ اب مجھے کسی شے سے بھی ڈر نہیں لگتا کیا کر لیں گی زیادہ سے زیادہ میری بھی شادی کسی شرابی کبابی سے کر دیں گی مگر یاد رکھیں میں نادیہ آپی نہیں ہوں میں امبر ہوں جسے اینٹ کا جواب پتھر سے دینا بخوبی آتا ہے بہتر ہوگا اگر آپ میرا اور میری ماں کا پیچھا چھوڑ کر اپنی آزاد خیال بیٹی پر جو کسی سے نگاہ رکھیں جس نے آزاد خیالی کے سارے ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔" امبر کی باتیں سن کر دردانہ کا جہاں غصے سے برا حال ہوا تھا وہیں پروین کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

"چپ رہو امبر' اب ایک لفظ بھی اور منہ سے نہ نکالنا۔" پروین کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ امبر اتنا کچھ کہہ جائے گی مگر اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

"رہنے دو بی بی یہ دکھاوا کسی اور کے سامنے کرنا وہ

نئے افق کی روایتوں کی امین کہانیاں جنہیں آپ مدتوں فراموش نہیں کر سکیں گے

معروف مصنفین کی لرزہ اور خوف طاری کر دینے والی داستانیں

ماورائی کرداروں کے اردگرد سانس لیتی دلچسپ تحریریں

نئے افق اپریل کا شمارہ

خوفناک کہانی نمبر

افسانوی و حقیقی لفظوں میں گندھی ناقابل فراموش احوال واقعی
رگوں میں خون منجمد سطر سطر خوفزدہ اور لفظ لفظ لرزہ طاری کر دینے والی کہانیوں کا مجموعہ
اس شمارے میں مدتوں یاد رہنے والی کہانیاں شامل اشاعت ہوں گی
جنہیں پڑھتے ہوئے آپ وقت کا احساس کھو بیٹھیں گے

خوفناک کہانی نمبر کے معروف ادیب

تفسیر عباس بابر، زریں قمر، خلیل جبار، عمارہ خان، عرفان رامے، امین بھایانی
کے علاوہ دیگر مصنفین کی تخلیقات شامل ہوں گی۔

کہانی بھیجنے کی تاریخ 19 تا 25 فروری 2018ء ہے

مزید معلومات کیلئے 0300-8264242

شاید بہل بھی جائے کیا مجھے نہیں معلوم کہ یہ سب کس کی شہہ پر بول رہی ہے اب تم نے میرے مقابل اس کل کی لڑکی کو لا کھڑا کیا ہے' میں سب جانتی ہوں احمق نہ سمجھو مجھے' مگر یاد رکھنا میرا نام بھی دردانہ ہے اس کا جواب بھی مل جائے گا جلد ہی۔" دردانہ نے نفرت انگیز نگاہ پروین پر ڈالی۔

"دیکھ لیا امی آپ نے' ان کی فطرت ہی سنپولیے کی ہے اسی گھر کا برسوں سے کھا رہی ہیں بجائے آپ کے شکر گزار ہوں ان کے انداز ملاحظہ کریں۔" امبر مزید گل فشانی کرنے لگی تھی جب چٹاخ کی آواز کے ساتھ تھپڑ اس کا منہ لال کر گیا تھا امبر آنکھوں میں اُلڈتی نمی لیے وہاں سے بھاگ گئی تھی' پروین کا دل ایک دم ہی بوجھل سا ہو گیا تھا' انہوں نے امبر کو سمجھانا چاہا تھا مگر امبر سمجھ ہی نہیں رہی تھی مجبوراً ان کو امبر پر ہاتھ اٹھانا پڑا تھا' دردانہ کے چہرے پر مسکراہٹ عود کر آئی تھی مگر ابھی ان کے اندر سلگتی ہوئی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی' بدلہ لینا ابھی باقی تھا وہ جان گئی تھیں کہ وہ شعیب کے ذکر پر ایسے ہی نہیں بھڑک اٹھی تھی اس کے دل میں شعیب کے لیے ضرور نرم گوشہ موجود تھا جس سے وہ خود بھی ناواقف تھی۔

"کھانا کھا لو کب تک بھوکی رہو گی' یہی قسمت ہے اور قسمت سے کبھی کوئی نہیں لڑ سکتا' میں نے تمہیں بہت کہا تھا کہ تم چپ کر جاؤ مگر تم نے میری ایک نہ سنی اب اپنے بابا سے ڈانٹ سننی پڑی ہے بھائی کی صلواتیں سننے کو ملی ہیں' ان ہی باتوں سے میں ڈرتی تھی کہ دردانہ آپا کو کوئی بھی موقع نہ ملے وہ ناراض نہ ہوں' ان کے مزاج کا کیا پتہ چلتا ہے پل میں تولہ پل میں ماشہ۔" امبر کا رو رو کر برا حال تھا اس کا متورم چہرہ اس کی دلی کیفیت کا غماز تھا اس کو دردانہ نے بلوا کر ڈانٹ پڑوائی تھی اس دھمکی کے ساتھ کہ اگر اس نے اپنی روش نہ بدلی تو پھر اس کا کالج جانا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کروا دیا جائے گا یہ اس کا آخری سال تھا تعلیمی لحاظ سے اس لیے وہ خاموشی سے سر جھکا کر سب سن کر آ گئی تھی جاتے ہوئے جب اس کی نگاہ دردانہ سے ٹکرائی تو دردانہ کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"آپا یہ گھر صرف اور صرف آپ کا ہے۔ کوئی کچھ بھی کہے کچھ بھی سمجھا کرے آپ ہی اس کی اصل مالک ہیں اماں کے بعد میں آپ کو ہی اپنا سب کچھ تصور کرتا ہوں میں جانتا ہوں یہ سب اس عورت پروین کی تربیت کا نتیجہ ہے یہ عورت میرے اور آپ کے خلاف میرے ہی بچوں کے دل میں زہر کا بیج بو رہی ہے' اس کی یہ کوشش کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی' کیا گوشت بھی کبھی ناخن سے جدا ہوا ہے اگر آئندہ آپ کو کبھی بھی کسی قسم کی کوئی شکایت ہو تو رکھ کر اس امبر کے منہ پر تھپڑ ماریں عقل ٹھکانے آ جائے گی آج تو آپا آپ نے روک دیا میرا ہاتھ مگر آئندہ میرے کانوں تک اس کی کوئی بھی شکایت پہنچی تو میں اس کا وہ حشر کروں گا کہ ہمیشہ یاد رکھے گی۔" اسلم صاحب سخت طیش کے عالم میں تھے' امبر اپنے آنسوؤں کو روکتی ہوئی سیدھا کمرے میں آ کر اپنے بستر پر ڈھے سی گئی تھی۔

اب پروین کو تشویش ہو رہی تھی رات ہونے کو آئی تھی مگر امبر نے کچھ بھی نہیں کھایا تھا سب سو گئے مگر امبر کے رونے کا سلسلہ جاری تھا وہ ماں تھیں کیسے اپنی بیٹی کو بھوکا روتا چھوڑ کر سو سکتی تھیں انہوں نے پیار سے اس کا ماتھا چوما تو امبر کا ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی' اس کو روتا دیکھ کر پروین کا بھی دل بھر آیا تھا۔

"اماں مجھے کسی کی ڈانٹ سے کوئی فرق نہیں پڑتا مجھے دکھ تو آپ کے اس تھپڑ کا ہوا ہے جس کی چوٹ دل پر لگی ہے میں جانتی ہوں کہ آپ نے زندگی ڈر ڈر کر گزاری ہے مگر مجھ سے پھوپو کی چال بازی اب اور برداشت نہیں ہوتی اور یاد رکھیں ظالم کے ساتھ ظلم ہنس کر سہنے والا بھی اتنا ہی حصہ دار ہوا کرتا ہے حق بات کہنے میں کیا عار۔"

"اچھا اب ان باتوں کو رہنے دو جلدی سے اٹھ کر کھانا کھا لو میں نے بھی کچھ نہیں کھایا۔" پروین کی بات پر وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی' اس نے پہلا لقمہ ماں کے منہ میں دیا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

"دسنیں گھر میں کچھ بھی کھانے کو نہیں ہے اور مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" نادیہ جو صبح سے بھوک برداشت کررہی تھی اب اس کی ہمت جواب دے گئی تھی اس کی ساس شاہدہ صبح ہی کسی عزیز کی طرف چلی گئی تھی اور گھر میں راشن ختم ہو چکا تھا جبکہ زوہیب بھی صبح کا گیا اب شام کے ڈھلتے سائے میں لوٹا تھا اس کی بھوک کی وجہ سے حالت خراب ہورہی تھی اب اس میں مزید سکت باقی نہیں رہی تھی' اس لیے جیسے ہی زوہیب گھر لوٹا اس نے جھٹ اس کو بتایا تھا تا کہ وہ گھر کا راشن لے آئے۔

"ہٹو راستے سے۔ آتے ہی تمہاری منحوس صورت نظر آجاتی ہے ویسے تو بہت بڑے بڑے دعوے کیے تھے تمہاری پھوپو نے کہ تم لوگ بہت کھاتے پیتے لوگ ہو مگر مجھے سلامی تک ڈھنگ کی نہیں دی کوئی کار یا بائیک ہی دے دیتے اور میری بات سنو مجھ سے یہ ملازمت نہیں ہوتی میں تو صرف حکم دینے کے لیے پیدا ہوا ہوں تا کہ دوسرے لوگوں کے احکامات کی پیروی کرنے کے لیے اس لیے مجھ سے ہرگز یہ توقع نہ رکھنا کہ میں نوکری کروں گا اب اگر تم سے بھوک برداشت نہیں ہورہی تو اپنے باپ کے گھر جاؤ پیٹ بھر کر کھانا بھی کھاؤ اور رقم بھی لاؤ تا کہ میں اپنا ذاتی کاروبار کرسکوں اور میری بات سنو اگر تم خالی ہاتھ واپس لوٹی تو طلاق تمہیں تحفہ میں دوں گا بعد میں مت کہنا کہ بتایا نہیں تھا۔" نادیہ محو حیرت زوہیب کو دیکھ رہی تھی اس کے لیے یہ بات بہت مشکل تھی کہ وہ اپنے باپ کے پاس جاتی اور ہاتھ پھیلاتی وہ فقط اسے دیکھ کر رہ گئی تھی زوہیب یہ کہہ کر رکا نہیں تھا واپس پلٹ گیا تھا۔ نادیہ کا دل انجانے خدشات سے کانپ رہا تھا' اس نے اپنی زندگی کا ایک حصہ دکھ جھیل کر گزارا تھا اور شادی کے بعد نئے سرے سے دکھوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا اس سے بھوک بھی برداشت نہیں ہورہی تھی اسے یاد تھا کہ جب وہ بیاہ کر آئی تھی تو ایک دن جب اس کی ساس محلے کے دورے پر نکلی ہوئی تھی تو اس کی ہمسائی آئی تھی اس کے کان میں بولی اگر اسے کسی بھی قسم کی مدد درکار ہو تو اس کے پاس آجائے' نادیہ کو بھی وہ آنٹی بہت نیک دل لگی تھیں مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب دیتی اس کی ساس آگئی تھیں اور اس ہمسائی کو دیکھ کر ان کی تیوری پر بل پڑ گئے تھے۔

ہمسائی بھی اس کی ساس کے مزاج سے شاید بخوبی واقف تھی اسی لیے فوراً وہاں سے سلام کرکے رخصت ہوگئی تھی اس کے بعد وہ دوبارہ کبھی نہیں آئی تھی اور اس کی ساس نے بھی سختی سے اسے اس عورت کو دوبارہ گھر میں داخل کرنے سے منع کیا تھا مگر اس کا موقع ہی نہیں آیا تھا وہ عورت ہی دوبارہ گھر نہیں آئی تھی اب اس کا خیال آتے ہی وہ سر پر چادر اوڑھ کر اس کے دروازے پر دستک دے رہی تھی نادیہ کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا مگر بھوک انسان کی ساری خودداری کو گھن لگا دیا کرتی ہے۔ دروازہ اسی شفیق خاتون نے کھولا تھا اس پر نگاہ پڑتے ہی جیسے معاملہ کی نزاکت کو بھانپ گئی تھیں تبھی اس کو اندر داخل ہونے کا راستہ دیا تھا۔

"کون ہے امی دروازے پر۔" وہ لمبا چوڑا وجود کمرے سے باہر نکلا تھا اور نادیہ سے نگاہوں کا تصادم ہوتے ہی چونک گیا تھا اس نے اس لڑکی کو بارہا اپنی بالکونی میں کھڑے ہوئے دیکھا تھا اس کے چہرے پر بکھری اداسی اور آنکھوں میں بسا حزن اپنے اندر ایک اسرار رکھتا تھا۔

"یہ میرا بیٹا ہے دانیال۔" اسی شفیق خاتون نے مسکرا کر تعارف کا مرحلہ طے کیا۔

ان خاتون نے نادیہ کا ہاتھ تھاما اور نادیہ کو صوفے پر بیٹھا کر اس کی آمد کی اصل وجہ پوچھی ہی تھی کہ نادیہ اپنے چھلکنے والے آنسوؤں کو روک نہیں پائی تھی پھر اس نے بہتے آنسوؤں اور ہچکیوں کے درمیان ساری بات بتادی تھی اگرچہ اس نے اپنے لب سے کچھ مانگا نہیں تھا مگر دروازے پر ایستادہ دانیال اور فری آنٹی اس کی آمد کی اصل وجہ سمجھ چکے تھے۔

"اللہ کی مار پڑے ان پر یہی سب پہلی بہو سہتی رہی تھی اور پھر جب اس کے والدین کو علم ہوا تو پھر انہوں نے ایک

پل نہیں لگایا تھا جان چھڑانے میں' دانیال کتنے روپے ہیں اس وقت؟'' دانیال نے ہزار کے کچھ نوٹ ماں کے ہاتھ پر رکھے' اور فری نے وہ رقم نادیہ کے ہاتھوں میں دبا دی۔

''خبردار اس کی خبر گھر میں کسی کو بھی نہ ہو جب گھر میں کوئی نہ ہو کچھ چیزیں خرید کر اپنی الماری میں رکھ دینا تمہاری ساس سوچے سمجھے منصوبے کے تحت یہ سب کر رہی ہے ان کا مقصد تم کو زچ کرنا ہے تاکہ تم تنگ آ کر اپنے والدین سے رقم کا مطالبہ کرو ان کو تو لت لگ گئی ہے اس کی۔'' فری نے اسے پلیٹ بھر کے بریانی بھی دی۔

''اب جلدی سے چلی جاؤ میں صبح موقع دیکھ کر آؤں گی کاش تمہارے گھر والے ارد گرد سے تحقیقات ہی کروا لیتے یہاں تو سب کو ہی ان کے اصل چہرہ کا علم ہے۔'' نادیہ ان کے گلے لگ کر سسکنے لگی تھی۔

''ارے بیٹا روتے نہیں بلکہ بہادری سے حالات کا مقابلہ کرتے ہیں۔'' فری اس کو تب تک دیکھتی رہی تھیں جب تک وہ اپنے گھر میں داخل ہو کر اندر سے دروازہ بند نہیں کر گئی تھی' پھر نادیہ نے سب سے پہلے اپنی الماری میں پرس میں وہ رقم رکھی اور اُس کے بعد اطمینان سے بریانی کھائی تھی۔ زندگی میں بسا اوقات انسان پر ایسا مقام بھی آجاتا ہے کہ وہ بے بسی کی انتہا پر پہنچ جاتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆

''کیا بات ہے دن بہ دن حسین ہوتی جا رہی ہو۔'' ندا آنگن میں بیٹھی نوٹ بک میں کچھ لکھ رہی تھی جب عمر اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا ندا نے ایک ادائے بے نیازی سے اپنی زلفوں کو جھٹکا تھا۔

''محبت ہی جتاتے رہو گے یا پھر عملاً میرا ہاتھ بھی مانگو گے میرے ایگزامز ہو رہے ہیں اس کے بعد امی نے فوراً میری شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے بعد میں مت کہنا کہ بتایا نہیں یا میں بے وفا ہوں۔'' ندا نے طریقہ سے اپنی بات اس تک پہنچائی۔

''ارے فکر کیوں کرتی ہو آج ہی ابا سے کہہ دیتا ہوں شادی کروں گا تو صرف ندا سے ورنہ نہیں کروں گا۔'' عمر ندا کو محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے واقعی کر دکھایا تھا اس نے دکان پر ابا کو اکیلا دیکھ کر ندا سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا تھا اسے پورا یقین تھا کہ ابا کو اس کی پسند پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ ایک تو وہ خود اپنی آپا کی فکر میں مبتلا رہا کرتے تھے دوسرے ندا بھی ان کی دیکھی بھالی تھی اور جیسا اس نے سوچا تھا بالکل ویسے ہی ہوا تھا ابا نے خوشی سے اسے گلے لگالیا تھا اور گھر آتے ہوئے مٹھائی کا ڈبہ بھی خرید لائے تھے۔

''لو بھئی پروین آپا کا منہ میٹھا کرواؤ ندا آج سے ہماری بیٹی بن گئی ہے اپنے عمر اور ندا کی شادی کی تقریب کے لیے مل کر مشورے سے کوئی بھی دن رکھ لو۔'' اسلم صاحب کی بات پر پروین ان کا چہرہ دیکھتی رہ گئی تھی اس نے بھی دنیا کی ہر ماں کی طرح اپنے اکلوتے بیٹے کی شادی کے بہت سے ارمان دل میں سجا رکھے تھے اور ان سے رائے تک لینا مناسب نہیں سمجھا گیا تھا چھن سے کوئی چیز ان کے اندر جیسے ٹوٹ سی گئی تھی۔

دردانہ بیگم کا چہرہ ان کی اندرونی خوشی کا عکاس تھا اب اس گھر میں وہ بالکل آزادی اور خود مختاری سے رہ سکتی تھیں اگر عمر کی شادی کسی انجان لڑکی سے ہوتی تو عمر کے ساتھ ساتھ اس گھر میں ان کی راجدھانی بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی کیونکہ عمر شادی کے بعد ہر مرد کی طرح اپنی بیوی کی ہی طرف مائل ہو جاتا' یہ تو ان کا اسلم صاحب سے خونی رشتہ تھا جو اتنے ماہ و سال وہ اپنی ذہانت اور چال بازی سے گھر کی راجدھانی پر قبضہ کیے ہوئے تھیں۔

آناً فاناً شادی کے دن بھی طے کر لیے گئے تھے سب کچھ دردانہ بیگم کے حسب منشا ہو رہا تھا ندا تو ابھی سے اپنے آپ کو اس گھر کی مالکن تصور کرنے لگی تھی اس کے رنگ ڈھنگ ہی بدل گئے تھے امبر اور پروین فقط تماشائی کا کردار ادا کر رہی تھیں۔ سدرہ اور شعیب آئے تھے ان کو بھی اس شادی کی خبر مل چکی تھی۔

''یہ بھائی صاحب کی سراسر زیادتی ہے اور کب تک یونہی خاموش رہو گی مجھے تو تمہیں دیکھ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے مگر

سوائے کڑھنے کے اور کر بھی کیا سکتی ہوں عمر بھی کیسا خود غرض نکلا پہلے بہن کا سوچ لیتا اگر امبر کی شادی پہلے ہو جاتی تو اچھا ہوتا تم تو جانتی ہو امبر کو میں نے ہمیشہ اپنے شعیب کے لیے چاہا ہے اب وقت آ گیا ہے کہ تم بھائی صاحب سے صاف سیدھی بات کرو شعیب کی جاب بھی پکی ہے کسی قسم کا معاشی مسئلہ بھی نہیں ہے ہمارا اپنا گھر بار ہے تم سے بھلا کیا چھپا ہوا ہے بس اب دیر نہ کرنا نادیہ کی مرتبہ بھی اپنی مرضی کی اور اب عمر کی بھی بنا پوچھے ہی بات طے کر دی اب ایسا نہ ہو کہ امبر کی بھی خاموشی سے کہیں رسم کر آئیں، تم کہو تو میں خود ہی بات کر لیتی ہوں۔" سدرہ نے اپنا نقطہ نظر واضح کیا ساتھ ہی اجازت بھی چاہی تھی۔

"نہیں ابھی رہنے دیں میں خود بات کر لوں گی۔"

اندر یہ معاملات طے پا رہے تھے اور باہر امبر ان باتوں سے قطعی انجان شعیب پر خفگی جتلا رہی تھی جو اتنے دنوں بعد آیا تھا۔

"جانتے ہو اتنی ساری باتیں اکٹھی ہوگئی ہیں اور تمہیں تو معلوم ہی ہے جب تک میں تم سے سارے راز نہ کہہ دوں مجھے قرار ہی نہیں ملتا۔" امبر کی باتوں میں معصومیت، بھولپن تھا شعیب اس کو گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا وہ اسے کیسے بتاتا کہ وہ خود اتنے دن کیسے اس کے بنا مضطرب رہا ہے اسے اپنی جاب کے سلسلے میں ہفتہ بھر کے لیے دوسرے شہر جانا پڑا تھا اسی وجہ سے وہ آ بھی نہیں سکتا تھا اور اب اس کی اتنے دنوں کی غیر حاضری پر امبر کسی میڈم کی طرح اس کی خبر لینے میں مصروف تھی ایسے میں ندا وہاں آ گئی تھی۔

"باتوں اور محبت بھرے گلے شکووں سے فرصت ملے تو چائے پلا دو۔" ندا کا انداز گفتگو بے حد عامیانہ تھا امبر اس کو دیکھ کر برا سا منہ بنا کر اندر کی جانب ماں کی بات سننے چل دی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

ایک گلابی شام میں ندا اوپر والے پورشن سے نیچے بیاہ کر عمر کی زندگی میں آ گئی تھی کوئی اور خوش تھا یا نہیں مگر عمر کی خوشی دیدنی تھی، کئی دن تک تو ندا کمرے سے بھی باہر نہیں نکلی تھی پروین اور امبر اس کی خدمت میں لگی تھیں اس کی نت نئی فرمائشوں کا سلسلہ جاری و ساری رہتا تھا، کبھی اس کا اچانک میٹھا کھانے کا دل کر جاتا اور عمر اس کی فرمائش من و عن ماں کے گوش گزار کر دیا کرتا تھا پھر حلوہ چمچ سے یوں ندا کو کھلاتا جیسے وہ کوئی چھوٹی سی نازک سی گڑیا ہو ناز و ادا دکھاتی وہ جیسے احسان عظیم کر رہی ہو امبر کا خون کھولنے لگتا تھا مگر ضبط کے کڑے مراحل طے کر رہی تھی، ندا نے عمر کو پوری طرح اپنی مٹھی میں کر لیا تھا اور عمر کے ذریعے امبر اور پروین کو بے عزت کروا کر دلی تسکین حاصل کیا کرتی تھی، دردانہ بیگم اس کی ان سرگرمیوں سے بے حد مسرور رہا کرتی تھی۔

"سنیں جی میں سوچ رہی تھی کہ امی کو نیچے شفٹ کروا لوں میں ان کے بنا اداس رہتی ہوں۔" ندا نے ایک ادا سے کہا۔

"مگر نیچے ابا کے علاوہ ایک کمرہ امی اور امبر کا ہے۔" عمر نے ہچکچاہٹ سے کہا اسے ندا کی ناراضگی کا بھی خدشہ لاحق تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ ندا اس سے گھڑی بھر کے لیے بھی خفا ہو۔

"ارے ابھی میرے سامنے بلا کر کہہ دیں اس میں مشکل ہی کیا ہے آپ ہی تو اب اس گھر کے اصل سربراہ ہیں ماموں تو اب بوڑھے شیر کی مانند ہو چکے ہیں ان کی اب وہ بات نہیں رہی ہے کیا سمجھے۔" ندا نے اصرار کیا تو مجبوراً عمر نے امبر کو بلا کر اوپر کے پورشن میں شفٹ ہو جانے کو کہا اصل میں تو یہ ندا کی سوچی سمجھی سازش تھی وہ اب اس گھر کے چپے چپے پر اپنی اور اپنی ماں کی حکومت چاہتی تھی اور اس کے لیے اس نے اپنی سرگرمیاں بھی تیز تر کر دی تھیں پھر پروین اور امبر اوپر چلی گئی تھیں۔

کہتے ہیں کہ اگر مسلسل پتھر پر بھی پانی پڑے تو سنگلاخ چٹان میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے روزانہ کسی دوا کی طرح دی جانے والی نصیحت اب اپنا رنگ دکھانے لگی تھی عمر واقعی خود کو اس گھر کا اصل حکمران تصور کرنے لگا تھا اس

کا اندازِ تکلم اپنے والد کے ساتھ گستاخانہ ہوتا جا رہا تھا پھر ایک دن بیوی کی باتوں میں آ کر عمر نے گھر اور دکان کے کاغذات پر اپنے باپ سے طریقہ سے دستخط کروا لیے تھے وہ کوئی عام سے کاغذات جان کر ان پر آرام سے دستخط کر گئے تھے لاعلمی ان کے لیے سزا بننے والی تھی' عمر کی اس حرکت پر ندا پھولی نہیں سمائی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

"ابا جان اب آپ گھر پر بیٹھ کر صرف آرام کیا کریں دکان اور دیگر معاملات میں دیکھ لوں گا یوں بھی اب آپ بوڑھے ہو چکے ہیں سوچنے سمجھنے کی وہ پہلی والی صلاحیت باقی نہیں رہی ہے' اللہ اللہ کریں باقی سب میں خود دیکھ لوں گا۔" اسلم صاحب ناشتہ سے فراغت کے بعد دکان جانے کے لیے تیار تھے تو عمر نے ان کو دکان جانے سے روک دیا تھا صاف ظاہر تھا کہ یہ سب اس کی بیگم کے ایماء پر ہو رہا تھا اسلم صاحب نے ساری عمر محنت کا کھایا تھا یوں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے والوں میں سے وہ ہرگز نہیں تھے' اس وقت بھی ان کو اپنے بیٹے کی بات سخت ناگوار گزری تھی اسی لیے لگی لپٹی رکھے بنا دوٹوک انداز میں بولے۔

"وہ میری دکان ہے اور میں اس کی دیکھ بھال تم سے بہتر طریقے سے کر سکتا ہوں دوسرا مجھے تم سے نصیحت کی ضرورت ہرگز نہیں ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں' ابھی مجھ میں اتنا دم خم باقی ہے کہ میں کام کر سکوں' بہتر تو یہ ہوگا کہ تم بھی اپنے مستقبل کے بارے میں سوچو' باپ کے کاروبار کو دیکھنا بہت سہل ہے مگر اپنے قوت بازو پر کچھ جمع جوڑ کرنا بہت مشکل کام ہے اور تم جو ہر وقت بیوی کے پلو سے لگ کر بیٹھے رہتے ہو تمہارے لیے تو ایک طرح سے ناممکنات میں سے ہوگا اپنے بل بوتے پر کچھ کر کے دکھانا' اپنی بیوی کو نکیل ڈالو میں پروین نہیں ہوں جو صبر سے اپنا برسوں کا کمرہ چھوڑ چھاڑ کر اوپر چلا جاؤں گا۔" اسلم صاحب تو یہ کہہ کر سیدھا دکان چل دیئے تھے مگر ندا کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی تھی اس کا غصے سے برا حال تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ نجانے کیا کر جائے۔

"دیکھ لیا تم نے یہ اوقات ہے تمہاری اور ابھی بھی ہمدردی کا بخار اتر رہا تھا کہ میں نے بہت بڑا جرم کیا ہے ابا جان کو دھوکہ دیا ہے ناجائز طریقے سے دستخط کروا کر گھر اور دکان اپنے نام کروا لی مگر اب دیکھو اس دن تم میرا کہا نہ مانتے تو کہاں ہوتے ہم۔ ان کا تو جب مزاج برہم ہوا ہمیں گھر سے چلتا بھی کر سکتے ہیں پھر کچھ سوچا ہے کہ ہم کہاں جائیں گے؟" ندا کی باتوں میں اسے بھی اب صداقت محسوس ہونے لگی تھی واقعی اس کے والد کے مزاج کا کوئی بھروسہ نہیں تھا' اسے اب اپنی بیوی ندا کی بات بالکل درست لگ رہی تھی شادی سے پہلے وہ باپ کے نظریات کی عینک لگا کر زیست کے ماہ و سال گزار رہا تھا اور اب شادی کے بعد اس کے ابا کی جگہ ندا نے سنبھال لی تھی۔ عمر کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو اپنی عقل سے پیدل ہوا کرتے ہیں جن میں فیصلہ کرنے کی قوت ارادی نہ ہونے کے برابر ہوا کرتی ہے اب وہ ندا کو ہی اپنا ہمدرد اور غمگسار سمجھنے لگا تھا ندا نے کچھ اس طرح سے عمر کو اپنی باتوں کے شیشے میں اتارا کہ اسے ندا کی کہی ہوئی ہر بات درست معلوم ہونے لگی تھی۔

"اب کھڑے کھڑے سوچ کیا رہے ہو ان کے واپس آتے ہی کاغذات ان کے منہ پر مارو' پھر عقل ٹھکانے پر آ جائے گی اور ہاں صرف کاپی ہی دکھانا ایسا نہ ہو اصل کاغذات ہاتھوں میں تھما دو۔" ندا کی بات پر اس نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

دوپہر کے کھانے کے لیے جب اسلم صاحب گھر آئے تو عمر ان کے روبرو آن کھڑا ہوا تھا۔

"کھانا کھانے سے پہلے ذرا یہ تو ملاحظہ فرمائیں۔ ویسے یہ دیکھنے کے بعد تو آپ کی بھوک کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔" عمر کے لب و لہجہ میں ایسا کچھ ضرور تھا جس نے سب کو ہی چونکا دیا تھا پانی کا جگ تھامے امبر کا ہاتھ کپکپا گیا تھا پروین کا دل ہول رہا تھا جبکہ ندا کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ تھی اگر اس وقت کوئی بالکل انجان بنا بیٹھا تھا تو وہ اس سارے کھیل کی اصل روح

رواں دردانہ بیگم تھیں جو لاتعلق دکھائی دینے کی بہترین اداکاری کا مظاہرہ کررہی تھیں اسلم صاحب نے حیرت سے اپنے جواں سال بیٹے کے انداز دیکھے تھے پھر اس کے ہاتھ سے کاغذات تھام لیے تھے ان کاغذات کو دیکھ کر ان کی آنکھوں کے سامنے ایک دم سے اندھیرا سا چھا گیا تھا اگر وہ دیوار کو تھام نہ لیتے تو یقیناً زمین بوس ہوجاتے' دکھ سے انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھا۔

"اس رات تم نے دھوکے سے ان کاغذات پر دستخط کروائے تھے' اب تم ناجائز طریقے پر اتر آئے ہو۔" اسلم صاحب کو لگا جیسے ان کی آواز گہری کھائی سے آئی ہو کرب رگ جاں میں پیوست ہوگیا تھا۔

"آپ نے سنا تو ہوگا کہ محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔" عمر نے خباثت سے ہنس کر کہا۔

"دھوکہ سے گھر اور دکان اپنے نام کرکے کیا مجھے ان سے بے دخل کردو گے۔" اسلم صاحب نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا تھا ان کی بات پر امبر نے گھبرا کر ماں کو دیکھا جو اس وقت بے یقینی کے پل صراط کو عبور کرنے کی سعی میں نڈھال ہورہی تھیں۔

"اب میں اتنا بھی سنگ دل نہیں ہوں دو روٹیاں مجھ پر آپ کی بھاری نہیں ہوسکتی...... آخر میں آپ کا اکلوتا بیٹا ہوں بس پہلے جو کہا تھا اس پر اب عمل کریں آرام فرمائیں۔" تھپیڑوں کی یلغار تھی پروین بیگم یہ سب سن کر جنونی ہوگئی تھیں۔

"تجھ جیسی اولاد سے بہتر تھا میری گود سونی ہی رہتی' مگر اس میں تمہارا بھی قصور نہیں ہے جب ایک ماں کی گود سے اس کا بچہ اچک لیا جاتا ہے وہ ماں کی محبت ماں کی تربیت سے دور کردیا جاتا ہے تو پھر اس کا یہی انجام ہوا کرتا ہے جو آج تمہارا ہوا ہے' مجھے کبھی زندگی میں اتنا دکھ نہیں ہوا جتنا آج ہورہا ہے اس دن بھی نہیں جب تجھے پھوپو کا بیٹا کہہ کر میری گود سے چھین لیا گیا تھا اس دن بھی نہیں جب تو نے اپنی شادی کے فیصلے میں مجھے شامل نہیں کیا تھا اس دن بھی نہیں جب مجھے اور اکیلا بیگانہ کردیا تھا' مگر آج میرا دل دکھ سے پھٹ رہا ہے تو نے اس شخص کو دھوکہ دیا ہے جس نے اپنی باقی ساری اولاد کو صرف تیری خاطر پیچھے چھوڑ دیا' جس نے محبت شفقت سے تیری ہر خواہش کو پورا کرنے کے لیے جھلستی دھوپ میں خود کو پیش کیا اور آج تو نے ان کی ساری محبتیں ان کے منہ پر ماردیں آج سے تو میرے لیے مرچکا ہے نافرمان اولاد۔" پروین اور نجانے کیا کچھ کہتی مگر اسی وقت امبر کی چیخ و پکار سن کر وہ اس جانب متوجہ ہوئی تھیں جہاں اسلم صاحب زمین پر ڈھیر ہوچکے تھے۔

☆☆☆......☆☆☆

اسلم صاحب اپنی اولاد کا یہ مکروہ چہرہ برداشت نہیں کر پائے تھے انہیں دل کا دورہ پڑا تھا فوری طور پر ہاسپٹل لایا گیا تھا جہاں انہیں انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھا گیا تھا ان کے آپریشن کی تیاریاں مکمل تھیں مگر جب تک فیس ادا نہ کی جاتی یہ بھی عملاً ممکن نہیں ہوسکتا تھا پروین نے باقاعدہ ہاتھ پھیلائے تھے اپنے بیٹے کے سامنے۔

"تجھے میں اپنے خون کا واسطہ دے کر فریاد کرتی ہوں بیٹا فوراً رقم کا بندوبست کر خواہ اس کے لیے تجھے اپنا گھر بار یا دکان ہی کیوں نہ بیچنی پڑے دیکھ وہ تیرے والد ہیں ساری جائیداد تیرے نام کردی تجھے شیر بیٹا شیر بیٹا کہہ کر ان کی زبان نہیں تھکی اب تو فقط ان کی بے لوث محبتوں کی لاج رکھ لے۔" پروین کے آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔

"ارے چھوڑیں میرا کالر' خود تو اپنا دماغ خراب ہوگیا ہے میرا تو دماغ خراب نہ کریں میں گھر دکان بیچ دوں پھر بھی کیا گارنٹی ہے کہ یہ بچ ہی جائیں گے خسارے کا سودا میں نہیں کرسکتا...... عقل کا تقاضا بھی یہ نہیں ہے اور آپ کس کے لیے آٹھ آٹھ آنسو بہا رہی ہیں جس شخص نے کبھی آپ کو عزت نہیں بخشی سر اٹھا کر ایک لمحہ جینے کا نہیں دیا اور آپ تو ایسے رو رہی ہیں جیسے بہت محبت کا رشتہ نبھاتی چلی آرہی ہیں' چھوڑیں اس ڈھکوسلے کو' میں گھر سے یہاں تک لے آیا ہوں یہی غنیمت جانیں۔" پروین منہ کھولے اپنے اکلوتے بیٹے اور وارث کو دیکھ رہی تھی انہیں لگ رہا تھا

کہ ان کا کلیجہ پھٹ جائے گا کوئی اولاد اتنی خود غرض بھی ہوسکتی ہے۔ پروین وہیں زمین پر بیٹھ کر گھٹنوں میں منہ دے کر رونے لگی تھی۔

نجانے وہ کتنی دیر تک ماتم کناں رہی تھی‘ کتنے آنسو پلکوں کی باڑ توڑ گئے تھے مگر پھر امبر نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر انہیں اور بینچ پر بیٹھایا تھا۔

”امی آپ پریشان نہ ہوں رقم کا بندوبست ہوگیا ہے۔“

”کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟“

”جی ہاں اندر ابا کا آپریشن جاری ہے آپ بس دعا کریں اللہ پاک اپنے خاص فضل سے سب ٹھیک کردے۔“ وہ امبر کو دیکھ رہی تھیں جو اچانک ہی بہت سمجھدار ہوگئی تھی۔

”عمر کہاں ہے آیا نہیں آئیں۔“ کچھ سوچ کر پروین نے پوچھا۔

”امی آپ اب تو سمجھ جائیں یہ سارا کیا دھرا کسی اور کا نہیں بلکہ پھوپو کا ہے‘ عمر بھائی تو اسی وقت تھکاوٹ کا رونا رو کر گھر چلے گئے تھے جب آپ یہاں اپنی قسمت پر آنسو بہا رہی تھیں میں پہلے گھر گئی تھی آپ کو یاد ہے آپ کے جھمکے میرا گولڈ کا سیٹ اور اپنے سارے گولڈ میڈل میں نے ساتھ والے ہمدانی انکل کو دیے کہ سب بیچ دیں پھر ساری صورت حال سے بھی آگاہ کیا انہوں نے سب بیچ دیا ہے کچھ رقم پھر بھی کم پڑ گئی تھی وہ ہمدانی انکل نے اپنی جانب سے دی ہے وہ ہی بھاگ دوڑ کررہے ہیں امی اللہ اگر ایک در بند کرتا ہے تو اور کئی در کھول دیتا ہے‘ وہ بہت مسبب الاسباب ہے آپ اب بھائی سے کسی قسم کی توقعات رکھنا چھوڑ دیں وہ سر تا پا بدل چکے ہیں کچھ بے حسی تو ان کی فطرت کا خاصا تھی باقی کی کمی پیشی ندا بھابی نے پوری کردی ہے۔“ پروین اور امبر ہاتھ اٹھا کر اسلم صاحب کی زندگی و سلامتی کے لیے دعا گو تھے مسلسل ورد جاری تھا دل مختلف وسوسوں کی آماجگاہ بن چکا تھا دل میں رہ رہ کر ٹیسیں سی اٹھ رہی تھیں ان کی اپنی اولاد اس قدر ناہنجار اور ناخلف نکل سکتی ہے یہ انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا‘ شام رات میں ڈھل گئی تھی جب ڈاکٹرز نے اسلم صاحب کے کامیاب آپریشن کی نوید دی تھی‘ ابھی وہ ہوش میں نہیں تھے اس لیے ملنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا‘ پروین نے ہمدانی صاحب کا شکر ادا کیا تھا۔

”کوئی بات نہیں بہن یہ تو میرا فرض تھا۔ اب میں چلتا ہوں صبح آؤں گا۔“ تبھی شعیب اور سدرہ انہیں کاریڈر میں آتے دکھائی دیئے تھے سدرہ اور پروین گلے لگ کر رو دی تھیں پھر پروین نے ان لوگوں کو الف سے ی تک ساری بات بتائی تھی جسے سن کر وہ بھی حیران پریشان رہ گئے تھے۔

”اب پریشان نہ ہوں ہم آگئے ہیں شعیب سب کام دیکھ لے گا۔“ سدرہ کے آجانے سے ان کو بہت حوصلہ ملا تھا ورنہ تو تب سے وہ اپنے بیٹے کے کرتوتوں پر ماتم کناں تھیں دل گداز ہو رہا تھا بار بار آنکھیں چھلک رہی تھیں۔

وہ لوگ اسلم صاحب کو چند دن بعد گھر لے آئے تھے‘ ڈاکٹروں نے ان کو ہر قسم کی پریشانی سے دور رکھنے کی سختی سے تاکید کی تھی اس لیے سدرہ ان کو اپنے گھر لے آئیں تھیں شعیب کے ساتھ جا کر امبر اپنا اور والدین کا ضروری سامان لے آئی تھی سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ کسی نے بھی ان سے اسلم صاحب کی خیریت دریافت نہیں کی تھی نہ ہی انہوں نے امبر کو روکنے کی کوشش کی تھی امبر نے دیکھا کہ پھوپو ندا کی خوشخبری سنا رہی تھیں۔

”یہ مٹھائی جا کر اپنی ماں کو دے دینا خیر سے وہ دادی بننے والی ہیں ماشاء اللہ اللہ نے یہ دن بھی دکھایا جب میں نانی بننے والی ہوں۔“ دردانہ کا انداز خود غرضانہ تھا امبر کے ساتھ ساتھ شعیب کو بھی بے پناہ غصے نے گھیر لیا تھا۔

”یہ مٹھائی آپ کو ہی مبارک ہو جب ہمارا کوئی بھائی ہی نہیں رہا تو پھر دادی وہ کیسے بن سکتی ہیں‘ ہم نے ہر رشتہ آپ کے داماد سے توڑ لیا ہے کیونکہ وہ صرف اور صرف آپ کے ہی رشتہ کو بخوشی نبھا لیں یہی بہت ہے اور کسی قسم کے دھوکے میں نہ رہیے گا جو اپنے والدین سے وفا کا

رشتہ نہ نبھا سکا وہ آپ کے لیے کب تک وفادار رہتا ہے یہ ہم بھی دیکھیں گے۔" امبر کا دل تو چاہا تھا کہ وہ بے بھاؤ کی سنائے مگر شعیب کے کہنے پر وہ خاموشی سے واپس لوٹ آئی تھی آتے وقت اپنے گھر سے اس کی نگاہیں لپٹ لپٹ کر روئیں تھیں وہ دردانہ اور ندا کے سامنے خود کو بالکل بھی کمزور نہیں دکھانا چاہتی تھی اس لیے بظاہر سیسہ پلائی دیوار کی مانند کھڑی رہی تھی مگر گھر آ کر وہ روئی تھی اس نے تو دردانہ کی بکواس بھی ماں کے گوش گزار نہیں کی تھی مگر شعیب نے آ کر ایک ایک لفظ بتا دیا تھا' اندر بستر پر محو استراحت اسلم صاحب کا دل دکھی ہو گیا تھا وقت نے ایسا پلٹا کھایا تھا کہ وہ بالکل چپ ہو گئے تھے کسی بھی بات پر کسی قسم کی بحث نہیں کرتے تھے پروین جو کہتی جیسا کہتی من وعن ویسے ہی کیا کرتے تھے یوں لگتا تھا جیسے کایا پلٹ گئی تھی اب اسلم صاحب بنا چوں چرا اس پروین کی ہر بات مانتے تھے جیسے ایک مدت سے پروین ان کی ہر بات پر سر جھکا کر جیتی چلی آ رہی تھی۔

"خالہ جان میں جاب کرنا چاہتی ہوں میں جانتی ہوں ابا کی ادویات کی ساری ادائیگی آپ کر رہی ہیں وہ ادویات بہت مہنگی ہیں۔ آپ لوگوں کا یہی احسان کیا کم ہے کہ آپ نے ہمیں رہنے کے لیے ایک چھت مہیا کی ہے ایک ایسے کٹھن وقت میں ہمارے ہاتھ تھاما ہے جب ہر طرف سے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا تھا اور روشنی کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی' مگر اب میں آپ کے ساتھ مل کر یہ بوجھ بانٹنے کی خواہش مند ہوں۔" امبر کی باتیں اسلم صاحب بہت دھیان سے سن رہے تھے۔

"میرے ہوتے تمہیں جاب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں..... کیا اب تم ہمیں یوں ہماری محبت اور خلوص کا صلہ دو گی۔" شعیب نے نروٹھے پن سے کہا' اس کو معلوم تھا کہ وہ اسلم صاحب کی مہنگی ادویات کی فراہمی کے لیے پریشان تھی وہ جانتی تھی کہ ابا کی غذا بھی الگ تھی اور دوسرے اخراجات بھی منہ کھولے کھڑے تھے وہ اب مزید بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی اس نے ہمدانی صاحب کے

توسط سے ایک جاب بھی ڈھونڈ لی تھی ہمدانی صاحب کو معلوم تھا کہ وہ ایک گھریلو سیدھی سادی لڑکی ہے زمانے کے سرد و گرم سے بالکل لاعلم رہی ہے اس لیے انہوں نے امبر کے لیے ایک ایسی جاب تلاش کی تھی جس میں محنت تو تھی مگر اس کی عصمت کو ہلکی سی بھی آنچ نہیں آسکتی تھی کیونکہ وقار اور اس کی معذور والدہ کے علاوہ وہاں کوئی نہیں تھا' وقار تانیہ کا اکلوتا بیٹا تھا وسیع پیمانے پر بزنس کے فروغ میں سرگرداں رہا کرتا تھا اور اسی لیے وہ اپنی معذور والدہ کی جانب سے متفکر رہا کرتا تھا روپے کی فراوانی تھی مگر مخلص لوگوں کی اشد قلت تھی تمام عزیز و اقارب مطلبی اور موقع پرست تھے وقار نے وقتاً فوقتاً بہت سے ملازمین رکھے تھے مگر وہ اپنی تنخواہوں میں دلچسپی رکھتے تھے ان کی توجہ اور اپنائیت تانیہ کے لیے مفقود تھی' اب ہمدانی صاحب نے وقار کو امبر کی مجبوری بیان کرتے ہوئے اس کی بہت تعریف کی تھی اس لیے وقار اس کو بہت پرکشش تنخواہ پر ان کی والدہ کا خیال کرنے کے لیے رکھنے پر آمادہ ہوگیا تھا اور امبر اس سنہری موقع کو کسی صورت گنوانا نہیں چاہتی تھی اسے معلوم تھا کہ اس کی بڑی بہن کس اذیت سے دوچار ہے کیونکہ اس کو نادیہ نے فون پر ساری بات رو رو کر بتادی تھی مگر امبر نے نادیہ کے حالات کی گھر میں کسی کو بھی خبر نہیں ہونے دی تھی کیونکہ ڈاکٹر نے سختی سے تاکید کی تھی کہ اسلم صاحب کو کسی بھی قسم کی کوئی بری خبر نہ سنائی جائے ورنہ وہ برداشت نہیں کرسکتے اور پھر اس نے اپنی ماں کو پہلے ہی سب سے چھپ کر روتے ہوئے دیکھا تھا وہ ساری ساری رات جاگ کر گزارتی تھیں اور نیند ان سے روٹھ گئی تھی ایسے میں وہ نادیہ پر گزرنے والے حالات بتا کر سب کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی دکھوں نے جیسے ایک دم ہی ان کے گھر کا راستہ دیکھ لیا تھا ایک کے بعد ایک دکھ کی خبر مل رہی تھی اس کو معلوم تھا کہ نادیہ کے اپنے گھر میں بسنے کی صرف ایک ہی صورت ہوسکتی ہے اور وہ یہ کہ وہ جا کر اس کے سسرال والوں کے منہ پر روپے مار کے آجائے اور وہ پہلے ہی خود کو شعیب کا دست نگر دیکھ کر بے چینی میں مبتلا تھی اس نے بہت نرمی سے شعیب کا ہاتھ تھاما تھا۔

''شعیب میں تمہاری مقروض محبت ہوں مگر خدارا اس بار مجھے منع مت کرنا پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کرو اگر میں یونہی بے سبب گھر میں رہی تو شاید پاگل ہوجاؤں گی پلیز تم تو میرے اپنے میرے دیرینہ دوست ہو تمہیں تو میرے ساتھ اس محاذ میں میرے قدم سے قدم ملا کر کھڑا ہونا ہے اگر تم نے ہی پہلے قدم پر میری ہمت توڑ دی تو میں ٹوٹ جاؤں گی۔''

پھر شعیب نے اسے جاب کرنے کی بخوشی اجازت دے دی تھی' امی ابو بھی اس کی جاب پر راضی ہوگئے تھے' وہ مطمئن تھی' اسے تانیہ بہت اچھی لگی تھیں وہ صرف تنہائی کا شکار تھیں وہ تھوڑا بہت چل بھی لیتی تھیں ان کا اصل مسئلہ ان کے داہنے کندھے سے نیچے تک انگلیوں تک کا سن رہنا تھا وہ جسم کے اس مخصوص حصے کو محسوس بھی نہیں کرپاتی تھیں جس کی وجہ سے بسا اوقات چوٹ لگ جانے سے بھی وہ درد محسوس نہیں کرتی تھیں مگر ایک دن تو حد ہی ہوگئی تھی جب ان کے بازو سے خون بہہ رہا تھا اور اچانک وقار گھر لوٹا ماں کو اس تشویشناک حالت میں دیکھ کر بے حد پریشان ہوگیا تھا پھر اس نے کل وقتی ملازمہ کا بندوبست کرلیا تھا مگر وہ خود ایک ضعیف خاتون تھیں اس لیے اب وقار نے امبر کو رکھ لیا تھا اگلے ہی دن اپنی ماں کے منہ سے امبر کی بے تحاشا تعریفیں سن کر وہ مطمئن سا ہوگیا تھا یوں بھی اسے یہ پرخلوص سادہ سی لڑکی اچھی لگی تھی اس کے ساتھ ہونے والے حادثات کا اسے نہ صرف مکمل طور پر علم تھا بلکہ وہ اس کے لیے کچھ کرنے کا خواہاں بھی تھا تبھی اس نے اپنی امی کے ہاتھوں اسے دوسرے دن کچھ ایڈوانس رقم دی تھی جسے دیکھ کر امبر کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے تھے اس نے دل میں طے کرلیا تھا واپسی پر سیدھا نادیہ کے گھر کا رخ کرے گی۔

☆☆☆......☆☆☆

آج پھر زوہیب کو درندگی کا دورہ پڑا تھا وہ نادیہ

سے رقم مانگ رہا تھا' اول تو زوہیب کئی دن تک گھر میں داخل ہی نہیں ہوتا تھا اور جب آتا تو نادیہ کو دھنک کر رکھ دیتا تھا جس دن نادیہ دانیال کے گھر سے رقم لائی تھی اس سے اگلے دن جب وہ اس رقم سے راشن لینے کے لیے باہر نکلی تو راستے میں ہی زوہیب نے اس سے وہ رقم ہتھیا لی تھی وہ الٹے قدموں خالی ہاتھ واپس لوٹ آئی تھی' وہ تو شکر تھا کہ اس نے ایک نوٹ گھر میں ہی چھوڑ دیا تھا کہ بعد میں وہ کام آجائے گا مگر اس کو کیا معلوم تھا کہ وہی اس کے کام آنے والا ہے باقی کی ساری رقم تو زوہیب نے لے لی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گھسیٹتے ہوئے گھر لے آیا تھا۔

"بتا یہ رقم کہاں سے آئی ہے کس عاشق نے دی ہے بتا منہ کھول' اب گونگی کیوں بن کر کھڑی ہوگئی ہے؟"

زوہیب اس پر تھپیڑوں کی بارش برسا رہا تھا وہ صبر سے مار کھاتی رہی مگر اپنے محسن کا نام نہیں لیا تھا اس کے پٹنے کی آواز جب گھر سے باہر نکل کر دانیال کے گھر تک پہنچ گئی تو ان لوگوں نے آکر اس کو چھڑوایا تھا تب تک مار مار کر وہ نادیہ کی حالت پہلے ہی خراب کر چکا تھا اور اس کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو چکا تھا' وہ روپے لیتا باہر نکل گیا پھر انہی لوگوں نے نادیہ کو پانی پلایا اور اس کو اسی وقت اپنے گھر والوں کو فون کرنے کے لیے کہا پھر نمبر ملا کر اسے فون تھما دیا تھا اس نے روتے ہوئے اپنے حالات اپنی چھوٹی بہن کو بتائے تھے مگر دوسری طرف سے جو خبر اس نے سنی اس نے اس کو مزید نڈھال کر دیا تھا اور اس دن کے بعد سے وہ مسلسل پٹ رہی تھی دانیال کے گھر والے اسے کسی وقت کھانا چپکے سے دے جاتے تھے وہ یوں اپنی گزر بسر کر رہی تھی ایک دن جب زوہیب دیوانوں کی طرح اسے مارتے ہوئے پیسے لانے کے لیے اکسا رہا تھا تو اس دن نادیہ کی ہمت نہیں رہی تھی اس نے گھر کے سارے حالات زوہیب کو بتا دیے تھے جسے سن کر وہ سکتے میں آگیا تھا وہ تو اپنے سسرال والوں سے لمبی چوڑی رقم ہتھیانے کے چکر میں تھا مگر اس کے لیے یہ تلخ حقیقت سخت تھی اور اب وہ نادیہ

سے کسی طریقے سے جان چھڑا لینا چاہتا تھا اس کی ماں کا بھی زور تھا کہ وہ اس کو طلاق دے دے تاکہ کہیں اور مالدار لوگ دیکھ کر دوبارہ اس کی شادی کی جاسکے' آج وہ نادیہ کو اتنا مارنا چاہتا تھا کہ وہ خود ہی تھک کر گھر سے دفعان ہوجائے جب اس نے دیکھا کہ نادیہ کے بازو سے خون رسنے لگا ہے اور وہ خود بھی تھکن سے چور ہوگیا ہے تبھی اس نے ستانے کے لیے باہر کا رخ کیا تھا نادیہ موقع دیکھ کر بھاگ کر ساس کے کمرے میں داخل ہوگئی تھی۔

"پلیز آنٹی مجھے بچالیں ورنہ زوہیب مجھے مار ڈالیں گے خدارا میری مدد کریں۔" نادیہ کے آنسوؤں کا سیل رواں تھا اس کا جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا اور اس کے جسم کا ہر جوڑ کسی پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا اس کی ہمت جیسے اب ختم ہوگئی تھی۔

"ارے تو کس نے کہا ہے کہ مار کھاؤ جاؤ اپنے گھر بھاگ جاؤ اور خبردار جو دوبارہ میرے کمرے کا رخ کیا تو یہ تم دونوں میاں بیوی کا آپس کا معاملہ ہے سارا موڈ ہی آف کردیا اتنا اچھا ٹی وی ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔" نادیہ اپنی کانپتی ٹانگوں کے ساتھ اپنے کمرے میں آگئی وہ اللہ سے مدد مانگ رہی تھی جو سب کا مددگار ہے پھر اس کی نگاہ کپڑوں کی الماری پر پڑی تھی وہ آرام سے اس میں چھپ سکتی تھی اس نے تیزی سے خود کو کپڑوں کے پیچھے چھپا کر الماری بند کرلی تھی۔

زوہیب اسی وقت کمرے میں داخل ہوا تھا اس نے اسے پورے گھر میں تلاشا تھا جب کہیں نہیں ملی تھی تو اس نے اپنے کمرے کا رخ کیا تھا مگر وہ یہاں بھی نہیں تھی اب زوہیب کا غصہ اتر چکا تھا اور پریشانی میں تبدیل ہوگیا تھا اسی وقت امبر آگئی تھی اس کے ہمراہ دانیال اور اس کی والدہ بھی تھیں۔

"بیٹا ابھی نادیہ کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں شکر ہے تم آگئی ہو اب خود دیکھ لینا اس کی حالت۔" امبر کا دل تیز رفتاری سے دھڑک رہا تھا۔

"کہاں ہے نادیہ.....؟" مگر زوہیب کے پاس اس سوال کا جواب ہوتا تو دیتا وہ تو خود حیران رہ گیا تھا کہ اسے زمین کھا گئی کہ آسمان نگل گیا وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی جبکہ نادیہ اندر الماری میں بند تھی کوئی باہر سے ہی اس کی مدد کرسکتا تھا اندر نادیہ کا دم گھٹنے لگا تھا تبھی نادیہ نے الماری پیٹی تھی سب چونک گئے تھے پھر دانیال نے ہی لپک کر الماری تیزی سے کھولی' نادیہ دگرگوں حالت میں اس کی بانہوں میں جھول کر بے ہوش ہوگئی تھی' دانیال نے خون خوار نظروں سے زوہیب کو دیکھا تھا' اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس شخص کا کیا کر ڈالے۔

"یہ وقت لڑنے بھڑنے کا نہیں ہے پہلے اس کو فوراً ہاسپٹل لے چلو۔"

☆☆☆......☆☆☆

گھر میں ہلچل سی تھی وقار کا رشتہ آیا تھا امبر کے لیے' سب کو امبر کے لیے یہ رشتہ ہر لحاظ سے موزوں لگ رہا تھا' پروین حسب معمول خاموش تھیں سب اس رشتے پر تقریباً راضی تھے حتیٰ کہ یہ بھی طے ہونے لگا کہ نادیہ اور امبر کو اکٹھے ہی رخصت کردیا جائے گا۔ (اس واقعہ کے بعد زوہیب نے بہت خاموشی سے نادیہ کو طلاق نامہ بھیج دیا تھا۔ اب تو یہ بات بھی پرانی ہوگئی تھی) گھر میں اچانک ہی خوشیاں لوٹ آئیں تھیں مگر امبر بہت چپ تھی اس کی اس خاموشی کو کسی نے بھی محسوس نہیں کیا تھا وہ بھی عرصے بعد سب کے کھلے کھلے چہرے دیکھ کر اپنی خوشی کا گلا گھونٹ گئی تھی اور اس کی اسی خاموشی کو سب اس کی رضامندی سمجھ کر مطمئن سے ہوگئے تھے' شعیب کے علم میں آیا تو وہ گھر آگیا تھا صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا امبر اس رشتے سے خوش ہے وہ نہیں جانتا تھا کہ امبر نے یہ جاب بھی اسی خوف میں مبتلا ہوکر چھوڑ دی تھی اور وہی خوف اس کے سامنے آچکا تھا۔

امبر حسب معمول راہداری کے عقب میں موجود گملوں کے پاس بیٹھی گہری سوچ میں گم تھی وہ یہاں تب ہی آیا کرتی تھی جب وہ کسی سے ناراض یا اداس ہوتی تھی تو کیا وہ اداس ہے اس کے دل نے خوش گمانی

کو اوڑھنا چاہا تھا۔

"مبارک ہو سنا ہے اگلے مہینے شادی ہو رہی ہے پھر تو ہم تمہاری صورت دیکھنے کے لیے ترسا کریں گے۔" وہ بری طرح شعیب کی آواز پر چونکی پھر پلٹ کر اسے تیکھی نگاہوں سے دیکھا۔

"تمہاری بلا سے ابھی یہاں سے چلے جاؤ میں بہت غصہ میں ہوں پھر نہ کہنا کہ بتایا نہیں تھا۔" وہ اپنے آنسو چھپانے کے لیے رخ موڑ گئی تھی۔

"اب تو مسز وقار بن جاؤ گی امیر لڑکی ابھی سے مغرور ہو گئی ہو لفٹ ہی نہیں کروا رہی ہو۔" شعیب کی بات پر وہ تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"یہاں کیا میری محبت کا ماتم کرنے آئے ہو یا میری گمشدہ محبت کا تماشا دیکھنے آئے ہو بزدل ہو جانتے ہو نہ میں تمہارے بنا رہ سکتی...... نہ تم رہ سکتے ہو پھر بھی آج بھی چپ ہو جانتے ہو جب تم دکھائی نہیں دیتے تو میری کیا حالت ہوتی ہے کیا محبت ہمیشہ لفظوں کی محتاج ہوا کرتی ہے اگر ایسا ہی ہے تو سنو ہاں مجھے تم سے محبت ہے اتنی کہ کسی اور کا ہو جانا میرے لیے سوہان روح ہے میں مر تو سکتی ہوں مگر اپنے دل کی مسند پر کسی اور کو ہرگز جگہ نہیں دے سکتی۔ سن لیا جان لیا جو جاننا چاہتے تھے اب جاؤ یہاں سے۔" وہ خاموشی سے وہاں سے لوٹ آیا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

میں اسلم ہوں جس نے زندگی میں بیوی کو ہمیشہ پاؤں کی جوتی سے زیادہ اہمیت نہیں دی' اس کی بے وقعتی میرے دل کو سکون دیتی تھی' کچھ تو میری کم عقلی اور زیادہ آپا کی لگائی بجھائی نے مجھے بے باک کر دیا تھا جب جی چاہتا اس کو نہ صرف زچ کرتا بلکہ زدوکوب سے بھی دریغ نہیں کرتا تھا' بیٹے کی پیدائش نے جو وقتی خوشی پہنچائی تھی اس کے بعد یکے بعد دیگرے دو بیٹیوں کی پیدائش نے مجھے پھر سے پروین سے بدل کر دیا تھا' بیٹیاں مجھے بوجھ لگا کرتی تھیں اٹھتے بیٹھتے آپا کے طعنے بھی میرا دل ملول کر دیا کرتے تھے' میں بھی آپا کے نظریات کی عینک لگا کر دیکھنے کا عادی ہو گیا تھا' منظر تو سارے تب ہی دھندلے سے واضح ہو گئے تھے جب میرا بیٹا میرے ہی روبرو کھڑا ہو گیا تھا اور تب دردانہ آپا ایک کونے میں بالکل چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھیں مگر وہ پروین تھی جس نے پورے استحقاق سے عمر کو تھپڑ رسید کیا تھا اس دن پروین نے میرے دل میں بہت اونچا مقام حاصل کر لیا تھا وہ ایک لمحہ میں میرے دل میں وہ مقام حاصل کر گئی جو وہ اتنے ماہ و سال میں حاصل نہیں کر سکی تھی اور امبر کی خدمت نے مجھے احساس دلایا تھا کہ بیٹا اور بیٹی یکساں طور پر اہمیت اور محبت کے حق دار ہوا کرتے ہیں' اسی لیے میں نے یہ راز جان لیا تھا کہ بیٹی بوجھ نہیں ہوتی ہے بلکہ زندگی میں جب کوئی آپ کو تھامنے والا نہ ہو تو یہ بیٹیاں ہی ہوا کرتی ہیں جو بڑھ کر تھام لیتی ہیں' اس لیے میں نے امبر کے ساتھ وہی زیادتی نہیں ہونے دی تھی جو نادیہ سے کی تھی دونوں کی مکمل رضامندی سے امبر کو شعیب کے سنگ اور نادیہ کو دانیال کے ساتھ رخصت کر دیا تھا' وہ دونوں اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں۔

ایک ملال جو عمر کو دیکھ کر ہوا کرتا تھا آج اپنی پوتی کو گود میں لے کر وہ بھی دور ہو گیا تھا اور میں نے عمر کے کان میں کہا تھا کہ بیٹی کو کبھی بوجھ سمجھنے کی غلطی مت کرنا اور پروین سے میں ہر رات سونے سے پہلے معافی مانگنا نہیں بھولتا ہوں' وہ مسکرا دیتی ہے اور مجھے اس کی وفا پر اعتبار آ جاتا ہے۔

جب کہ دردانہ آپا اور ندا کے بارے میں' میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ معاشرے کے ایسے کردار ہیں جن پر سے میرا اعتبار اٹھ گیا تھا۔ آپ بھی محتاط رہیں کہیں یہ دو کردار آپ کے آس پاس نہ ہوں۔

شب ہجر کی پہلی بارش

نازیہ کنول نازی

کب نکلتا ہے کوئی دل میں اتر جانے کے بعد
اس گلی کے دوسری جانب کوئی رستہ نہیں
تم سمجھتے ہو بچھڑ جانے سے مٹ جاتا ہے عشق
تم کو اس دریا کی گہرائی کا اندازہ نہیں



گزشتہ قسط کا خلاصہ

زاویار لندن سے واپس آتا ہے تو عائلہ اسے مریرہ کی خراب طبیعت کا بتاتی ہے' زاویار فوری ہسپتال پہنچ جاتا ہے۔ دوسری طرف ہوزان مذہب اسلام قبول کرنے کے بعد عمر عباس کی محبت میں گرفتار ہوجاتی ہے' عمر عباس کے دل کو مریرہ رحمان کی سچی محبت نے جکڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس لیے وہ کسی اور کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ہوزان عمر عباس کو ہسپتال جانے سے منع کرتی ہے مگر عمر عباس مریرہ کی طبیعت کا سوچ کر چلا جاتا ہے۔ پرہیان ایلی کو ساویز کے حوالے سے بتاتی ہے وہ اپنے گزشتہ رویہ پر شرمندہ ہونے کے ساتھ معافی کا طلب گار ہوتا ہے اور دوبارہ پرہیان کی زندگی میں شامل ہونا چاہتا تھا' اپنی بات کرتے پرہیان ایلی کی خاموشی محسوس نہیں کرپاتی۔ ایلی مصر چلا جاتا ہے تب ساویز پرہیان سے ملنے اس کے آفس آتا ہے اور اسے ایلی سے دور رہنے کا کہتا ہے۔ ساویز پرہیان کو واپس پاکستان چلنے کا کہتا ہے جس پر پرہیان سارا بیگم کے لندن آنے کا بتاتی ہے۔ شیر دل کی نگاہیں شہزاد کے خالی کان پر جمی رہ جاتی ہیں' اس کی آنکھوں اور چہرے کا رنگ بھی بدل جاتا ہے اس سے پہلے کہ شہزاد اپنے بچاؤ کے لیے کوئی کہانی بنا کر شیر دل کو سناتی وہ خود بات بنا کر اسے حیران کرتا اپنے عتاب کا نشانہ بناتا ہے۔ شہزاد بوکھلا جاتی ہے' شیر دل اس کو رسی سے باندھ کر جیپ میں ڈال کر دوسری جگہ لے جانا چاہتا ہے تب عبدالہادی اپنے دوست ڈی ایس پی عظیم رانا کے ساتھ مل کر اس کا راستہ روکتا ہے اسے شہزاد کو چھوڑنے کا کہتا ہے ڈی ایس پی عظیم رانا شیر دل پر فائر کرتا اسے ابدی نیند سلا دیتا ہے۔ شہزاد خوش تھی کہ اس نے نئی حویلی کے سپوتوں سے اپنے پرکھوں کا بدلہ لے لیا تھا۔ عائلہ سدید کو خواب میں دیکھتی اس کو پکارتی نیند سے جاگ جاتی ہے' زاویار جو کمپیوٹر پر کام کررہا ہوتا ہے اس کی چیخ سن کر متوجہ ہوتا ہے صمید حسن پچھلے تین دن سے گھر نہیں آئے تھے مجبوراً عائلہ کو زاویار کے کمرے میں سونا پڑ رہا تھا۔ شہزاد گھر واپس آجاتی ہے اس کا ارادہ ہوزان کے ساتھ مریرہ کو دیکھنے ہسپتال جانے کا ہوتا ہے' درمکنون آفس جاچکی ہوتی ہے تب زاویار گھر میں داخل ہوتا ہے اور شہزاد کو دیکھ کر چونک جاتا ہے۔ زاویار شہزاد کو دیکھ کر اپنی پہلی ہی ملاقات میں کھو جاتا ہے اور شہزاد کو ہسپتال ساتھ چلنے کی آفر کرتا ہے۔ شہربانو دونوں کا تعارف کروائی ہیں' ہسپتال آ کر شہزاد مریرہ کو دیکھ کر رو پڑتی ہے تب زاویار مریرہ کا ہاتھ تھام کر اسے زندگی کی طرف لوٹ آنے کا کہتا ضد توڑنے کی بات کرتا ہے اور مریرہ کے ہاتھ میں جنبش محسوس کرتا ڈاکٹر کو زور زور سے پکارتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

نہ چوڑی کی کھن کھن نہ پائل کی چھن چھن
نہ گجرا' نہ مہندی' نہ سرمہ' نہ ابٹن
میں خود کو نجانے کہاں بھول آئی
جو ڈیوڑھی سے نکلی تو بچے کی چیخیں
وہ چولہا' وہ کپڑے' وہ برتن' وہ فیڈر
وہ ماسی کی دیری' وہ جلدی میں بڑبڑ
نہ دیکھا تھا میں کو نہ خود کو سنا تھا
بس اسٹاپ پر اب کھڑی سوچتی ہوں
کسے ساتھ رکھا کسے چھوڑ آئی
میں خود کو نجانے کہاں بھول آئی

وہ چبھتی نگاہیں وہ آفس کی دیری
سیاہی کے دھبوں میں رنگی ہتھیلی
وہ باتوں کی ہیبت جو سانسوں نے جھیلی
وہ ظاہری رویے وہ الجھی پہیلی
مری مٹھیوں میں سلگتی دوپہری
میں کی بورڈ پر انگلیاں چھوڑ آئی
میں خود کو نجانے کہاں بھول آئی

جلی شام پر سرمئی رت کدھر ہے؟
تھکی ماندی آنکھوں میں لمبا سفر ہے
یہ دہلیز آنگن مگر سکھ کدھر ہے
ادھورے کئی کام رکھے ہیں گھر ہے
ہر اک سانس اب وقت کی دھار پر ہے
وہ آسودہ لمحے کہاں چھوڑ آئی؟
میں خود کو نجانے کہاں بھول آئی؟

تھکن بستروں پر پڑی اونگھتی ہے
نگاہوں کی گرمی تلک سو چکی ہے
ہر اک پل ہمیں اگلے دن کی پڑی ہے
مجھے یہ تسلی کہ خود جی سکوں گی
تمہیں یہ سہارا کہ ثروت بہت ہے
وہ فرصت کے دن میں کہاں چھوڑ آئی
میں خود کو نجانے کہاں بھول آئی

شب کی یخ بستہ ہواؤں نے اس کے پورے وجود کو جیسے منجمد کر دیا تھا وہ ڈائننگ ٹیبل سے اٹھ کر اندر کمرے میں آئی تو زاویار بیڈ پر کروٹ کے بل لیٹا موبائل پر کوئی مووی دیکھ رہا تھا۔ وہ سست روی سے چلتی بیڈ کے دوسرے کنارے پر ٹک گئی۔

"مجھے طلاق نہیں چاہیے۔" اس کا لہجہ بے حد دھیما تھا زاویار کانوں میں ہینڈ فری لگے ہونے کے باعث اس کی آواز نہ سن سکا۔

وہ اٹھ کر اس کے سامنے آ بیٹھی پھر ذرا سی جھک کر اس کے کانوں سے ہینڈ فری نکال دی۔

"میں آپ سے کچھ کہہ رہی ہوں زاویار۔"

"ایم سوری...... میں نے سنا نہیں کیا کہہ رہی ہو تم۔"

"مجھے طلاق نہیں چاہیے۔"

"کیوں؟" وہ اٹھ بیٹھا۔

عائلہ نے گہرا سانس لیا وہ بولی تو اس کا لہجہ بے حد بوجھل تھا۔

"کیونکہ میرے پاس اب اور کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"تمہارا سابقہ منگیتر؟"

"شہید نہیں ہوا وہ مگر اس کی یادداشت چلی گئی ہے۔"

"اوہ یہ تو بہت برا ہوا......اب کہاں ہوتا ہے وہ۔"

"شادی کر لی ہے اس نے کسی اور کے ساتھ۔" اس بار دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ زاویار کو بے حد دکھ ہوا۔

"میں تمہارا دکھ سمجھ سکتا ہوں عائلہ مگر میرا یقین کرو میں صرف اپنی خوشی کے لیے اس رشتے کو ختم نہیں کر رہا بلکہ اس میں تمہاری بھی خوشی اور بھلائی ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔" وہ الجھی تھی۔ زاویار نے موبائل سائیڈ پر رکھ دیا۔

"میں تمہیں خوش نہیں رکھ سکتا کیونکہ ہمارے درمیان محبت نہیں ہے ہمارے درمیان محبت نہ ہوتی تب بھی سمجھوتے کے تحت زندگی بسر کر سکتے تھے ہم مگر......اب شاید یہ بھی ممکن نہ ہو۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ مجھے کسی اور سے محبت ہوگئی ہے۔" اس کے کیوں کے جواب میں اس نے بہت سکون سے بتایا تھا۔ عائلہ حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"میرا یقین کرو میں نے دانستہ کچھ نہیں کیا وہ بس اچانک سامنے آئی اور دل و نظر پر چھا گئی مجھے لگا جیسے ایک ہی پل میرا سب کچھ لٹ گیا ہو وہ بہت اچھی ہے عائلہ میں اسے کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا' ساتھ ہی میں چاہتا ہوں تمہیں بھی کوئی اچھا سا ہم سفر مل جائے جس کے دل و دماغ پر تمہارا قبضہ ہو۔" وہ شاید اسے تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا تبھی مطمئن کر رہا تھا۔ عائلہ خاموش بیٹھی رہی۔

"مجھے غلط مت سمجھنا عائلہ مجھ میں اب پہلے والی کوئی بات نہیں رہی بس یوں سمجھ لو بہت مجبور ہو کر یہ فیصلہ کر رہا ہوں اپنے ماں باپ کی برباد زندگی دیکھی ہے میں نے' میں نہیں چاہتا میں بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے محبت کو سائیڈ پر رکھ کر سمجھوتے کی زندگی بسر کروں اور پھر زندگی بھر میرے اندر بھی ایک خلا رہ جائے اور تمہارے اندر بھی' رشتوں میں انسانیت اور احساس کے ساتھ ساتھ محبت بہت ضروری ہوتی ہے عائلہ۔" وہ رشتہ نہیں دل توڑنے کا جواز پیش کر رہا تھا۔ عائلہ نے اپنے آنسو صاف کر لیے۔

"ٹھیک ہے جیسا آپ بہتر سمجھیں۔" دھیمے لہجے میں کہنے کے ساتھ ہی وہ وہاں سے اٹھ گئی زاویار نے گہری سانس بھرتے ہوئے بیڈ کی بیک سے ٹیک لگالی۔

❁......❁......❁

اگلے روز ناشتے کی میز پر اس کا حلیہ رف تھا جبکہ آنکھیں بھی ساری رات برسنے کی چغلی کھا رہی تھیں زاویار دانستہ نگاہ چرا گیا۔ ناشتے کے بعد وہ مریرہ رحمان کے کمرے میں آیا تو جیسے وہ اسی کی منتظر تھی۔

"آؤ زاویار میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔"

"خیریت۔"

"ہوں......خیریت ہی ہے کچھ ضروری بات کرنی تھی تم سے۔"

"جی حکم کریں۔"

"درمکنون آفس چلی گئی؟"

"جی ہاں آج مجھ سے پہلے نکل گئی وہ پتا نہیں کیوں آج کل کچھ بجھی بجھی سی رہنے لگی ہے۔"

"ہوں صیام کو جانتے ہو تم' کام کرتا رہا ہے درمکنون کے ساتھ۔"

"جی بہت اچھی طرح سے۔"

"کیسا لڑکا ہے؟"

"اچھا بہت محنتی اور ذہین۔"

"درمکنون کے ساتھ کیسا رہے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں شادی کرنا چاہتی ہوں درمکنون کی اس کے ساتھ۔"

"کوئی خاص وجہ۔"

"مجھے پسند ہے وہ اس سے بڑھ کر خاص وجہ اور کیا ہوگی۔"

"ہوں آپ بہتر سمجھتی ہیں ویسے وہ لڑکا برا نہیں ہے۔"

"جانتی ہوں میں چاہتی ہوں ابھی نکاح کردوں پھر کچھ عرصہ ٹھہر کر رخصتی ہوجائے گی۔"

"ٹھیک ہے مما میں حاضر ہوں جو بھی میرے لائق حکم ہو۔"

"ہوں تم اور عائلہ جا کر ضروری شاپنگ کرلینا۔" زاویار کی تسلی پر اس نے حکم صادر کیا تھا زاویار نگاہ چرا گیا۔

"مما مجھے بھی آپ سے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔" کچھ دیر بعد اس نے ہمت کرتے ہوئے کہا تھا جب وہ بولی۔

"کیا بات ہے؟" وہ متوجہ تھی زاویار کی سمجھ میں نہ آیا وہ اپنا مدعا کیسے بیان کرے۔

"وہ مما شہزاد کو تو جانتی ہیں ناں آپ شہربانو آنٹی کی بیٹی۔"

"کیا ہوا اسے؟"

"اسے کچھ نہیں ہوا اصل میں مجھے اس سے محبت ہوگئی ہے پہلی نظر میں ہی اسے دیکھ کر مجھے لگا کہ جیسے وہ وہی لڑکی ہے جس کی مجھے برسوں سے تلاش تھی سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے اس کے خیالوں نے مجھے پاگل کر چھوڑا ہے مما میں شادی کرنا چاہتا ہوں اس سے۔" ایک ہی سانس میں جلدی جلدی اس نے اپنا مدعا بیان کردیا۔

مریہ بے تاثر چہرے کے ساتھ خاموشی سے اس کی بات مکمل ہونے کا انتظار کرتی رہی۔

"کیا عائلہ اس تقسیم کے لیے تیار ہے۔" چند لمحوں کے بعد اس نے خاصے سرد لہجے میں پوچھا تھا زاویار نے لب بھینچ لیے۔

"نہیں میرا اور عائلہ کا رشتہ ایسا نہیں ہے مما یہ شادی صرف کرنل صاحب کی خواہش پر ہوئی تھی جس میں پاپا نے میرے انکار پر یہ شرط رکھی تھی کہ انہیں جب عائلہ کے لیے کوئی اچھا لڑکا مل گیا وہ اسے مجھ سے ڈیوائس دلوا کر اس کی شادی اس لڑکے سے کردیں گے ویسے بھی عائلہ اپنے کزن سے پیار کرتی رہی ہے مجھ میں دلچسپی نہیں ہے اسے۔"

"عائلہ نے خود طلاق مانگی تھی تم سے؟"

"نہیں۔"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو تم؟"

"پلیز آپ شہربانو آنٹی سے بات کریں کہ وہ شہزاد کی شادی مجھ سے کردیں میں عائلہ کو طلاق دے دوں گا۔" بنا عائلہ اور مریہ کے جذبات کی پروا کیے وہ صرف اپنے دل کی خوشی چاہ رہا تھا۔ مریہ نے پلکیں موند لیں۔

"یعنی تم بھی وہی کرو گے جو تمہارے باپ نے کیا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مما۔"

"ایسی ہی بات ہے سارا منیر حسین سے صمید کی شادی بھی سارا منیر حسین کے باپ کی خواہش پر ہوئی تھی اس نے بھی یہی شرط

رکھی گئی تھی کہ صمید حسن کو سارا کے لیے جیسے ہی کوئی بہتر لڑکا ملا وہ اس سے سارا کی شادی کردیں گے مگر ایسا نہیں ہوا' تم مردوں نے عورت کو ایک کھلونا کیوں سمجھ لیا ہے جب چاہا حاصل کرلیا جب چاہا کھیل کر توڑ پھوڑ دیا۔"

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں مما' میرے اور عائلہ کے بیچ ایسا کچھ نہیں ہے۔"

"کیا نہیں ہے تمہارے اور عائلہ کے بیچ..... کیا نکاح نہیں ہوا تمہارے درمیان' کیا تم دونوں نے ایک دوسرے کے حقوق ادا نہیں کیے؟ یہ کہو کہ اپنے باپ کی طرح تمہارے دل اور ضمیر میں کچھ نہیں ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں مما۔" وہ بوکھلا گیا تھا مریرہ کا غصہ کم نہیں ہوا۔

"غلط نہیں کہہ رہی ہوں میں' زندگی کی ڈگر پر عورت اور مرد ساتھ ساتھ چلنے کا عہد کرتے ہیں مگر مرد آگے نکل جاتا ہے عورت پیچھے رہ جاتی ہے گزرے ہوئے ہر ایک لمحے کی گھڑی کلیجے سے لگائے مرد کی پہلی نظر' ملن کی پہلی گھڑی' پہلا اعتراف' پہلا احساس ہمیشہ یاد رکھتی ہے مگر مرد انہی لمحات کو ایک تفریح کی صورت جیتا ہے اور آگے بڑھ جاتا ہے کوئی یاد کوئی احساس اسے پیچھے پلٹ کر جینے پر مجبور نہیں کرسکتا تم بھی مرد ہو بے وفائی تو کرو گے تمہاری فطرت جو ہے۔"

"آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں مما۔"

"میں کچھ سننا نہیں چاہتی زاویار' عائلہ میری بھتیجی ہے جان سے بڑھ کر پیاری ہے مجھے' کرنل صاحب نے تمہاری اور تمہارے پاپا کی رضا سے یہ شادی کرائی ہوگی ہوسکتا ہے اس وقت میں پاس ہوتی تو میں بھی یہی کرتی تم یہ رشتہ اتنی آسانی سے ختم نہیں کرسکتے میری زندگی تو برباد ہوگئی مگر میں اپنی بھتیجی کی زندگی تم باپ بیٹوں کے ہاتھوں تباہ ہونے نہیں دوں گی۔ کان کھول کر سن لو تم اگر تم نے ایسا کیا تو میرا مرا منہ دیکھو گے۔" غصے اور جذبات سے اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ زاویار کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔

مریرہ کی طرف سے ایسا ردعمل ہوگا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا تبھی اس نے اس کے قریب بیٹھ کر اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔

"بس کریں مما' پلیز۔" مریرہ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا پھر آہستگی سے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے نکال لیے۔

"عائلہ آپ کو جان سے بڑھ کر پیاری ہے کیونکہ وہ آپ کی بھتیجی ہے اور میں کیا میرے ساتھ آپ کا کوئی رشتہ نہیں مما' ایک ہی پل میں عرش سے فرش پر لا پھینکا آپ نے مجھے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ مریرہ نے رخ پھیر لیا۔

"میں عائلہ کو چھوڑنا چاہتا ہوں اس میں صرف میری خوشی نہیں ہے عائلہ کی بھی خوشی ہے کیونکہ آپ کی بھتیجی شروع سے مجھے پسند نہیں کرتی' اسے خوش نہیں رکھ پا رہا میں' جب بھی اس کی آنکھوں یا چہرے کی طرف دیکھتا ہوں تو عجیب سی شرمندگی ہوتی ہے مجھے' کسی اور کے ساتھ اس کی شادی ہوگی تو کم از کم خوش تو رہے گی وہ۔"

"میں بات کروں گی عائلہ سے اگر وہ اس رشتے سے خوش نہیں ہے تو تم شوق سے اپنا راستہ اس سے الگ کرسکتے ہو۔"

"میری اس سے راستہ الگ کرنے میں کوئی خوشی نہیں ہے مما میں اگر اسے آزاد کرنا چاہتا ہوں تو صرف اس کی خوشی کے لیے شہزاد سے ملنے سے پہلے بھی ہمارے درمیان میاں بیوی والا کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"ٹھیک ہے اگر عائلہ کو کوئی مسئلہ نہ ہو تو تم شہزاد کو پرپوز کرسکتے ہو۔"

"شکریہ مگر میں اسے طلاق دیے بغیر بھی شہزاد کو پرپوز کرسکتا ہوں بس آپ میری طرف سے اپنا دل صاف رکھیں۔" خفا خفا سے لہجے میں کہتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

مریرہ سرد آہ بھر کر رہ گئی۔

❁......❁......❁

"شہرو۔" وہ اپنے آفس کی طرف بڑھ رہی تھی جب زاویار نے اسے پکارا شہزاد وہیں رک گئی۔

”حکم؟“ اس کا موڈ فریش تھا زاویار کا دل چاہا وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کسی دوسرے سیارے پر چلا جائے جہاں کوئی مسئلہ، کوئی الجھن ان دونوں کے درمیان نہ آئے۔

”مصروف ہو۔“

”نہیں۔“

”لانگ ڈرائیو پر چلوگی۔“

”کیوں نہیں تم لے کر جاؤ اور میں نہ جاؤں یہ کیسے ہوسکتا ہے بھلا۔“

”ہاں ایسا ہو تو نہیں سکتا اسی لیے بور ہورہا تھا تو سوچا تمہیں لانگ ڈرائیو پر لے چلوں۔“

”بہت شکریہ جناب میں عمر انکل کو بتا کر آتی ہوں۔“ بے بی پنک کاٹن کے سوٹ میں ملبوس وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت لگ رہی تھی زاویار نے نگاہ چرالی مبادہ اسے نظر ہی نہ لگ جائے۔

”چلو۔“ اگلے دو منٹ کے بعد پنسل ہیل سے ٹک ٹک کرتی وہ اس کے قریب چلی آئی زاویار نے اس کی ہمراہی میں باہر کی جانب قدم بڑھادیے موسم بے حد خوشگوار ہورہا تھا۔

زاویار کچھ دیر سڑکیں ناپنے کے بعد اسے ایک ریسٹورینٹ میں لے آیا۔

”کیا کھاؤ گی۔“

”کچھ بھی جو تم کھلا دو۔“

”اوکے۔“ اس کے جواب پر اس نے اپنی پسند سے مینو آرڈر کردیا۔

”میں سوچتا ہوں یار ہم اتنا عرصہ پہلے کیوں نہ ملے جبکہ اتنا قریبی تعلق ہے ہمارا۔“

”بس نصیب میں نہیں تھا شاید۔“

”ہوں یہ تو ہے ایک ذاتی سا سوال کروں اگر تم برا نہ مانو تو۔“

”ضرور۔“

”تمہیں کبھی کسی سے محبت ہوئی ہے شہرو؟“ اس نے پوچھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

”ایسی ویسی بڑی جنوں خیز محبت ہوئی تھی مجھے ختم ہے۔“

”کس سے۔“ زاویار کو دھچکا لگا شاید اسے شہرزاد سے اتنی صاف گوئی کی امید نہیں تھی۔ وہ اب اسے بتا رہی تھی۔

”درمکنون کا سیکرٹری تھا صیام اس سے مگر وہ مجھ میں انٹرسٹڈ نہیں تھا کیونکہ وہ کسی اور کو پسند کرتا تھا لہٰذا میں نے چپ چاپ اپنے قدم پیچھے موڑ لیے تھے۔“

”اوہ ویری سیڈ۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے شاید میرے نصیب میں اس سے بھی بہتر انسان لکھا ہو۔“

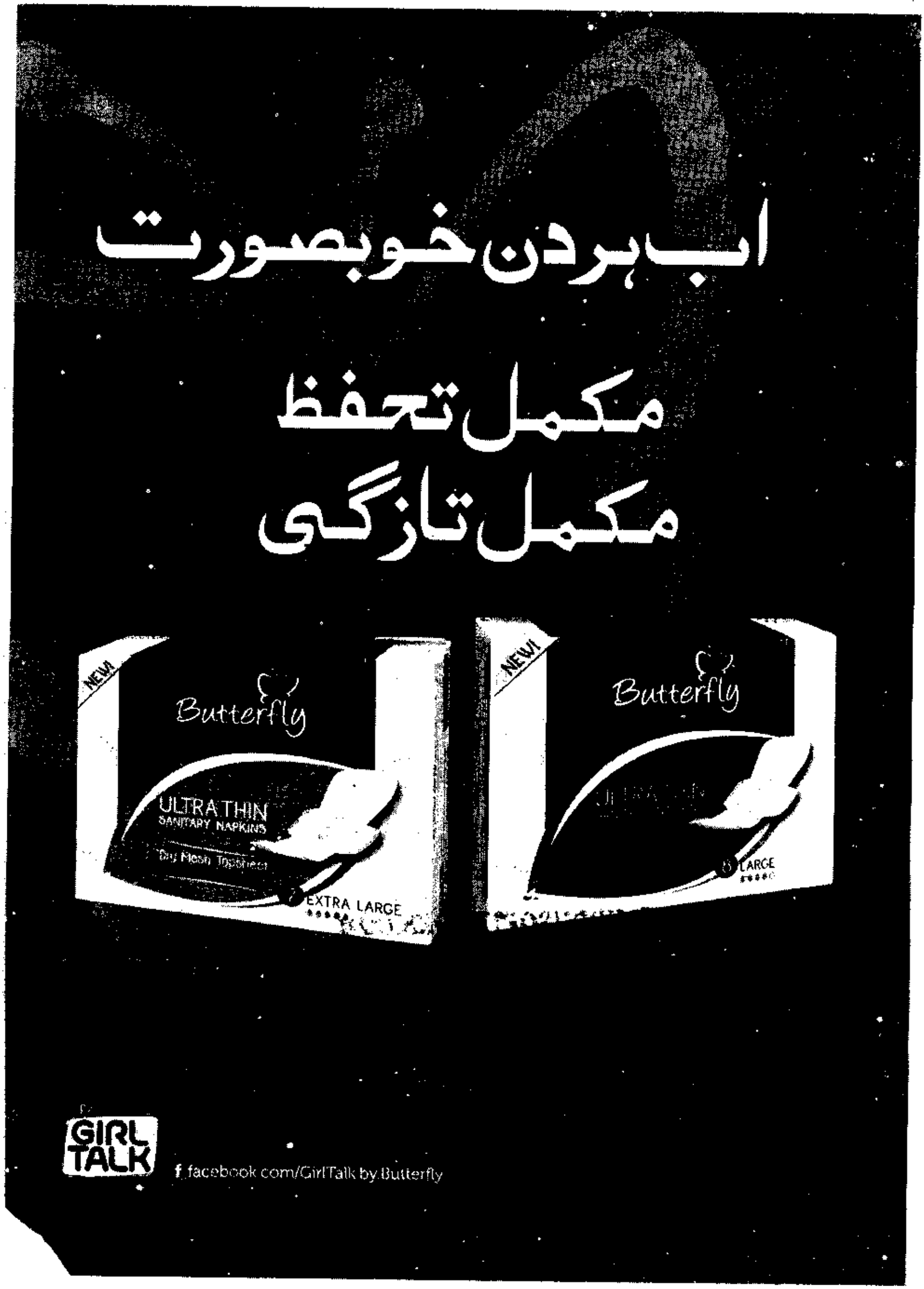
”ہاں یہ تو ہے۔“

”تم سناؤ عائلہ کے ساتھ زندگی کیسی گزر رہی ہے بہت اچھی ہے عائلہ۔“

”ہوں اس میں تو کوئی شک نہیں۔“

لبوں پر پھیکی سی مسکان سجاتے ہوئے اس نے کہا تبھی شہرزاد کی نگاہ دائیں طرف سامنے والی ٹیبل پر پڑی اور وہ چونک اٹھی۔

”عبدالہادی۔“ اس کے لبوں نے جنبش کی زاویار نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا سامنے میز پر ایک بے حد خوب صورت اسمارٹ سا نوجوان بیٹھا انہی کی طرف دیکھ رہا تھا شہرزاد کے متوجہ ہوتے ہی وہ اٹھ کر ریسٹورنٹ سے باہر نکل گیا۔



www.urdusoftbooks.com

شہرزادوز اویار سے ایکسکیوز کرتی فوراً اس کے پیچھے لپکی۔ اب وہ پتا نہیں کون تھا زاویار لب بھینچ کر رہ گیا جبکہ شہرزاد اب عبدالہادی کے مقابل کھڑی تھی۔

"کیسے ہیں آپ؟"

"تمہیں کیسا لگ رہا ہوں۔"

"بے حد ہینڈسم۔" وہ مسکرائی تو عبدالہادی اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"آپ انجوائے کریں میں چلتا ہوں۔"

"کہاں۔"

"گاؤں۔"

"کیسے ہیں سب گاؤں میں؟"

"آ کر دیکھ لیں کبھی۔" وہ خفا خفا سا تھا شہرزاد پھر مسکرائی۔

"لے جائیں آ کر۔"

"وہاٹ؟"

"جی ہاں اس بار اکیلے آنے کا رسک نہیں لے سکتی میں وہاں اس بار آپ کو ساتھ لے جانا پڑے گا۔"

"سوچ لیں۔"

"سوچ کر ہی کہا ہے جناب' عبدالہادی اعجاز صاحب۔" اس کی آنکھیں روشن تھیں۔

عبدالہادی کے سارے گلے شکوے پل میں دم توڑ گئے تھے۔

"ویسے اب تو آپ کے سارے دشمن ختم ہو گئے ہیں گاؤں میں اب وہاں آنے کا مقصد۔"

"ایک دشمن باقی ہے ابھی۔" برجستگی سے اس نے کچھ اس طرح سے کہا کہ عبدالہادی قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"میرے زخم ابھی مکمل ٹھیک نہیں ہوئے ہیں شہرزاد۔"

"مرہم کے بغیر ٹھیک ہو بھی نہیں سکتے۔"

"تو پھر کب آؤں مرہم لینے۔"

"جب بھی ضرورت محسوس ہو۔"

"اس اچانک عنایت کی وجہ؟"

"محبت۔"

"محبت یوں راہ چلتے نہیں ہو جاتی شہرزاد صاحب۔"

"ہوں..... راہ چلتے واقعی نہیں ہو سکتی مگر قید میں ہو جاتی ہے چاہے وہ حویلی میں ہو یا کسی سرائے میں۔"

"کبھی پتا تو نہیں چلنے دیا آپ نے۔"

"آپ کو پتا چل بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ مجھے خود اس حادثے کا اس وقت علم ہوا جب آپ مجھ سے دور چلے گئے تھے۔"

"میں بتا نہیں سکتا آج آپ نے مجھے کتنی بڑی خوشی دی ہے۔"

"بتانے کی ضرورت بھی نہیں۔"

"ٹھیک ہے تو پھر تیار رہیں اسی جمعہ کو امی آ رہی ہیں میری اپنا پتا دے دیں۔"

"ایک منٹ۔" کسے انتظار تھا کہ وہ ریستوران کے اندر آئی پھر زاویار کے قریب آ کر بولی۔

''ایم سوری زی! میں ابھی ایک ضروری کام سے گھر جارہی ہوں' ہم بعد میں ملتے ہیں پلیز۔'' وہ بہت خوش مگر عجلت میں دکھائی دے رہی تھی۔

زاویار نے چپ چاپ اثبات میں سر ہلا دیا' وہ پھول بہت خوشنما تھا مگر اس کے لیے نہیں تھا اسے صبر کرنا پڑا۔ کھانا میز پر آچکا تھا اس نے چکھے بغیر بل پے کیا اور اٹھ کر ریستوران سے باہر نکل گیا۔

❁......۞......❁

شہزاد نے عبدالہادی کو عمر سے ملوایا تھا عمر نے اسے اوکے کر دیا۔ وہ لڑکا واقعی رد کیے جانے کے قابل نہیں تھا۔ عبدالہادی کے لیے وہ دن کسی عید سے کم نہیں تھا زندگی ایک دم سے اس پر یوں مہربان ہو جائے گی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

ماں جی کو بھی شہزاد بے حد پسند آئی تھی لہٰذا اگلے پندرہ دنوں کے اندر اندر ماں جی اور شہر بانو نے ان دونوں کو منگنی کے بندھن میں باندھ دیا جس پر سارے گاؤں میں خوشی منائی گئی تھی۔

شیر دل کی موت کے بعد میرب بنا عدت پوری کیے اپنے چھوٹے بھائی عادل کے پاس امریکا چلی گئی تاہم جانے سے پہلے وہ عبدالہادی سے معافی مانگ کر اس کا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولی تھی۔

زاویار کو جیسے چپ لگ گئی تھی۔ مریزہ کو ایک گونہ سکون حاصل ہوا کہ ایک عورت کا دل اجڑنے سے بچ گیا تھا۔

❁......۞......❁

اب جو بچھڑے ہیں تو
احساس ہوا ہے ہم کو
درد کیا ہوتا ہے تنہائی کسے کہتے ہیں
چارسو گونجتی رسوائی کسے کہتے ہیں
اب جو بچھڑے ہیں تو احساس ہوا ہے ہم کو
کوئی لمحہ ہو تیری یاد میں کھو جاتے ہیں
اب تو خود کو بھی میسر نہیں آپاتے ہیں
رات ہو دن ہو تیرے پیار میں ہم بہتے ہیں
درد کیا ہوتا ہے تنہائی کسے کہتے ہیں
اب جو بچھڑے ہیں تو احساس ہوا ہے ہم کو
جو بھی غم آئے اسے دل پہ سہا کرتے تھے
ایک وہ وقت تھا ہم مل کے رہا کرتے تھے
اب اکیلے ہی زمانے کے ستم سہتے ہیں
درد کیا ہوتا ہے تنہائی کسے کہتے ہیں
اب جو بچھڑے ہیں تو احساس ہوا ہے ہم کو
ہم نے خود اپنے ہی رستے میں بچھائے کانٹے
گھر میں پھولوں کی جگہ لا کے سجائے کانٹے
زخم اس دل میں بسائے ہوئے خود رہتے ہیں
درد کیا ہوتا ہے تنہائی کسے کہتے ہیں

اب جو بچھڑے ہیں تو احساس ہوا ہے ہم کو
یوں تو دنیا کی ہر اک چیز حسیں ہوتی ہے
پیار سے بڑھ کر مگر کچھ بھی نہیں ہوتی ہے
راستہ روک کر ہر اک سے یہی کہتے ہیں
درد کیا ہوتا ہے تنہائی کسے کہتے ہیں
چار سو گونجتی رسوائی کسے کہتے ہیں
اب جو بچھڑے ہیں تو......!

❁......✿......❁

رات قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔

ٹیرس کے دریچے میں کھڑی عائلہ سرد ہوا کے تھپیڑوں سے بے نیاز پلر سے ٹیک لگائے کھڑی تاروں کے جھرمٹ میں چمکتے چاند کو دیکھ رہی تھی۔

کیا تھی اس کی زندگی......

صرف ایک تماشہ......

ماں ہوش سنبھالنے سے پہلے مرگئی باپ کو نشے نے ماردیا' دادا کی زیر نگرانی وہ دو وقت کی روٹی کے لیے دربدر کے دھکے کھاتی رہی حبس کے اس موسم میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کی مانند جو شخص ملا وہ تقدیر نے اس سے چھین لیا۔ نہ کوئی رشتہ اس کا اپنا رہا تھا نہ گھر...... وہ کسی کی ضرورت نہیں تھی اب اس کی ذات کسی کے لیے خاص نہیں تھی۔

کتنی آسانی سے آذویار حمید حسن نے بھی اس کی راہ سے اپنے قدم دور کرلیے تھے وہ اب کہاں جاتی؟ کون اپنا رہا تھا اس کا جو اسے سنبھالتا اس کے دکھ سمیٹتا۔

یادوں کی پٹاری میں اب دکھ کی باس کے سوا اور کچھ نہیں رہا تھا۔

رات کے تین بج رہے تھے مگر اسے پروا نہیں تھی نیند کا رابطہ ہی نہیں رہا تھا اب اس کی آنکھوں کے ساتھ وہ سو کر کیا کرتی۔

''یہاں کیوں بیٹھی ہو عائلہ' ٹھنڈ لگ جائے گی۔'' بے حد غمگین سی وہ ٹیرس کے پلر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی جب سدید کی پکار پر چونک اٹھی۔ دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا وہ کہیں نہیں تھا۔

اس کا دل جیسے کٹ گیا۔ تبھی اس کی سماعتوں میں اس کی اپنی آواز گونجی تھی۔

''مجھے ٹھنڈا چھی لگتی ہے سدید۔''

''ہوں جانتا ہوں پھر بیمار پڑنا بھی اچھا لگتا ہے تمہیں' ہے ناں' مگر محترمہ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں ابھی دو گھنٹوں کے بعد جارہا ہوں لہٰذا آپ کی تیمارداری کے لیے یہ غلام اب دستیاب نہیں ہوگا۔'' وہ آس پاس کہیں بھی نہیں تھا عائلہ کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔

''مجھے ایسا کیوں لگتا ہے سدید' جیسے اس بار تم پلٹ کر واپس نہیں آؤ گے۔''

''تم رو رہی ہو عائلہ۔'' وہ پریشان ہوا تھا عائلہ نے زور سے آنکھیں میچ لیں۔

''نہیں میں رو نہیں رہی سدید مگر نجانے کیوں میری آنکھیں خود بخود بھیگ رہی ہیں میرا دل ایسی سلطنت کی مانند ہورہا ہے جسے اجاڑ دیا گیا ہو پتا نہیں کیوں ایسا ہورہا ہے حالانکہ پہلے بھی تو تم جاتے رہے ہو' مگر پہلے کبھی ایسی کیفیات نہیں تھیں۔''

''سدید۔'' گھٹے گھٹے سے انداز میں وہ چلا اٹھی مگر سدید علوی کے ساتھ ہوئی آخری ملاقات کی بازگشت ختم نہیں

ہوئی وہ کہہ رہا تھا۔
"میں آؤں گا عائلہ تم خوامخواہ وہموں کا شکار ہوکر مجھے اور خود کو اذیت دے رہی ہو اب تو میں نے تمہیں اپنے نام کی انگوٹھی بھی پہنا دی ہے۔"
"فضول کا وہم نہیں ہے یہ سدید مجھے لگتا ہے جیسے کوئی چیز مجھے اندر سے کاٹ رہی ہے میرا سانس گھٹ رہا ہے مجھ سے کھل کر رویا بھی نہیں جارہا۔"
اس نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے تھے اسے لگا سدید ایک مرتبہ پھر جیسے اس کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا۔ چاند تاروں کی آنکھ مچولی سے بے نیاز وہ اسے سمجھا رہا ہو۔
"تم میرے حوصلے کمزور کررہی ہو عائلہ تمہیں پتا ہے شہیدوں اور غازیوں کی ماؤں' بہنوں اور بیویوں کے دل کتنے بڑے ہوتے ہیں ان کی پتھر ہوئی آنکھوں کی شفاف جھیلوں میں آنسو قطرہ بن کر نہیں برف بن کر ٹھہر جاتے ہیں اگر تم اپنے اندر ان جیسا حوصلہ پیدا نہیں کروگی تو مجھے بہت دکھ اور مایوسی ہوگی۔"

"میں تمہارا انتظار کروں گی سدید۔"
"تھینک یو۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ عائلہ نے اپنے بال نوچ لیے۔
"بے وفا ہو تم سدید علوی' راستے کا پتھر بنا دیا ہے تمہاری محبت نے مجھے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی کبھی نہیں۔" رو رو کر بے حال ہوتے ہوئے وہ بول رہی تھی چاند تاروں کے جھرمٹ میں مسکراتا اس کا مذاق اڑا تا رہا۔

❁......❁......❁

گزشتہ ایک ہفتے سے وہ بخار میں مبتلا تھی مگر اس نے کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہونے دی بخار کے باوجود وہ گھر کے تمام کام بخوبی سرانجام دے رہی تھی مگر اس روز اس کا ہاتھ مریم کے ہاتھ سے ٹکرایا تو اس نے زبردستی اسے ڈاکٹر کے پاس بھیج دیا۔ وہ ابھی اپنی باری کے انتظار میں بیٹھی تھی جب اس کی نظر کچھ ہی فاصلے پر بیٹھے سدید علوی پر پڑی ایک لمحے کے لیے جیسے اس کا دل رک سا گیا۔
آنکھیں آپ ہی آپ کب بھر آئیں اسے خبر تک نہ ہوسکی۔
فاطمہ بنت اللہ یار کہیں نظر نہیں آرہی تھی وہ دیوانوں کی طرح پیاسی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی شاید اس کا بیٹا بیمار تھا تبھی وہ بے حد فکر مند نظر آرہا تھا۔ عائلہ نے اپنا نچلا ہونٹ کاٹ لیا۔ اس نے فاطمہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ سدید کے سامنے نہیں آئے گی مگر اس وعدے پر ثابت قدم رہنا کتنا جاں گسل ثابت ہورہا تھا۔
ابھی وہ اسے دیکھ ہی رہی تھی جب فاطمہ سائیڈ والے کمرے سے نکل کر سامنے آ کھڑی ہوئی۔
"بہت مشکل سے نمبر ملا ہے حدید' شاید ہمیں یہیں عشاء ہوجائے عشاء کے بعد تو بس بھی نہیں ملے گی پھر ہم گھر کیسے جائیں گے۔"
"اللہ مالک ہے کوئی نہ کوئی انتظام تو ہو ہی جائے گا سہراب کو چیک کرانا بہت ضروری ہے فاطمہ۔" وہ ابھی بھی اپنے ہر رشتے کا اتنا ہی خیال رکھنے والا تھا۔
عائلہ ٹوٹتے آنسوؤں کی پروا کیے بغیر اسے دیکھتی رہی وہ دونوں آپس میں مصروف تھے تبھی کسی بات پر فاطمہ بنت اللہ یار نے رخ پھیر کر اس کی طرف دیکھا اور پھر جیسے چونک گئی۔
عائلہ کو وہاں موجود پا کر اس کے چہرے کا رنگ ایک لمحے کے لیے تبدیل ہوا تھا پھر وہ خود کو نارمل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔
سدید اپنے بیٹے کو چیک کرانے اندر کمرے میں گیا تھا جب وہ عائلہ کے پاس آ بیٹھی۔
"تم کب تک اس شخص کے لیے روتی رہوگی جواب میرا نصیب ہے اللہ نے اسے میرے نصیب میں لکھا ہے تمہارے نصیب

میں نہیں تھا وہ کیا تم اپنا نصیب بدل سکتی ہو؟"

"نہیں۔" بائیں ہاتھ سے آنسو رگڑتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا۔

فاطمہ بنت اللہ یار کو ایک لمحے کے لیے اس پر بڑا ترس آیا۔

"تم نصیب کے لکھے پر صبر کیوں نہیں کر لیتیں؟" اب وہ اسے مشورہ دے رہی تھی۔ عائلہ نے بمشکل اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹا۔

"صبر کرنا بہت مشکل ہے میرے لیے کیونکہ یہ شخص پوری دنیا میں میرا واحد رشتہ تھا۔"

"اگر میں کہوں کہ اب پوری دنیا میں میرا واحد رشتہ ہے تو۔"

"تم نے مجھ سے میرا واحد رشتہ چھین لیا میں نہیں چھینوں گی۔"

"تم چھین بھی لو تو اب وہ تمہارے کام کا نہیں ہے۔" وہ اسے آئینہ دکھا رہی تھی عائلہ نے سر پیچھے دیوار سے ٹکا دیا۔

"تمہارا اسدید اور میرا احدید اپنی یادداشت کھو چکا ہے اسے اپنا ماضی بالکل بھی یاد نہیں میرا اور اس کا آپس میں کوئی معاشقہ بھی نہیں تھا در حقیقت میں تو اسے جانتی بھی نہیں تھی مگر جس وقت اس نے بھارتی فوج کے ہاتھوں اپنی یادداشت کھوئی اس وقت میرا سارا خاندان بھارتی درندگی کی بھینٹ چڑھ چکا تھا میں آپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ آزادی کی تحریک میں اپنے مجاہد بھائیوں کی مدد کے لیے ان کی جماعت کا حصہ بن گئی کشمیر ہمارا ہے وہ خطہ اللہ نے ہمیں ودیعت کیا ہے مگر ظالم ہندو فوج اور حکومت زبردستی ہمارے حقوق غضب کر کے وہاں اپنا تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں اس کوشش میں بستیوں کی بستیاں شہر کے شہر اجاڑ دیے ہیں اس نے ہمارے۔ اسی لیے کشمیر کا بچہ بچہ آج احتجاج سڑکوں پر ہے سدید کو بھی انہی لوگوں نے دشمن کے چنگل سے آزاد کرایا مگر بدقسمتی سے وہ اپنی یادداشت کھو چکا تھا جس وقت میرا آخری خونی رشتہ میرا چھوٹا بھائی بھی آزادی کی جنگ میں شہید ہو گیا۔ تب باقی مجاہدین نے مجھ پر زور دیا کہ میں حدید کے ساتھ نکاح کر کے پاکستان چلی جاؤں کیونکہ عورت ذات ہونے کے ناطے میں ان کے لیے مشکلات پیدا کر سکتی تھی صرف اپنے مجاہد بھائیوں کی مشکلات کا سوچ کر میں نے مجبوراً حدید سے نکاح کیا اور پھر پاکستان آ گئی اپنی خالہ کے پاس مگر پاکستان آنے کے دو تین ماہ تک میرا وطن اور میرے وطن کے حالات مجھے پاگل کیے رہے بڑی مشکل سے حدید کی محبت نے مجھے سنبھالا بہت مشکل سے ہم دونوں نے ایک دوسرے کو قبول کر کے ایک ساتھ خوش رہنا سیکھا ہے وہ بے وفا نہیں ہے نہ ہی میں قصوروار ہوں بس جو کچھ بھی ہوا سب تقدیر کی طرف سے ہوا۔"

فاطمہ بنت اللہ یار کی آنکھیں بھی نم ہو چکی تھیں۔ عائلہ نے اپنا چہرہ رگڑ لیا۔

"اللہ تم دونوں کو خوش رکھے اور تمہارے وطن کو جلد آزادی کی نعمت نصیب کرے آمین۔" بھاری لہجے میں کہتے ہوئے وہ بنا اپنا چیک اپ کرائے وہاں سے اٹھ آئی تھی۔

فاطمہ بنت اللہ یار نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بے ساختہ گہری سانس لی اس کا ایک ایک سانس پاکستان کی محبت کے احساس میں جکڑا ہوا تھا پاکستان کے لیے وہ اپنا وطن چھوڑ آئی تھی مگر اب یہاں کسی کے آنسو اسے ہر پل اذیت کی بھٹی میں جلائے رکھتے تھے زندگی عجیب الجھن کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔

❁......◉......❁

ایلی کی کوشش سے سارا بیگم نے ساویز آفندی کو معاف کر دیا تھا۔ پریہان بے حد خوش تھی اور اسے بس اس کی خوشی ہی تو چاہیے تھی ساویز کی خواہش تھی ہر وہ جلد پریہان سے شادی کر کے پاکستان واپس چلا جائے تبھی اس نے پریہان پر زور دینا شروع کر دیا کہ وہ جلد اپنی ماں سے کہہ کر شادی کے لیے ڈیٹ فکس کرائے۔

پریہان نے حامی بھر لی تھی مگر وہ سارا بیگم سے نہ کہہ سکی کیونکہ وہ آج کل بیمار رہنے لگی تھی ہر روز تیز بخار گردوں میں شدید تکلیف وہ درد سے اتنی نڈھال ہوتیں کہ اس کی ہمت ہی نہیں پڑتی تھی لہٰذا ساویز کو وہ آج کل پر ٹال رہی تھی۔

اس روز ایلی سارا بیگم کو زبردستی پیرس چیک اپ کے لیے لے گیا۔ پریہان ساتھ جانا چاہتی تھی مگر ساویز کی وجہ سے نہ جا سکی کیونکہ اسی روز اسے ساویز کو ائیرپورٹ پر سی آف کرنے جانا تھا ساویز پاکستان جارہا تھا۔

احمد آفندی صاحب نے اسے ایمرجنسی میں پاکستان بلایا تھا وہ پاکستان پہنچا تو ایک بڑا سرپرائز اس کا منتظر تھا احمد آفندی صاحب اس کی شادی طے کرکے بیٹھے تھے۔

جس شام وہ پاکستان پہنچا اس سے اگلے روز اس کی مہندی طے تھی وہ پھٹ پڑا۔

''میں شادی کسی صورت نہیں کرسکتا پاپا کیونکہ میں پریہان کے ساتھ اپنی شادی طے کرکے آیا ہوں۔''

''تمہیں یہ حق کس نے دیا کہ تم بنا مجھ سے اجازت لیے اپنی مرضی سے اپنی شادی طے کرکے آؤ۔'' احمد آفندی صاحب کو امید نہیں تھی کہ وہ پریہان سے دوبارہ تعلق استوار چکا ہوگا تبھی وہ خفا ہوئے تھے ساویز نے مطلق پروا نہ کی۔

''میں بچہ نہیں ہوں بالغ ہوں اپنا برا بھلا سمجھتا ہوں۔''

''برا بھلا سمجھتے ہوتے تو جب ہم نے اس کے ساتھ تمہارا رشتہ طے کیا تھا اس وقت سب کچھ ختم کرکے لندن نہ بھاگتے تم۔''

''وہ پرانی بات ہوچکی ہے جس کے لیے میں پریہان سے معافی بھی مانگ چکا ہوں۔''

''وہ معاف کرسکتی ہے کیونکہ وہ صمید حسن کی بیٹی ہے مگر میں معاف نہیں کروں گا اگر تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی تو مت بھولو کہ میرے ہی کمائے ہوئے پیسوں سے اس مقام تک پہنچے ہو تم۔''

احمد آفندی صاحب غصے کے تیز تھے اور یہ جو اب تک خاموش کھڑی تھی ساویز کے کچھ کہنے سے پہلے ہی درمیان میں کود پڑی۔

''پاپا آپ پلیز کول ڈاؤن رہیں میں بھائی سے بات کرتی ہوں پلیز۔'' کہنے کے ساتھ ہی وہ ساویز کو بازو سے پکڑ کر سائیڈ پر لے گئی۔

''یہاں بیٹھیں اور بالکل پرسکون ہوجائیں میں آپ کو ساری بات بتاتی ہوں۔'' وہ خود بھی قدرے الجھی ہوئی سی تھی ساویز خاموش ہوکر بیٹھ گیا تبھی دریہ چائے لے آئی۔

''پاپا کو غلط مت سمجھیں بھائی وہ بہت مجبور ہیں۔''

''کیا مجبوری ہے ان کی؟''

''میں سب بتاتی ہوں اصل میں پاپا کی کمپنی میں کروڑوں کا غبن ہوا ہے پاپا کے جو قریبی دوست اور پارٹنر تھے صدیقی انکل انہوں نے اندر ہی اندر کمپنی کو دیوالیہ کردیا حد سے زیادہ اعتماد پاپا کو لے ڈوبا اب اگر پاپا بینک کا قرض ادا نہیں کرتے تو یہ گھر پاپا کا آفس ان کا اکاؤنٹ سب ضبط ہوجائے گا ہم کسی کو منہ دکھانے لائق نہیں رہیں گے بھائی۔''

''اتنا کچھ ہوگیا اور مجھے بتایا تک نہیں کسی نے؟'' وہ شاکڈ ہوا تھا جب وہ سر جھکاتے ہوئے بولی۔

''کون بتاتا' پاپا کو بھی ابھی ایک ہفتے پہلے سب پتا چلا ہے۔''

''مگر میری شادی سے ان کے بزنس کا کیا تعلق؟''

''صرف آپ کی شادی سے نہیں' میری شادی بھی ہورہی ہے پاپا کے کلاس فیلو ہیں کوئی' وہ پاپا کے بینک کا قرض ادا کرنے پر تیار ہیں مگر اس شرط پر کہ پاپا بدلے میں آپ کی شادی ان کی بیٹی کے ساتھ طے کردیں گھر سے بھاگی ہوئی ہے وہ لڑکی اور بدتمیز بھی بہت ہے اسی لیے وہ ایک طرح سے سودا کررہے ہیں پاپا کے ساتھ۔''

''اور تمہاری شادی۔''

''میری شادی بھی اسی سودے کا ایک حصہ ہے آپ سمجھ لیں وٹے سٹے کی شادی ہے اگر آپ ان کی بدتمیز بیٹی کے ساتھ غصے

میں آ کر کوئی برا سلوک کریں گے تو اس کا بدلہ وہ مجھ سے لیں گے۔" اس بار دریہ کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں تبھی وہ پھر بولی۔

"ہمارے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے بھائی پاپا نے آج تک ہمیں کسی نعمت سے محروم نہیں رکھا' اب ہماری باری ہے ان کی عزت اور ساکھ بچانے کے لیے ہم اتنا تو کر ہی سکتے ہیں پلیز بھائی۔" اب وہ اس کے ہاتھ تھامے رو رہی تھی۔ ساویز نے لب بھینچ لیے۔

"مگر میں پریہان کے ساتھ کمٹ منٹ کر چکا ہوں۔"

"تو کیا ہوا اسے نہیں پتا چلے گا آپ کی شادی کا ادھر سے فارغ ہو کر جب آپ لندن واپس جائیں تو اس کے ساتھ بھی شادی کر لیجیے گا کسی کو پتا تھوڑی چلے گا۔"

"یہ بہت مشکل ہے دریہ دنیا تمہاری طرح سادہ نہیں ہے۔"

"اللہ پر بھروسہ رکھیں' سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اسے سمجھا رہی تھی ساویز نے خود کو سخت بے بس محسوس کیا۔

❁......۞......❁

ایلی فرانس سے واپس آیا تو بے حد خاموش تھا۔ سارا بیگم البتہ پہلے سے بہتر نظر آ رہی تھیں پریہان جورات کا کھانا تیار کر رہی تھی سب چھوڑ کر ایلی اور سارا بیگم کے پاس بیٹھ گئی۔

"ڈاکٹرز نے کیا کہا ایلی' سب ٹھیک تو ہے؟"

"ہوں' سب ٹھیک ہے۔"

"کوئی مسئلہ؟"

"کوئی مسئلہ نہیں' بس یہ ٹینشن زیادہ لیتی ہیں ڈاکٹرز نے کہا ہے انہیں ٹینشن سے دور رکھیں۔"

"ٹھیک کہا ہے ڈاکٹرز نے ہر وقت میں ان کے پیچھے لگی رہتی ہوں اپنا خیال رکھیں کسی بھی قسم کی کوئی ٹینشن مت لیں مگر یہ سنتی ہی نہیں۔" وہ غصہ کر رہی تھی سارا بیگم مسکرا دیں۔

"تم دونوں میری ماں بنے رہتے ہو مجھے بھلا ٹینشن لینے کی کیا ضرورت ہے۔"

"ممی بس تھکا ہوا ہوں، بہت تھک گیا ہوں۔"

"ہاں میں سمجھ سکتی ہوں لیکن پلیز چائے پی کر جانا۔"

"نہیں ابھی دل نہیں چاہ رہا پھر سہی۔" وہ بہت تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا پریہان کو مجبوراً اسے رخصت کرنا پڑا۔ اگلے روز وہ آفس آئی تو ایلی نے اسے اپنے کمرے میں بلا لیا۔

"السلام علیکم صبح بخیر۔"

"وعلیکم السلام بیٹھو۔" وہ ابھی بھی بے حد سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا پریہان کو الجھن سی ہونے لگی۔

"تم ٹھیک ہو ایلی؟"

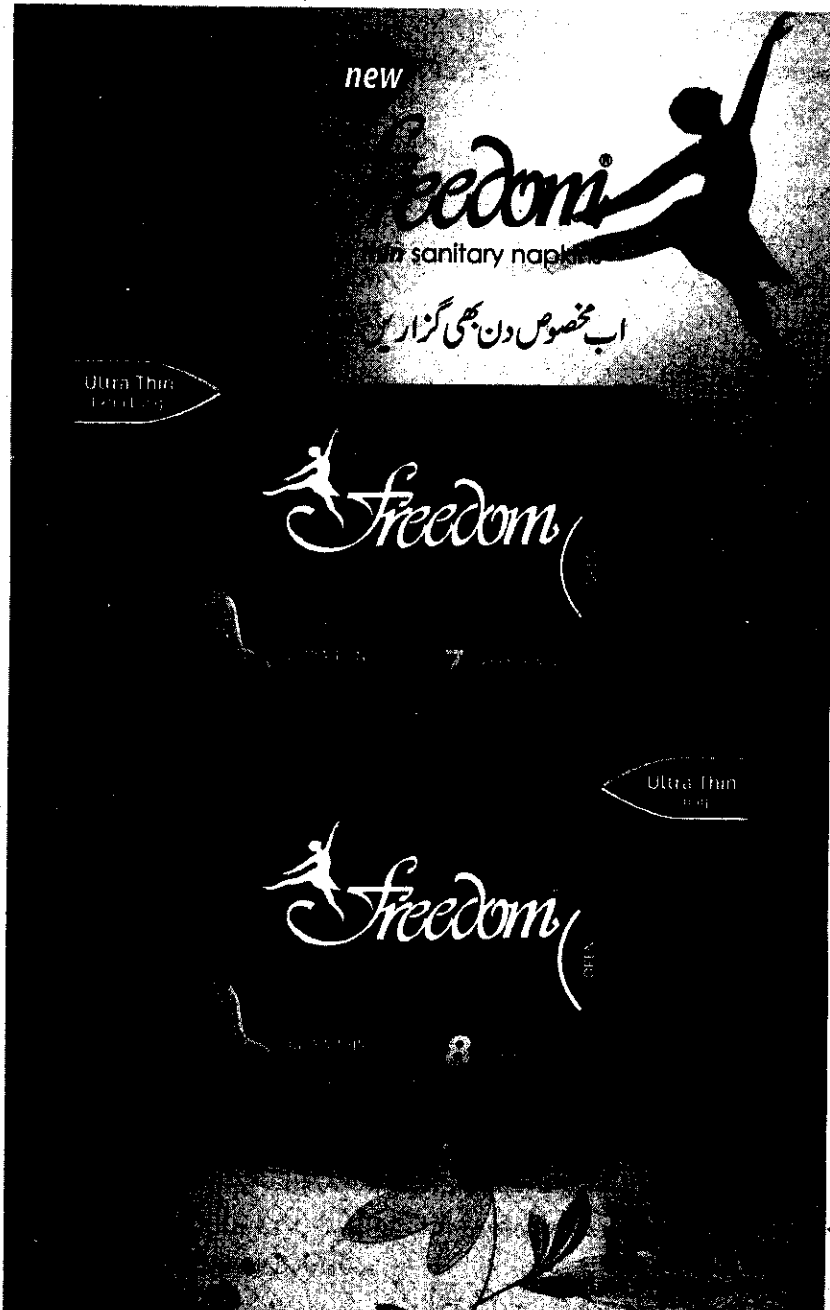
"ہوں۔"

"مگر مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے تم پریشان ہو۔"

"ہوں میں سارا آنٹی کے بارے میں تھوڑا سا پریشان ہوں تم ان کی اکلوتی بیٹی ہو مگر تم انہیں وقت نہیں دیتیں ان کا خیال نہیں رکھتیں وہ تنہائی اور فرسٹریشن کی شکار ہو رہی ہیں آج کے بعد تم آفس نہیں آؤ گی ان کے پاس رہو گی ان کا خیال رکھو گی او کے۔"

"مگر ایلی......"

"اگر مگر کچھ نہیں' میری بات کی سمجھ نہیں آتی تمہیں انہیں تمہاری ضرورت ہے انہیں وقت اور کمپنی دو۔" اس بار وہ غصہ ہوا تھا


new
freedom
sanitary nap
اب مخصوص دن بھی گزار
Ultra Thin
freedom
Ultra Thin
freedom

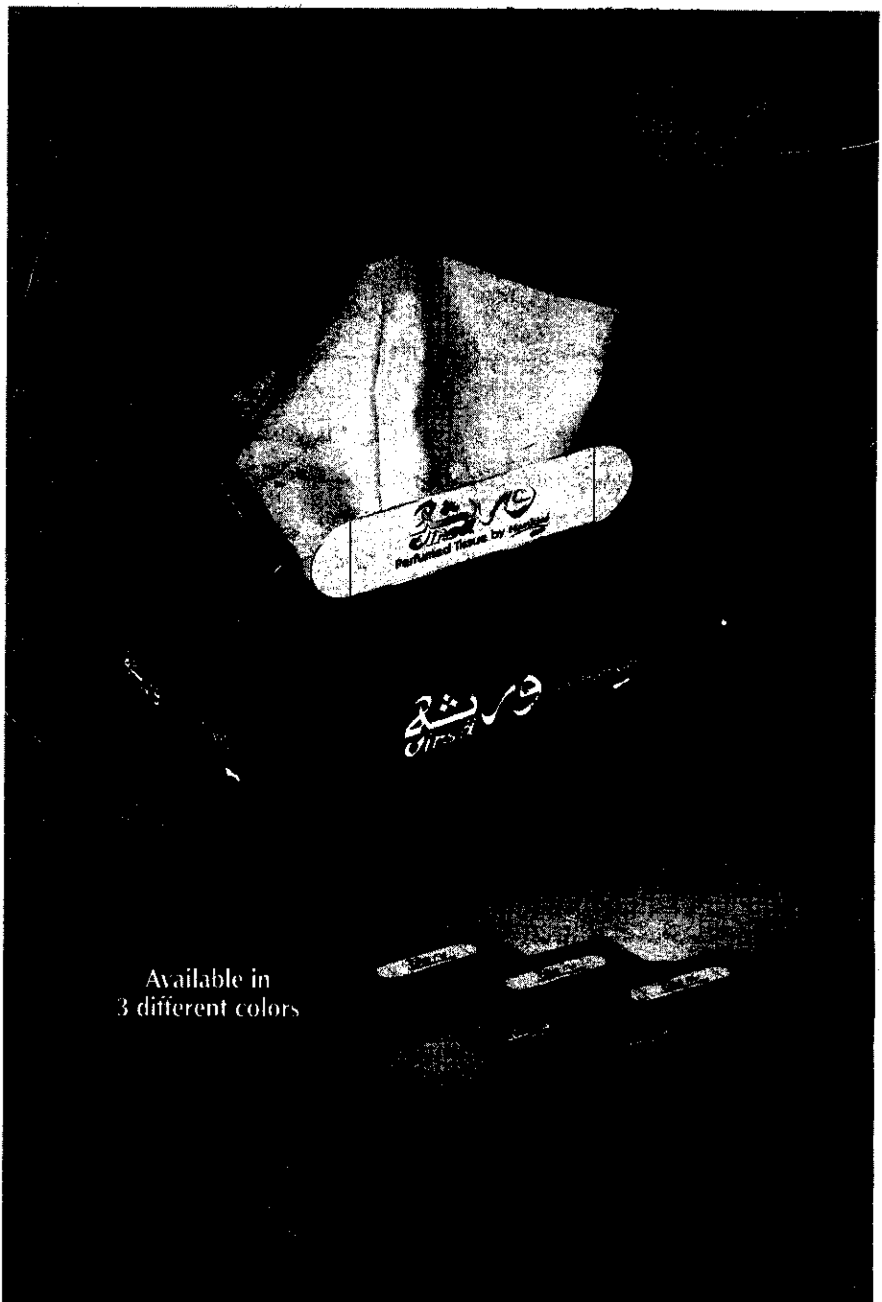
پرہیان کو بے حد سبکی کا احساس ہوا۔
آج سے پہلے اس شخص نے کبھی اس سے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی تبھی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور آفس سے ہی باہر نکل گئی۔
سارا بیگم کو واقعی اس کی ضرورت تھی اسے یہ بات پہلے ہی سمجھ لینی چاہیے تھی مگر ایلی نے اس سے اس لہجے میں بات کیوں کی بس یہی بات لمحہ بالمحہ رہ رہ کر اسے رلاتی رہی۔ سارا بیگم کی طبیعت پہلے سے کافی سنبھل گئی تھی پرہیان ہمہ وقت انہیں کمپنی دیتی اس روز وہ صفائی سے فارغ ہو کر ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔
"پتا ہے مماز اویار بھائی نے ہمیں معاف کر دیا ہے اور مریرہ آنٹی بھی ٹھیک ہو گئی ہیں اب کہیں کچھ بھی غلط نہیں رہا۔" وہ ان کے دل سے ہر قسم کا بوجھ اتار دینا چاہتی تھی سارا بیگم کو بے حد خوشی ہوئی۔
"تمہیں کس نے بتایا سب۔"
"زاویار بھائی نے۔"

"وہ کہاں ملا تمہیں۔"
"وہ لندن آئے تھے خصوصی مجھ سے ملنے اور معافی مانگنے میں نے اس شرط پر معاف کر دیا کہ وہ آپ کو بھی معاف کر دیں۔"
"لاکھ لاکھ شکر ہے میرے مالک کا ایک بات مانو گی پری۔"
"جی کہیں۔"
"ساویز سے شادی کے بعد جب تم پاکستان جاؤ تو مریرہ کے پاس ضرور جانا اس سے کہنا وہ بھی مجھے معاف کر دے۔"
"جی ٹھیک ہے مگر میں ساویز سے شادی کے بعد پاکستان نہیں جاؤں گی میں نے سوچ لیا ہے میں یہیں رہوں گی آپ کے پاس البتہ وہ پاکستان کے چکر لگا سکتا ہے۔"

"اور اگر وہ نہ مانا تو۔"
"مان جائے گا بہت پیار کرتا ہے وہ مجھ سے۔" سارا بیگم کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہتے ہوئے اس نے ان کے دل سے یہ آخری بوجھ بھی اتار دیا تھا۔

❀......۞......❀

ساویز شادی کے بعد لندن واپس آ گیا تھا سارا بیگم نے پرہیان سے اس کی شادی کی ڈیٹ فکس کر دی جس پر وہ اور پرہیان دونوں بے حد خوش تھے۔
پرہیان نے ساویز سے شادی کے بعد لندن میں ہی رہنے کی بات کی تو وہ فوراً مان گیا کہ اب وہ خود بھی یہی چاہتا تھا۔
ایلی نے خود کو مکمل طور پر آفس اور بزنس میں مصروف کر لیا تھا تاہم ہر روز آفس سے واپسی پر وہ سارا بیگم کے پاس رک کر ان سے ان کا حال احوال پوچھنا نہیں بھولتا تھا۔
پرہیان اور ساویز شادی کی تیاری میں مصروف تھے خود ایلی بھی فارغ ہوتا تو ان کی مدد کر دیتا تھا۔
سارا بیگم نے شادی کے انتظامات کی ساری ذمہ داری اس پر ڈال دی تھی۔
پرہیان ان دنوں جیسے ہواؤں میں اڑ رہی تھی کہ اس شب سارا منیر حسین کی ڈیتھ ہو گئی۔ رات پرہیان کے ساتھ کھانا کھا کر بہت دیر تک وہ اس سے اپنی ماضی کی باتیں کرتی رہی تھی صمید حسن اور مریرہ رحمان کی باتیں کرتی رہی تھی مگر صبح جب پرہیان نے ناشتہ تیار کر کے انہیں جگایا تو وہ راہِ عدم کی مسافر ہو چکی تھیں۔
پرہیان کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ بے حد گھبرائی گھبرائی سی کیفیت میں اس نے فوراً ایلی کو فون کیا تھا۔ وہ سو رہا


Available in
3 different colors

تھا جب مسلسل بجتے فون نے اس کی نیند توڑی تھی۔

دایاں ہاتھ بڑھا کر اس نے سیل اٹھا کر دیکھا پرہیان کی پچیس مس کالز تھیں اس نے فوری اسے کال بیک کی۔

"ہاں پری بولو سب ٹھیک تو ہے؟" اس کا لہجہ بے حد فکر مند سا تھا جب دوسری طرف سے پرہیان نے بتایا۔

"پتا نہیں ایلی پلیز تم فوری گھر آ جاؤ پلیز۔" وہ رو رہی تھی اس کا دل تیزی سے دھڑکا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی پانچ منٹ میں پہنچ رہا ہوں تم پریشان مت ہو پلیز۔" اسے تسلی دینے کے بعد اس نے فوری بستر چھوڑا اور بنا لباس تبدیل کیے منہ پر پانی کے چند چھینٹے مار کر گھر سے نکل گیا اور اگلے پانچ منٹ کے بعد وہ سارا بیگم کے گھر پہنچا تو پرہیان تیزی سے لپک کر اس کے قریب چلی آئی۔

"دیکھو ناں ایلی مما کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے اٹھ نہیں رہی ہیں۔"

"میں چیک کرتا ہوں پریشان مت ہو اوکے۔" اس کا گال تھپتھپا کر وہ آگے بڑھا اور سارا بیگم کی نبض چیک کی وعدے پورے ہو گئے تھے افسردہ سا وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"ان کی ڈیتھ ہو گئی ہے پری انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

"بکواس بند کرو اپنی۔" بلند آواز میں دھاڑتے ہوئے پرہیان نے اس کے گال پر تھپڑ رسید کر دیا تھا پھر وہ اسے پرے دھکیل کر تیزی سے سارا بیگم پر جھک گئی۔

"مما...... مما آنکھیں کھولیں ناں پلیز...... میری طرف دیکھیں ناں میری بات سنیں۔" اب وہ انہیں جھنجوڑ رہی تھی ایک طرف خاموش کھڑے ایلی کو مجبوراً اسے روکنا پڑا۔

"انہیں تکلیف مت دو پری وہ مر چکی ہیں۔"

"بکواس کر رہے ہو تم' یہ نہیں مر سکتیں' ابھی رات میرے ساتھ کھانا کھایا ہے انہوں نے' دنیا جہاں کی باتیں کی ہیں' صبح میں ان کے بستر سے اٹھی ہوں یہ تب تک بالکل ٹھیک تھیں۔" اسے یقین نہیں آ رہا تھا آ بھی کیسے سکتا تھا وہ کچھ جانتی ہی نہیں تھی۔ ایلی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"صبر کرو...... صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے تمہارے پاس۔" وہ خود ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔

پرہیان اس کی بانہوں میں ہی ہوش وحواس سے بیگانہ ہو گئی۔

❁......✿......❁

سارا بیگم کی تدفین ہو چکی تھی۔ ان کی ناگہانی موت کو تیسرا دن تھا جب زندہ لاش کی مانند پچھلے تین دن سے بھوکی پیاسی پرہیان ایلی کے پاس آ بیٹھی۔

"میری مما کو کیا ہوا تھا صاف صاف بتاؤ مجھے۔" اس کی حالت اور تکلیف ایلی کو بے چین کر رہی تھی وہ نظر پھیر گیا۔

"گردے ختم ہو گئے تھے ان کے سرطان پھیل گیا تھا۔"

"وہاٹ......! مجھ سے کیوں چھپایا تم نے؟" وہ چلائی تھی ایلی رخ پھیرے بیٹھا رہا۔

"کوئی فائدہ نہیں تھا بتانے کا روز مر مر کے جیتی تم۔"

"میرا مسئلہ تھا یہ' تمہیں بتانا چاہیے تھا مجھے' میں ان کے ساتھ کچھ اور اچھے لمحے جی لیتی۔" تڑپ کر کہتے ہوئے وہ رو پڑی تھی۔ ایلی نے لب کاٹ لیے۔

"ہونی کو کوئی ٹال نہیں سکتا پری ان کی ہر سانس پوری ہو چکی تھی۔"

"تم چیٹر ہو ایلی بالکل بھی اچھے انسان نہیں ہو تم' سنا تم نے۔" چلا کر کہتے ہوئے وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی

ایلی چپ چاپ بے بسی سے اسے روتے ہوئے دیکھتا رہا۔

سارا بیگم دنیا سے رخصت کیا ہوئیں پریہان مکمل بدل کررہ گئی تھی۔ایلی سے اس کا رابطہ نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا وہ نہ اس کا فون اٹھاتی تھی نہ آفس آتی تھی نہ گھر پر ملتی تھی مکمل بائیکاٹ کردیا تھا اس نے ایلی چوہان کا جس پر وہ بے حد مضطرب تھا۔دن یونہی گزر رہے تھے اداس بے کل جب ایک روز وہ اپنا میڈیکل چیک اپ کرانے آیا تو ساویز سے ڈبھیڑ ہو گئی۔خاصا پریشان سا وہ وہاں کوریڈور میں ٹہل رہا تھا ایلی قدرے حیران سا قریب چلا آیا۔

"السلام علیکم مسٹر ساویز آپ یہاں؟" ساویز نے اس کی پکار پر بے ساختہ اس کی طرف نگاہ کی پھر مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

"وعلیکم السلام جی میں پری کو لے کر آیا تھا طبیعت کافی ناساز ہے اس کی۔"

"کیا ہوا ہے اسے؟" وہ پریشان ہوا تھا جب وہ بولا۔

"یہی تو سمجھ نہیں آ رہی شاید سارا آنٹی کی موت کا صدمہ لے لیا ہے اس نے۔"

"ابھی کہاں ہے؟"

"ٹریٹمنٹ ہو رہا ہے ابھی۔"

"ٹھیک ہے میں مل کر سمجھاتا ہوں اسے آپ پریشان مت ہوں پلیز۔" وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اسے ساویز حسن آفندی کو کن الفاظ میں دلاسہ دینا چاہیے تبھی مختصر الفاظ میں کہتا آگے بڑھ گیا۔

پریہان ضروری ٹریٹمنٹ کے بعد اس کے سامنے آئی تو وہ اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

بلیک کلر کے شکن زدہ کپڑوں میں بکھرے بالوں اور اندر کو دھنسی ہوئی آنکھوں والی وہ لڑکی پریہان عذیر تو نہیں تھی۔

وہ ایک کمزوری حساس لڑکی جس سے اس کا تعلق ماسوائے انسانیت کے اور کچھ بھی نہیں تھا نجانے کیوں اس وقت اسے بے حد اذیت میں مبتلا لگی۔شاید اس نے واقعی اسے سارا بیگم کی بیماری سے لاتعلق رکھ کر اس پر ظلم کیا تھا۔ایک ماں ہی تو کل اثاثہ تھی اس کا یہ اثاثہ بھی اس سے چھن گیا تھا وہ اس کا درد سمجھ سکتا تھا تبھی اس کے بیڈ کے قریب بیٹھ گیا۔

"کیا تم مجھے بتاؤ گی پری کہ تمہیں کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں ہوا مجھے تم جاؤ یہاں سے۔" وہ ہنوز خفا تھی ایلی گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"کیا تم کبھی اپنی زندگی سے کمپرومائز نہیں کرو گی پری ہمیشہ یونہی ری ایکٹ کرتی رہو گی۔"

"ہاں نہیں کرنا مجھے زندگی سے کمپرومائز میں زندہ ہی نہیں رہنا چاہتی اب تمہیں کوئی تکلیف ہے تو بتاؤ۔" وہ دکھ اور جذباتیت کی انتہا پر تھی ایلی اسے دیکھ کر رہ گیا۔

ساویز آفندی کی موجودگی کی وجہ سے اس وقت وہ اسے مزید کچھ کہے بنا وہاں سے چلا آیا تھا مگر جیسے ہی گھر پہنچا دل و دماغ میں ایک عجیب سی بے قراری پھیل چکی تھی۔

بے حد تھکی نگاہوں میں پریہان کا بکھرا بکھرا سا سراپا جیسے جم کر رہ گیا طبیعت پر اچانک سے بے کلی چھا گئی تھی دل ان دیکھے جذبے کی گرفت میں آ گیا۔وہ بستر پر لیٹا تو خود سے الجھ پڑا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے مجھے میرا دل بے سکون کیوں ہو رہا ہے خود پر سے میرا اختیار کیوں ختم ہو رہا ہے۔" ساری رات بستر پر کروٹیں بدلتے وہ انہی سوالوں میں الجھا رہا۔

آنسوؤں سے بھری وہ بادامی نگاہیں بار بار تصور میں آ کر اسے بے چین کرتی رہی تھیں۔اگلی صبح وہ بیدار ہوا تو آنکھوں میں سرخی کے ڈورے نمایاں تھے اور سارے بدن پر عجیب سی تھکن کا احساس غالب تھا۔

ناشتے میں صرف چائے کا کپ پی کر وہ اسپتال پہنچا تو پتا چلا پریہان کل ہی وہاں سے ڈسچارج کر دی گئی تھی۔ اس اطلاع پر وہ خاصے بوجھل دل کے ساتھ آفس کے لیے روانہ ہوگیا۔

❁......۞......❁

پریہان اور ساویز کی شادی طے پا گئی تھی۔

ایلی بظاہر بزنس میں مصروف تھا مگر اندر ہی اندر کوئی چیز جیسے اسے کھوکھلا کر رہی تھی۔ خاموش طبع تو وہ پہلے ہی تھا اب تو جیسے جامد چپ لبوں سے چپک کر رہ گئی پریہان عذیر کو ہمیشہ کے لیے کھو دینے کا احساس جیسے اسے اندر سے کاٹ رہا تھا۔ اسے خبر ہی نہیں ہوئی تھی کہ وہ کب کیسے اور کیوں اس کے وجود کا عادی ہوگیا تھا۔

وہ محبت کے وجود سے انکاری نہیں تھا مگر محبت یوں بغیر سوچے سمجھے کسی بیماری کی طرح بالکل اچانک دل پر حملہ کرے گی یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اس نے تو پریہان کو کبھی اس نظر سے دیکھا بھی نہیں تھا۔ یونیورسٹی لائف میں بھی وہ اسے بس اپنی سادگی کی وجہ سے پسند تھی اس کا دل بے حد خوب صورت تھا پھر اس کی محبت کا پودا یوں اچانک کیوں اگ آیا تھا اس کے دل کی سر زمین پر وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

عملی طور پر اب بھی وہ پریہان کی شادی کی تیاری میں پیش پیش تھا مگر اب اس کی حالت بدل گئی تھی۔ آنکھیں بات بے بات بھر آنے کو تیار رہتیں۔ اس روز بہت دنوں کے بعد وہ بار کلب آیا تھا جب اچانک سندھیا سے ڈبھیڑ ہوگئی۔ بار کلب سے واپسی پر اس کی گاڑی بھی ابھی اسٹارٹ نہیں ہوئی تھی جب وہ اس کے قریب چلی آئی۔

"ایلی۔" مانوس صدا پر اس نے فوراً گاڑی کا شیشہ نیچے کر کے اسے دیکھا اور پھر حیران رہ گیا مگر اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہتا سندھیا گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

"کیسے ہو ایلی؟" ہمیشہ کی طرح آدھے ادھورے کپڑوں میں ملبوس فل میک اپ کے ساتھ وہ اس وقت بھی بے حد حسین دکھائی دے رہی تھی۔ ایلی نے چپ چاپ گاڑی اسٹارٹ کی۔

"تمہیں کیسا دکھائی دے رہا ہوں؟"

"بہت بدلے بدلے سے لگ رہے ہو چپ چپ سے پریشان۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

نشے کے باوجود وہ ہوش و حواس میں تھا وہ خاصی بدمزہ ہوئی شاید وہ یہ سننا چاہتی تھی کہ وہ اس کے بغیر ادھورا ہے شکستہ حال ہے مگر ایلی خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتا رہا۔

اگلے پندرہ منٹ کے بعد اس کی گاڑی اپنے اپارٹمنٹ کے سامنے رکی تھی۔

"گھر اچھا بنا لیا ہے تم نے آپا جی کیسی ہیں۔"

"مل لینا ٹھیک ہیں۔"

"تم ایسے کیوں شو کر رہے ہو ایلی جیسے مجھے دیکھ کر تمہیں کوئی خوشی نہیں ہوئی۔" وہ اس کے رویے سے خاصی مایوس ہوئی تھی۔ ایلی نے نظر انداز کر دیا۔

"تم پوچھو گے بھی نہیں کہ میں انڈیا سے لندن کیوں آئی؟" وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا جب وہ پیچھے چلی آئی تھی۔

"تم بتاؤ گی تو پتا چلے گا۔" وہ ریسٹ واچ اتار رہا تھا سندھیا بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"میری طلاق ہوگئی ہے دوی سے سچ کہوں تو میرے دل سے تم کبھی گئے ہی نہیں۔ اسی بات کو اس نے ایشو بنا لیا۔"

"مگر تم تو ہنی مون کے لیے گئی ہوئی تھیں اس کے ساتھ اوئی۔"

"ہاں وہیں تو جھگڑا ہوا ہمارا۔"

وہ جھوٹ بول رہی تھی ایلی سامنے صوفے پر بیٹھ کر بوٹ اتارنے میں مصروف ہوگیا۔

"تمہیں اس کے ساتھ جھگڑا نہیں کرنا چاہیے تھا سندھیا۔"

"میں کہاں کرنا چاہتی تھی وہ بات بات پر جھگڑے کے بہانے ڈھونڈتا تھا۔" وہ اب جھوٹ موٹ کا پروگرام بنا رہی تھی۔ ایلی کو عجیب سی بیزاری محسوس ہونے لگی۔ وہ فریش ہوکر آیا تو سندھیا اس کا موبائل چیک کررہی تھی۔

"یہ پری کون ہے؟"

"دوست ہے۔"

ٹاول سے ہاتھ خشک کرتے ہوئے اس نے خشک لہجے میں کہا پھر اس کے ہاتھ سے سیل لے کر سائیڈ پر رکھ دیا۔ سندھیا کو اس کا انداز بے حد برا لگا۔

"لگتا تو نہیں صرف دوست ہے جتنی تم نے کالز اور میسجز کیے ہوئے ہیں اسے۔"

"مجھے فرق نہیں پڑتا کہ تمہیں کیا لگتا ہے کیا نہیں۔"

"تم اتنے روڈ کیوں ہورہے ہو ایلی میں تو یہ سمجھ کے تم سے ملی ہوں کہ شاید تم اب بھی مجھ سے پیار کرتے ہو تمہارے دل میں اب بھی میری جگہ ہے مگر شاید ایسا نہیں ہے شاید اب میری جگہ کوئی اور لے چکا ہے۔"

وہ جیلس ہورہی تھی یا ہرٹ ایلی اندازہ نہ لگا سکا تاہم اس کی بات پر اس نے اپنے کمرے کے باہر روڈ کی جانب کھلنے والی کھڑکی ضرور کھول دی تھی۔ ٹھنڈی یخ ہوا کے کئی جھونکوں نے کھڑکی کھلتے ہی اس کا چہرہ چھوا تھا۔

"تم اب کچھ بھی سوچنے سمجھنے میں آزاد ہو سندھیا کیونکہ میں نے اپنے اندر کے اس انسان کو زندہ مار کر دفن کردیا ہے جو تمہارا طلب گار تھا۔"

"تمہارا کہنے کا مطلب ہے تمہیں اب میری طلب نہیں رہی...... مجھ سے محبت نہیں رہی۔"

"محبت ہے مگر طلب نہیں رہی۔" سندھیا کا لہجہ جتنا خشک اور تیز تھا ایلی کا جواب اتنا ہی دھیما تھا۔ وہ ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔

"میں تمہاری زندگی میں واپس آنا چاہتی ہوں ایلی۔"

"تم نے دیر کردی ہے سندھیا میری زندگی اب میری نہیں رہی۔"

"تم مجھے ٹھکرا رہے ہو ایلی۔"

"نہیں۔" وہ پلٹا تو اس کا لہجہ قدرے بھیگا ہوا تھا۔

سندھیا حیرانی سے بھرپور آنکھوں کے ساتھ اس کی سرخ آنکھوں کے بھیگے ہوئے گوشے دیکھتی رہی۔

"میرا دل خالی ہوگیا ہے سندھیا عجیب سی وحشت اتر آئی ہے اس میں۔" کھلی کھڑکی کے پٹ پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے وہ بے حد اضطراب میں کہہ رہا تھا سندھیا نے اس کے کندھے پر آہستہ سے ہاتھ رکھ دیا۔

"مجھے تھوڑا وقت دو ایلی میں وعدہ کرتی ہوں تمہارے اجڑے ہوئے بے آباد دل کو پھر سے آباد کروں گی۔" وہ اسے نئے خواب نئے عہد تھما رہی تھی۔

ایلی نے بے بسی سے اپنا سر کھڑکی کے کھلے ہوئے پٹ پر ٹکا دیا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

محبت تیری خطا

صباء احمد خان

ہمارے ہی دل سے مزے ان کے پوچھو
وہ دھوکے جو دانستہ ہم کھا رہے ہیں
جفا کرنے والوں کو کیا ہوگیا ہے
وفا کر کے بھی ہم شرما رہے ہیں



جس بھرے دنوں میں اچانک کراچی کی شام پر گہرے بادلوں نے اپنا سایہ کیا اور ہر طرف موسم بہار سا سماں بندھ گیا۔ ہر کوئی موسم کے اچانک بدلنے پر جھوم اٹھا۔ الماس اور نازیہ کانوں میں ہیڈ فون لگائے چھت پر بیٹھی گانے سن رہی تھیں۔ مزے دار گرما گرم پکوڑوں کا دور بھی عروج پر تھا۔ جب اچانک الماس کے فون کی اسکرین جگمگائی اور بیل بجی۔ نام دیکھ کر ہی اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ محبت بھی عجیب ہے۔ انسان کو خود سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ کال کاٹتے ہوئے اس نے میسج کیا۔ نازیہ نے اسے بس گھورنے پر ہی اکتفا کیا۔

''نازیہ پاس ہے۔ کہو کیا بات ہے؟'' اس نے دوبارہ فون رکھا ہی تھا جب بیپ ہوئی۔

''کباب میں ہڈی' اتنا پیار بھرا موسم ہے۔ تمہارے پاس آنے کو جی چاہ رہا تھا۔'' بڑی دیدہ دلیری سے جواب آیا۔ میسج پڑھتے ہوئے اس کے کانوں کی لوئیں تک سرخ ہو گئی تھیں۔

''آپ بہت بے شرم ہوتے جا رہے ہیں شاہ میر۔''

الماس نے اپنے دل کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

اس کی حالت بھی شاہ میر سے مختلف نہیں تھی۔ وہ بھی تو پل پل اسی کی قربت تلاش کرتی رہتی تھی۔ اس کا دل بھی تو سارے بندھن اسی سے جوڑے بیٹھا تھا۔ وہ کیسے نہ اس کے پیار میں مبتلا ہوتی وہ اسے اپنا دیوانہ بنا کر طلب گار بنا چکا تھا۔ الماس سر جھکائے بس اسی کی منتظر رہتی۔ اسی کی نگاہ التفات اسے مدہوش کیے رکھتی۔ شاہ میر نے غصے والی اسمائلی بھیجی اور فون بند کر دیا۔

الماس پاگلوں کی طرح اسے میسج پر میسج کر رہی تھی مگر دوسری طرف چھائی خاموشی اسے جس کرب سے گزار رہی تھی اس کا اندازہ تو صرف وہی لگا سکتی تھی۔ محبت سے بڑا کوئی نشہ نہیں۔ نشے کی طرح جب اس کی لت لگ جائے تو اس کے بغیر گزارہ ممکن ہی نہیں۔

☆☆☆

وہ سارا دن کالج میں گم صم رہی تھی۔ کسی سے بات کرنے کو اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ محبت کا یہ امتحان اس پر بہت بھاری گزر رہا تھا۔ اس نے ایسا تو کبھی نہیں چاہا تھا۔ جو زندگی نے اسے ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا تھی جس موڑ کی کوئی منزل نہیں تھی' جس موڑ کے بعد کوئی سڑک' کوئی اسٹاپ نہیں تھا۔ نازیہ سارا دن الماس کو گھورتی رہی تھی مگر اس پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ تبھی گھر آتے ہی نازیہ نے الماس کو گھیرا۔

''کیا بات ہے' کوئی مسئلہ ہے؟'' نازیہ نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب...... کیسی بات اور کیسا مسئلہ؟'' الماس نے بغور اسے دیکھا۔

''کیا حال بنا رکھا ہے تم نے صبح سے' کلاس کی سب لڑکیاں مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔ پتہ ہے کتنا برا محسوس ہوا مجھے۔'' نازیہ نے الجھتے ہوئے اسے گھورا۔ انداز کھا جانے والا تھا۔

''ہر وقت مجھ پر تھانے دار کی طرح پہرہ دیتی ہو۔ تمہارے ساتھ آخر مسئلہ کیا ہے؟'' الماس نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

''شاہ میر سے......؟'' اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑی۔

''تمہیں اس سے مطلب؟'' وہ تنک کر بولی۔

''ٹھیک ہے...... مگر وہ شخص......''

''بس ایک لفظ نہیں۔ جاؤ یہاں سے۔'' الماس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے بھڑک کر کہا۔ پہلے بھی تو اسی کی وجہ سے شاہ میر اس سے ناراض ہوئے تھے۔ الماس نے متنفر ہو کر سوچا۔ نجانے قسمت کون سا کھیل کھیلنے جا رہی تھی۔

☆☆☆

جیپ سڑک پر دوڑتی ہوئی ہر چیز کو پیچھے چھوڑ رہی تھی۔ مگر اس کا دماغ اسے پیچھے چھوڑنے کو تیار نہیں تھا جسے اس نے دیکھے بنا اتنی محبت کی تھی کہ اب زندگی کا سفر اس کے بنا ادھورا لگتا تھا۔ نجانے زندگی اسے کس موڑ پر لے جا رہی تھی۔ وہ کسی بھی چیز کی پروا کیے بنا اس کا دیوانہ بن بیٹھا

تھا۔ایسا دیوانہ جو بس اس کی ہنسی کی آواز سے زندہ تھا۔

☆☆☆

وہ لیپ ٹاپ پر سر جھکائے کچھ لکھنے میں مصروف تھی جب اچانک الماس کا فون بجا اور وہ چونکی۔ الماس واش روم سے تقریباً بھاگتے ہوئے واش سے نکلی اور فون اٹھایا تھا۔

''نجانے ہماری کزن الماس کو کیا ہوگیا ہے۔ وہ الماس اب وہ رہی ہی نہیں۔ اس کی معصومیت کوئی دھیرے دھیرے نوچ رہا ہے اور وہ اپنا کوئی بچاؤ نہیں کر رہی۔'' وہ آخری میل تھی جو نازیہ نے دلاور کو بھیجی تھی اور آنکھیں موند لی تھی۔

الماس فون پر تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی۔ نازیہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر نہیں جا سکی۔ وہ چاہتی تھی کے الماس اپنے اچھے برے کا فیصلہ خود کرے۔ وہ دونوں جڑواں بہنیں تھیں۔ دونوں کی شکل کے ساتھ ساتھ انداز طور طریقے بھی جدا تھے۔ یوں تو رضوان حیدر (ابو) اور کوثر (امی) نے ان دونوں کی پرورش ایک ہی طرح کی تھی، مگر ایک چڑیا اپنے گھونسلے سے گر گئی تھی۔ بس وہ ہوا میں اڑنا چاہتی تھی۔ بغیر کسی خوف وا پنے ماں باپ کے سہارے کے۔ وہ چڑیا کتنی نادان تھی جو یہ بھی بھول گئی کہ جو پرندے گھونسلے سے گر جاتے ہیں وہ ساری زندگی کے لیے اپنی اڑنے کی تمنا پوری نہیں کر سکتے۔

☆☆☆

وہ ایک نامور اسکول میں پڑھتی تھیں۔ جہاں باہر گیٹ پر ہر وقت بہت ہجوم رہتا۔ غریب لوگ اپنا کاروبار چمکانے کے لیے وہاں چھوٹی چھوٹی چیزوں کی ریڑیاں لگایا کرتے تھے۔ نازیہ اور الماس ہمیشہ باہر کی چیزوں کی دیوانی رہی تھیں اسی لیے جب گیٹ پر ان کو ڈرائیور لینے آتا تو وہ گاڑی وہیں روک کر بہت سی چٹ پٹی چیزیں کھاتیں۔

ایک دن معمول کی طرح جب وہ باہر نکلیں تو کوئی بہت تیزی سے الماس سے اس کا ہینڈ پاوچ چھین کر لے گیا۔ وہ ہینڈ پاوچ اسے اس کی سالگرہ پر ابو کی طرف سے تحفے میں ملا تھا۔ اس میں اس کا ایک چھوٹا سا فون اور کچھ پیسے تھے۔

اگرچہ بات بہت معمولی سی تھی مگر وہ اپنے ہینڈ پاوچ کا صدمہ بھول ہی نہیں پا رہی تھی۔

رضوان حیدر نے اسے نیا فون اور اسی نمبر کی نئی سم نکلوا دی تھی۔ وہ نیا فون پا کر اپنے صدمے کو بھول گئی تھی۔ کیونکہ اب اس کے پاس جدید فون آ گیا تھا جس میں ہر سہولت موجود تھی...... قسمت اپنی پلاننگ پر مسکرا رہی تھی۔ الماس اس بات سے بے خبر کہ اس کی زندگی میں کیا بھونچال آنے والا ہے اپنی ہی دنیا میں مگن تھی۔

☆☆☆

گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس کا دل عجیب طرح سے دھڑکا۔ ساتھ بیٹھا ڈرائیور اپنے لالچ کو کوس رہا تھا جس نے کچھ پیسوں کے لالچ میں گاڑی ایک ایسے بندے کے حوالے کر دی جو گاڑی کو چلا کم اڑا زیادہ رہا تھا۔ کئی بار تو گاڑی کی ٹکر ہوتے ہوتے رہ گئی۔ ڈرائیور بیچارہ اب باقاعدہ منتوں پر اتر آیا تھا۔

''صاب آپ کے پیسے نہیں چاہیں۔ ہم ایک روپیہ نہیں مانگے گا۔ آپ کو آپ کے گھر پہنچائے گا۔ بس ہمارا گاڑی کی جان بخش دو۔'' اس کا لہجہ سن کر وہ ایک بار پھر زور سے ہنسا۔

''صاب تم پاگل خانے سے تو نہیں بھاگا؟'' ایک اور چٹخارے دار سوال کیا۔ وہ اس کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ جب اچانک کوئی اس کی گاڑی کے سامنے آیا اور گاڑی اس کے ہاتھوں سے آوٹ آف کنٹرول ہوئی۔ پٹھان کی چیخ وپکار ایکسیڈنٹ سے زیادہ خوف ناک تھی۔

بڑی دقت سے بریک لگاتے ہوئے گاڑی ایک درخت سے ٹکرا گئی تھی۔ جھٹکا اتنی زور سے لگا کے وہ دونوں ہی اپنا توازن برقرار نہیں رکھ پائے۔ پٹھان تو صورت حال دیکھتے ہی ہائے میری گاڑی کرتا ہوا بے ہوش ہو گیا۔ مگر وہ ہوش میں تھا۔ سر سے خون بہہ کر اس کی شرٹ میں جذب ہو رہا تھا۔ دوسری طرف سے آتی گاڑی ان کے قریب آ رکی یہ آخری منظر تھا جو اس نے اپنی بند ہوتی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

☆☆☆

تیرے لبوں کی خوشبو
میرے لبوں کی تشنگی

الماس بے تکا سا شعر پڑھ کر جھنجھلا سی گئی۔ آج دوسرا دن تھا۔ صبح سے کوئی اسے ایسے ہی میسجز بھیج رہا تھا۔ رضوان حیدر اور کوثر کسی لیٹ نائٹ پارٹی میں شرکت کرنے گئے تھے۔ ایسے میں وہ دونوں گھر میں اکیلی تھیں۔ نازیہ بھی پڑھتے ہوئے سوگئی تھی' الماس لائیٹ بند کرکے سونے ہی والی تھی جب سیل فون کی اسکرین جگمگائی۔

''کیا مصیبت ہے۔ ویسے کمال ڈھیٹ انسان ہے۔ دو دن ہوگئے مگر بغیر میرے کسی جواب کے مستقل مزاجی سے میسج اور کالز کرتا رہتا ہے۔ لگتا ہے سم بدلنی ہی پڑے گی۔'' الماس نے اکتاتے ہوئے دل میں سوچا۔ اچانک سیل فون کی اسکرین دوبارہ جگمگائی اور اسی کی کال آنے لگی۔

سم بدلنے کا فیصلہ تو وہ کرچکی تھی سوچا کیوں نا ایک بار اچھی طرح کلاس لے لی جائے۔ الماس نے کال اٹینڈ کرکے سیل فون کان سے لگایا۔ ارادہ سخت سست سنانے کا تھا۔ مگر دوسری طرف سے جو رسپونس ملا وہ اسے حیرت میں مبتلا کرگیا۔

انہوں نے اٹھایا ہمارا فون ہماری قسمت
ہم کبھی خود کو کبھی فون کو دیکھتے ہیں

بڑی شوخی سے دوسری طرف سے آواز آئی۔

''کون ہیں آپ...... کیا تکلیف ہے آپ کو؟'' الماس نے جھنجلا کر پوچھا۔ اس کے گال تک غصے سے تمتما اٹھے تھے۔

''وہ پوچھتے ہیں آپ کون؟''

''جن کو ہم سب کچھ بنائے بیٹھے ہیں......'' بڑی ادا سے اس نے جواب دیا۔

''یہ کیا بکواس ہے؟'' الماس نے چڑ کر کہا۔

''بات سنو الماس' میرا نام شاہ میر ہے اور میں بہت پیار کرتا ہوں تم سے۔'' وہ ایک ایک بات پر زور دیتے ہوئے بولا۔ اس کا لہجہ ایسا تھا جیسے برسوں کی شناسائی ہو اور پھر نام بھی۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا الماس نے گھبرا کر فون بند کردیا۔ وہ گھبراہٹ کے مارے فوراً اٹھ کر پانی پینے بھاگی۔

پہلا اقرار...... پہلا پیار...... دونوں ہی جان لیوا ہوتے ہیں۔ پہلے اقرار نے اس کے دل کی دھڑکنوں کو بے قابو کردیا تھا۔ اس کا لہجہ اس کے کانوں میں گونج رہا تھا۔ نجانے رات کب گزر گئی اور وہ اسی شاہ میر کو سوچتی رہی۔ اسی شاہ میر کو جسے وہ جانتی تک نہیں تھی۔ عورت بھی دریا کی مانند ہے' جس طرف جی چاہتا ہے' بہتی چلی جاتی ہے۔

☆☆☆

مخالف سمت سے آنے والی گاڑی سے دو لڑکیاں فوراً باہر نکلیں۔ ایکسیڈنٹ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔ نازیہ اسے دیکھ کر فوراً پہچان گئی۔ مگر الماس بے خبر تھی۔ وہ فوراً ہی انہیں ہسپتال لے آئیں تھیں۔ ٹریٹ منٹ کے بعد اب وہ دونوں لڑکیاں اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کررہی تھیں۔ نازیہ کو اپنے پاس دیکھ کر دلاور آفندی نے اپنا پلان فیل ہونے پر خود کو کوسا۔

''تم نے مجھے کیسے ڈھونڈ لیا؟'' دلاور نے ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔

''ڈیئر کزن تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تم پاکستان آرہے ہو؟ کم از کم میں تمہیں ریسیو کرلیتی ایئرپورٹ سے اور شاید یہ حادثہ بھی نہیں ہوتا۔ یہ لندن نہیں۔ پاکستان ہے۔ یہاں گاڑی چلانا اتنا آسان نہیں اور اس پٹھان کی تو جیسے جان ہی نکل گئی تھی۔ بڑی مشکل سے اسے دو ع دلا کر فارغ کیا ہے۔'' وہ بنا سوچے نان سٹاپ بول رہی تھی۔ دلاور مسکراتے ہوئے اسے بس گھور کر رہ گیا۔

''اسے بولنے دو گی تو وہ کچھ بتائے گا ناں؟'' الماس نے نازیہ کے کان میں سرگوشی کی۔

اس سے پہلے کے وہ مزید کچھ کہتی رضوان حیدر پریشانی کے عالم میں کمرے میں داخل ہوئے۔ مگر ان کے مسکراتے چہرے دیکھ کر وہ کچھ پرسکون ہوئے۔

"ارے بیٹا تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔ میں کتنی ریش ڈرائیونگ کرتا ہوا یہاں پہنچا ہوں تم اندازہ نہیں کرسکتے۔" رضوان نے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے اس کا ماتھا چوما۔ وہ ان کے اکلوتے بھائی کا اکلوتا بیٹا تھا۔ جو بیرون ملک اپنی ماں کے پاس ہی مقیم تھا۔

ان کے بھائی آفندی حیدر اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن گئے مگر وہاں کسی کے ایسے اسیر ہوئے اور واپس نہیں پلٹ سکے۔ ایک دوبارہ وہ اپنے بیٹے اور بیوی کو لے کر آئے مگر اس کی بیوی یہاں زیادہ دن تک رہ نہیں سکی۔ وہ یہاں ایڈجسٹ نہیں کر پائی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دوبارہ کبھی پاکستان نہیں آئے مگر بیٹے کو ان کے خاندان سے کبھی دور کرنے کا نہیں سوچا۔ دلاور کو ان سے ملنے آنے دیتے تھے۔ آفندی صاحب وہاں دل کا دورہ پڑنے پر دنیا چھوڑ گئے مگر جاتے جاتے اپنی بیوی انجلینا سے وعدہ لیا کے وہ اپنی بہو پاکستان سے بیاہ کر لائے گی۔ انجلینا نے اپنے محبوب شوہر کی آخری خواہش بہت عزیز رکھی بالکل ویسے ہی جیسے وہ ان کی ہر خواہش کو عزیز رکھتے تھے۔

☆☆☆

وقت پر لگا کر اڑتا گیا۔ وقت کو کبھی کوئی نہیں تھام سکا۔ شاہ میر کی پہلی کال ہی الماس کو اپنا دیوانہ بنا گئی۔ لڑکپن کی عمر بہت خطرناک ہوتی ہے کوئی بھی آسانی سے کسی کے دماغ کو بدل سکتا ہے۔ الماس کا دماغ بھی بدل گیا۔ اس کے دن رات بدل گئے۔ رات گئے تک وہ سرگوشیاں کرتے ہوئے شاہ میر سے کال پر بات کرتی۔ اسکول سے توجہ بالکل ہٹ گئی۔ نازیہ کو کچھ کچھ سمجھ آنے لگا تھا۔ ایک دن دل کڑا کر کے نازیہ نے الماس سے استفسار کر ہی لیا۔

"الماس کیا تم کسی سے چھپ کر رات کو بات کرتی ہو؟" نازیہ نے اس کے چہرے پر نظریں جمائے سوال کیا۔ الماس گنگ سی نازیہ کو دیکھ رہی تھی۔ جس راز پر وہ سات پردے ڈالے ہوئے تھی اسے سامنے آنے میں ایک پل لگا تھا۔

"نہیں..... ایسا تو کچھ نہیں۔" الماس نے گھبرا کر آنکھیں چراتے ہوئے کہا۔

"نہیں الماس تمہاری سرگوشیاں مجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہیں۔ تم مجھے ساری بات کھل کر بتا دو تو بہتر ہوگا۔" نازیہ نے اس کو کندھوں سے پکڑ کر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

الماس ایک ایک کر کے سب پردے اٹھاتی چلی گئی اور نازیہ حیرت سے بت بنی وہی کھڑی رہی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ الماس اس کی بہن ہی ہے۔ وہ تو کوئی اور ہی لگ رہی تھی۔ شاہ میر کی محبت یا جوگن، وہ سمجھ نہیں پائی۔ دو سال تک ان کا رشتہ بس فون کالز اور میسجز پر رہا۔ شاہ میر کو وہ پل پل کی خبر دیتی۔ اس نے کیا پہنا ہے، کون سا کلر ہے، آج کیا کچھ کیا ہے۔

کالج لیول تک جاتے جاتے۔ ان کی محبت کی پینگیں بہت بلند تھیں..... مگر اچانک شاہ میر کو نجانے کیا ہوا۔ وہ الماس کو اگنور کرنے لگا۔ اس کی چھوٹی سی بات پر بھڑک اٹھتا۔ سب سے بڑھ کر نازیہ کی موجودگی اسے کھلنے لگی تھی۔

☆☆☆

شاہ میر نے بہت سوچ بچار کے بعد الماس کو کال کی تھی اور اپنی بات کچھ اس طرح سے اس کے سامنے رکھی کے آدھے گھنٹے بعد ہی اسے اپنے فون میں کافی رقم نظر آئی۔ اتنی رقم جو وہ مہینے بھر میں نہیں کما پاتا تھا۔ شاہ میر کے لبوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ رینگ گئی۔ قسمت کی دیوی اس پر مہربان تھی۔ وہ الماس کو اپنے حصار میں لیے ہوئے اسے اپنی انگلیوں پر مزید نچا سکتا تھا۔ نجانے اس کے دماغ میں ایک بار پھر کیا خیال آیا کہ وہ چونک گیا اور پھر اپنے دل و دماغ کو شاباشی دی۔

مگر اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اسے ابھی کچھ وقت کا انتظار کرنا تھا۔ کیونکہ وہ بہت سوچ بچار کے بعد پکا کام کرنا چاہتا تھا۔ جلد بازی میں نقصان اٹھانے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

☆☆☆

نازیہ اس کی حرکتوں پر نظر رکھے ہوئے تھی۔ اچانک

نازیہ نے اس کے کانوں پر غور کیا اور چونک گئی۔

"الماس تمہارے ڈائمنڈ کے ٹاپس کہاں ہیں؟" نازیہ نے بظاہر نارمل نظر آتے ہوئے عام سے لہجے میں سوال پوچھا۔

"میری الماری میں ہیں۔ کیوں کیا ہوا؟" الماس نے اپنے اندر کی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"پلیز مجھے کچھ دیر پہننے کے لیے دے دو۔ میں نے فرینڈ کے گھر جانا ہے۔" نازیہ نے منت کرتے ہوئے اسے گھیرا۔

"نہیں تم اپنے پہن کر جاؤ۔ یا پاپا سے کہو تمہیں بھی مجھ جیسے ٹاپس دلا دیں۔" الماس نے تنک کر اسے مشورہ دیا۔

"وہ تو میں پاپا سے کہہ دیتی ہوں مگر کچھ دیر کی بات ہے۔ ابھی لے لینا واپس۔" نازیہ نے اصرار کیا۔

"میں نے وہ اپنی کسی دوست کو دیئے ہیں۔ ایک ہفتے تک واپس کرے گی۔" الماس نے کچھ گھبراتے ہوئے کہا۔

"ایسی کون سی دوست ہے تمہاری الماس جسے میں نہیں جانتی۔ ہم ایک ہی کالج و کلاس میں پڑھتے ہیں۔ یہ جھوٹ مجھ سے مت بولو۔" نازیہ نے سخت لہجے میں اس کہا اور ویسے بھی ابھی دونوں کو کالج جاتے چند دن ہی ہوئے تھے۔

"یہ میرا مسئلہ ہے۔ بہتر ہوگا تم اس سے دور رہو۔" الماس نے اسی کے لہجے میں جواب دیتے ہوئے تنک کر کہا۔

نازیہ خاموشی سے اپنے بیڈ پر لیٹ گئی کیونکہ اس کا شک یقین میں بدل چکا تھا۔ دلاور کو میسیج کرتے ہوئے اس کا دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔ کیونکہ ایک وہی تھا جس سے وہ اپنی ہر بات شیئر کرسکتی تھی۔

☆☆☆

شاہ میر کی محبت کی برسات اب کچھ مزید بڑھ گئی۔ الماس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس نے پیسے کہاں سے اور کیسے بھیجے۔ وہ جاننا چاہتا بھی کب تھا۔ ان کی محبت کا جذبہ کچھ مزید بڑھا۔ بے قراریاں قرار چھین کر لے گئیں تبھی شاہ میر نے لوہا گرم دیکھ کر ایک اور وار کیا۔

"میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں ابھی اسی وقت۔ اسی حالت میں۔ اسی بیڈ پر لیٹے۔" شاہ میر کے میسج کو پڑھتے ہوئے وہ اچانک بے قرار سی ہوئی اور کچھ لمحوں کے لیے وہ سوچ میں پڑ گئی۔ تبھی ایک اور میسج ان بکس میں پہنچا۔

"کیا میں تمہارے لیے بے اعتبار شخص ہوں؟ تمہیں مجھ پر یقین نہیں؟" الماس میسج پڑھتے ہی تڑپ اٹھی۔

"نہیں نہیں اللہ گواہ ہے میری ذات کو آپ کی ذات کے علاوہ کسی پر اتنا اعتبار نہیں۔" اس کے لفظوں کی تڑپ شاہ میر کو محسوس ہوئی۔

"تو پھر تصویر بھیجو ورنہ میں تم سے بات نہیں کروں گا۔" شاہ میر نے اپنا آخری ہتھیار آزمایا۔

الماس نے ایک منٹ کی بھی دیر کیے بنا اپنی تصویر بنائی اور شاہ میر کو دھڑکتے دل کے ساتھ بھیج دی۔ نازیہ نے اسے تصویر بناتے دیکھا تھا مگر کچھ نہیں بولی۔ شاہ میر اس کا چہرہ دیکھتا رہ گیا۔ کتنی خوب صورت تھی وہ۔ گہرے کالے لمبے بال اور گہری کالی آنکھیں۔ نازک سے ہونٹ اور دل گداز مسکراہٹ۔ کچھ دیر کے لیے تو شاہ میر اس کے حسن میں کھوسا گیا۔ اسے اپنی حماقت پر افسوس ہوا کہ پہلے اس نے کیوں نہیں اصرار کیا تصویر کا۔ الماس اپنی اس قدر تعریف سن کر کھل سی اٹھی۔ ضمیر پر جو بوجھ تھا وہ ایک دم اتر گیا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ ہی تو میرا محرم ہے۔ جس کی نظر سے میں جیتی ہوں۔ وہ خوش تھی۔ بہت خوش۔

☆☆☆

وہ دونوں ہوٹل میں بیٹھے تھے۔ دونوں کے چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد رضوان اور کوثر پہنچے اور ان دونوں کو اس طرح بیٹھے دیکھ کر حیران ہوئے۔

"کیا ہوا خیریت تو ہے؟" رضوان صاحب نے آتے ہی استفسار کیا۔

"وہ پاپا......"

"تم چپ کرو نازیہ میں انکل سے بات کرتا ہوں اور تم آنٹی سے۔" دلاور آفندی نے نازیہ کی مشکل کو حل کیا اور رضوان صاحب کو لے کر ایک اور ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

رضوان صاحب کا دل کسی سوکھے پتے کی مانند کانپ رہا تھا۔ ان کا دل بار بار دوہائی دئے رہا تھا جیسے کچھ بہت غلط ہونے جارہا ہے اور دلاور کے الفاظ رضوان صاحب کے دل پر خنجر کی طرح لگے۔ انہوں نے کب سوچا تھا کہ ان کی اولاد ان کو ایسے موڑ پر لاکھڑا کرے گی...... انہوں نے تو بیٹیوں کو آزادی دی تھی کہ وہ نئی دنیا کے نئے ڈھنگ سیکھ سکیں مگر یہ کیا ہوگیا' کیسے ہوگیا؟ ان کو اپنی لاپروائی پر رونا آیا۔

کوثر تو جیسے سب سن کر سکتے میں آ گئی۔ ان میں کچھ کہنے سننے کی سکت ہی نہ رہی۔ وہ ایک ماں ہوکر اپنی بیٹی کی بھی پرورش نہیں کر سکی تھیں۔ رضوان حیدر جھکے سر کے ساتھ جب کوثر کے پاس آ کر بیٹھے تو کوثر بیگم کو اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ دلاور نے سب کے لیے چائے کا آڈر دیا اور واپس ان کے پاس پہنچا۔

''انکل' آپ پریشان مت ہوں آپ کو آ گاہ کرنے کا مقصد آپ کو تکلیف پہنچانا نہیں تھا بلکہ ہمارا مقصد اس مسئلے کا حل نکالنا ہے' ہم اس مسئلے کو کیسے حل کریں کہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے۔ الماس کے دل کو ٹھیس بھی نا پہنچے اور وہ سب جان بھی لے۔'' دلاور نے بہت پیار سے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

رضوان صاحب نے جو لائحہ عمل ان کے سامنے رکھا وہ سب کو ہی چونکنے پر مجبور کر گیا تھا۔

''میری آخری خواہش سمجھ کر اسے پورا کردو دلاور' میری لاج رکھ لو۔ میری عزت تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ اسے سنبھال لو۔'' رضوان صاحب کے الفاظ نازیہ کے دل کا خون کر گئے تھے۔ مگر وہ خاموشی سے اپنے باپ کے حکم پر سر جھکا گئی۔

پیاری بیٹیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ جو ماں باپ کا فیصلہ دل سے قبول کریں۔ اپنی خواہشات کو مار کر۔ کوثر بیگم نے پیار سے اپنی بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھا۔ نا چاہتے ہوئے بھی ایک آنسو اس کے گال پر لڑھک آیا جسے اس نے اپنی پوروں میں چن لیا تھا۔

☆☆☆

گھر میں اچانک شادی کا شور اٹھا اور الماس حیران رہ گئی۔ نازیہ کے لبوں پر سجی مسکراہٹ سے وہ اس کے دل کا حال جاننے کی کوشش کررہی تھی۔

''تم اتنی جلدی...... ابھی تو ہمارے سیکنڈ ائیر کے ایگزمز بھی نہیں ہوئے۔'' الماس نے حیرت سے نازیہ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''بس یہ بابا کی خواہش ہے۔'' نازیہ نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔

''کیا مطلب نازیہ......! اور تمہاری کوئی خواہش نہیں؟'' الماس کا صدمہ کم ہونے کو ہی نہیں آرہا تھا۔

''میری خواہش وہی ہے جو بابا کی خواہش ہے۔ میں بہت خوش ہوں اس فیصلے سے۔'' نازیہ نے بہت محتاط انداز میں جواب دیا۔ کیونکہ اس کا دل خون کے آنسو رورہا تھا۔

اس کی زندگی اس سے چھننے والی تھی اور وہ لبوں پر مسکان سجائے بیٹھی تھی۔ اسے اپنے لبوں سے اس لمحے سخت نفرت محسوس ہوئی۔ اس سے پہلے کے الماس اس کا مزید امتحان لیتی وہ اٹھ کر واش روم میں گھس گئی۔

شاہ میر کو یہ سب بتاتے ہوئے الماس کے لہجے میں پریشانی تھی۔ شاہ میر کی چھٹی حس نے جیسے کوئی خطرے کا الارم بجایا اور وہ بھی پریشان ہوگیا۔ وہ اس سونے کا انڈہ دینے والی مرغی کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔ تبھی اس نے کچھ لمحوں کے بعد الماس کے سامنے اپنی بات رکھ دی۔

''الماس نازیہ کی شادی ہورہی ہے اور اس کے بعد تمہارے بابا نجانے تمہاری شادی کس سے کردیں۔ میں چاہتا ہوں تم ایک بار مجھ سے مل لو' فیصلہ کرلو تاکہ میں اپنے گھر والوں کو تمہارے گھر بھیج سکوں۔'' شاہ میر نے کال پر بڑے پیار بھرے لہجے میں اپنی بات اس کے سامنے رکھی۔

''وہ بات تو ٹھیک ہے مگر کیا ہمارا ملنا ضروری ہے؟ میرا مطلب ہے میرا دل آپ کے حق میں بہت پہلے سے فیصلہ کرچکا ہے۔'' الماس نے کانپتے لہجے میں کہا۔ وہ شاہ میر کی بات سن کر پریشان ہوگئی تھی۔ گھر کے باہر کے

حالات سے وہ بخوبی واقف تھی۔

"مگر میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" شاہ میر نے گمبھیر لہجے میں جواب دیا تو اچانک الماس نے کال بند کردی۔

وہ اس امتحان کے لیے خود کو تیار نہیں کر پا رہی تھی۔ اس کا دل اچانک خوف کی دلدل میں دھنسا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ دل کی سنے یا اپنے دماغ کی۔ جو اسے کسی انہونی کے خوف سے ڈرا رہا تھا۔ جہاں محبت میں کوئی کھوٹ ہو وہاں دل و دماغ یوں ہی ایک دوسرے کے مقابل آ کھڑے ہوتے ہیں۔

شاہ میر نے رات کو بس ایک میسج بھیجا تھا۔ جس میں اِض ہوتا تھا ایک لفظ لکھا تھا "دن یا رات وش کرتا تھا۔ گڈ مارننگ نہیں کہتا تھا۔ کیونکہ بقول اس کے جب وہ اس سے خفا ہوتا ہے اس کا کوئی لمحہ اچھا نہیں گزرتا۔ پھر وہ بھلا اس وقت اس لمحے کو گڈ کیسے کہہ سکتا ہے۔

☆☆☆

نازیہ نے اپنے چہرے پر ایک مصنوعی خول چڑھا لیا تھا۔ وہ صبح سے شام تک اپنے چہرے کو اس کے پیچھے چھپائے رکھتی اور رات کو وہ خول اتار کر اپنی بے بسی کا ماتم کرتی۔ زندگی اس سے اتنا بڑا امتحان لے گی یہ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ اس کے خوابوں کی کرچیاں بکھر کر اس کی روح کو اندر تک گھائل کر رہی تھیں۔ وہ لمحہ لمحہ اذیت سے دوچار تھی۔ ایک پل کو سکون نہیں تھا۔

دلاور بہت خوش تھا۔ اسے لگتا جیسے اس نے کوئی قلعہ فتح کرلیا ہو۔ اپنی شادی کی خوش خبری اس نے اپنی ماں کو پہنچا دی تھی۔ وہ واپس لوٹ رہی تھیں۔ نجانے کتنے برسوں بعد اس وطن کی مٹی کو جھک کر چومنے جس نے آفندی جیسے شخص کو اپنے سحر میں موت کے آخری وقت تک جکڑے رکھا۔

آفندی صاحب تو اپنی تدفین پاکستان میں چاہتے تھے مگر قسمت کو یہ منظور نہیں تھا۔ ان کے مقدر کی اپنی آخری آرام گاہ بھی دیارِ غیر میں تھی۔

☆☆☆

شاہ میر کا اصرار بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ وہ ہر حال میں الماس سے ملنا چاہتا تھا۔ الماس نے ہزاروں دلیلیں اس کے سامنے رکھیں مگر وہ سب کو رد کردیتا۔

"تمہیں اعتبار نہیں مجھ پر؟" شاہ میر نے افسردہ لہجے میں ایک بار پھر اس سے استفسار کیا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے شاہ میر۔ آپ جانتے ہیں۔" الماس نے بکھرتے ہوئے جواب دیا۔

"تو کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟" شاہ میر کا لہجہ سپاٹ ہوا۔

"ہاں یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ میں نے آپ سے بہت محبت کی ہے۔ بہت' آپ کی ہر بات مانی ہے۔ تو کیا آپ میری اتنی چھوٹی سی بات نہیں مان سکتے؟" الماس نے بات کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے شام کا انتظار کرو پھر۔" لہجہ ہر احساس سے عاری تھا۔ الماس کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔

"لیکن شام کا انتظار کس لیے؟ آپ اپنے ساتھ کچھ نہیں کریں گے شاہ میر۔" وہ اس کی بات پر تڑپ کر بولی۔

"میں خود کو کچھ نہیں کروں گا۔ مگر تمہارے ساتھ وہ کروں گا جو کبھی کسی نے کسی کے ساتھ نہیں کیا ہوگا۔" شاہ میر نے تلخی سے سوچتے ہوئے کال بند کردی۔ اسے مزید کیا کرنا تھا یہ سب وہ پہلے ہی پلان کر چکا تھا۔ اب بس اس پر عمل کرنا باقی تھا۔

☆☆☆

"الماس اٹھ جاؤ یار' کالج جانا ہے۔" نازیہ واش روم سے نکل کر اس کے بیڈ کے قریب آئی۔

"ماما...... پاپا...... پلیز کوئی ہے جلدی آئیں۔" رضوان صاحب جو آفس جانے کی تیاری کر رہے تھے یوں اچانک نازیہ کی آواز سن کر بھاگے اور کوثر بیگم بھی واش روم سے نکلتے ہوئے ان کے پیچھے آئیں۔

کمرے کا منظر دل دہلا دینے والا تھا۔ الماس کی کلائی سے بہتا خون اور اس کا ساکت وجود ان کے دل دہلا گیا۔ کوثر بیگم تو وہی دل تھام کر بیٹھ گئیں مگر رضوان صاحب نے جلدی سے اسے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے گاڑی میں

ڈالا۔ نازیہ ماں کو سہارا دیتے ہوئے جلدی سے باہر نکلی مگر تب تک رضوان اسے لے کر جا چکے تھے۔ دلاور کا نمبر ملاتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ آسمان کیسے ٹوٹتا ہے یہ کوئی دلاور آفندی سے پوچھتا۔

رضوان صاحب سے رابطہ کر کے وہ لوگ بھی ہسپتال پہنچ گئے تھے۔

☆☆☆

شاہ میر کی چار سالہ محبت نے اس کی زندگی رنگین بنا دی تھی آج وہی شخص اس کی زندگی پر سیاہ چادر ڈالنے کو تیار تھا۔ کمزور لمحات میں وہ اس کے ساتھ نجانے کتنی قسموں اور وعدوں کے ساتھ بندھی تھی مگر وہ ایک جھٹکے میں اپنا ہاتھ چھڑا کر دور جا کھڑا ہوا تھا۔

”زندگی اس کے بنا تو کچھ نہیں...... نہیں کچھ نہیں ہے زندگی' مجھے نہیں جینا' مجھے شاہ میر کے بغیر جینے کا حق نہیں' میں اسے اپنی زندگی سے اس وقت تک نہیں نکال سکتی جب تک میں مر نہ جاؤں۔ تو پھر شاہ میر' آپ کو بھولنے کے لیے مجھے مرنا ہوگا۔ مجھے موت کو از خود گلے لگانا ہوگا۔ سرخ گلابوں کے ہار کی طرح' سرخ گلاب محبت کا رنگ ہے' اسے آج سمجھ میں آیا کہ کسی فلاسفر نے ایسا کیوں کہا' کیونکہ محبت ہی تو لہولہان کرتی ہے۔ ہاتھ' پیر' آنکھیں' چہرہ یہاں تک کے دل و دماغ اور روح تک کو لہولہان کر دیتی ہے۔

محبت کا پھول چن لینا آسان ہے' بہت آسان مگر اس کے رنگ میں خود کو رنگنا مشکل ہے۔ شاہ میر نے کتنی بڑی قیمت وصول کی تھی اس سے محبت کرنے کی' اس کی عزت کو دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا۔ اسے کسی صورت یقین نہیں آتا اگر وہ سب اپنے فون پر اسی کے نمبر سے آنے والے واٹس ایپ میں نہ دیکھتی۔ بیڈ پر لیٹے ہوئے اس کا دماغ کہاں سے کہاں چلا گیا۔ الماس کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو بہنے لگے۔

”میں کیا کروں؟“ وہ خود سے مخاطب ہوئی۔

تبھی دلاور کمرے میں داخل ہوا اور اسے روتا دیکھ کر آگے بڑھا اور اس کے آنسوؤں کو اپنی انگلی کے پوروں سے صاف کرنے لگا۔ اس کے ہاتھوں کا لمس الماس کو مزید تکلیف سے دوچار کر رہا تھا۔ تبھی الماس نے اس کے ہاتھ کو ایک جھٹکے سے پیچھے کیا۔ دلاور بے خودی میں اس کی جانب بڑھا تھا مگر اس کا جھٹکنا اسے ہوش کی دنیا میں واپس لے آیا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اس کے پاس سے اٹھا اور دروازہ کھولتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

الماس اپنا چہرہ ایک بار پھر اپنے ہاتھوں میں چھپا کر مزید رونے لگی۔ وہ کسی سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ اس محبت کا پردہ اسے اپنی موت سے رکھنا تھا۔

☆☆☆

وہ چاروں اپنی اپنی جگہ سر جھکائے ہسپتال کے لان میں بیٹھے تھے۔ ہر ایک کے دماغ میں ایک ہی پریشانی تھی۔ رضوان صاحب نے بہت ہمت جمع کرتے ہوئے بات شروع کی۔

”دلاور' بھابی کب آ رہی ہیں؟ تمہاری بات ہوئی ان سے؟“ لہجہ ہر احساس سے عاری تھا۔ چہرے پر سپاٹ تاثر لیے وہ خوشیوں سے روٹھے عجیب انسان لگ رہے تھے۔

”میری بات ہوئی تھی ماما سے وہ کہہ رہی تھیں کہ ان کو کچھ کام ہے اس ہفتے نہیں آ سکیں گی۔“ دلاور نے رضوان صاحب کی پریشانی کو محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔

”میں جلد از جلد اپنے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔“ رضوان صاحب نے پرنم لہجے میں کہا۔

”چچا جان' میری رگوں میں اسی خاندان کا خون ہے آپ کی عزت میری عزت ہے۔“ دلاور نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے پیار سے ان کے کاندھے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔

”اللہ پاک تمہیں بہت خوش رکھے بیٹا۔“ رضوان صاحب آبدیدہ ہوتے ہوئے اس کی پیشانی چوم گئے تھے۔

اللہ سے کبھی انہوں نے بیٹا نہ ہونے کا شکوہ نہیں کیا تھا شاید یہی وجہ تھی کہ اللہ پاک نے دلاور کی صورت ان کو ایک

بیٹا دے دیا تھا۔ جو اس مشکل وقت میں ان کا بازو بنا کھڑا تھا۔ نازیہ اور کوثر بیگم چپ چاپ آنسو بہا رہی تھیں۔ ان کے لیے رضوان صاحب کو اس حالت میں دیکھنا بہت تکلیف دہ عمل تھا۔

"مگر پاپا میں کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہوں۔" نازیہ نے ہمت کرتے ہوئے کہا۔ سب نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ رضوان صاحب کی آنکھوں میں ایک انجانہ سا خوف دیکھ کر نازیہ اپنی نظریں جھکا گئی۔

"پاپا میں چاہتی ہوں کہ ہم شاہ میر کے خلاف کوئی سخت ایکشن لیں۔" نازیہ نے خود کو مضبوط کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر بیٹا....." وہ کچھ کہتے ہوئے چپ ہوگئے۔

"چچا میرے خیال سے نازیہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ہم شاہ میر جیسے انسان کو اور لڑکیوں کی زندگی برباد کرنے کے لیے کھلا نہیں چھوڑ سکتے ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔ جس سے اسے اپنے جرم کا احساس ہو۔" دلاور کے لہجے کی تپش ان تینوں کو محسوس ہوئی۔

"اس کے لیے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟" رضوان صاحب نے رضامند ہوتے ہوئے پوچھا۔

"وہ بس آپ مجھ پر چھوڑ دیں میں سب کچھ دیکھ کر ہینڈل کرلوں گا۔" دلاور نے ان کے ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھتے ہوئے ان کو تسلی دی۔

رضوان صاحب کچھ مطمئن دکھائی دیے تھے۔ ان کی آنکھوں میں اپنے لیے امڈنے والی محبت دلاور کی آنکھوں سے چھپی نہیں رہی تھی۔

☆☆☆

پورے دو دن بعد اسے ہوش آ گیا تھا۔ وہ دو دن ان لوگوں نے کیسے گزارے تھے اس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا تھا۔ دلاور نے پل پل اس کے لیے دعائیں مانگی تھیں۔ اسے پانے کے لیے وہ کتنی دور سے آیا تھا۔ مگر اسے کسی اور سے بے پناہ محبت کرتا دیکھ کر کیسے ٹوٹ گیا تھا یہ وہی جانتا تھا۔ وہ آنکھیں کھولے چھت کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔

اس کی آنکھوں میں تلاش تھی۔ جسے وہ چاہ کر بھی نظرانداز نہیں کرپائی تھی۔

"پلیز کچھ بولو الماس۔" نازیہ نے سسکتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"الماس بیٹا....." رضوان صاحب کی کمزور آواز کمرے میں گونجی تو اس کی آنکھوں نے چھت کو گھورنا چھوڑ کر رضوان صاحب کے چہرے کو دیکھنا شروع کردیا۔ اس کی آنکھیں بنجر زمین کی طرح لگ رہی تھیں جن میں کوئی جذبہ کوئی احساس کوئی رونق نہیں تھی۔ وہ کچھ نہیں بول پائی مگر رضوان صاحب جذبات کے سمندر میں بہتے چلے گئے۔

"الماس تم میری بہت لاڈلی بیٹی ہو۔ مجھے اپنی جان سے زیادہ پیاری میں نے تمہیں نازیہ سے زیادہ پیار کیا شاید اس لیے کہ شروع سے ہی تم میرے زیادہ قریب تھیں۔ آج میرے دل میں ایک طوفان برپا ہے۔ جو مجھے یہ احساس دلا رہا ہے کہ میں باپ ہو کر تمہاری وہ تربیت نہیں کرپایا جو مجھے کرنی چاہیے تھی۔ میں نے تمہیں مہنگے سے مہنگے تحفے لے کر دیے مگر میں کامیاب باپ نہیں بن سکا۔ تم نے مجھے ہرا دیا۔ تمہاری اس حالت نے میرے دل پر جو وار کیا ہے اس سے اب ہر پل خون رستا رہے گا۔ اس ایک شخص کی محبت کی خاطر تمہیں ہماری محبت نظر نہیں آئی؟" رضوان صاحب شکستہ لہجے میں بول رہے تھے۔ ان کا چہرہ ان کے اندر کی شکست کی عکاسی کررہا تھا کہ وہ کس تکلیف سے گزر رہے ہیں۔

الماس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ جن آنکھوں میں کچھ وقت قبل کوئی احساس نہیں تھا وہ اب کرب سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنے ہاتھوں کو حرکت میں لاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ ان کے سامنے جوڑے۔

"مجھے معاف کردیں پاپا' مجھے معاف کردیں۔" وہ شدت غم سے سسکتے ہوئے بولی۔

اچانک نرس نے کمرے کا دروازہ ناک کیا تو اس کی آمد

پر رضوان صاحب اور دلاور اٹھ کر باہر چلے گئے۔

☆☆☆

اسے ان تصاویر کی بہت ریٹنگ ملی۔ لوگ پاگل ہو رہے تھے وہ تصاویر دیکھ کر۔ شاہ میر بہت خوش تھا۔ اسے کسی بات کا کوئی افسوس کوئی ملال نہیں تھا۔ وہ تو پیسے کما رہا تھا۔ کپڑوں کی دکان سے اس کی جان چھوٹی۔ مگر اسے ایک چیز کا قلق تھا کاش وہ اس سے مل لیتی۔ تبھی اچانک اس کے فون پر ایک انجانا نمبر جگمگایا اور جو کچھ اسے فون پر کہا گیا وہ سب سن کر کانپ سا گیا۔

"مگر میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔" جھوٹ بولتے ہوئے اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

کچھ ہی دیر میں بہت سی گاڑیاں اس کی لوکیشن کو ٹریس کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئی۔ اس کا لیپ ٹاپ کھولا گیا جو اپنے اندر بہت سے ثبوت لیے ہوئے تھا۔ ایک الماس نہیں، نجانے کتنی الماس جیسی لڑکیوں کی زندگی میں زہر گھولنے کی تیاری اس کے لیپ ٹاپ میں موجود تھی۔ پولیس کے اہلکار اسے گرفتار کرکے گاڑی میں ڈال رہے تھے جبکہ اہل محلہ اور اس کے دوست بس چپ چاپ کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ برائی جتنی بھی بڑی ہو اس کے خاتمے کا ایک دن مقرر ہی ہوتا ہے۔ چار دن میں شاہ میر نے جو جو انکشاف کیے وہ سب پولیس اہلکاروں کو چونکا کر رکھ گئے تھے۔

☆☆☆

نازیہ اس کا ہاتھ تھامے بیٹھی تھی۔ بہن کی تکلیف اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ لڑکپن میں کی جانے والی غلطیاں کسی عذاب سے کم نہیں ہوتیں۔ الماس پل پل اس عذاب سے گزر رہی تھی۔ جس سے اس نے بے پناہ محبت کی وہ اس کی محبت کو داغدار کر گیا۔ اسے کیسے سکون ملتا۔ اچانک وہ رونے لگی۔ نازیہ نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا۔

"پلیز الماس مجھے بتاؤ آخر ایسا کیا ہوا تھا جو تم اس حد تک چلی گئی؟ پلیز مجھے بتاؤ الماس۔" وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر پیار سے ماتھے پر آئے بال ہٹاتے ہوئے بولی۔ اس کا لہجہ اس کی پریشانی کی عکاسی کر رہا تھا۔ الماس نے کروٹ بدلنا چاہی مگر نازیہ نے اسے کروٹ نہیں بدلنے دی۔

"مجھے بتاؤ الماس۔" اس نے نرم لہجے میں پھر کہا۔

الماس اس کی نرمی پاتے ہی پگھل سی گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"شاہ میر مجھے بار بار ملنے کے لیے بلاتا رہا مگر میں نہیں گئی۔ میرے مسلسل انکار سے اس نے وہ کام کیا جو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا نازیہ۔ اس نے میری محبت کو پل بھر میں گناہ بنا دیا' ایسا گناہ جس کے ساتھ سانس لینا بہت مشکل ہو گیا تھا۔" وہ روتے ہوئے اسے بتا رہی تھی۔ نازیہ کا دل چاہا کہ وہ شاہ میر کا منہ نوچ لے۔

"جانتی ہو اس نے کیا کیا نازیہ؟" وہ شاک سی کیفیت میں بولی۔

"کیا؟" نازیہ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مضبوطی سے رکھتے ہوئے کہا۔

"اس نے میری تصویروں کا غلط استعمال کیا۔ گندے کلپس میں میرا چہرہ لگا کر مجھے بدکردار لڑکی بنا دیا نازیہ' مجھے میرے ماں باپ کے لیے باعث شرمندگی بنا دیا۔ اس کا اگلا مطالبہ سن کر تو میرے حواس ہی گم گئے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اگر تم مجھ سے اب بھی ملنے نہیں آئیں تو وہ یہ سب نیٹ پر ڈال دے گا۔" الماس کرب سے کہتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی۔

"کوئی یوں بھی محبت کو رسوا کرتا ہے نازیہ؟" الماس نے بکھرے لہجے میں نازیہ سے پوچھا۔ نازیہ جانتی تھی کہ الماس کی آنکھوں میں کئی سوال موجود تھے جن کا جواب اسے درکار تو ہے مگر ہمت نہیں۔

"تمہیں کس نے کہا الماس کہ یہ محبت ہے؟ محبت یوں نہیں ہوتی' محبت تو ایک پاک جذبہ ہے' اس میں ہوس اور عیاری بالکل ناپید ہوتے ہیں اور اگر اس میں ہوس اور عیاری شامل ہو جائے تو وہ محبت' محبت نہیں رہتی بلکہ وہ محبت گناہ بن جاتی ہے۔ ایسا گناہ جو ہمارا سارا خون نچوڑ

لیتا ہے۔" وہ بے خودی کے عالم میں کہتی رہی۔ الماس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔ نازیہ سے ایسی باتیں سن کر الماس چونک سی گئی۔

"مگر میں نے تو محبت ہی کی تھی۔ میں نے تو ہوس اور عیاری کا جذبہ اپنی محبت میں نہیں ڈالا تو یہ ہوس اور عیاری کہاں سے آ گئے؟" الماس نے معصومیت سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ ہوس اور عیاری شاہ میر کی محبت میں تو تھی ناں؟ جو تمہاری محبت کو بھی داغدار کر گئی۔" نازیہ نے کہا۔

الماس کو کچھ سوالات کے جواب مل گئے تھے اور کچھ کے جوابات کے لیے اسے انتظار کرنا تھا کیونکہ کچھ سوالوں کا جواب خود وقت دیتا ہے۔ الماس نازیہ سے سب کچھ کہہ کر ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔ اسی کا اثر تھا جو شام میں دلاور اور اپنے والدین کو دیکھ کر وہ مسکرا اٹھی تھی۔ رضوان صاحب نے فوراً اس کے صدقے کے لیے بکرے منگوائے تھے۔ ان کی لاڈلی واپس زندگی میں لوٹ رہی تھی۔ جوان کے لیے بہت خوشی کی بات تھی۔ ٹھوکر کھانے کے بعد سنبھلنا کمال ہے۔ گرنے والے تو بس جان سے جاتے ہیں۔

☆☆☆

دلاور اس شخص کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ بہت ہمت جتا کر یہاں تک آیا تھا اور اب اسے دیکھ کر اس کا خون کھول رہا تھا۔ اس کے انکشافات کے بعد دلاور کا اسے ملنا بہت ضروری تھا۔

"تو تم نے ہی وہ ہینڈ پاؤچ چرایا تھا؟" دلاور نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"اسی فون سے تم نے اس سم کا نمبر لیا اور پھر اس نمبر پر کال کی؟" وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔

"ہاں۔"

"کیوں؟" وہ تنک کر بولا۔

"میرا گروہ ایسی ہی لڑکیوں کی تاک میں رہتا ہے جو امیر اور خوب صورت ہوں۔ الماس تب بہت چھوٹی تھی۔

ناراض کر دیا نا

ناراض ہو جاؤ
ہاں...... ناراض ہو جاؤ
سچ میں ناراض ہو جاؤ
یہ انجانے انجانے لفظ
اک جانے پہچانے چہرے کو
کس قدر تکلیف لیے ہوئے تھے
اک بے جا چاہت کی تحقیر لیے ہوئے تھے
کہنے کو چند لفظ ہی تھے یہ
دراصل لفظوں میں لپٹے وہ خنجر تھے
جو کہیں دل کے آر پار ہوئے
ہوا تو کچھ بھی نہیں بس
اک نادانی ہوئی ہم سے
اور بس ہم سزاوار ہوئے
وہ نین جو اداس رہا کرتے تھے
لے آئے چند لفظ ان میں چمک
وہ چند لفظ جو چھوڑ گئے ان آنکھوں میں اندھیرا
وہ کسی کی آنکھوں کے چراغ بن جائیں
دل ٹوٹے اور ٹوٹ کر نین برس جائیں
کوئی ہنسے اور ہنس کر ڈس جائے
اور بہت واضح حرف چہرے پر کندہ کر جائے
ناراض ہو جاؤ
ہاں...... ناراض ہو جاؤ
سچ میں ناراض ہو جاؤ
پر......
وہ سمجھے نہیں میری ناراضگی کو
شاید......

ثنائیہ امیر...... سیالکوٹ

مگر وہ ہمارے معیار پر پورا اتری تھی اس لیے مجھے وہ سب کرنا پڑا۔" اس نے شرمندہ لہجے میں اسے بتایا۔

"ملنے کے لیے کیوں بلاتے تھے تم الماس کو؟" دلاور نے سرخ آنکھیں لیے ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

www.urdusoftbooks.com

"اسے ملنے کے بہانے بلا کر میں کچھ شوٹس بنانا چاہتا تھا۔ اس بارے میں میرے گروہ کے کسی فرد کو علم نہیں تھا میں اکیلا ہی پیسے کمانا چاہتا تھا۔" وہ نگاہیں جھکائے اعتراف کررہا تھا۔

مزید کوئی سوال کرنے کی ہمت دلاور میں نہیں تھی۔ وہ اپنے ہر جرم کا اعتراف کرچکا تھا۔ سزا سے بچنا اس کے لیے ناممکن تھا۔ الماس کی ساری پکس لیپ ٹاپ سے اور اسے کے کھلے اکاؤنٹس سے ڈلیٹ کی جاچکی تھیں۔

☆☆☆

اس کی گاڑی کا رخ ایئر پورٹ کی جانب تھا۔ جہاں انجلینا اس کا انتظار کررہی تھی۔ اپنے بیٹے کی شادی میں شرکت اسے ہر حال میں کرنی تھی آخر وہ اس کا اکلوتا بیٹا تھا۔ آفندی صاحب کے بعد اس آزاد ماحول میں رہ کر بھی انجلینا کسی کو نہیں اپنا سکی۔ کیونکہ ان کو آفندی سے محبت تھی بے پناہ بے انتہا...... اور الماس کے ساتھ ہونے والے واقعے کا ذکر اپنی ماں سے نہیں کیا تھا اور وہ چاہتا بھی نہیں تھا کہ اس ٹاپک پر اب مزید کوئی بحث ہو۔

بہت خوشگوار ماحول میں ڈرائیو کرتا ہوئے وہ دونوں ماں بیٹا گھر پہنچے تو ان کا استقبال بہت گرم جوشی سے کیا گیا۔ انجلینا ان کی محبتوں کی مقروض ہوگئی تھی کیونکہ وہ جب بھی پاکستان آئی اسے یونہی محبتیں ملی مگر ان کی قسمت میں شاید تب اتنی محبتیں نہیں تھی۔

"کیسی ہیں آپ بیٹا؟" انجلینا کو جیسے ہی الماس کی طبیعت کا پتہ چلا وہ الماس سے ملنے اس کے کمرے میں چلی آئی۔

"میں ٹھیک ہوں آنٹی۔ آپ کیسی ہیں؟" الماس نے مسکراتے ہوئے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا' مگر مجھے یہ لگتا ہے کہ میں نے آنے میں بہت دیر کردی۔" انجلینا نے بہت آہستہ آہستہ اپنی بات مکمل کی کیونکہ ان کو اردو بولنے کی زیادہ پریکٹس نہیں تھی۔

"نہیں آپ سے کس نے کہا آپ نے دیر کردی۔ شادی کی تیاریاں تو ہم نے ابھی کل شروع کرنی ہیں۔" الماس نے بہت پیار سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کے انجلینا بیگم کچھ مزید کہتی نازیہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"ارے آنٹی آپ یہاں ہیں؟ دلاور آپ کو کب سے باہر ڈھونڈ رہا ہے۔" نازیہ نے آتے ہی انجلینا بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں اب ماں کو بہت مس کررہا ہے ناں؟" انجلینا بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

"میں ابھی آتی ہوں الماس۔" نازیہ الماس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

آج مہندی تھی۔ ان دونوں کے ایک جیسے جوڑے سل کر آئے تھے۔ وہ حیرت سے کبھی جوڑے کو دیکھتی اور کبھی نازیہ کو۔

"یہ کیا ہے؟ دلہن تم ہو اور میرا جوڑا بھی دلہن کی طرح کا۔" الماس نے نازیہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"بس مجھے اپنے لیے اچھا لگا تو سوچا تمہارے لیے بھی لے لوں۔" نازیہ نے گہری مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"مگر......"

"اگر مگر کچھ نہیں چلو جلدی سے پالر ہمیں لیٹ ہوجانا ہے آتے آتے۔" نازیہ نے مزید بم اس کے سر پر گرایا۔

"مگر میں کیوں جاؤں؟ تم جاؤ میں یہاں امی کے ساتھ ہیلپ کرواتی ہوں۔ تھوڑی دیر میں تو مہمان آنے شروع ہوجائیں گے۔" الماس نے اسے گھورتے ہوئے صاف اپنا دامن بچایا۔

"وہ سب میں کرلوں گی میرا بچہ' تم لوگ جاؤ۔ اچھے سے تیار ہوکر آؤ اور مہندی بھی لگوانا۔ مجھے بہت خوشی ہو گئی۔" کوثر بیگم ان کی بحث سنتے ہوئے اندر داخل ہوئیں اور الماس کے گرد گھیرا مزید تنگ ہوا۔

"جی ماما۔ جیسے آپ کی مرضی۔" الماس نے فوراً ہتھیار پھینکے کیونکہ اس نے خود سے عہد کیا تھا اب کچھ بھی ہو

جائے وہ کبھی اپنے والدین کا کہا نہیں ٹالے گی۔
کوثر بیگم مسکراتے ہوئے اس کا ماتھا چومنے لگیں۔
الماس کی آنکھوں میں نمی در آئی جسے اس نے بمشکل پیچھے دھکیلا تھا۔ ان کو ڈرائیور پالر چھوڑ کر واپس آ گیا تھا۔ الماس کو حیرت کا جھٹکا تب لگا جب نازیہ نے اسے برائیڈل بتایا۔
"یہ کیا کہہ رہی ہو؟" الماس نے اس کو اپنے پاس کھڑا کرتے ہوئے کہا۔
"تم آرام سے بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔" نازیہ کہتے ہوئے فوراً وہاں سے ہٹ گئی۔ اس کی آنکھیں کہیں اس کے دل کا پردہ فاش نہ کردیں اس ڈر سے وہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔
الماس کو تیار ہوتے دیکھ کر وہ خوش بھی تھی اور غم زدہ بھی۔ اپنے چہرے پر چڑھایا خول آج وہ نوچ کر پھینک دینا چاہتی تھی مگر مجبور تھی۔ بہن کی زندگی کی خاطر...... اس کی خوشیوں کی خاطر...... اسے الماس کی خوشیوں کی خاطر اپنی محبت' اپنا پیار دلاور آفندی قربان کرنا تھا۔

☆☆☆

رات گئے تک مہندی کا فنکشن چلتا رہا۔ رضوان حیدر بہت خوش تھے۔ ان کی بیٹی کی زندگی کو اللہ پاک نے بہت اچھے نعم البدل سے نوازا تھا۔ دلاور کی محبت آج کی نہیں تھی۔ وہ تو اس کی بس ایک ہنسی پر اسی دن قربان ہوگیا جب وہ نازیہ سے بات کرتا تھا۔ ان دونوں کے درمیان اچھی دوستی تب مزید جڑ پکڑ گئی جب دلاور کو الماس کی ہنسی سے محبت ہوگئی تھی۔ تب اس نے نازیہ کو پہلا میل کیا اور ان دونوں کی تصویر مانگی۔ اگرچہ وہ دونوں بہت حسین تھیں مگر الماس کی کشش دلاور کو اپنا دیوانہ بنا گئی۔ وہ تو بنا دیکھے ہی اس پر فدا تھا دیدار کے بعد تو محبت کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا تھا۔
دلاور کو پہلا دھچکا تب لگا جب اسے نازیہ نے الماس کی زندگی میں کسی دوسرے شخص کے آنے کا بتایا۔ وہ کتنا افسردہ ہوا تھا۔ اس کا دل چاہا تھا کہ وہ سب چھوڑ چھاڑ کر

اس کے قدموں میں جا کر بیٹھ جائے اور اس سے بھیک میں ہی سہی اس کا ساتھ مانگ لے.....اپنی محبت مانگ لے.....مگر وہ چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکا۔ نازیہ دلاور کی دوستی کو محبت سمجھ بیٹھی اور اس کی محبت میں پور پور ڈوب گئی۔ اظہار کرنے میں ہمیشہ شرم آڑے آتی رہی اور پھر الماس کا مسئلہ یوں آڑے آیا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے سب بھول گئی۔ وہ دونوں الماس میں الجھ گئے۔ نازیہ نے جب الماس کے ہیروں کے ٹاپس کا بتایا تو اسے شاہ میر کا سارا کھیل سمجھ میں آنے لگا اور تب دلاور سب چھوڑ چھاڑ کر پاکستان بغیر کسی کو اطلاع دیے آ گیا۔ تب سے لے کر اب تک وہ الماس کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

مہندی کا فنکشن اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا جب الماس کو اسٹیج سے اٹھانے کے لیے نازیہ اس کے پاس آئی اور الماس نے وہیں اسے گھیر لیا۔

''یہ سب کیا تھا نازیہ؟ میری مہندی، میری شادی دلاور سے.....؟'' شدت غم سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''میں سب بتاتی ہوں پلیز اندر چلو۔'' دھیمے لہجے میں کہتی ہوئی نازیہ اسے اٹھنے میں مدد کرنے لگی۔ الماس چپ چاپ اس کے ساتھ چل دی مگر کمرے میں آتے ہی وہ ایک بار پھر پھٹ پڑی۔

''آپ لوگ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ میرا دل ابھی شاہ میر کی بے وفائی کو نہیں بھول پایا اور آپ لوگ مجھے ایک اور عذاب میں دھکیل رہے ہیں؟'' وہ اونچی آواز میں چلا رہی تھی۔

''پلیز آہستہ بولو، ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں ہم سب وہی کر رہے ہیں جو تمہارے لیے بہتر ہے۔'' نازیہ پیار سے اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

''کیسی بھلائی ہے یہ تم لوگوں کی؟ جو مجھ سے میرا سب کچھ چھین رہے ہو؟ میرا ہر تصور شاہ میر سے بندھا ہے۔ مجھے کسی اور کے ساتھ مت باندھو۔'' الماس کرب بھرے انداز میں کہتے ہوئے بیڈ پر ڈھے سی گئی۔ جیسے ساری توانائی ختم ہو گئی ہو۔

نازیہ آگے بڑھ کر اسے تھامنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کے قریب ہوئی مگر وہ اپنے ہوش سے بیگانی ہو گئی تھی۔ ایک بار پھر سب پر قیامت بھری گھڑی آن ٹھہری تھی۔

☆☆☆

وہ چپ چاپ دلہن بنی اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔ چہرہ ہر احساس سے عاری تھا۔ اس کے بے ہوش ہو جانے کے بعد رضوان صاحب ایک بار پھر پاگلوں کی طرح اس کی طرف بھاگے تھے۔ کوثر بیگم اپنے شوہر کو اتنا مجبور دیکھ کر جیتے جی مر رہی تھیں۔ سب کی جان میں جان تب آئی جب ڈاکٹر نے اس کی بے ہوشی کو کمزوری کا نام دیا۔ دلاور، نازیہ کو کریدنے کی کوشش کرتا رہا مگر اس نے دلاور کو کوئی واضح جواب نہیں دیا۔

سرخ رنگ کے لہنگے میں الماس کا وجود دمک رہا تھا۔ کم عمری کی معصومیت اس کے چہرے سے چھلک رہی تھی۔ زیورات اس کے حسن کو چار چاند لگائے ہوئے تھے۔ سب کی نظریں بس اسی پر ٹکی تھیں مگر اس کی نظریں زمین پر جھکی نجانے کیا تلاش کر رہی تھیں۔ اس کی خاموشی دلاور کو بہت اچھے سے سمجھ آ رہی تھی اور وہ اپنے آپ کو آنے والے وقت کے لیے تیار کر رہا تھا۔ تبھی انجلینا بیگم اسٹیج کی طرف مسکراتے ہوئے بڑھیں اور ہزار ہزار کے ان گنت نوٹ اپنی بہو کے سر سے وارنے لگیں۔ الماس نے صرف ایک لمحے کے لیے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ اس ایک لمحے نے اس کے دل میں کیا قیامت مچائی تھی اس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

''ماما میں بھی یہیں بیٹھا ہوں اور آپ کا اکلوتا بیٹا بھی ہوں۔'' دلاور نے کچھ جتاتے ہوئے انجلینا بیگم سے کہا تو سب کے چہروں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

''آپ دیکھ نہیں رہے دلاور میری بہو کتنی پیاری لگ رہی ہے۔ ان کی نظر اتارنا تو بنتا ہے ناں؟'' انجلینا بیگم نے شرارت سے دلاور کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

''تو کیا میں اس شیروانی اور سہرے میں آپ کو پیارا نہیں لگ رہا؟'' دلاور نے مصنوعی خفگی کا اظہار کرتے

ہوئے کہا۔

"ارے نہیں، میرا بیٹا بھی بہت پیارا لگ رہا ہے۔" انجلینا بیگم کی جگہ کوثر بیگم نے اسٹیج پر آتے ہوئے کہا اور آتے ہی اس کے سر سے نوٹ وارے۔

"ارے یہ ہوئی ناں بات۔" دلاور نے اٹھ کر کوثر بیگم کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

خوشگوار ماحول دیکھ کر نازیہ نے اپنے آنسوؤں کو پیچھے دھکیل کر اپنی بہن کے لیے بے شمار دعائیں مانگی تھیں۔ قدرت اس کی دعائیں قبول کررہی تھی جبکہ وہ اس بات سے بالکل انجان تھی۔

☆☆☆

ہر طرف سرخ رنگ کے گلاب تھے گھر کے اندرونی دروازے پر قدم رکھتے ہی اس کا استقبال سرخ پھولوں کی بارش سے کیا گیا۔ ہال سے لے کر ان کے کمرے تک سرخ پھولوں کی پتیاں بچھائی گئیں تھیں۔ وہ بہت سنبھل سنبھل کر قدم رکھ رہی تھی۔ دل ایک انجانے سے خوف کا شکار تھا۔ کمرے کے دروازے پر پھولوں کے گلدستے لگائے گئے تھے۔ ان دونوں کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک بار پھر ہر طرف گلاب بکھرے تھے۔ پورا کمرہ گلابوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ کمرے میں سرخ گلاب کے ساتھ ساتھ سفید گلاب بھی استعمال کیا گیا تھا۔ یہ منظر بے حد دلکش دکھائی دے رہا تھا۔ سب کچھ جانتے ہوئے بھی۔ کچھ دیر تک انجلینا بیگم اس کے پاس بیٹھی رہیں اور پھر آرام کرنے کا کہہ کر وہاں سے چلی آئیں۔ الماس چاہ کر بھی اپنی مسکراہٹ روک نہ پائی۔

"میں اس دنیا کی ساری مسکراہٹیں تمہاری جھولی میں بھر دوں گا الماس۔" دلاور آفندی نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"آپ نے مجھ سے شادی مجبوری میں کی ہے ناں؟" الماس نے جھجکتے ہوئے اپنے دل میں آئی بات کہہ ڈالی۔

"تمہیں کس نے کہا؟" ایک لمبا سانس خارج کرتے ہوئے دلاور نے افسردہ لہجے میں پوچھا۔

"آپ سب کچھ تو......"

"شش، بس چپ۔ میں آج کی رات تو کیا کبھی بھی اس بات کو دہرانے کا ارادہ نہیں رکھتا ہاں اگر تمہارے دل میں ابھی بھی اس کے لیے کچھ ہے تو......" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"تو......؟" الماس نے بے چینی سے پوچھا۔

"تو میں وہ سب اپنی محبت سے نکال دوں گا۔ میں نے تمہیں ہر چاہت سے بڑھ کر چاہا ہے اور مجھے تم ہر صورت قبول ہو۔" دلاور نے پیار بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ الماس کے ذہن میں رضوان صاحب کی بات گونجی تھی۔

"وہ تمہارے لیے بہترین نعم البدل ہے۔ میری عزت کا مان رکھ لو اور دلاور کو اپنا لو۔" یہ بات مزید کتنی سچی ثابت ہونی تھی یہ تو آنے والا وقت ہی اسے بتائے گا۔

"میں نے تمہیں اپنی ہر دعا میں مانگا ہے الماس، میری آنکھوں نے تمہارے خواب نجانے کب سے اپنی آنکھوں میں سجائے ہیں۔ یہ سفید گلاب دیکھ رہی ہوناں؟ یہ میری پاکیزہ محبت کے گواہ ہیں۔ جن کو میں تمہارے دامن میں بھر رہا ہوں۔ ان کو ہمیشہ سنبھال کر رکھنا کیونکہ ان پر ذرا سی بھی مٹی پڑی تو یہ اپنا حسن کھودیں گے۔" وہ گمبھیر لہجے میں کہتا ہوا اس کے دامن میں اپنی محبت بھر رہا تھا۔

چاند ان دونوں کے ملنے پر آسمان میں چمکتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

خواب ریزہ ریزہ

سلمیٰ غزل

بادل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے
محسن کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے
آنکھوں میں بسا لیتے ہیں روٹھے ہوئے منظر
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں کرتے



وہ ایک مختصر سی پارٹی تھی جو کمپنی کے مینیجنگ ڈائریکٹر نے اپنی پرانی دوستی کی بنا پر پورے خاندان کو دی تھی۔ بچپن میں خالد اور شکیل دوست ہونے کے علاوہ کلاس فیلو بھی تھے۔ عمر میں کافی بڑے ہونے کے باوجود شکیل اپنے نامساعد حالات اور گھریلو ذمہ داریوں کی وجہ سے خالد کا ساتھ نہ دے سکے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا خواب بس خواب ہی رہا۔ جب کہ خالد اپنی مالی آسودگی اور مضبوط فیملی بیک گراؤنڈ کی وجہ سے تعلیمی مدارج بڑی آسانی سے طے کرتے چلے گئے اور پھر جب باہر سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس لوٹے تو شکیل کا نام ان کے ذہن سے محو ہو چکا تھا۔ باپ کے چھوڑے ہوئے اثاثے کے علاوہ قسمت کے دھنی تھے۔ مٹی میں ہاتھ ڈالتے تو وہ سونا بن جاتی۔

ایک دن شکیل کو انہوں نے دیکھا تو پہچاننے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی۔ وقت نے عمر میں اضافہ کر دیا تھا انہیں پرانے دوست کو پہچاننے میں دیر نہ لگی۔ پرانا زمانہ یاد آیا تو تلاش بسیار کے بعد انہوں نے گھر ڈھونڈ نکالا اور نتیجتاً آج پوری فیملی ان کے بڑے سے بنگلے میں موجود تھی۔ شکیل......ادھیڑ عمر کا زندگی کی تلخیوں، مصائب سے برسر پیکار، مایوسی کا شکار اور احساس کمتری کا مارا ہوا بے بس انسان تھا۔ اس کی بیوی بھی ایک ڈری سہمی زرد چہرے والی خاموش سی عورت تھی۔ جس کے مٹے مٹے نقوش میں سے حسن ابھی بھی جھلک رہا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ خالد کو جس چہرے نے متاثر کیا وہ ان کی سب سے بڑی بیٹی انابیہ تھی جو سفید لباس میں سب سے منفرد، پاکیزہ اور پُروقار لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر شگفتگی، جوانی کی تازگی اور امنگ نمایاں تھی۔ وہ سچے موتی کی طرح آب دار اور ان چھوئی کلی کی طرح معصوم نظر آ رہی تھی۔ اس کو نہ خالد کی دولت نے متاثر کیا اور نہ محل جیسے بنگلے کی پُرآسائش زیبائش اور آرائش نے۔ ایک بڑے آدمی کے گھر آ کر دونوں میاں بیوی شرمندگی، کھسیاہٹ اور گھبراہٹ کا شکار تھے اور بے وقوفانہ حرکتیں کر رہے تھے، لیکن وہ بڑے احترام سے ایک ایک چیز کھانے کی انہیں پیش کر رہی تھی، حالانکہ خالد انہیں شرمندگی سے بچانے کے لیے جان بوجھ کر انجان بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن ماں باپ اور بہن بھائیوں کی حرکتوں سے نہ انابیہ کو خجالت محسوس ہو رہی تھی نہ شرمندگی۔ خالد چالیس سال کا ایک خوش شکل مرد تھا مگر اپنے رکھ رکھاؤ اور مردانہ وجاہت کی وجہ سے اس کی عمر کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ ویسے بھی دولت ہر عیب کو چھپا لیتی ہے۔

پارٹی ختم ہوئی تو اپنے بچوں کے ساتھ شکیل خالد کی پجارو میں گھر آ گیا۔ خالد نے گرم جوشی سے رخصت کرتے ہوئے دونوں میاں بیوی کو بہت سے تحفے بھی دیئے جن میں سب سے قیمتی تحفہ انابیہ کا تھا۔ شکیل قلیل آمدنی میں بھی بچوں کی اعلیٰ تعلیم کا خواہاں تھا۔ مالی مشکلات کے باوجود وہ اپنے خوابوں سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہ تھا۔ اپنی تعلیمی کمی کو بچوں کے ذریعے پورا کرنا چاہ رہا تھا۔ انابیہ تین بہن بھائیوں میں سب سے بڑی اور بے حد حساس تھی۔ اس کو باپ کی مجبوریوں کا بھی احساس تھا اس لیے یونیورسٹی میں داخلے سے پہلے وہ ٹیوشن پڑھاتی تھی۔ اس کے طلب گار بن کر بہت سے لوگ اس کے گھر تک آئے تھے مگر اس کا رجحان اپنے خالہ زاد حاشر کی طرف تھا جو کم و بیش انہیں جیسے حالات سے گزر رہا تھا مگر اس کے بھی حوصلے بہت بلند تھے۔ انابیہ کے لیے اس کے جذبات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں تھے۔ گھر کی بات تھی دونوں بہنیں مطمئن تھیں کہ جونہی حاشر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گا اس کی انابیہ سے شادی کر دی جائے گی کیونکہ اس کی میڈیکل کی تعلیم مکمل ہونے والی تھی۔

❁......❁......❁......❁

پھر اچانک وہ دھماکہ ہو گیا جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ خالد نے انابیہ کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کی خواہش ظاہر کر دی تھی۔ اس کی عمر چالیس سال تھی مگر اس نے اب تک شادی نہیں کی تھی شاید اسے انابیہ جیسی لڑکی کا

انتظار تھا۔ حسین، عقل مند، خوداعتماد اور بے نیاز۔ وہ ایک خوب صورت اور تندرست انسان تھا۔ بے شمار لڑکیاں اس کے جنبش ابرو کی منتظر تھیں مگر وہ صرف انابیہ کو اپنا ہمسفر بنانا چاہتا تھا۔

شکیل خالد کا فون سن کر جیسے کھل اٹھا اسے لگا دولت کی دیوی بھٹک کر اس کے گھر آ گئی ہو۔ اس کے خوابوں کے شرمندۂ تعبیر ہونے کا وقت آ گیا ہو۔ اس کی مایوسی شگفتگی میں بدل گئی پورے گھر میں ہلچل مچ گئی۔ انابیہ نے سنا تو اس کا دل دھک سے رہ گیا گو حاشر کے ساتھ کوئی عہد و پیمان نہیں ہوئے تھے نہ ساتھ نبھانے کا وعدہ...... لیکن ایک خواب ضرور دونوں نے مل کر دیکھا تھا جس میں ابھی رنگ بھرنا باقی تھے۔

حاشر کا ساتھ اس کے گھر والوں کو وہ سب کچھ نہیں دے سکتا تھا جو خالد کے ملنے پر ممکن تھا۔ اس کو اپنے بہن بھائیوں سے بہت محبت تھی اور وہ باپ کے خوابوں کو بھی ریزہ ریزہ ہونے سے بچانا چاہتی تھی وہ ایک عجیب دوراہے پر کھڑی تھی۔ دل کہہ رہا تھا حاشر کا انتظار کرے جو اس سے بے پناہ محبت کرتا ہے...... مگر دماغ کا جھکاؤ خالد کی طرف تھا۔ آدھی عمر کا فرق تھا مگر عورت تو جلد بوڑھی ہو جاتی ہے، دماغ نے جھوٹی تسلی دی۔ بڑی عمر کا مرد ہر چیز کو سنجیدگی سے لے گا۔ عشق بھی کڑھی کے ابال کی طرح یا جوانی کے جوش کی طرح نہ ہوگا۔ حاشر کو اس مقام پر پہنچنے میں برسوں لگیں گے۔ جہاں آج خالد کھڑا ہے۔ میری وجہ سے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی زندگی میں بھی آسائشیں اور آسانیاں آ جائے گی۔ اس کے نزدیک یہ سودا مناسب نہ تھا، نہ خداداد تھا اور نہ چھانٹ کر بھیجا گیا تھا بلکہ یہ تو اس کے حسن کو خراج پیش کیا گیا تھا۔ دل پر پتھر رکھ کر اس نے باپ کو ہاں کہہ دی تو سب سے زیادہ تکلیف ماں کو ہوئی، وہ جانتی تھیں ان کی بہن سے تعلقات برقرار نہ رہ سکیں گے۔ حاشر نے سنا تو دوڑا چلا آیا۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں انابیہ دولت کے مقابلے میں غربت ہار گئی...... مجھے کم از کم تم سے یہ امید ہرگز نہیں تھی، تم دولت پرست کب سے ہو گئیں، تم جانتی ہو میرے ڈاکٹر بننے میں اب صرف ایک سال رہ گیا ہے پھر ہماری زندگی بھی پرآسائش ہو گی۔ انابیہ خدارا خود پر ظلم مت کرو میں نے اگر زبان سے نہیں کہا تب بھی تم میرے جذبات اور احساسات سے واقف ہو...... بلکہ تم نے ہمیشہ ان کی پذیرائی کی ہے۔" اس نے انابیہ کو جھنجھوڑا۔ ایک لمحے کو انابیہ کے قدم بھی ڈگمگائے اور ارادوں میں دراڑ پڑنے لگی مگر پھر دماغ نے ساتھ دیا اور وہ متانت اور سنجیدگی سے بولی۔

"دیکھو حاشر تمہاری اور میری امی نے کیا طے کیا تھا میں نہیں جانتی، تمہارے جذبات اور احساسات کا مجھے بھی اندازہ تھا مگر میں نے نہ کوئی وعدہ کیا اور جذبات کو زبان دی، تمہارا ساتھ یقیناً میرے لیے خوش نصیبی کی علامت ہوتا لیکن شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپا لینے سے طوفان ٹل نہیں جاتا۔ خالد سے شادی وقت کا تقاضہ ہے، میں گھر کی بڑی بیٹی ہوں اور خالد کے ذریعے اپنے باپ کے خوابوں کی تکمیل چاہتی ہوں شاید تمہیں میں خود غرض اور عیش پرست لگوں لیکن دولت میری کمزوری کبھی نہیں رہی نہ میں آسائشوں کی شوقین اور عیش و آرام کی دلدادہ ہوں۔ خالد ایک اچھے انسان ہیں مجھے یقین ہے ان کا ساتھ میرے گھر والوں کی تقدیر بدل دے گا۔ میں یہ شادی اپنے لیے نہیں اپنے خاندان کی خوشی کے لیے کر رہی ہوں۔ تم مجھے حوصلہ دو میری ہمت بندھاؤ۔ مجھے کمزور نہ کرو......" حاشر کے لاکھ سمجھانے پر بھی انابیہ اپنے ارادے سے پیچھے نہ ہٹی اور جلد ہی دونوں کی شادی ہو گئی۔ حاشر کی فیملی سے کوئی بھی شریک نہ ہوا جس کا سب کو دکھ تھا۔

❁......❁......❁......❁

زندگی کا ایک سال گزر گیا اور وہ مقصد بھی پورا ہو گیا جس کے لیے انابیہ نے خالد سے شادی کی تھی کیونکہ خالد ہاتھ کا کھلا اور دل کا بہت اچھا تھا۔ شکیل کے منع کرنے کے باوجود وہ سب کا خیال رکھتا یہ کہہ کر کہ ایک دوست کے

لیے کر رہا ہوں سر سمجھ کر نہیں۔ اس نے شکیل کے گھرانے کو ہر وہ آسائش مہیا کی جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ سب بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ رہن سہن بدل گیا گھر بدل گیا تھا۔ موٹر سائیکل کی جگہ گاڑی نے لے لی لیکن انابیہ ڈھیر ساری دولت پا کر بھی مطمئن نہیں تھی۔ وہ دولت جو اسے دور سے بہت دل کش نظر آتی تھی اب بوجھ لگنے لگی۔

وہ سوچتی تھی یہ دولت ایک خود فریبی اور دھوکہ ہے زندگی کھوکھلی اور خالی خالی ہے جب وہ بنگلے کے بڑے بڑے کمروں میں چکر لگاتی تو اسے اپنی تنہائی سے وحشت ہونے لگتی وہ پھولوں، تتلیوں، ادب اور شاعری کی شوقین تھی مگر خالد میں ادبی ذوق بالکل نہ تھا اور وہ اپنے ساتھ گھر سے لائی ہوئی کتابوں کو پڑھ پڑھ کر اکتا گئی تھی۔ کبھی کبھی وہ کوئی اچھی غزل یا شعر خالد کو سنانے لگتی تو وہ منہ بنا کر کہتا۔

"یہ کیا بے مقصد، بے معنی اور غیر منافع بخش شاعری سنانے بیٹھ جاتی ہو شاعروں کو شاید دنیا میں کوئی اور کام نہیں ہوتا......" وہ بیزاریت سے کہتا اور انابیہ اس کی بدذوقی پر دل مسوس کر رہ جاتی۔

رات کو جب خالد آتا تو اس گھر میں کچھ زندگی کی لہر دوڑ جاتی۔ وہ چاہتی دیر تک جاگ کر اس کو دن بھر کی روداد سنائے۔ مزے مزے کی باتیں ہو مگر دو منٹ بعد وہ کمرہ اس کے خراٹوں سے گونج اٹھتا اور اسے لگتا وہ دیواروں سے باتیں کر رہی ہے۔ اس کا خیال تھا شادی کے بعد ہر دن کا سورج نئے واقعات کو آغوش میں لے کر طلوع ہوگا اور شام کسی نئے افسانے کا عنوان بنے گی لیکن زندگی میں یکسانیت کے سوا ایسا کچھ نہ تھا۔ خالد کو دو سے چار بنانے کی فکر رہتی تھی گو وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا لیکن تعلیم نے اس کا کچھ نہ بگاڑا تھا وہ ایک بے نیاز اور سنجیدہ آدمی تھا لیکن انابیہ سے اس کو شدید محبت تھی اور وہ اسے خوش دیکھنا چاہتا تھا...... مگر اس کی محبت کا اظہار یہی تھا کہ وہ کبھی ہیروں کا سیٹ لے آتا یا سونے کا پریسلٹ۔ اس کے خیال میں یہی محبت کا انداز تھا، جب کبھی انابیہ اس سے شکایت کرتی۔

"آپ بالکل غیر رومانی اور غیر جذباتی ہیں مجھ سے محبت کی باتیں نہیں کرتے......" ایسے میں خالد کو ہنسی آ جاتی۔

"مجھے تم سے محبت ہے انابیہ تم بے حد خوب صورت اور حسین ہو میری گڑیا......" وہ اس سے ایک معصوم اور ناسمجھ بچی کی طرح سلوک کرتا اور انابیہ کے تن بدن میں آگ لگ جاتی۔

انابیہ کو اب ایسی زندگی فضول لگنے لگی تھی۔ اس کا دل چاہتا اس ماحول سے بھاگ جائے اسے اپنے شوہر سے وہ محبت نہیں ملی جس کی وہ متلاشی تھی۔ تمام گھر والے دوست احباب اس کی خوش نصیبی اور پر رشک کرتے تھے لیکن وہ جانتی تھی وہ کتنی خوش نصیب ہے۔ اس کا دل چاہتا اس کی سالگرہ پر خالد اس کو ساتھ لے جا کر کوئی تحفہ دلائے۔ اول تو اسے سالگرہ یاد نہیں رہتی اور اس کے یاد دلانے پر وہ لاپروائی سے نوٹوں کی ایک موٹی سی گڈی اس کے آگے ڈال کر پیار سے کہتا۔

"میرے پاس ٹائم نہیں تم ڈرائیور کے ساتھ جا کر اپنی پسند سے کچھ لے لینا۔"

اور انابیہ کا دل برا ہو جاتا۔ اس کا دل چاہتا وہ اس کے لیے گجرے لائے، وہ باہر جا کر کینڈل لائٹ ڈنر کریں، لونگ ڈرائیونگ پر جائیں، وہ اس کے پکے ہوئے کھانوں کی تعریف کرے لیکن یہ سن کر کہ وہ کچن میں مصروف ہے اس کا موڈ خراب ہو جاتا۔

"یہ خانساماں کس لیے ہے تم کچن میں کیوں گئیں......؟" اور کبھی وہ شوق سے پوچھتی۔

"یہ ڈرم اسٹک اور پاستا کیسا بنا ہے......؟" تو وہ لاپروائی سے جواب دیتا۔

"بھئی ٹھیک ہی بنا ہے جب ہی تو کھا رہا ہوں۔"

ایسے میں انابیہ کے ارمانوں پر اوس پڑ جاتی۔

پانچ سال کس طرح گزرے پتہ ہی نہیں چلا۔ اس کو بچوں کی شدید خواہش تھی آخر اللہ نے اس کی سن ہی لی۔ بیٹا کیا ملا اس کی تو دنیا ہی بدل گئی مگر خالد نے اس کے لیے ٹرینڈ آیا رکھ لی تو اس نے سخت احتجاج کیا۔

''پگلی...... تم خود بھی بچی ہو۔ بچہ آیا پالے گی تمہیں کون سا بچے پالنے کا تجربہ ہے۔'' وہ پیار سے بولا۔

''خالد بچے پالوں گی تو تجربہ ہوگا ناں......'' وہ کہتی رہ گئی مگر آیا رکھ لی گئی انابیہ پھر بھی خوش تھی...... بچہ ڈھائی سال کا ہوا خالد نے اس کے منع کرنے کے باوجود اس کو اسکول میں داخل کروا دیا۔ اب وہ تھی اور اس کی تنہائیاں۔

❁......❁......❁......❁

انابیہ ایک دن ڈرائنگ روم میں کھڑی پھول سجا رہی تھی جب ایک آواز نے اسے چونکا دیا۔

''میں اندر آسکتا ہوں؟'' اس نے پلٹ کر دیکھا اور دم بخود رہ گئی۔ حاشر کھڑا تھا وہ گرم جوشی سے بولی۔

''کب آئے کیسے ہو سنا تھا پڑھنے باہر چلے گئے تھے......؟''

''ہاں باہر سے پڑھ کر آیا ہوں اب یہیں کام کر رہا ہوں اور اپنا کلینک بھی کھول لیا ہے۔'' پھر دونوں دیر تک باتیں کرتے رہے۔ انابیہ اپنے بچے کے بارے میں اس کی شرارتوں کے بارے میں بتاتی رہی۔ اس کی گفتگو کا مرکز اس کا بیٹا تھا۔ حاشر بے حد خوب صورت اور اسمارٹ ہوگیا تھا۔ خالد آئے تو وہ بھی حاشر سے مل کر بہت خوش ہوئے اور اصرار کیا کہ وہ آتا جاتا رہا کرے۔

''یار تمہارے آنے سے ہمارے بیوی کھلی جا رہی ہے۔ میرے پاس تو ٹائم نہیں ہوتا تم ہی اپنی بہن کو گھمانے پھرانے لے جایا کرو۔'' خالد بے حد کھلے ذہن کا انسان تھا اور اس نے انابیہ کو مکمل آزادی دے رکھی تھی۔

اپنی ناتمام آرزوؤں اور نامکمل خواہشوں نے اسے بیمار کر ڈالا تھا۔ خالد اس وقت بزنس کے سلسلے میں ملک سے باہر تھے انہوں نے حاشر کو انابیہ کا خیال رکھنے کی تاکید کی اور اس طرح غیر محسوس طور پر وہ ایک دوسرے کے قریب آنے لگے۔ ایک دن بھی حاشر نہ آتا تو انابیہ بے چین ہو جاتی۔ آخر ایک دن حاشر سے ضبط نہ ہوسکا۔

''انابیہ لگتا ہے تم خوش نہیں ہو۔ خود پر جبر کر رہی ہو' خوشیوں پر تمہارا بھی حق ہے کب تک خود کو دھوکہ دیتی رہو گی......؟'' اس نے انابیہ کو جھنجھوڑا تو وہ کانپ اٹھی۔

''خدارا حاشر یہاں سے چلے جاؤ...... مجھے مت ورغلاؤ' تم جانتے ہو میں شادی شدہ اور ایک بچے کی ماں ہوں۔ تمہیں ایسا کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔'' وہ پھٹ پڑی اور رونے لگی۔

''انابیہ میں سب کچھ جانتا ہوں تمہیں محبت کرنے پر مجبور بھی نہیں کر رہا لیکن یہ سچ ہے کہ میں آج بھی تم سے محبت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا......'' وہ چلا گیا اور انابیہ کو کشمکش میں ڈال گیا۔

وہ حاشر کے خیال سے دور جانا چاہتی تھی مگر قدم قدم پر وہ سامنے آ جاتا۔ وہ آتا تو اس کے لیے ڈھیر سارے پھول اور کتابیں لاتا اور انابیہ کو خوش دیکھ کر خالد بھی خوش ہو جاتا۔

''دیکھا تمہارا بھائی کتنا اچھا ہے تمہارا ہم شوق و ہم ذوق ہے تمہاری شکایت تمہارے بھائی نے دور کر دی اب تمہیں مجھ سے تو کوئی شکایت نہیں ہے ناں؟'' اور اسے اپنے شوہر کی معصومیت پر ترس آنے لگتا۔ پھر ایک دن بے چین ہو کر وہ خود حاشر کے گھر پہنچ گئی جو اسے دیکھ کر کھل اٹھا۔

''مجھے یقین تھا میری محبت بے اثر نہیں ہے۔ خدارا میری بات مان لو چھوڑ دو خالد کو میں تم سے فوراً شادی کرلوں گا......''

''کیا تم میں اتنی ہمت ہے کہ لوگوں کی طنزیہ نگاہوں کا سامنا کرسکو...... سماج کے ٹھیکے داروں کو جواب دے سکو؟ خدارا میری راہیں کھوٹی نہ کرو۔ مجھے اپنے شوہر اور بچے کی طرف لوٹ جانے دو۔'' وہ بے بسی سے رو دی۔

''سماج کے ٹھیکے دار کون ہوتے ہیں۔ ہماری راہ کی دیوار بننے والے۔ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے۔ کیا تم ساری عمر اسی طرح اس بڈھے کے ساتھ رو رو کر گزار دو

گی؟" وہ تڑپ کر بولا تو اس کے سب ارادے سارے عزم پسپا ہوگئے۔ محبت کی بھوکی عورت خودفریبی کا شکار ہوگئی اور ایک سال میں اس کے ارادوں میں پختگی آ گئی۔ حوصلہ بلند اور ہمت جوان ہوگئی اور اس نے سوچا صبح اٹھ کر سب سے پہلے خالد سے طلاق کا مطالبہ کرے گی اور پھر صبح اٹھتے ہی جب اس نے خالد سے طلاق کا مطالبہ کیا تو وہ ہکابکا رہ گیا پھر ہنسنے لگا۔

"یہ کس ڈرامے یا فلم کا ڈائیلاگ ہے میری گڑیا.....؟" اس نے محبت سے پوچھا اور انابیہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"میں کوئی بچی نہیں ہوں جو ڈرامہ کھیلوں گی...... طلاق نہیں دی تو کورٹ میں خلع کا دعویٰ کردوں گی۔" وہ چیخ کر بولی تو خالد کا چہرہ مارے طیش کے سرخ ہوگیا۔

"یہ سب تم کیوں کررہی ہو.....؟" وہ دکھ سے بولا۔

"کیونکہ مجھے آپ سے نفرت ہے اور میں کسی اور سے محبت کرنے لگی ہوں۔"

"کس سے.....؟" خالد نے دکھ سے پوچھا۔

"اپنے کزن حاشر سے جو میرا منگیتر تھا مگر دولت کے سامنے غربت ہار گئی...... میری بات اس سے طے تھی مگر آپ بیچ میں آ گئے....." وہ روتے ہوئے بولی۔

"تم نے اچھی طرح سوچ لیا؟ تم ناسمجھ ہو کم عقل ہو کیا تمہیں میرے وقار میری عزت اور بدنامی کا کوئی خیال نہیں......؟"

"نہیں میں خوش رہنا چاہتی ہوں اور زندہ بھی اور یہ زندگی مجھے حاشر کے ساتھ ملے گی۔" وہ بے خوفی سے بولی۔

"بے وفا عورت......" خالد شاید پہلی مرتبہ غصے سے چیخا۔

"میں نے تم پر اعتماد کیا جس کی تم نے دھجیاں اڑا دیں۔ تم بے شرم ہونے کے علاوہ بے غیرت اور بے حیا بھی ہو۔ میں نے تمہیں کیا سمجھا اور تم کیا نکلیں۔ میری ناک کے نیچے بے حیائی کا یہ کھیل ہوتا رہا اور میں تم پر اندھا بھروسہ کرکے اپنے ہی گھر کو آگ لگا بیٹھا' بے وقوف لڑکی......" وہ دانت پیس کر بولا۔

"رہ لو گی ان آسائشوں اور اپنے بیٹے عارض کے بغیر؟" عارض کا نام سن کر وہ سسکنے لگی۔

"وہ میرے ساتھ جائے گا۔"

"ہرگز نہیں......تم جیسی ماں کا تو میں اس معصوم پر سایہ بھی نہیں پڑنے دوں۔"

"کیسے باپ ہو بیٹے کو ماں سے جدا کررہے ہو......" وہ تلملا کر چلائی۔

"اور تم کیسی سنگ دل اور وحشی ماں ہو۔ تم نے ایک مرتبہ بھی اپنے بیٹے کے لیے نہیں سوچا۔ تم خودغرض' مطلبی......ماں کے نام پر کلنک کا ٹیکہ ہو۔ ارے مائیں تو اولاد کی خاطر دنیا تیاگ دیتی ہیں ہر خوشی خود پر حرام کرتی ہیں۔ اولاد کے لیے جیتی اور مرتی ہیں مگر تمہیں اپنی خوشیوں سے غرض ہے تو جاؤ خوشیاں مناؤ۔" خالد نے انابیہ کے ماں باپ کو فون کردیا تھا۔ وہ بھاگے بھاگے آئے خوب گرجے برسے خالد کے احسانات یاد دلائے مگر شاید اس کے دل پر مہر لگ چکی تھی وہ اپنی ضد سے پیچھے نہیں ہٹی ماں باپ ساری زندگی کے لیے تعلق توڑ کر چلے گئے اور آخر تنگ آ کر اور بدنامی کے خوف سے خالد نے انابیہ کو طلاق دے دی۔ مگر اس کا دل ہی نہیں ظرف بھی بہت بڑا تھا اور شاید ہمت بھی۔

"اب تم کہاں جاؤ گی عدت پوری کیے بغیر تم شادی بھی نہیں کرسکتیں۔ اینکسی میں شفٹ ہو جاؤ اور عدت تک وہیں رہو اب تم میرے لیے حرام ہو چکی ہو اس لیے ادھر مت آنا اور ہو سکے تو حاشر کو بھی منع کردو کہ وہ بھی نامحرم ہے۔"

کس طرح چار ماہ دس دن انابیہ نے گزارے اس کا دل ہی جانتا تھا محلے والوں کی چہ مگوئیاں اور نوکروں کا اس کی طرف دیکھ کر کھسر پھسر کرنا اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ عدت پوری ہوتے ہی انابیہ کے اصرار پر حاشر نے شادی کے بعد دوسرے شہر ٹرانسفر کرالیا۔ اب وہ

خوش تھی کہ دن عید اور رات شب رات ہوگی مگر ایسا کچھ نہ تھا پہلے وہ محبوبہ تھی اور اب بیوی اور دور کی چیز ہمیشہ خوب صورت لگتی ہے۔ اتنی دور آ کر وہ اپنے بچے کو کسی طرح بھول نہ پائی تھی۔ اس کی صحت کا خیال اسے ہمہ وقت فکر مند رکھتا اور خوشیاں اس کے بغیر ادھوری۔ وہ کینڈل ڈنر بھی کرتے 'لونگ ڈرائیو پر بھی جاتے لیکن دل کا ایک گوشہ خالی خالی سا لگتا۔ ایک دن اس نے حاشر سے عارض کا ذکر کیا تو وہ جھنجلا گیا۔

''یہ بچہ ہمارے بیچ کہاں سے آ گیا؟''

''حاشر میرا دل چاہتا ہے اس کو اپنے پاس بلالوں......؟'' اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔

''پاگل ہوگئی ہو اول تو خالد دے گا نہیں۔ دوسرے میں کوئی پاگل ہوں جو دوسرے کی اولاد کو پالوں۔''

''عارض میرا بیٹا ہے۔'' وہ زور سے بولی۔

''تمہارا ہے میرا تو نہیں۔'' وہ بگڑ کر بولا۔

''سمجھنے کی کوشش کرو حاشر میں نے اس کے باپ کو دھوکہ دیا اس کے ساتھ ظلم کیا اب میں اپنے بیٹے کے ساتھ زیادتی نہیں کرنا چاہتی......'' حاشر کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔

''یہ سب تمہیں پہلے سوچنا چاہیے تھا مجھے پا کر بھی تم مطمئن نہیں......'' وہ چیخ کر بولا۔

''تم میرے درد کو سمجھ نہیں سکتے حاشر میں اس کی ماں ہوں اور کیا کروں میں خوش ہوتے ہوئے بھی خوش نہیں ہوں۔'' وہ رو پڑی۔

''تمہارے درد کو تو بس اللہ ہی سمجھے گا عجیب عورت ہو......'' اس نے حقارت سے کہا اور میز کو ٹھوکر مارتے ہوئے باہر نکل گیا وہ کانپ کر رہ گئی۔ کیا اسی شاعرانہ اور انوکھی محبت کے لیے اس نے ایک چاہنے والے شوہر کو ٹھکرایا تھا۔

❁......❁......❁......❁

''دیکھو میری جان میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں ورنہ ایک شادی شدہ بچے کی ماں سے کیوں شادی کرتا' کیا میرے لیے لڑکیوں کی کمی تھی اگر امی ابو کی ایکسیڈنٹ میں وفات نہ ہوتی تو وہ ہرگز تم سے شادی نہ کرنے دیتے۔ تمہیں میری خاطر اپنا ماضی بھولنا ہوگا۔ وہ ماضی جس میں تم خوش نہیں تھیں اور اپنے ماضی کی وجہ سے اپنا حال خراب مت کرو اور مایوسی کی باتیں کر کے اپنا اور میرا مستقبل بھی خراب مت کرو......'' وہ سختی سے کہتا ہوا باہر چلا گیا۔

وہ روز اس کے لیے گجرے لاتا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے اس کی خوب صورتی کو سراہتا تھا۔ رات کو گھنٹوں ادبی گفتگو ہوتی اور شاعرانہ باتیں بھی مگر خوشیاں جیسے ادھوری تھیں۔ پچھتاؤں نے جیسے اس کا گھیراؤ کرلیا ہو۔ جب حاشر درشت لہجے میں بات کرتا تو اسے خالد کا عاجزانہ اور نرم لہجہ یاد آ جاتا...... غصہ تو جیسے وہ جانتا ہی نہ ہو سارے نوکر اس کے اخلاق اور دریا دلی کے گرویدہ تھے۔ اب تو حاشر اس کو باہر لے جانے سے بھی گھبرانے لگا تھا۔ دو ماہ کی شادی میں ہی وہ ایک دوسرے سے بے زار ہوگئے تھے۔

اس رات دو بجے انابیہ کی آنکھ کھلی تو حاشر اپنے بستر پر نہیں تھا اور ٹیرس میں دھیمے لہجے میں باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے کان لگا کر سنا حاشر کہہ رہا تھا۔

''بس جان من تھوڑا سا صبر اور...... پھر ہم ہوں گے اور ہماری زندگی یہ شادی تو میں نے اس بے وفا عورت کو سبق سکھانے کے لیے کی ہے۔ ایک برتی ہوئی عورت' کسی کی اترن اور ایک بچے کی ماں...... اونہہ میرا ذوق اتنا بھی برا نہیں یہ تو بدلہ ہے صرف بدلہ......''

اس سے زیادہ سننے کی انابیہ میں ہمت نہیں تھی۔ اپنے پیر پر کلہاڑی تو اس نے خود ماری تھی کس سے شکوہ کرتی۔ اپنی تباہی کی وہ خود ذمہ دار تھی۔ خالد تو انسان نہیں فرشتہ تھا۔ اس کی محبت' شفقت' بچوں کی طرح لاڈ اٹھانا۔ کیا وہ اندھی ہوگئی تھی' اسے کچھ دکھائی نہیں دیا...... وہ خطاوار تھی اپنے شوہر اور بچے کی ناقدری تھی اس کو سزا ملنی چاہیے تھی۔ اس نے نیند کی ڈھیر ساری گولیاں حلق سے نیچے اتاریں اور خالد اور عارض کا تصور کرتے ہوئے موت کی وادی میں گم ہوگئی۔ اس کی زبان پر صرف ایک ہی لفظ تھا۔

"خالد مجھے معاف کردو خالد مجھے معاف کردو......"

"او میری گڑیا یہ کیا نیند میں میراے نام کی گردان کیوں کررہی ہو......" خالد اس پر جھکے نرمی سے پوچھ رہے تھے۔اس نے بار بار آنکھیں مسلیں۔

"کیا یہ سب خواب تھا......؟" وہ بے اختیار خالد سے لپٹ گئی۔

"خالد مجھے کبھی تنہا چھوڑ کر مت جانا میں آپ سے بے پناہ محبت کرتی ہوں۔آپ کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔"

"ارے خوشی سے کہیں مر نہ جاؤں میں...... بڑے مشکلوں سے تمہاری خاطر یہ مصرعہ یاد کیا تھا تمہارے الفاظ نے تو جیسے مجھے جوان کردیا ہو۔یہ سننے کے لیے تو میرے کان ترس گئے تھے اور واقعی مجھے اب احساس ہوا کہ میں تو صرف کمانے کی مشین بن کر رہ گیا ہوں آخر خوشیوں پر تمہارا بھی حق ہے اس گھر میں تم میرے لیے آئی ہو تو میں تم سے کیسے غافل رہ سکتا ہوں۔اب تمہارے لیے دو خوش خبریاں ہیں۔پہلی یہ کہ ہم تینوں میں تم اور ہمارا بیٹا ایک ماہ کے لیے ورلڈ ٹور پر جارہے ہیں گھومیں گے پھریں گے اور عیش کریں گے۔زندگی ایک بار ملتی ہے تو کیوں نہ ہنسی خوشی گزاریں۔دولت کون سا قبر میں ساتھ جائے گی۔" وہ پیار سے بولے۔

"اور دوسری خوش خبری......!" انابیہ نے بے قراری سے پوچھا۔

"پچھلے تین چار ماہ سے تمہاری طبیعت خراب تھی اور تم جانے کیوں خود سے غافل تھیں۔یاد ہے پچھلے دنوں بہت سارے بھی ٹیسٹ کرائے تھے آج اس کی رپورٹ آگئی ہے۔تم ماں بننے والی ہو اب ہمارا بیٹا اکیلا نہیں رہے گا۔"

اتنی بڑی خوش خبری...... انابیہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ خالد پر خود کو نچھاور کردے۔یہ خواب اس کی دنیا بدلنے کو کافی تھا شکر اللہ کا کہ وہ بھٹکنے سے بچ گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

صبح صبح حاشر کا فون آگیا اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"تم نے خالد سے طلاق کی بات کی؟"

"حاشر تم پاگل ہو پاگل ہی رہو گے۔میں نے خالد سے سوچ سمجھ کر شادی کی تھی۔تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اتنے محبت کرنے والے شوہر سے بے وفائی کروں گی۔تم نے بدترین انسان ہونے کا ثبوت دیا ہے۔یہ تمہاری محبت نہیں خودغرضی تھی اگر تم سچ میں مجھ سے محبت کرتے تو مجھے بہکاتے نہیں بلکہ مجھے سمجھاتے' مجھے ایک ذمہ دار ماں ہونے کا احساس دلاتے' مجھے ورغلانے کے بجائے بیوی ہونے کی ذمہ داری بتاتے...... مگر تم نے تو مجھے بے وفائی کا سبق دیا' گمراہی کا راستہ دکھایا اور یہ سب تمہاری آزمائش تھی۔میں دیکھنا چاہ رہی تھی کیا واقعی تمہاری محبت سچی ہے؟ محبت تو خالد نے مجھ سے کی ہے' اندھا اعتماد و یقین کرتے ہیں وہ مجھ پر' ایسے انسان کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے کیا؟ میرا شوہر محبت کے نہیں پوجنے کے لائق ہے تم تو اس کی خاک پا کے برابر بھی نہیں......" اس نے حقارت سے کہا۔

"اور ہاں......" وہ پھر بولی۔"جتنا پستیوں میں گر چکے ہو وہ مجھ تک ہی محدود رہے تو اچھا ہے آئندہ مجھے فون کرنے کی کوشش مت کرنا ورنہ میں خود خالد کو بتادوں گی اور چونکہ تم میرے خاندان سے تعلق رکھتے ہو اس لیے میں اپنے خاندان کو خالد کی نظروں میں گرانا نہیں چاہتی عقل مند کو اشارہ کافی......" اس نے سب سے پہلے حاشر کا نمبر ڈیلیٹ کیا پھر سم بھی نکال کر پھینک دی اور شکرانے کے نوافل پڑھنے کے لیے اٹھ گئی۔وہ بہک گئی تھی مگر بھٹکی نہیں بلکہ پھر شکر اللہ کا ادا کرنا تو بنتا تھا اور وہ ناشکری نہیں تھی۔

❁

فریب نظر

فرح بخاری

جنہیں سلیقہ ہے تہذیب غم سمجھنے کا
ان ہی کے رونے میں آنسو نظر نہیں آتے
خوشی کی آنکھ میں آنسو کی بھی جگہ رکھنا
بڑے زمانے کبھی پوچھ کر نہیں آتے



"کسی کو کھونا یا پالینا کیا یہ سب نصیب کے کھیل ہیں یا نہیں۔" ثمن نے بیچ راستے میں بڑی سختی سے نفی کی۔

"پانا تو خیر میں نہیں جانتی کیا ہوتا ہے' پر بہت سی چیزیں ہم زندگی میں محض اپنی نادانی کی وجہ سے کھو دیتے ہیں اور وہ نادانی غالباً ہم سے اس لیے سرزد ہوتی ہے کہ وہ چیز ہمارے نصیب میں نہیں لکھی ہوتی۔" مہک کی سوچ کے دھاگے نصیب کے شجر کے گرد ہی بل کھا رہے تھے۔ ثمن نے سر نفی میں ہلایا۔

"ہم ہار مان کر...... ہتھیار ڈال کر الزام نصیب پہ تھوپ دیتے ہیں۔"

"تمہیں شدید پچھتاوا ہے اپنی ایسی کسی ہار کا ہونہہ؟" مہک اب مسکرا کر تائید چاہ رہی تھی' ثمن نے بھی مسکرا کر بیگ کندھے پہ ڈالا۔

"میں دکھوں کو سینے سے لگا کر نہیں رکھتی۔ رواں دواں یہ زندگی جب مسلسل اور لگاتار آگے ہی آگے بڑھ رہی ہے' پیچھے مڑ کر دیکھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ماضی کا مٹھی سے ریت کی طرح پھسل جانا ہی بہتر رہتا ہے۔"

"گھر جاؤ گی اب؟" مہک نے روش پر اس کے ہم قدم چلنا شروع کیا۔

"ہاں آج کی دونوں کلاسز لے چکی ہوں اور تم؟"

"ابھی آخری کلاس باقی ہے کیمسٹری کی۔ اسٹاف روم جاؤں گی۔"

"او کے پھر کل ملتے ہیں۔" ثمن ہاتھ ہلا کر گیٹ کی طرف بڑھی۔

"ارے وہ تمہاری چھٹی کا کیا بنا؟" مہک کو اچانک خیال آیا تو پیچھے سے آواز دے کر پوچھا۔

"ہاں منظور ہوگئی۔" ثمن مسکرا کر مڑی اور اب اُلٹا چلنے لگی۔

"تین دن کا سکون میرے حصے میں اور پیچھے کی مصیبت میم عارفہ نے تمہارے گلے میں ڈال دی ہے' مبارک ہو۔"

"ڈونٹ وری' میں نیکسٹ منتھ پانچ دن کی چھٹی لے کر تمہارا احساب جلد اُتار دوں گی۔" مہک نے کھلکھلا کر فوراً حساب برابر کیا' ثمن کا قہقہہ نکل گیا۔

"بہت کمینی ہو۔"

"الحمدللہ......" مہک سر خم کرکے اسٹاف روم کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆......☆☆☆

"گفٹس وغیرہ کے لیے میں نے الگ سے چھوٹا بیگ بنایا ہے ثمن۔ تم اپنا بیگ ایک بار پھر چیک کرلو کچھ رہ نہ گیا ہو۔" ثانیہ بھابی ساتھ ساتھ چیزیں سمیٹ رہی تھیں' بال تولیے سے آزاد کرکے ثمن اب انہیں رگڑ کر سلجھا رہی تھی۔

"دیکھ لیا ہے بھابی' بس اب میری تیاری رہ گئی ہے۔"

"تم نے ناشتہ بھی نہیں کیا۔"

"بالکل موڈ نہیں ہے۔ ڈائیوو میں کھالوں گی کچھ نہ کچھ...... بھیا اُٹھ گئے؟"

"ہاں وہ ناشتہ کررہے ہیں' تمہارا سیل فون چارجنگ پہ لگا ہے' بھولنا مت اور بس میں بیٹھتے ہی چچی یا فہد سے رابطہ کرلینا لاہور کا ڈائیوو ٹرمینل اب بہت دُور چلا گیا ہے۔ جب تک کوئی لینے نہ آئے' آرام سے بیٹھی رہنا۔" ثانیہ بھابی کی فکرمندی دیکھ کر ثمن مسکرادی۔

"میں فون نہ کروں تب بھی فہد جن کی طرح حاضر ہوگا' کیا میں جانتی نہیں بس کے چلتے ہی فون کھڑکنا شروع ہوجائیں گے آپ کے۔"

"تم بھی جانتی ہو اپنے بھیا کو ابھی بھی مخمصے میں بیٹھے ہیں کہ تمہیں اکیلا بھیجیں یا نہیں۔"

"بھیا تو بس......" وہ بالوں میں برش کرتے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ "ڈائیوو کا محفوظ سفر وہ بھی سارا موٹر وے کا خوامخواہ کی فکر کررہے ہیں۔"

"اچھا اللہ خیریت سے لے جائے' چلو شاباش جلدی سے آجاؤ۔" وہ بھی گھڑی دیکھتے اب جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی تھی۔

"ٹکٹ۔" کنڈیکٹر نے ہاتھ آگے کیا۔

"جی......" ثمن نے ایک نظر پیچھے بھیا کی طرف دیکھا وہ اس کا سامان رکھوا رہے تھے۔ اُس نے ہینڈ بیگ کی بیرونی پاکٹ میں اڑسا ٹکٹ کنڈیکٹر کے آگے کیا۔ اُس نے آدھا حصہ الگ کرکے ثمن کی طرف بڑھاتے بس میں چڑھنے کا راستہ دیا۔ سائیڈ والے پائپ پہ بایاں ہاتھ جما کر دائیں سے سر پر دوپٹہ درست کرتے وہ اوپر آئی اور پہلی نظر سامنے فرسٹ رو میں بیٹھے جس شخص پر پڑی لحظہ بھر کو اُس نے پورا ہی ثمن کو چکرا دیا۔ ٹھوڑی کے نیچے رول کیا ہوا اخبار جمائے وہ بھی اسی جانب دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں عین اسی لمحے پہلے پہچان اور پھر محبت بھری مانوسیت کی لہر اُبھری تھی۔ لبوں پر اس حسین اتفاق نے

بالکل غیر محسوس سی نرم مسکراہٹ پیدا کی لیکن پیچھے سے آتی بھیا کی آواز۔

"آگے بڑھو ثمن۔" اور وہ ہڑبڑا کر بھیا کو دیکھتے ایک بار پھر سیدھی ہوئی۔

"اُف......" ایک سکون کا سانس بے اختیار حلق سے خارج ہوا۔ اُس نے بھیا کی آواز سنتے ہی اخبار چہرے کے آگے پھیلا لیا تھا۔ عدیل بھیا اس کے پیچھے پیچھے ہی بس میں سوار ہوئے لیکن اخبار کی وجہ سے وہ اس کو نہیں دیکھ سکے تھے۔ پندرہ نمبر کی سیٹ پر بیٹھتے ثمن نے بے اختیار پہلے وہاں دیکھا یعنی اب وہ ایسی جگہ پر بیٹھی تھی کہ وہ جب چاہتا ہلکا سا سر گھما کر اُسے دیکھ سکتا تھا۔

"آگے کھڑکی کی طرف ہو جاؤ۔" بھیا نے آنے جانے والوں کے خیال سے آرڈر جاری کیا۔ وہ بھی خاموشی سے اندر کھسک گئی۔ فی الحال یہی ڈر باقی ہر بات پر حاوی تھا کہ بھیا اس کو دیکھ نہ لیں۔ امکان بہرحال کم ہی تھا کیونکہ اس نے اب سر جھکا کر اخبار گود میں رکھ لیا تھا اور بائیں سائیڈ سے چہرے کو اپنے ہاتھ کی اوٹ سے چھپا رکھا تھا۔ کوشش اس کی بھی سرتوڑ یہی تھی کہ عدیل اس کو نہ دیکھے۔ بھیا کے اتر کر باہر جانے اور ڈائیوو کے روانہ ہونے تک اُس نے کسی قسم کی بے احتیاطی نہیں کی اور اب راولپنڈی ٹرمینل سے نکل کر بس روڈ پر آگئی تھی۔ بھیا نے گھر کے لیے مخالف سمت میں جانا تھا۔ ثمن نے ایک گہرا سانس لیتے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں اور وہ دو آنکھیں ثمن نے خود پر مرکوز محسوس کیں وہ چند سیکنڈز پہلے نگاہوں کا جادوئی ٹکراؤ اور جادوئی سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں ہو سکتا تھا اِس نظر کے تبادلے کا' وہ گھبرا کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی جہاں نیلے سرمئی آسمان' پیڑوں' کھیتوں اور اونچے نیچے سرسبز ٹیلوں پر بھی وہی دو آنکھیں چھائی تھیں۔

"ہاہ......" ثمن کی دبی سانس بڑی مشکل سے راستہ بنا پائی۔ جانے سات برس وہ اِس خوابیدہ نگاہ سے دُور کیسے رہی تھی اور سات برس بعد کیوں ہوا یہ اتفاق وہ بھی ایسے حالات میں چار' پانچ گھنٹے کے سفر میں اب وہ اس کے ساتھ تھا۔ جس سے جدا ہونے کے بعد اس کے خیال تک سے خود کو دور کرتے وہ اب اپنے آپ کو داد دینے کی حد تک آزاد سمجھ چکی تھی۔ اس کا برسوں بعد اچانک سامنے آنا سوائے درد اور چبھن دینے کے اور کیا دے سکتا تھا' وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے محض اتنا ہی سوچ پائی تھی کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ اتفاق اُسے اور کیا کیا دینے والا ہے۔ وہ تو آج بھی آٹھ برس پہلے کے دِنوں میں جیتی تھی' ملنے سے بچھڑ جانے کے درمیان کا ایک بہت خوب صورت سال بس ایک سال۔

☆☆☆......☆☆☆

"توبہ ہے عدیل کتنا وہم کرتے ہو۔" امی نے سخت چڑ کر اپنے اس ڈرپوک بیٹے کو دیکھا' ہر بات میں اعتراض کا نکتہ ہر معاملے کو مسئلہ بنا لینا۔ ثمن کا یونیورسٹی میں یہ پہلا سال تھا۔ وہ ایم اے اکنامکس کر رہی تھی۔ یونیورسٹی کی بس عین گھر کے سامنے والے روڈ سے گزرتی تھی پر عدیل کو اسے بس سے نہیں بھیجنا تھا اس لیے خود اپنی گاڑی پر پک اینڈ ڈراپ دیتا تھا لیکن اس روز گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے اسے بھی بجائے گاڑی کے ایک دوست کے ساتھ آفس جانا تھا۔ ثمن کے لیے اس نے فرمان جاری کر دیا کہ آج وہ یونی سے چھٹی کر لے لیکن وہ ہرگز اتنی سی بات پر چھٹی کر کے بیٹھنے کے حق میں نہ تھی۔ امی کا ووٹ بھی اسی کے ساتھ تھا۔ وہ عدیل کو سمجھا رہی تھیں۔

"جب یونیورسٹی کی بس سامنے سے گزر کر جاتی ہے تو ایک آدھ دن مجبوری میں بس سے جانے میں کوئی حرج نہیں۔" عدیل کے پاس ٹائم ہوتا تو وہ ضرور بحث کرتا اپنی بات منوا بھی لیتا لیکن اپنے دوست کی آمد پر اسے آفس کے لیے نکلنا پڑا تھا۔ لہٰذا اس کے جاتے ہی ثمن نے جھٹ پٹ یونیورسٹی کی تیاری کی اور اسٹاپ کے لیے امی کے ساتھ ہی نکل پڑی۔ بس بھی آٹھ' دس منٹ میں پہنچ گئی اور وہ امی کو ہاتھ ہلاتی بس میں سوار ہو گئی اور یہ بھیا کے اصول اتنے کڑے نہ ہوتے تو وہ تو روز ہی یونی کی بس میں جانا چاہتی تھی۔ پچھلی سیٹوں پر بیٹھی مومنہ نے جوش سے ہاتھ لہرا کر اسے اپنی طرف بلایا لیکن درمیان کے رش کو دیکھتے یہ ممکن نہیں تھا۔ لہٰذا وہ اشارے سے معذرت کرتی وہیں پاس والی سیٹ پر ایک اور لڑکی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ بس سے جانے کا چونکہ یہ ثمن کا پہلا تجربہ تھا اس لیے وہ ایکسائٹمنٹ محسوس کرتے ہر جانب گردن گھما رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں اگلا اسٹاپ آگیا اور کچھ نئے اسٹوڈنٹس کے اضافے کے ساتھ بس آگے بڑھ گئی۔ ثمن نے نئے آنے والوں پر ایک سرسری نگاہ ڈالی۔ دو لڑکیاں تو سیٹ ملنے پر بیٹھ گئی تھیں پر وہ تین لڑکے چھت کا پائپ پکڑ کر گپیں لڑانے لگے تھے۔ تین میں سے دو کی ثمن کو پیٹھ دکھائی دے رہی تھی۔ تیسرا بالکل ہی نظر نہیں آرہا تھا۔

وہ یونہی سامنے کے شیشے سے سڑک کو دیکھنے لگی۔ جب وہاں کھڑے دونوں لڑکے جگہ ملنے پر بیٹھ گئے اور تیسرا لڑکا جو باقی دو کے پیچھے چھپا تھا اب ثمن کے بالکل سامنے آگیا تھا۔ ثمن کی سرسری نظر اس کی جانب اٹھی تو معلوم نہیں کیوں اور کیسے بس ٹھہر ہی گئی براؤن لیدر جیکٹ والا وہ بہت خوب صورت پُرکشش لڑکا اس نے بلاشک وشبہ اسے کہیں دیکھا تھا۔ وہ بنا سوچے اُسے دیکھتی رہی تھی اور بات شاید صرف اس کو پہچان لینے کی نہ تھی وہ اِس بلا کا جاذبِ نظر تھا کہ ثمن چاہ کر بھی نظر ہٹا نہیں پا رہی تھی۔ تبھی جانے کیوں اور کیسے لڑکے نے ایک دم چونک کر ثمن کو دیکھا تھا۔ شاید یہ ثمن کی نظروں کا ارتکاز تھا جس نے لڑکے کو اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کیا تھا۔ اچانک چوری پکڑے جانے پر ثمن نے گھبرا کر نظروں کا رُخ بدلا اور یہ گھبراہٹ لڑکے سے چھپی نہ رہ سکی ثمن نے کچھ دیر بعد دوبارہ ڈرتے ڈرتے پھر دیکھنے کی ہمت کی پر شکر ہے وہ لڑکا کہیں اور متوجہ تھا۔ اس نے دل میں شکر کا کلمہ پڑھا کہ لڑکے نے اس کے دھیان سے دیکھنے کا نوٹس نہیں لیا تھا پر چاہیے تو یہ تھا کہ اب وہ محتاط رویہ اپناتی لیکن جانے کیوں بے دھیانی میں پھر وہ اس پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ لڑکے نے پھر اچانک نظر ڈالی اور وہ ایک بار پھر بوکھلا گئی لڑکے نے اس بار دونوں لب دانتوں میں بھینچ کر اپنی شرارتی مسکراہٹ کو خوب جتا کر دبایا تھا۔ ثمن نے سخت شرمندہ ہوتے بلاوجہ ہاتھوں میں دھری فائل کھول لی اب وہ ہرگز اس کی طرف نہیں دیکھے گی دل میں پختہ عزم کرتے وہ سچ مچ ہی سر جھکا کر بیٹھ گئی اور یونی آنے تک سختی سے اپنے کہے پر عمل کیا پر کاش کہ یونیورسٹی بس والی یہ اتفاقیہ ملاقات پہلی اور آخری ہوتی تو سب کچھ یہیں ختم ہو جاتا کیونکہ اگلے روز سے تو اس نے بھیا کے ساتھ ہی آنا جانا تھا اور لڑکا اس کے ڈیپارٹمنٹ کا نہیں تھا وہ یونی آتے ہی سب سے پہلے ڈیپارٹمنٹ پہ اترا تھا۔ یونیورسٹی میں سامنا ہونے کا امکان نہ ہونے کے برابر لگ رہا تھا اور ہوا بھی ایسے ہی کیونکہ آنے والے ایک سال کے اتفاقات میں یونیورسٹی کہیں نہیں آتی تھی۔

دو ہی روز بعد جبکہ وہ بڑی بہن عالیہ کے ساتھ گھر سے مارکیٹ جانے کے لیے نکلی۔ روڈ پر آتے ہی سامنے فلپس کی بڑے ہورڈنگ والی گلفام انٹرپرائزز پہ نظر پڑی اور وہ آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ لگائے ڈیپ گرے ہڈ پہنے شاپ سے نکل کر بائیک پر بیٹھتا دکھائی دیا۔

”اوہ اچھا۔“ ثمن کے لبوں پر بیساختہ مسکراہٹ ابھری۔ ”تو اس لیے بس میں نظر پڑتے ہی وہ مجھے دیکھا دیکھا سا لگا تھا۔ پہلے بھی یقیناً روڈ پار کی اس شاپ پر میں نے اِس لڑکے کو دیکھا ہوگا۔“ وہ باجی کی نظر بچا کر چوری چھپے ایک بار پھر ادھر دیکھنے پر مجبور ہوئی اور معلوم نہیں کیا ہوتا تھا ثمن کی نظروں میں کہ فوراً ہی وہ چونک کر عین اسی طرف دیکھنے پر مجبور ہو جاتا' بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے ثمن کو دیکھا اور فی الفور ایسے پہچان لیا کہ نظریں چار ہوتے ہی اس کے لبوں پر اسی روز جیسی نرم مسکان آئی اور پھر بائیک بھگاتے وہ بہت جلد دُور نکل گیا اُس روز ثمن کو اپنی بے قابو دھڑکنیں سنبھالنے میں بڑا وقت لگا تھا۔ بہت دیر تک وہ نرم مسکراہٹ اسے بری طرح ڈسٹرب کرتی رہی۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ ہمارے عادی معمول کے ماحول سے کیوں اچانک ایک صورت یک لخت اُبھر کر ہر چیز پہ حاوی و نمایاں کیوں ہو جاتی ہے۔ پھر دل بدلتے کیوں قدرت اسے بار بار ملوانے پہ تُل جاتی ہے۔ تقدیر کی حسین مہربانیوں کو ثمن اُن دنوں کچھ مثبت اشاروں سا محسوس کرتی دل ہی دل میں خوش رہنے لگی۔ وہ لڑکا اب اکثر دکھائی دینے لگا تھا۔ وہ گلفام انٹرپرائزز کے مالک انکل ایوب کا بیٹا تھا حیدر عباس۔ آج سے پہلے اسے وہ واقعی نہیں جانتی تھی۔ ہاں اپنے ابو سے گلفام انٹرپرائزز کے مالک ایوب حسین کی بابت بہت کچھ سن رکھا تھا۔ ثمن کے ابو کی انکل ایوب سے اچھی واقفیت تھی۔ پہلے پہل جب شک سا گزرا کہ شاپ پہ اکثر دکھائی دینے والا وہ لڑکا ضرور ان کا کچھ لگتا ہوگا تو شک کو یقین میں بدلنے کے لیے اسے اپنی ذاتی کوشش بھی کرنی پڑی۔ اب وہ شاپ کے سامنے سے گزرنے پر بلاوجہ وہاں کی باتیں چھیڑ دیتی اور کوشش کا نتیجہ اکثر ہی سودمند نکلتا۔ امی اپنی لہر میں ان کی فیملی کے متعلق بتاتیں اور وہ غیر محسوس انداز میں سوال کرتے پہلے اس کا نام پھر اس کی ذاتی زندگی کے متعلق جاننے لگی پر وہ نہیں جانتی تھی کہ دوسری جانب آج کل حیدر کا بھی ایسا ہی کچھ حال ہے۔ عدیل بھیا کی شخصیت کا رُعب تو سات آٹھ برس پہلے بھی ایسے ہی سر چڑھ کر بولتا تھا حیدر نے عدیل سے چھوٹے عمیر سے سلام دعا بڑھاتے اچھی دوستی پیدا کرلی تھی۔ اُدھر حسنِ اتفاق سے حیدر کی بھابی سعدیہ ثمن کی بڑی بہن عالیہ کی کلاس فیلو نکل آئی۔ دونوں گھرانوں کے آپس میں عین انہی دنوں میل جول بڑھنے کی بڑی وجہ سعدیہ اور عالیہ کی دوستی بنی اور یہ میل جول اس سے پہلے

یوں نہیں بن پایا تھا کیونکہ سعدیہ محض چند ماہ پہلے ہی حیدر کے گھر بھابی بن کر آئی تھی۔ قدرت کی طرف سے خود بخود بڑھتی یہ نزدیکیاں حیدر اور ثمن کو محبت کا انمول تحفہ محسوس ہونے لگیں لیکن باوجود تین چار ماہ گزر جانے کے اُن کے آپس کے معاملات آج بھی وہیں رُکے ہوئے تھے یعنی آتے جاتے لمحہ بھر کو نظروں کا حسین تبادلہ ایک مدھم مسکان اور محبت کی لاتعداد بے شمار مقناطیسی لہریں۔ جنہیں اُن چند لمحوں کے دوران کیچ کر لینے کی چاہ میں دونوں ہی اپنے اپنے ہاتھوں سے جگنو سا گنوا بیٹھتے تھے۔

ثمن کی بڑی بہن عالیہ شادی شدہ تھی اور میکے آنا جانا بھی کم کم ہوتا تھا لیکن ثمن دل کے ہاتھوں مجبور جب بھی موقع ملتا کسی نہ کسی بہانے اُس سے سعدیہ کا ذکر کرتی اور حالانکہ حیدر کا ڈائریکٹ کبھی نام بھی نہیں لیا تھا پر عالیہ آپی خود ہی بڑی اسمارٹ تھی ایسے معاملوں میں اُس نے کچھ ہی عرصے میں ثمن کے رجحان کا اندازہ لگا لیا تھا۔

”تمہیں حیدر پسند ہے؟“ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سنجیدگی سے سوال کرتے اُس نے ثمن کو بری طرح نروس کیا تھا وہ گھبرا کر نفی میں سر ہلاتے بالکل بھی اپنے کہے کا دفاع نہیں کر پائی جواباً عالیہ ہلکے سے مسکرا کر اس کا مذاق اڑانے لگی۔

”اتنا ڈر کیوں رہی ہو پاگل جسٹ پسندیدگی ہی ہے ناں تم دونوں کے بیچ؟“

”جی.....“ مجرموں کی طرح جھکا سر اثبات میں ہلاتے اُس نے اچانک بے تحاشا گھبرا کر سر اٹھایا۔ یہ کیا کہا تھا آپی نے۔ ”ہم دونوں کے بیچ انہیں حیدر کے بارے میں کیسے پتہ؟“

”مم..... مجھے اس کے بارے میں نہیں پتہ۔“ ثمن کا ننھا سا دل بری طرح دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔

”اچھا.....“ عالیہ نے بے یقینی سے ماتھے پر بل ڈالے۔

”مجھ سے تو سعدیہ اُس روز پوچھ رہی تھی کہ حیدر اور ثمن کیا کبھی اسکول میں ساتھ پڑھتے تھے۔“

”کیا مطلب ایسا کیوں کہا انہوں نے؟“

”حیدر نے کی ہوگی تمہارے متعلق کوئی بات۔“

”ہاں لیکن ہم تو کبھی ساتھ نہیں پڑھے وہ ایسا کیسے کہہ سکتا ہے۔“

”ہاں میں نے بھی یہی کہا تھا بہرحال تمہیں محتاط رہنا چاہیے۔“ وہ آخر میں بڑی بہنوں والا رعب جماتے وہاں سے اُٹھ گئیں اور انتہائی درجے کی بزدل ثمن کو لگا اب اُسے اپنی آنکھوں پر پہرہ لگانا ہوگا عالیہ آپی کے ایک ہی جملے نے اس قدر دل سہما دیا کہ اُسے اب تک کے اپنے سارے اقدامات انتہائی درجے کا چھچھورا پن محسوس ہوئے۔ خود کو بری طرح سرزنش کرتے اس نے دل ہی دل میں پختہ عہد باندھا کہ اسے حیدر کو راہ چلتے دیکھنا بھی قطعاً زیب نہیں دیتا۔ آپی کی ایک ہی نصیحت کو پلو سے باندھتے اس نے مزید اچھی اور نیک بچی بننے کا ارادہ کر لیا اور اگلی مرتبہ کچھ ہفتے بھر بعد جب امی کے ساتھ نانو کے گھر جاتے حیدر دکھائی دیا تو اس نے بڑی کامیابی کے ساتھ خود کو اُن جادو اثر آنکھوں میں دیکھنے سے باز رکھا تھا۔ ایک سرسری نگاہ اتفاقاً پڑ جانے پر جلدی سے دوسری طرف دیکھنے کے عمل کو حیدر نے بہت دور تک ثمن کی پشت دیکھنے پر مجبور کیا تھا۔

”کیا وہ خفا ہے کسی بات سے۔“ حیدر اس بے اعتنائی پر بس اتنا ہی سوچ پایا اور سچ تو یہ تھا کہ ثمن خفا بھی تھی۔ آخر اس کی عزت کی پروا نہ کرتے کیوں حیدر نے اپنی بھابی سے اس کے بارے میں استفسار کیا تھا۔ کیا وہ نہیں جانتا ثمن ایک اچھے گھر کی سلجھی ہوئی لڑکی ہے۔ کیوں وہ اس کا کسی اور کے سامنے دھڑلے سے نام لیتا ہے۔ پر حیدر یہ نہیں جان سکتا تھا کہ ثمن کے دل میں کیا ہے۔ وہ بھی چپ چاپ اپنی راہ چل دیا کہ اب تک کے وقت میں نصیب نے یہی تو دکھایا تھا۔ جانے کیا مستقبل تھا اس بے نام خلش کا نہ باتیں نہ ملاقاتیں حتیٰ کہ ان دونوں نے کبھی ایک دوسرے کی آواز تک نہیں سنی تھی۔ گزرے تین چار ماہ کا کارنامہ محض ایک دوسرے کا نام جان لینا تھا وہ ہنس کر تاسف سے سر ہلاتا شاپ کے اندر چلا گیا۔ وہ گہری آنکھوں والی پُرکشش لڑکی کیوں دل کو ایسے بھا گئی تھی کہ نہ دکھائی دے تو شب و روز کے معمولات کس قدر آسانی سے انجام پا جاتے تھے اور جس دن اچانک کہیں سے نمودار ہوکر صورت دکھائی دے جائے تو سارا سسٹم ہل جاتا۔ بائیک چلاتے ابا جی سے گاہکوں کی بات کرتے امی سے لاڈ اٹھواتے بس وہ سحر انگیز نگاہ چادر کی مانند ماحول پہ تن جاتی پھر اس کے اثر سے نکلنا کئی گھنٹوں تک دو بھر ہو جاتا۔

☆☆☆.....☆☆☆

”سعدیہ کے ہاں میلاد کی تقریب ہے چلو گی؟“ عالیہ آپی نے شرارتی مسکراہٹ دباتے اسے شوخ نگاہوں سے دیکھا اور ثمن کو وہ مذاق جانے کیوں خود پر کسی انگلی سا اٹھتا دکھائی دیا۔ وہ

ہمیشہ سے اپنے آپ کو چھپا کر رکھنے والی انتہائی دبو قسم کی لڑکی تھی اور آپی کیسے دھڑلے سے اسے کسی سے منسوب کرکے اس کی کمزوری کا لطف لے رہی تھیں۔ ثمن کو اپنی انا اور خودداری پر زبردست چوٹ سی پڑتی محسوس ہوئی۔ اس نے اپنا من مارتے فوراً ہی نفی میں سر ہلا کر اندر کی راہ لی۔

''انکار کیوں کردیا ثمن وہ بے چاری لائبہ کو کیسے سنبھالے گی۔'' امی عالیہ کی شرارت سے انجان ثمن کو سمجھانے لگیں۔

''لائبہ کو ہمارے پاس چھوڑ جائیں۔'' وہ جاتے ہوئے پلٹی۔

''نہیں رہے گی اکیلی ہمارے پاس جانتی تو ہو اس کی ماں آس پاس رہے تب ہی یہ لڑکی ہمارے ساتھ گھلتی ملتی ہے۔ ذرا سا عالیہ غائب ہو تو آسمان سر پہ اٹھا لیتی ہے۔ چلی جاؤ ساتھ پھر ہوسکتا ہے قرآن پاک یا سورہ یسین وغیرہ پڑھنی پڑ جائے۔ لائبہ تو بہت تنگ کرے گی اسے۔'' امی نے تو عالیہ کی طرف داری کی قسم ہی کھالی تھی۔ ثمن کو لگا مزید بحث کہیں آج امی کے سامنے اس کی پول نہ کھول دے تو بات مان لینے میں ہی عافیت جانی کیونکہ عالیہ ایسے معاملوں میں پھٹے ڈھول سے کچھ کم نہ تھی۔ ثمن نے وارڈ روب سے اورنج کڑھائی والی براؤن ڈریس منتخب کیا۔ دل اب وہاں پہنچنے کے خیال سے ڈوبنے ابھرنے سا لگا تھا۔ تیاری کے دوران ایک ایک پَچ کو حیدر کی نگاہ سے دیکھتے وہ اپنی بچگانہ سوچ پر شرمندگی سے ہنس دی۔ بڑے سے سفید گیٹ سے سعدیہ کے گھر میں پہلی مرتبہ داخل ہوتے ثمن کو اپنے وجود میں ٹھنڈی لہریں سی دوڑتی محسوس ہونے لگیں خشک حلق میں بار بار کانٹے سے چبھ رہے تھے۔ مضطرب آنکھیں ہرنی سی بے تاب چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ وہ خود کو بظاہر بڑا نارمل رکھے ہوئے تھی لیکن درحقیقت اپنے دل کے ہاتھوں زبردست پریشان تھی حیدر نام کی پکار اُن لمحوں میں روئیں روئیں سے پھوٹ کر اسے حیران پریشان کیے جارہی تھی لفظ ''محبت'' ایک حسین خوف تھا اب سے پہلے اور ''دل'' کاغذ کی ناؤ جیسے محبت کی ندی میں ہلکا سا دھکا دیتے آگے بڑھانا جیسے اُسے طوفان کے حوالے کرنا تھا اور جذبات اس کچی کمزور ناؤ پر اُوپر سے برستی وہ بارش کہ جس کا ایک ہی وار کافی ہو سفینہ ڈبونے کو۔

خواتین کی تقریب تھی۔ بڑا سا لاؤنج عورتوں سے بھرا تھا۔ فرش پر سفید چادریں بچھا کر قرآن خوانی کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ سعدیہ نے بتایا کہ قرآن خوانی کے بعد نعتیں پڑھی جائیں گی۔ وہ عالیہ آپی کے قریب ہی لائبہ کو لے کر بیٹھ گئی۔ عالیہ آپی نے سپارہ اٹھا کر پڑھنا شروع کیا اور لائبہ بس پانچ سات منٹ ہی سکون سے بیٹھ سکی آپی نے آنکھ کے اشارے سے اسے لائبہ کو باہر لے جانے کو کہا اور وہ بدمطلب نظروں سے انہیں دیکھنے لگی اب بھلا باہر سے مراد کیا تھی عالیہ نے ایک لڑکی کو ہاتھ سے اشارہ کرکے بلایا۔ سی گرین ڈریس والی وہ سفید پیاری سی لڑکی مسکرا کر قریب آئی۔

''جی عالیہ آپی؟''

''اِرم ذرا یہ ثمن اور لائبہ کو لاؤنج سے باہر کسی جگہ بٹھادو لائبہ شور کررہی ہے۔''

''آئیں۔'' اِرم نے بہت توجہ سے ایک گہری نظر ثمن پر ڈالتے اسے باہر آنے کو کہا۔ وہ لائبہ کو اٹھائے اس کے پیچھے چلتی برآمدے میں آگئی۔ کھلے کشادہ برآمدے میں کین کی کرسیاں رکھی تھیں۔ سامنے خوب صورت لان تھا۔ وہ لائبہ کو وہیں برآمدے میں لے کر ٹہلنے لگی۔

''میں کچھ دیر میں واپس آتی ہوں۔ آپ یہاں آرام سے بیٹھ جائیں۔'' اِرم نے مشورہ دیا تو ثمن کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ اُبھری۔

''آرام سے تو یہ بیٹھنے نہیں دے گی۔ آپ پریشان نہ ہوں میں یہاں ٹھیک ہوں۔'' وہ اِرم کے جانے کے بعد وہیں لائبہ کو ٹہلانے لگی جب کسی سمت سے ہلکی سی مردانہ کھنکار نے بے اختیار سر موڑنے پر مجبور کیا۔ لائبہ کی شرارتوں نے اُسے ایسے چکرا دیا تھا کہ لمحے بھر کو فراموش ہی کر بیٹھی تھی کہ وہ ''کہاں'' ہے۔ لان کی اونچی باڑ کے پیچھے سینے تک دکھائی دیتا وہ حیدر ہی تھا جو کھنکار کر مبہم ہنسی لبوں میں دبائے موبائل پر کوئی نمبر ڈائل کررہا تھا۔ نظریں بھی موبائل پر جمی تھیں پر ثمن کو پورا یقین تھا کہ کچھ دیر پہلے وہ نہ صرف اسی کو دیکھ رہا تھا بلکہ وہ کھنکارنا اور دبی دبی ہنسی بھی اسی کے لیے تھی پر اب وہ بات کرتے ذرا دور چلا گیا تھا۔ ثمن کی اودھم مچاتی دھڑکنیں بڑی مشکل سے قابو میں آسکیں۔ قدرے سنبھل کر اب وہ اس کی پشت کو دیکھ رہی تھی گھر سے نکلتے یہاں تک آتے ایک اِسی حسین توقع ہی کی انگلی تھامے ہوئے تھی کہ کاش وہ قریب سے دکھائی دے جائے وہ اُسے دیکھ کر مسکراتا تھا تو شناسائی کی لپک سی کوند جاتی' ایک دوسرے کے متعلق کچھ نہ جانتے ہوئے بھی وہ ایک بڑے مضبوط و معصوم جذبے کی ڈور سے بندھ گئے تھے۔ کبھی ثمن کو لگتا اس حسین منظر نامے میں کسی اضافے کی کچھ ضرورت نہیں یہ

احساس اپنی جگہ بڑا مکمل بہت جامع ہے لیکن یہ وقتی احساس دل کی بے کلی کے سامنے ہار مان کر تسلیم کرنے پہ مجبور ہو جاتا کہ نہیں یہ کافی نہیں ایسی منہ زور خواہشات کو نہ پیچھے دیکھنا آتا ہے نہ اسے ٹھہراؤ کے معنی معلوم ہیں اگلا قدم اس راہ کا پہلا تقاضا ہے وہ اگلا قدم جو مہینوں سے حیدر اور ثمن کے بیچ بس اٹھا ہی رہ گیا تھا اور آج پہلی مرتبہ اُس پُرکشش کی پشت کو دیکھتے ثمن کے ڈرپوک دل نے اس قدم کو اٹھا لینے کی ہمت اپنے اندر محسوس کی جانے کیوں پر اسے لگ رہا تھا آج کا سامنا آغاز ہے کسی اگلے قدم کا اور کاش اُس قدم کی پہل حیدر کی طرف سے ہوتے سیدھے اس کے قدموں کے سامنے آکر رُکے۔

بس اب اور نہیں وہ دل کے بے کل پھڑ پھڑاتے پرندے کو اپنے ہاتھوں سے آزاد فضاؤں کے سپرد کر دینا چاہتی تھی اور حیدر نے موبائل کان سے ہٹاتے ایک بار پھر یک لخت مڑ کر دیکھا تھا ایسے کہ ثمن کی چوری ایک بار پھر اُس نے کھلے بندوں پکڑ لی تھی نہ صرف پکڑی بلکہ وہی ہمیشہ والی شناسا سی مسکان جو وہ اس حسین بھول پر ہمیشہ ہی خوب لطف لے کر لبوں پہ لایا کرتا تھا ایک گہری نظر آس پاس ڈالتے وہ لان کے دروازے سے باہر نکلا رُخ سیدھے اسی جانب تھا ثمن گھبرا کر لائبہ کو تھپکتے دوسری طرف دیکھنے لگی دل جیسے روئیں روئیں میں دھڑک اُٹھا تھا حیدر کو ادھر نہیں آنا چاہیے چند منٹ پہلے کی ساری چوکڑی بھول وہ نچلا لب پریشانی سے بھینچے کھڑی تھی جب کھنکارنے کی آواز بالکل پیچھے سنائی دی ثمن بری طرح گھبرا کر مڑی وہ دو اسٹیپس چڑھ کر اسی وقت برآمدے میں آیا تھا۔ دیکھ بھی اسی کی جانب رہا تھا۔ ثمن سے آنکھیں چار ہوئیں تو بجائے مسکراہٹ کے سنجیدہ سپاٹ چہرے پر کوئی بہت ہی خاص پیغام محسوس ہوا ثمن چونکی اب نہ وہ اپنی جگہ سے ہل پا رہی تھی نہ نظریں ہٹا پا رہی تھی دھیان اُس پیغام کی طرف لگا تھا جسے وہ ہر خطرہ مول لے کر بھی جان لینا چاہتی تھی۔ حیدر قدم قدم اس کی جانب بڑھ رہا تھا کہ عین اسی وقت پیچھے جالی والا دروازہ کھلنے کی آواز آئی ثمن نے بے ساختہ گردن موڑی اُدھر دروازے سے ارم باہر نکل رہی تھی اور اِدھر حیدر اس کے بہت پاس سے گزرتے دروازے کو کراس کرتا آگے بڑھ گیا ارم کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کے لہرایا تھا حیدر اور ثمن کو ایک ساتھ برآمدے میں کھڑا دیکھ کر جانے اس نے کیا اخذ کیا تھا ثمن البتہ نارمل ہی تھی۔ لان سے نکل کر برآمدے کے راستے کمرے میں حیدر کا جانا کسی دیکھنے والے کے لیے ایسے کچھ اچنبھے کا باعث ہونا بھی نہیں ہونا چاہیے پر یہ بھی ثمن کی بھول تھی کہ بظاہر نظر آتے اس منظر کو اتنی سادگی سے لیا جائے گا۔ وہ تو شکر پڑھ رہی تھی کہ حیدر کو ابھی کچھ کہنے کی نوبت نہیں آئی تھی ورنہ اگر وہ کوئی بات کر رہے ہوتے تو دیکھنے والا غلط سمجھ سکتا تھا وہ مسکراتے ہوئے کین کی کرسی پر بیٹھ گئی اور ارم سے اس کی اسٹڈیز کے متعلق پوچھنے لگی۔ ارم بھی بظاہر تو بہت سکون سے بات کر رہی تھی ایسے میں ثمن کو کہیں کچھ غلط ہونے کا احساس نہیں جاگا لیکن پھر رات کو۔

عالیہ آپی اس رات ان کے ہاں ٹھہر گئی تھیں۔ تقریب سے گھنٹے بھر بعد واپس آنے پر اس نے خود ہی میاں کو فون کر کے کہہ دیا کہ آج وہ امی کے ہاں رہے گی۔ لہٰذا وہ اسے لینے کل آئیں۔ احسن بھیا بھی کہیں بزی تھے شاید آرام سے مان گئے ثمن کے موڈ پر عجیب سرمستی سی چھائی ہوئی تھی لائبہ کو لیے صحن کی ٹھنڈ میں بنا موسم کی پروا کیے لہک لہک کر گیت گانے لگی۔

دل کا عالم میں کیا بتاؤں تمہیں
اِک چہرے نے بہت پیار سے دیکھا مجھے
دل کا عالم......

حیدر کو دیکھ لینے کی خوشی سے اس کا کھلا چہرہ اور شاداب دکھائی دے رہا تھا۔ محبت تو ایک بس خوشی ہی دیتی ہے اس کے فقط ہونے میں ہی اس کا سارا حسن پنہاں ہے دل محبت سے معمور ہے بس یہی اس کا اصل حسن ہے یہی سچی خوشی ہے دو دلوں میں بیک وقت اس کا ہونا ہی خوش نصیبی ہے۔ محبت کا حاصل محبوب کے دل میں ذرا سی جگہ پانا ہی تو ہے تو بس ثمن رباب بھی خوش ہے کیونکہ اس نے سب پا لیا تھا۔

"مجھے آج سعدیہ کے ہاں تمہیں نہیں لے جانا چاہیے تھا۔"

"ہوں؟" سوئی ہوئی لائبہ کو بیڈ پہ لٹاتے وہ ٹھٹک کر سیدھی ہوئی بازوؤں میں ہلکورے دیتے سریلے گانوں کی لوریاں سناتے وہ لائبہ کو سلا چکی تو لٹانے کے لیے آپی کے کمرے میں آئی وہ جو اِس سے پہلے موبائل پر بزی تھیں۔ ثمن کو دیکھ کر فرصت سے اُٹھ بیٹھیں۔ اوپر سے ان کا جملہ ثمن اُن پر نظریں جمائے جملے کی وضاحت کی منتظر نظر آئی۔

"کیوں ایسا کیا ہوا؟" بے تابی سے پوچھتے وہیں بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔

"ارم تمہاری وجہ سے بہت ڈسٹرب تھی آج۔" عالیہ آپی ایسے ہی ٹھنڈے ٹھنڈے شاک دیا کرتی تھیں۔

"ارم لیکن کیوں؟" اسے کچھ بھی نہیں سمجھ آ رہا تھا۔
"اُسے پتہ ہے تمہارے اور حیدر کے بارے میں....."
عالیہ ہنوز نارمل لب ولہجہ لیے ہوئے تھی۔
کیا.....! کیا پتہ ہے؟"
"تمہارے اور حیدر کے بارے میں۔" سن کر عرق عرق ہو جاتی ایسے حالات میں جبکہ اس کے اور حیدر کے بیچ ابھی ایسا کچھ تھا ہی نہیں دُنیا تو اُسے "کتنے" سے پرے بھی بخشنے کو تیار نہ تھی اور ارم وہ کیوں بھلا؟
"ارم اس کی منگیتر ہے ناں۔" عالیہ آپی جانے کیوں آج جھٹکے دینے کے موڈ میں تھیں۔ ثمن نے بڑی مشکل سے خود کو نارمل رکھا۔
"اُسے کیا پتہ میرے اور حیدر کے بارے میں اور ایسا ہے ہی کیا ہمارے درمیان۔" وہ اب لہجے کو سخت کیے میدان میں اُتر آئی تھی۔ عالیہ آپی کا اپنا رویہ ہی کم تضحیک آمیز نہ ہوتا اسے اور حیدر کو موضوع بناتے ہوئے ثمن نے آج دماغ صاف کرنے کا آغاز انہی سے کرنے کی ٹھانی۔
"لو اب مجھے کیا پتہ۔" انہوں نے بناوٹی لہجے میں ہنکارا بھرا۔
"ہوسکتا ہے حیدر نے کچھ کہا ہو۔"
"کسی کو کچھ بھی کہنے کا کوئی حق نہیں ہے آپی۔" ثمن کی یک لخت آواز بھرا گئی۔ "میں نے کچھ نہیں کیا اِس لیے کوئی مجھ پہ انگلی نہ اٹھائے۔" وہ تیزی سے کہہ کر اپنے کمرے میں آگئی۔
آپی دوسری مرتبہ الزام حیدر کے سر دھر رہی تھیں اور دونوں مرتبہ ہی ثمن کے دل پر بوجھ سا آپڑا تھا اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی اپنی جسارت اُسے ایسے لمحوں میں سخت نادم کرتی وہ حیدر کی شخصیت کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی تھی تو اگر وہ اصل میں ایسا ہی تھا عزت کی پروانہ کرنے والا لڑکیوں کو پبلک میں موضوع بنانے والا تب تو وہ سراسر غلطی پر تھی اور صریحاً بھول کر رہی تھی نری اپنی ذات سے دشمنی اور..... اور اب تو ارم۔ لب سختی سے بھینچتے وہ اِس نئی اطلاع پر نادان دل کو سنبھال لینے کی سعی لاحاصل کرنے لگی تھی۔
ارم اس کی منگیتر تھی اور اس نے کیسی ناگواری سے مجھے دیکھا تھا حیدر کے ساتھ برآمدے میں اپنی تب کی لاپروائی یاد کر کے وہ اپنی بے خبری پر سخت پشیمان ہوئی۔ ارم تو دل ہی دل میں اس سے خائف بیٹھی تھی اور وہ کیسے عام سے انداز میں اس سے سوالات کیے جا رہی تھی۔ اُف..... سانس اندر سے کسی جلتے الاؤ سا خارج ہوا۔
تو حیدر کی شادی ارم سے ہونی ہے وہ مسکرا کر محبت سے دیکھنے والا بھی اس کا نہیں ہوسکتا۔ جانے کچھ دیر پہلے وہ کیوں اور کیسے سوچ رہی تھی کہ محبت کا حاصل محض محبوب کی محبت پا لینا ہے اگر ایسا ہوتا تو حیدر کو ارم کے حوالے سے سوچنا اتنا تکلیف دہ نہ ہوتا ایک مسکراہٹ کافی تھی تو محض منگنی کا سن کر اندر اس خالی خالی پن کا پیدا ہونا غلط تھا اور یہ آنسو اس نے گھبرا کر اپنی پلکوں کو پوروں سے چھوا وہ رو رہی تھی اور مسلسل روئے جا رہی تھی۔
جانے یہ کیسی برسات تھی کیا وہ حیدر کے رویے پر رو رہی تھی یا ارم سے اس کی منگنی کا سن کر یا پھر وہ پہلا قدم جو آج پہلی بار اٹھتے ہوئے رہ گیا تھا وہ قدم جو شاید اب واپس کھینچنا پڑ جائے..... شاید نہیں یقیناً بالآخر کافی دیر بعد ایک نتیجے پر پہنچتے ثمن نے اپنی آنکھیں صاف کر کے عزم سے کچھ سوچا۔
اللہ کا لاکھ شکر ہے کہ آج وہ اٹھا قدم آگے بڑھ نہیں پایا۔ اب اسے ہمیشہ کے لیے خود کو پیچھے ہٹانا تھا۔ آنکھوں کا گناہ اُسے بری تباہی کی طرف لے جا رہا تھا۔ تو یعنی جسے وہ اتنی سی بات سمجھ رہی تھی وہ ہرگز اتنی سی نہیں تھی برائی کا منبع، ماخذ، بنیاد یہی آنکھیں ہی تو ہیں اور یہی آنکھیں ہیں جنہوں نے حیدر کو اس کی جانب متوجہ کرنے میں اپنا کردار ادا کیا تھا۔ اُس روز بس میں اگر وہ اپنی نگاہوں کو بھٹکنے سے روک لیتی تو کیوں وہ بے چارا مائل بہ کرم ہوتا آج اگر وہ ثمن کے حوالے سے چار لوگوں میں فخر سے اس کی پسندیدگی کا ذکر کرتا ہے تو یہ مان سوائے ثمن کی آنکھوں کے اور کس نے دیا تھا۔
ہاں محبت سوائے ایک کاغذ کی کشتی کے کچھ نہیں آنکھوں کی گستاخیوں نے جسے طوفان کے حوالے کرتے سوائے ڈبونے کے کچھ نہیں دیا تھا اور بس۔ اس نے ایک جذب سے اپنی آنکھیں صاف کیں۔
"بس یہیں تک تھی اِس نادان دل کی زور آزمائی اب میں اس کی ایک نہیں سنوں گی ہرگز اپنے دل کے آگے شکست تسلیم نہیں کروں گی اور کسی کو اتنی جرأت نہیں دوں گی کہ وہ میری ذات کو نشانہ بنائے۔"
اور حیدر اس نام کے آتے ہی دل لمحے کو ڈانواں ڈول ہوا عجیب سمجھ نہ آنے والی ہوک سی اٹھی اندر کہیں پہلی مرتبہ حیدر کے نام سے دل میں درد سا اٹھتا محسوس کیا۔ وہ درد جو شاید ارم سے

اس کے منسوب ہونے پر اٹھا تھا شاید حیدر کے بے احتیاط رویے پر شاید خود کو محبت کے حصار سے باہر نکال لانے کے عہد پر ہمیشہ کے لیے اُن سحر خیز آنکھوں میں دیکھنے سے خود کو باز رکھنے پر "درد" بہرحال اب اُس نے اپنا مقدر بنالیا تھا مقدر۔ جس کی بانٹ کے آگے ثمن کی کھلی ہتھیلی خالی رہ گئی تھی' اس کی چاہت اس کی دعا کو کسی اور کے دامن میں ڈال دیا گیا تھا۔ نصیب سے بڑھ کر کبھی کسی کو کچھ نہیں ملتا حیدر اس کا نصیب نہیں تھا اور فی الحال یہاں تک کے سفر میں ایک یہی سچ تھا جس کا خوب کڑے دل سے ثمن کو سامنا تھا اور وہ تیار تھی اِس سامنے کے لیے اور کاش کہ یہ سچ بس اتنا ہی ہوتا کہ حیدر اس کا نصیب نہیں تھا لیکن بات اتنی معمولی اتنی سادہ نہ تھی جتنی بظاہر دکھائی دے رہی تھی۔

ثمن نے اپنے دل کی نفی کرتے دماغ سے دوستی کرلی۔ آنے والے دِنوں میں دو اتفاقات نے اُسے حیدر سے ٹکرایا لیکن وہ دِنوں مرتبہ ثابت قدم رہتے نگاہ چُرا کر اپنے راستے چل دی تھی۔ باتیں' ملاقاتیں اور وعدے تو بیچ میں تھے نہیں' حیدر اِس خاموش گریز سے معلوم نہیں کیا اخذ کرتا خاموش دل ونگاہ لیے حسب معمول اپنی راہ مُڑ گیا۔

ایم اے اکنامکس کا فائنل ایر آ گیا تھا۔ وہ سنجیدگی سے اپنی اسٹڈیز میں مصروف ہوگئی تھی۔ آٹھ دس ماہ پہلے دل کے دروازے کھڑکیوں نے یک لخت کھل کر جس غبار کو اپنے اندر سمیٹا تھا وہ اب دھیرے دھیرے بیٹھنے لگا تھا۔ وہ خوش تھی کہ سب کچھ معمول پر آ رہا تھا۔ ایک بس خود کو ذرا سا وقت دینے کی ضرورت ہوتی ہے محض اتنا وقت جتنا اٹھتے جھاگ کو تہہ میں بیٹھ جانے پر لگتا ہے جذبات بھی جھاگ سا اُبال رکھتے ہیں وقت کا بہاؤ اِن جذبات کو جھاگ سا بٹھاتے ہمیں اپنی روٹین میں واپس سیٹ کردیتا ہے۔ درد کی شدت میں بلامبالغہ کمی آئی تھی اور وہ سکون سا محسوس کرتے اپنے روز وشب کو ایک اپنی دُنیا تک محدود رکھنے میں کوشاں تھی۔

عالیہ آپی لائبہ کے ساتھ اس بار کچھ زیادہ دن کے لیے میکے آئی ہوئی تھیں۔ احسن بھائی کسی کام سے اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔ لہٰذا آپی قدرے زیادہ آرام سے یہاں رہی تھیں۔ اپنے گھر کی مصروفیت میں شاید ان کے لیے دوستوں کو ٹائم دینا مشکل تھا۔ یہاں وہ کبھی کسی سہیلی سے فون پر لمبی باتیں کرتی پائی جاتیں تو کبھی کسی سہیلی سے ملنے چلی جاتیں ثمن کے ساتھ ایک دو مرتبہ مارکیٹ بھی ہو آئی تھیں شاپنگ کرنے کے لیے۔

اُس روز ثمن یونیورسٹی سے واپس آئی تو عالیہ آپی کے ساتھ سعدیہ باجی کو بیٹھے دیکھا۔ فوری طور پر ایک عجیب سے احساس نے گھیرا میلاد شریف کے بعد وہ پہلی مرتبہ اُن سے مل رہی تھی وہ حیدر کی بھابی ہونے کے علاوہ اِرم کی بہن بھی تھیں اب اگر اِرم اِس بات سے واقف تھی کہ حیدر اور ثمن کے بیچ کسی پسندیدگی وغیرہ کا معاملہ تھا تو یقیناً سعدیہ باجی بھی یہ بات جانتی ہوں گی اور ثمن کو اب ایسی تمام باتوں کو سوچتے سخت ندامت سی گھیر لیتی تھی۔ کچھ دیر تک عام انداز میں رسمی گفتگو کرتے وہ اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کپڑے چینج کرکے امی کے پاس آئی تو وہ اکیلی کچن میں مصروف تھیں۔

"سعیدہ خالہ (کام والی) نہیں آئی امی؟" وہ ان کا اہتمام دیکھ کر خود ہی پلیٹوں وغیرہ کو ترتیب سے ٹرے میں رکھنے لگی۔

"کہہ رہی تھی شام کو گھر میں مہمانوں نے آنا ہے۔ بہت کام کرنے ہیں۔"

"یونہی بہانے کرتی ہے امی آپ کہتی ناں کہ ہمارے ہاں بھی تو مہمان آئے ہیں۔ یہاں کے کام کون دیکھے گا۔"

"ارے نہیں بھئی آج واقعی اس کی بڑی بیٹی کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آرہے ہیں۔ سچ مچ کام تھا بے چاری کو۔" امی سدا کی رحم دل تھک ہار کر بھی کام والی کی سائیڈ لے رہی تھیں۔ ثمن نے تاسف سے سر ہلایا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ آپ اب آرام کریں میں یہ کباب تل کر خود ہی آپی کو دے آؤں گی۔" اُس نے زبردستی امی سے کفگیر لیا تو وہ بھی بنا بحث میں پڑے کام چھوڑ کر اندر چل دیں شاید واقعی تھکاوٹ محسوس کررہی تھیں۔ اُن کے جانے کے بعد ثمن نے باقی کے کام نمٹا کر خود ہی قرینے سے ٹرالی سجائی اور بہت احتیاط کے ساتھ نہایت آہستہ روی سے ٹرالی کچن سے نکالتے وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھی کچن سے ڈرائنگ روم کے بیچ چھوٹا سا لاؤنج پڑتا تھا گھر میں اس وقت بہت خاموشی تھی اس لیے ڈرائنگ روم سے آتی آوازیں دُور تک اور بہت واضح طور پر سنائی دے رہی تھیں' ثمن کے کانوں میں پڑتی آواز سعدیہ باجی کی تھی اور ان کے لبوں پہ حیدر کا نام تھا۔ ثمن کے قدم غیر اختیاری کچھ اور سُست ہوئے۔

"تم سچ کہتی تھیں عالی میں تو اول نمبر کی ڈفر ہوں تم نہ احساس دلاتیں تو اتنا اچھا رشتہ خود اپنے ہاتھوں گنوا بیٹھتی اور ایک

وہ اِرم ہے احمق کہیں کی کب سے حیدر کو دل میں بسائے بیٹھی تھی اتنا نہیں ہوا بہن کو دل کا حال ہی بتادے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" عالیہ آپی کی دبی دبی آواز میں موضوع کو ٹالنے والا انداز تھا جیسے سعدیہ کے یہاں اس ٹاپک کو چھیڑنے پر وہ بے چینی محسوس کررہی ہوں۔ ثمن نے بجائے آگے بڑھنے کے قدم وہیں روک لیے اگر ایک بار وہ ڈرائنگ روم تک پہنچ جاتی تو سعدیہ بھی اسے دیکھتے چپ ہوجاتی اور جتنا ثمن نے اس ایک جملے سے اخذ کیا تھا وہ جھٹکا دینے کے لیے کچھ کم نہ تھا۔

"تم جیسی دوست بہت کم ہوتی ہیں عالی۔" سعدیہ کا لہجہ تشکر سے چُور تھا۔ "ایسے موقع پر جبکہ تم اپنی بہن کے لیے آسانی سے راہ ہموار کرسکتی تھیں تم نے مجھے اِرم کے رشتے کا مشورہ دیا حالانکہ جب مجھے حیدر کے رجحان کا پتہ چلا تو یاد ہے میں نے تم سے خود کہا تھا کہ ہم ثمن کا حیدر سے رشتہ کرواتے ہیں بڑا مزا آئے گا۔ ہماری دوستی رشتے داری میں بدل جائے گی۔"

عالیہ سے بڑے دنوں بعد کی ملاقات نے سعدیہ کے اندر خوب جوش بھر رکھا تھا وہ ارد گرد سے بے نیاز اپنی ہانکے جارہی تھی شاید اس کا واقعی یہی خیال تھا کہ عالیہ نے اِرم کا رشتہ حیدر سے اس کی محبت اور دوستی کی مثال قائم کرنے کے لیے کروایا ہے اور عالیہ تو تھی ہی ایسی باتوں اور دلیلوں سے لوگوں اور حالات کو اپنے حق میں کرلینے والی سعدیہ کی اونچی آواز اور لاپروائی یہ بھی جتاتی تھی کہ اس کے نزدیک ان ساری باتوں کا ثمن کو بھی علم ہوگا عالیہ نے حیدر کے لیے اِرم کی تجویز سال بھر پہلے دی ہی کچھ اس انداز میں ہوگی کہ سعدیہ کو اس کے لب و لہجے میں بہن کے لیے جیلسی کا شائبہ تک نہیں ہوا ہوگا اور یہ بات تو ایک ثمن ہی سمجھ پا رہی تھی کہ سال بھر پہلے جو کچھ عالیہ آپی نے انجام دیا تھا اس کے پیچھے کون سی نیت اور کیسا جذبہ کارفرما تھا۔ وہیں کھڑے کھڑے ثمن کی آنکھوں کے آگے آپی کی پانچ سالہ ازدواجی زندگی کا نقشہ پھر گیا۔ گزرے پانچ سالوں کے دوران عالیہ کے میکے میں گھر کی بنیادوں تک میں یہ ایک جملہ سرایت کرگیا تھا کہ "میرے لیے یہی ملا تھا" بہت ہی ڈیشنگ اور ہینڈسم سے نعمان بھائی کو بچپن سے دل میں بسائے وہ کالج کے دوسرے سال میں پہنچی کہ ابو کو اس کے لیے احسن بھائی پسند آگئے۔ عالیہ نے سُنا تو خوب واویلا مچایا کہ وہ ہرگز ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی اور وہ بھی نعمان کے علاوہ کسی اور سے...... کسی قیمت پر نہیں امی نے جب اس کے ضدی رجحان کو محسوس کیا تو نہ صرف شوہر سے بلکہ دبے دبے لفظوں میں بھائی اور بھابی سے بھی ذکر کردیا۔ نعمان ان کا سگا بھتیجا تھا سوچا اگر وہ لوگ بھی عالیہ کی چاہ رکھتے ہیں تو کیا ضرورت ہے بلاوجہ بیٹی کو غیروں میں دینے کی بھائی اور بھابی بھی بظاہر تو رضامند دکھائی دیے لیکن چونکہ نعمان اور عالیہ ہم عمر تھے تو نعمان اس لحاظ سے ابھی کالج کا اسٹوڈنٹ ہی تھا۔ منگنی یا رشتہ تو ایسی صورت میں کیا جاسکتا تھا پر شادی نہیں اور اِدھر عالیہ کے ابو کو جانے کیوں جلدی بیٹیاں رخصت کرنے کی دُھن سوار ہوگئی تھی۔ احسن کمپیوٹر انجینئر تھا۔ گھرانا بہت شریف اور ویل ایجوکیٹڈ تھا پھر وہ لوگ عالیہ کو نہ صرف پسند کرچکے تھے بلکہ روز کے حساب سے لگاتار آنا جانا رکھے ہوئے تھے۔ نذیر صاحب نے جلد ہی انہیں ہاں کی صورت جواب دے دیا اور عالیہ، نعمان رضا کی یادوں سے دامن چھڑوا کر انتہائی قبول صورت اور پختہ عمر احسن بھائی کے سنگ رخصت ہونے پر مجبور ہوگئی تھیں۔ وہ احسن بھائی جن کی محبت کا رنگ گزرے پانچ سالوں کے دوران کہیں عالیہ کے انداز واطوار پہ چڑھا دکھائی نہیں دیا تھا۔ گھر کی معمولی سے معمولی رنجش پر بھی پتھر مارنے کے انداز میں وہ یہ جملہ میکے والوں کو کہنا نہ بھولتی کہ "یہی ملا تھا میرے لیے۔"

عالیہ باجی جو اندرونی طور پہ نجانے کیسی پیچیدہ نفسیاتی الجھنوں کا شکار تھیں ہرگز اِس حقیقت کا سامنا کرنے کو تیار نہ تھیں کہ چھوٹی بہن کی زندگی میں کوئی ہینڈسم، خوب صورت لڑکا جیون ساتھی بن کر آئے بالخصوص جو اس کی بہن کی محبت بھی ہو یعنی اس کی اپنی زندگی جن دو بڑی نعمتوں سے محرومی میں کٹ رہی تھی وہ دونوں ہی اس کی بہن کو حاصل ہوجائیں، ایسا وہ اپنے جیتے جی تو ہونے نہیں دے سکتی تھی۔

اندر کمرے میں ابھی تک سعدیہ اور عالیہ کی گفتگو کا موضوع اِرم ہی تھی۔ ثمن جب دھواں دھواں چہرہ لیے اندر داخل ہوئی تو عالیہ نے چونک کر اس کے چہرے کے تاثرات کو جانچا اور سچ تو یہ ہے کہ ثمن اس لمحے اپنی فیلنگز کو عالیہ آپی سے چھپانے کے موڈ میں قطعاً نہ تھی نہایت سنجیدہ سپاٹ چہرہ لیے وہ کھانے پینے کا سامان سرو کرکے اسی خاموشی سے واپس نکل گئی تھی۔ عالیہ کو شک ہی نہیں یقین ہوگیا تھا کہ ثمن نے سعدیہ کی باتیں سُن لی تھیں تبھی رات کو خود ہی شاید وضاحت دینے کے انداز میں اس موضوع پر گفتگو کرنے لگیں۔

"پتہ نہیں سعدیہ کو کیوں ایسا لگتا ہے کہ اِرم کا حیدر سے رشتہ کرنے کی تجویز میں نے اُسے دی تھی لیکن مجھے تو کوئی ایسی بات یاد نہیں۔" ثمن اُن کی وضاحت کے جواب میں چپ چاپ لائبریری سے کھیلتے باہر نکل گئی۔ وہ اِس موضوع پر اب کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔ خصوصاً عالیہ کے منہ سے تو بالکل بھی نہیں۔

ہاں یہ خیال اب تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ دل میں دن بہ دن اور شدت سے جاگزیں ہوتا جا رہا تھا کہ حیدر کو اس کے نصیب نے نہیں بلکہ اس کی بہن نے اس سے چھینا ہے۔

دِل اندر سے بجھ جائے تو زندگی میں واپس لوٹنے کے لیے دوبارہ سے اُٹھ کھڑا ہونے کے لیے کسی نئے سہارے کی بیساکھی کی مدد لینی پڑتی ہے۔ نئے سہاروں کی ثمن اپنے دل اپنی زندگی میں گنجائش نہ پاتے ہوئے خود کو مصروف رکھنے کی بیساکھیوں پہ اُٹھ کھڑے ہوتے ایم اے اکنامکس کے بعد ایم فِل کا ارادہ کرتے ایک بار پھر پڑھائی میں مصروف ہوگئی۔ حیدر کے بارے میں سننے میں آیا کہ اس کی کسی اچھے بینک میں منیجر کی جاب ہوگئی تھی۔ عالیہ آپی آج بھی پوری ڈھٹائی سے ہنس ہنس کر اسے حیدر کی خبریں دیا کرتیں لیکن وہ خود اب آس پاس کے منظر سے دُور نکل گیا تھا۔ جاب کے سلسلے میں اب وہ لاہور میں رہائش پذیر تھا۔ وہ جو دِنوں اور ہفتوں کے دورانیے میں کہیں نہ کہیں دکھائی دے جاتا تھا دو برس ہوئے اب کہیں نظر نہ آیا تھا۔ جاب کے دو سال بعد اس کی شادی کی اطلاع ملی عالیہ آپی نے خوب جوش و خروش سے شادی میں شرکت کی ثمن کو ساتھ چلنے کی آفر بھی کی پر وہ بس انہیں خاموش نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔ عالیہ جیسے لوگوں سے کچھ بھی کہنا بے کار تھا۔

حیدر شاید اِرم کو بھی اپنے ساتھ لاہور لے گیا تھا کیونکہ سات سالوں میں حیدر اسے پھر کبھی دکھائی نہیں دیا تھا اور وہ خود اِس دوران ایم فِل کر کے ایک پرائیویٹ کالج میں لیکچرر شپ کرنے لگی ابو جی کے بعد گھر کی پوری ذمہ داری عدیل بھیا کے ہاتھوں میں آگئی تھی۔ ابو جتنے بیٹیوں کی شادی کے معاملے میں عجلت پسند تھے۔ عدیل بھیا اتنے ہی وہمی اور غیر مطمئن دکھائی دیتے سات برسوں میں جانے ثمن کے کتنے رشتے انہوں نے محض اپنی تسلی نہ ہونے کی وجہ سے ٹھکرا دیئے تھے۔ گزرے سات برسوں میں عالیہ آپی اور اس کی امی کا فیورٹ موضوع ثمن کی شادی تھی جو کہ اٹھائیس برس کی عمر تک پہنچ جانے پر بھی بہر حال اپنے گھر نہ پہنچ سکی تھی۔

"مجھے تو لگتا ہے امی عدیل بھی راضی ہو ہی جاتا ہوگا کسی نہ کسی رشتے پر لیکن یہ اپنی ثمن ہی بھیا کے کان میں اعتراضات پھونک کر انکار کر دیتی ہے۔" عالیہ نے اپنا کچا پکا اندازہ پورے یقین سے امی تک پہنچایا۔

"ارے نہیں...... نہیں۔" امی نے فوراً مخالفت کی۔ "کون لڑکی نہیں چاہے گی کہ وقت پر اچھا جیون ساتھی نہ ملے میں تو بلکہ اس بے چاری کو تسبیحات اور وظائف بھی پڑھنے کو بتاؤں تو چپ چاپ کہنا مان کر پڑھ لیتی ہے۔"

"ہاں پر مجھے تو لگتا ہے وہ ابھی تک حیدر کو بھول نہیں پائی۔"

"چپ رہو پگلی۔" امی نے بازو پہ ہاتھ مار کر آہستہ سے سرزنش کی کیونکہ عدیل اندر آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔

"کون حیدر؟" عدیل شرٹ کے کف لنکس بند کرتا کمرے سے باہر نکلا تو ماتھے پہ ایک ساتھ کئی بل پڑے تھے۔ امی کی سانسیں بڑی شدت سے اوپر نیچے ہوئی تھیں مائیں تو اولاد کی اوٹ اس کا پردہ ہوتی ہیں پھر بیٹی بھی ایسی معصوم سعادت مند انہیں عالیہ کی بے احتیاطی اُس لمحے بُری طرح کھٹکی تھی؛ جبکہ عالیہ جھینپ کر ہنس دی۔

"کچھ نہیں عدیل ویسے ہی ایک بات کر رہے تھے۔"

"کہیں وہ ایوب انکل کا بیٹا حیدر عباس تو نہیں۔" وہ اب مشکوک نظروں سے امی کو دیکھ رہا تھا۔ امی نے گھبرا کر نفی میں سر ہلایا عدیل نے نہ صرف سُن لیا تھا بلکہ اب وہ سر پر کھڑا کڑی تفتیش بھی کر رہا تھا۔ کچن میں چائے پکاتی ثمن کا بھی کام کرتے ہاتھ رُکا بھیا کے لہجے کی انہونی اُسے دروازے تک کھینچ لائی تھی۔

"یونہی کم عمری کی پسندیدگی کا معاملہ تھا کوئی سنجیدہ بات تھوڑی تھی۔" عالیہ نے لاپروا انداز اپناتے بہرحال پیغام عدیل تک پہنچا دیا جیسا کہ وہ چاہ رہی تھی۔ اِس بار وہ بھی بنا کچھ کہے واپس پلٹ گیا۔

"بھانڈ جیسا گلا پھاڑنا ضروری تھا۔" تنبیہی نظروں سے عالیہ کو دیکھتے اُن کی نگاہ کندھے کے پیچھے سے دکھائی دیتی ثمن پر گئی جو خاموشی سے واپس پلٹ گئی تھی۔

"جانے یہ آنکھ کا داغ کبھی پیچھا بھی چھوڑے گا میرا۔" ہمیشہ کی طرح آج بھی آہ کھینچتے اُسے اپنی نگاہوں کا گناہ کھٹکا اور محبت......؟

ٹھہر گئی ہے محبت کہاں کہ مُدت سے



onlinemagazinepk.com/recipes

aanchal.com.pk

رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ

ماہنامہ

نئے اُفق کراچی

تازہ شمارہ شائع

ہوگیا ہے

مارچ 2018ء کے شمارے کی ایک جھلک

ناقابل تسخیر: ہسپانیہ خوابوں کی سرزمین، جہاں ہوائیں ساز بجاتی ہیں فضا پھولوں کی خوشبو سے معطر رہتی ہے وہی ہسپانیہ دنیا میں بل فائٹنگ جیسے خونی کھیل کے حوالے سے بھی مشہور ہے جہاں کے لوگ بل مقابلے میں مارا جائے تو بھی جشن مناتے ہیں اور فائٹر جان سے جائے تب بھی خوشی کے شادیانے بجاتے ہیں۔ ایک خونی دنگل کی روداد جسے پڑھتے ہوئے آپ وقت کا احساس کھودیں گے۔

چاچو سی آئی ڈی: وادی کشمیر کے پس منظر میں ایک ہنستی مسکراتی تحریر چھوٹے خان موٹے خان کی ایک پر مزاح مہم جو آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دے گی۔ اداس لمحوں کے لیے اکسیر، ایک دلچسپ تحریر

آتش عشق: جذبات میں کیے جانے والے فیصلے کیا گل کھلاتے ہیں اس کے بارے میں کوئی سوچ لے تو کبھی انجان راہوں پر سفر نہ کرے۔ رانگ نمبر سے شروع ہونے والی محبت کا فسانہ

سیریل کلر: ایک سیلز مین کا فسانہ، وہ اپنے طور پر قانون کی مدد کرنا چاہتا تھا لیکن جب حقیقت سامنے آئی تو...... ایک دلچسپ مغربی کہانی کی تلخیص جو یقیناً آپ کو پسند آئے گی۔

ٹوٹی چوڑیاں: اس کی کسی سے دشمنی نہیں تھی وہ اپنا گھر بسانے اور نئی زندگی کی شروعات کرنے گاؤں آیا تھا کہ قتل ہوگیا۔ معروف انسپکٹر خالد کی ڈائری کا ایک ورق

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

نہ ابتدا کی طرح ہے نہ انتہا کی طرح

☆☆☆......☆☆☆

ایک گھنٹے کا سفر کٹ چکا تھا۔ وہ بھیا کے جانے کے بعد بھی کھڑکی والی سائیڈ پر ہی بیٹھی رہی ایک طرح سے حیدر کی نگاہوں سے چھپ کر حالانکہ ساتھ والی سیٹ سفر شروع ہونے کے بعد بھی خالی ہی رہی تھی۔ بس میں مسافر اچھے خاصے تھے لیکن بہرحال بالکل بھری ہوئی نہیں تھی ڈرائیور نے بس روکی تو ثمن نے باہر دیکھا وہ قیام و طعام کا ایک اسٹاپ تھا۔ بس رُکنے پر مسافر نیچے اُترنا شروع ہوئے حیدر باوجود آگے ہونے کے اپنی سیٹ پر بیٹھا رہا اور اب بس کے تقریباً خالی ہو جانے پر جگہ سے اُٹھا اور اُٹھ کر مُڑتے ہی پہلی نظر ثمن پر ڈالی وہ جو اُسے اٹھتا دیکھ کر فوراً نظر چُرا گئی تھی۔ حیدر ہلکا سا مسکرا کر نیچے اتر گیا۔ ثمن اس کی مبہم ہنسی البتہ نہیں دیکھ پائی تھی۔ وہ خود بھی نیچے جانا چاہتی تھی اور مسافروں کے اتر جانے کا ہی انتظار کر رہی تھی۔

حیدر کے اترنے پر کچھ دیر تو بلاوجہ مخمصے میں بیٹھی سوچتی رہی کہ جائے یا نہیں پھر چائے لینے کے خیال سے اتر ہی گئی کہ سر میں درد ہو رہا تھا اور وہ سر درد میں ہمیشہ ہی بجائے ٹیبلٹ لینے کے چائے پی لیا کرتی تھی۔

نیچے اترنے پر حیدر کہیں دکھائی نہیں دیا۔ وہ کینٹین میں آ کر چائے پینے لگی۔ تب بھی وہ دکھائی نہیں دیا مسافر اب آہستہ آہستہ بس میں سوار ہو رہے تھے۔ گرم چائے کا کپ اور اپنا ہینڈ بیگ سنبھالتے وہ باہر آئی تو ان کی بس کے سامنے ایک اور بس آ کر ٹھہر گئی تھی اُسے ذرا سا دائیں جانب سے گھوم کر اپنی بس تک پہنچنا تھا اور اب وہ دوسری بس کی اوٹ سے آگے بڑھ رہی تھی جب پیچھے سے ایک آواز نے اس کے قدم روک لیے تھے۔

”ایکسکیوزمی۔“ وہ چونک کر پلٹی تو سامنے دکھائی کوئی نہیں دیا البتہ کوئی شخص نیچے جھکا ہوا تھا اور دوسری نظر میں وہ پہچان گئی کہ حیدر ہی تھا جو اب اوپر سیدھا اُٹھ کھڑے ہوتے سپاٹ سنجیدہ لہجے میں ایک پیپر اس کی جانب بڑھا رہا تھا۔

”شاید آپ کے بیگ سے گرا ہے۔“

”ہیں؟“ وہ گڑبڑا کر اپنے کندھے سے لٹکے ہینڈ بیگ کو دیکھ رہی تھی جب وہ پیپر حیدر اس کے ہاتھ میں تھما کر آگے بڑھ گیا۔ ثمن اپنے دل کی بے ہنگم دھک دھک سے نبرد آزما پیپر کو دیکھنے لگی اور...... اوہ۔ چہرہ جذبات کی حرارت سے لو دینے لگا دل کی پکڑ دھکڑ بجائے قابو میں آنے کے کچھ اور شدت پکڑ گئی پیپر پہ ایک موبائل نمبر لکھا ہوا تھا۔ شک کی گنجائش نہ تھی کہ وہ نمبر حیدر کا تھا جو وہ رابطے کے لیے اُسے دے رہا تھا۔ وہ پیپر کو مٹھی میں دبائے بس میں آئی تو حیدر اپنی جگہ پر موجود تھا۔ وہ بِنا نظریں چار کیے تیزی سے اپنی سیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

چائے کا کپ سامنے ہولڈر میں پھنساتے وہ سیٹ کی پشت سے سر لگائے سختی سے آنکھیں بھینچے بیٹھی تھی۔ حیدر نے ایسا کیوں کیا اور وہ...... وہ اب کیا کرے۔ حیدر کا نمبر سات آٹھ برس پہلے جس کا حصول ثمن کی نیندیں تک اُڑا دیتا تھا آج اس کی مٹھی میں قید تھا وہ نمبر جو اب اس کے کسی کام کا نہیں تھا۔ ایک راستہ جس نے برسوں ہوئے ثمن کے قدموں کی چاپ نہیں سنی تھی نمبر اگر راستہ ہوا کرتے ہیں تو وہ شاہراہ آج ایک بار پھر ثمن کی نظروں کے سامنے کھلی تھی؛ وہ پلکیں جھپک جھپک کر آگے دیکھنے کی کوشش کرتی اور سات برسوں کی دُھند میں لپٹے اُس راستے کے پار دیکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ کُہر کی دبیز تہہ میں کئی بنتی بگڑتی شکلیں اس کی راہ روکے کھڑی تھیں اور ثمن کا اٹھتا قدم جیسے کسی بھاری زنجیر میں اُلجھا آگے نہ بڑھ پاتا...... وہ اپنا قدم اُٹھائے کہر کی اس چادر کو چاک کر دینا چاہتی تھی پر وہ بنتی بگڑتی شکلیں اُسے روک رہی تھیں، پیچھے دھکیلنے پر مجبور کرتی ہر شکل ہر آواز ایک تنبیہ تھی اُسے آگے بڑھنے سے روکنے کی اور وہ ان شکلوں، آوازوں اور برسوں کی چھائی دُھند سے بے نیاز اپنے زنجیر میں جکڑے قدم کو دیکھ رہی تھی۔ وہ قدم جسے سات برس پہلے اس نے اپنی دانست میں پیچھے کھینچ لیا تھا، وہ تو آج بھی وہیں اُٹھا رہ گیا تھا، وہ پیچھے ہٹا ہی کب تھا، ایک موہوم سی اُمید اور توقع کی آس نے کبھی اُسے پیچھے ہٹنے ہی نہیں دیا تھا وقت کو کھینچ کر آگے بڑھتے جانا تو ایک مجبوری تھی پر یہ دِل اس کی راہوں کو وقت سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔

دل اور وقت متوازی چلتی دو سڑکیں ہیں، وقت کی باگوں کو تھامے یہ ظاہری وجود بِنا رُکے اور مُڑے آگے ہی آگے سرپٹ دوڑتا چلا جاتا ہے اور کچے راستوں پر سست روی سے وقت کی چال پہ مسکراتا معصوم دِل بِنا ہار مانے تھکے ایک دن کچھوے سا سامنے سے آپ کو آلیتا ہے ایسے کہ وقت کا سارا انتظام یک لخت ایڑ لگانے پر لڈو کی بساط سا پورا پیچھے کو اُلٹ جاتا ہے۔

ثمن آنکھیں پھیلائے سینے پر ہاتھ باندھے ثابت قدمی کی مسکراہٹ لبوں پر جمائے اپنے پُرسکون دل کو دیکھ رہی تھی؛ یونیورسٹی بس سے شروع ہونے والا نگاہوں کا سفر سات سال

بعد ایک بار پھر اُسے بس میں کھینچ لایا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے یونی کی بس میں رواں دواں وہ آج بھی اُسی پہلے سفر میں ہیں گھمر کی چادر اپنے آپ سمٹ گئی راستہ رکتی بنتی بگڑتی بھی شکلیں دُھند اپنے ساتھ لپیٹ لے گئی محبت کی خوشبو سے معطر اس ماحول میں پھر دو نادان دِل باقی رہ گئے تھے اور بھٹکتی ہواؤں کی اِس بغاوت بھری نادانی میں عقل و دانائی نہ دکھائی دیتی ہے نہ کہیں سجھائی' کچے راستوں کی دُھول میں وہ برہنہ پا سرپٹ دوڑنے کو تیار تھی۔ جب نظر اپنی بند مٹھی پر پڑی۔ پسینے سے تر اُس نم ہتھیلی پہ دھرا نیلی روشنائی سے لکھا نمبر گیلے کاغذ پہ پھیل کر آپس میں گڈمڈ ہو رہا تھا کچھ سیکنڈز جاتے کہ ہندسوں کی پہچان بھی مشکل ہو جاتی ثمن نے گھبرا کر اپنا سیل فون نکالتے جلدی جلدی نمبر کو محفوظ کیا اور نمبر محفوظ کرنے کے بعد ہی سوچنے کی نوبت آئی کہ یہ قیمتی متاع وہ اب کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتی تھی۔

ایک پوری عمر کمال ضبط و استقامت سے دل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کسی قدر غرور رعونت سے گردن تانے اپنی قوتِ برداشت و طاقت کو آپ ہی داد طلب نظروں سے تکتے گزر جاتی ہے' ایسے میں اپنی ستائش کو الفاظ ہی حاصل نہیں ہوتے' درد کو مات دینا آسان نہیں پر جب آپ ایسا کر چکیں تو اپنی تعریف کو دوا جیسا اپنے درد کے خلاف استعمال کرتے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ ثمن رُباب نے زندگی میں جتنا کچھ کھویا تھا' اس سے کہیں زیادہ اسے اپنے متعلق کھوجنے کو ملا تھا' ابھی تک وہ اپنے متعلق فرض کیے گمانوں میں رچی بسی اپنی متعین کردہ حدود سے ایک انچ بھی یہاں وہاں ہونے کی حالت میں نہ تھی اور یہ قصہ کچھ دس منٹ پہلے تک کا تھا۔ بھیگی ہتھیلی میں دبا وہ نیا راستہ حقیقت سے خواب و خیال کی کھڑکی کا ٹاپ جانے جیسا تھا' وہ کھڑکی سے کود جانا چاہتی تھی پیروں تلے کسی جادوئی قالین کو محسوس کرتے اُن دیکھی انجان دنیاؤں کے سفر کی طرف پر ابھی شاید ہار ماننے میں کچھ شرم...... کچھ دِقت مانع تھی۔

موبائل کے اِن باکس میں سے اُس نے جس ایک فارورڈ میسج کا انتخاب کیا تھا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک قول تھا سبق آموز نصیحت پکڑنے والا۔ ہدایت کی راہ دکھاتا۔

"اپنے نفس کو لذت سے روکنے والا اس کا مالک اور اُسے بے لگام چھوڑنے والا ہلاکت میں ہے۔" ایک بار پھر سے پڑھ کر ثمن نے میسج اس نمبر پہ بھیج دیا۔ وہ نصیحت جس پہ دراصل اُسے خود عمل کرنا چاہیے تھا جانے کیا سوچ کر وہ حیدر کو اس سوچ و بچار پہ لگا رہی تھی۔ اقوال و ارشادات ہماری سوچ کے در وا کرنے کے لیے ہوتے ہیں نہ کہ موقع محل کی مناسبت سے استعمال کرنے کی چیز' حیدر کے نمبر پہ پیغام بھیج کر اپنا نمبر اس تک پہنچا کر ہار تو وہ تسلیم کر ہی چکی تھی لیکن اس ہار کو مان لینے میں کڑی دقت کا سامنا تھا۔ نصیحت بھرا قول ایک ڈھال تھا جس کی آڑ میں وہ اپنی کمزوری چھپانا چاہ رہی تھی۔

حیدر کا چہرہ بائیں سائیڈ سے اب ثمن کے سامنے تھا کہ جب وہ گھبرائی چائے لیے اپنی سیٹ پر واپس پہنچی تھی تو بجائے کھڑکی والی سائیڈ تک جانے کے وہیں ڈھیر ہوئی تھی اور سچ تو یہ تھا کہ اب اُس میں ہمت ہی نہ تھی اس حسین جادوگر کو آنکھوں سے اوجھل کرنے کی۔ میسج پڑھ کر حیدر کے لبوں پر ہلکی سی ہنسی آئی۔ ذرا سا گردن موڑ کر اس نے جانے کیسی نظروں سے ثمن کو دیکھا تھا وہ سمجھ نہیں پائی۔

"آج بھی اتنی ہی ڈرپوک ہو...... توبہ ہے۔" میسج کا جواب فوراً ہی ملا تھا۔ ثمن نے زبردستی مسکراہٹ دبائی۔

"بہادری کو میں بے وقوفی سمجھتی ہوں۔" جواب دینا گویا فرض تھا۔

"بہادری شخصیت کا حُسن اس کی شان ہے۔ تم اسے بے وقوفی سمجھتی ہو کمال ہے؟" فوراً ہی جواب آیا۔

"تو آپ نے کب دکھائی بہادری؟" یہ شاید چڑانے کی کوشش تھی' پر وہ متحمل رہا۔

"بہادری ہر وقت اور ہر جگہ اچھی نہیں لگتی اس کے کچھ خاص مواقع ہوتے ہیں۔ ویسے میں بہادر ہوں اور یہ دعویٰ ہے۔"

"اچھا...... ویسے کیا ہوتا ہے وہ خاص موقع؟" اب وہ لب کھول کے ہنسی تھی۔ ایک ہاتھ بڑھا کر نیم گرم چائے کا کپ بھی ہولڈر سے نکال کر لبوں سے لگایا تھا' ماحول کے کچھ دیر قبل والے تناؤ میں کشادگی اور پھیلاؤ سا محسوس ہونے لگا تھا وجود جیسے جھیل پہ تیرتے کنول کے پھول جیسا ہلکا پھلکا پُرسکون و مخملیں ہو رہا تھا۔ سہولت سے سیٹ کی بیک سے پیٹھ ٹکاتے اب وہ صرف اس کھیل میں گم تھی جو شاید دنیا کا سب سے حسین دھوکا تھا۔

"بتائیں گے اور صرف آپ کو ہی بتائیں گے کہ یہ بہادری شاید ایسے کسی موقع کے لیے قدرت نے ودیعت کی تھی۔" حیدر نے مسکراتے ہوئے پہلے سوچا پھر لکھ بھی بھیجا۔

"اسلام آباد کب آئے تھے؟" مسکرا کر ٹائپ کرتے وہ مبہم لفظوں کی ہیرا پھیری سے باہر نکلی۔

"دو روز پہلے۔" اس بار مختصر جواب آیا۔

"اور فیملی؟"

"وہیں لاہور میں ہے۔"

"اکیلے؟" ثمن حیران ہوئی کہ وہ اِرم اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو اکیلے بھی چھوڑ دیا کرتا ہے۔

"نہیں ایک کزن سسٹر وہیں پاس ہوتی ہیں اوپر کے پورشن میں۔"

"اسلام آباد آنا کیسے ہوا خیریت تھی؟"

"امی کی طبیعت کچھ خراب تھی ملنے آیا تھا۔"

"او اب کیسی ہے آنٹی کی طبیعت؟"

"شکر ہے اللہ کا اب بہتر ہیں تم کہاں جا رہی ہو وہ بھی اکیلے؟"

"لاہور ہی جا رہی ہوں کزن کی شادی ہے۔ اکیلے جانا مجبوری تھی بھابی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اِن دنوں۔" وہ کھل کر نہ بتا سکی۔

"ہوں کتنے دنوں کے لیے؟"

"بس دو روز۔"

"ہمیں بھی شرفِ میزبانی بخشیے۔"

"ارم سے مار کھلوانی ہے.....۔" ساتھ میں ایک اسمائلی بھی بھیج دی۔

"کیا ایسے ہی چلی جاؤ گی بنا ملے؟" عجیب استفسار تھا وہ حیران ہوئی پھر لکھ دیا۔

"جانا تو ہے۔"

"اب نہیں جانے دوں گا ثمن۔" جواب بہت جلدی آیا اور الفاظ ایسے کہ جھیل کی سطح پہ تیرتا دل کہیں گہری گہرائی میں غوطہ کھا کے نکلا ثمن کو سانس بڑی مشکل سے بحال ہوتی محسوس ہوئی۔ وہ ایک تواتر سے پچھلے پندرہ بیس منٹوں کے دوران جس کے ساتھ ٹیکسٹ میں مصروف تھی وہ حیدر تھا..... حیدر عباس اس کی آٹھ سالہ پرانی محبت..... ہر دم آنکھوں میں بسنے والا دل کے شفاف آئینے میں آج بھی پوری آب و تاب سے چمکتا اپنی روشن صاف پیشانی جیسا اُجلا، ہتھیلی پہ دھرے چاند جیسا۔ اُس نے ثمن لکھ کر ثمن کو ایسی عجیب سی اپنائیت سے دوچار کیا کہ وہ سوچ میں پڑ گئی زندگی میں پہلی مرتبہ ثمن پکارنے والے کی اِس آواز کی وہ آج بھی اُسی شدت سے منتظر تھی جیسی اُس روز برآمدہ عبور کر کے اس کے قدموں کے مقابل کھڑے ہوتے حیدر کے منہ سے اپنا نام سننے کی تھی۔ عین اسی وقت پیچھے سے اِن بے تابانہ قدموں کو روک دینے والی دروازہ کھلنے کی آواز نے ماحول کا سارا فسوں توڑ کے رکھ دیا تھا۔ اِرم تو اگرچہ آج بھی درمیان میں موجود تھی اور پہلے سے زیادہ طاقت کے ساتھ لیکن ثمن کو ایسے جادو اثر لمحوں میں ایسے ہیولوں کی کہاں کچھ پروا تھی۔

"کیا ہوا ثمن؟" حیدر کو ایک طویل خاموشی کے وقفے نے حیران کیا۔

"میرا نام مت لو حیدر۔"

"کیوں کیا نام بدل دیا ہے؟" وہ زیرِ لب ہنسا۔

"مجھے عادت نہیں ہے۔ تمہارے منہ سے اپنا نام سننے کی۔ دل بری طرح دھڑکنے لگتا ہے۔" وہ صاف گوئی سے لکھ گئی۔ حیدر مسکرا کر لمحے بھر کو رکا کچھ سوچا پھر انگلیاں چلانا شروع کیں۔

"دھڑکنوں کو قابو میں رکھو کہ ابھی تو ٹیکسٹ میں پکارا ہے..... میری زبان سے سننے کا موقع ابھی باقی ہے، تب تو تمہاری دھڑکنوں کی آواز شاید مجھ تک پہنچ جائے۔"

"ہم بات نہیں کریں گے حیدر۔" وہ اچانک کسی خیال سے گھبرا اٹھی۔ حیدر کے انداز میں بے نیازی تھی، اتفاقاً پیش آنے والی صورتِ حال نے اُسے خوشی بخشی تھی۔ وہ اُس کے تاریک پہلوؤں پر قطعاً غور نہیں کر رہی تھی۔

"کیوں؟" بس اتنا ہی پوچھا۔

"یہ سب ٹھیک نہیں ہے نتیجہ کچھ بھی نکل سکتا ہے۔"

"ڈرپوک کہیں کی۔" اُس نے پھر مذاق اُڑایا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں آج کے بعد ہم بھی رابطہ نہیں کریں گے اور آپ مجھے تنگ بھی نہیں کریں گے۔" یہ شاید تنبیہ تھی ثمن کی طرف سے، پر وہ سخت بُرا مان گیا۔

"سات سالوں میں کبھی تمہیں تنگ کیا ہے ثمن بڑے افسوس کی بات ہے۔"

"سوری میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ نچلا لب شرمندگی سے دبائے اپنے لفظوں پر سچ مچ پشیمان دکھائی دی۔ حیدر نے اس کی عزت کے خیال سے ہی کبھی کوئی غیر اخلاقی حرکت کی تھی نہ اُکسایا نہ بلاوجہ کی بہادری نہ جرأت۔

www.urdusoftbooks.com

"ہاں لیکن اب تو جانے نہیں دوں گا بس کہہ دیا۔" دھونس جماتا میسج سراسر بدمعاشی تھی پر اس بار ہنا ڈرے یا گھبرائے ثمن بے ساختہ ہنس دی تھی۔ حیدر نے بھی اپنے میسج کا ردِعمل جاننے کے لیے بڑی دیر بعد ایک بار پھر گردن موڑ کر اُسے دیکھا تھا اتنی دیر کی گفتگو کے بعد جبکہ ماحول میں ایک دوستانہ سی فضا پیدا ہوگئی تھی یہ پہلا نظروں کا تبادلہ تھا جو محبت کے ساتھ ساتھ ایک بھرپور معنی خیزی لیے ہوئے تھا۔ ثمن نے گھبرا کر نظر ہٹالی۔

"آپ سے کب اور کیسے بات ہوسکتی ہے اب تو آپ گھر جارہے ہیں۔" تکلف کا خول دھیرے دھیرے ٹوٹ رہا تھا۔ وہ شاید اب پوری ہار مان چکی تھی۔ مقابل آخر کو حیدر تھا اس کا اپنا حیدر۔

"ہاں گھر پر تو مشکل ہے بینک میں بریک سے واپس آنے کے بعد کا ٹائم ذرا ریلیکس ہوتا ہے۔ عموماً تین سے پانچ لیکن تم کل گیارہ بجے مجھے کال کروگی۔ میں انتظار کروں گا۔"

"مجھے آپ سے کچھ پوچھنا تھا۔" وہ وعدہ کرنے میں طرح دے گئی۔

"کوئی سات سال پرانی بات؟" یہ شاید حیدر کا اندازہ تھا اور ظاہر ہے بالکل ٹھیک تھا۔ ثمن کو ہنسی آگئی۔

"جی......"

"ہوں......پوچھو۔"

"مجھے سسٹر نے بتایا تھا کہ سعدیہ باجی اُن سے پوچھ رہی تھیں کیا حیدر اور ثمن بھی اسکول وغیرہ میں ساتھ پڑھتے تھے ایسا کیوں کہا تھا انہوں نے؟"

"اچھا......! سعدیہ بھابی کو الہام بھی آتے ہیں۔ ویسے ہم تو کبھی ساتھ میں نہیں پڑھے۔"

"میں تو تبھی آپ نے سعدیہ باجی سے میرے حوالے سے کوئی بات کی ہے۔"

"توبہ کرو یہ بٹاخہ خواتین کیا راز دار بنانے کے قابل ہیں۔"

"خواتین؟" ثمن انجوائے کرکے ہنس دی۔

"تمہاری بہن کسی سے کم ہے کیا اللہ جانے تم کس پر گئی ہو ڈرپوک کہیں کی۔"

"ہاں جانتی ہوں بہن پر تو بالکل نہیں گئی۔ ویسے مجھے ایک اور بات بھی پوچھنی ہے۔"

"پوچھتی جاؤ اجازت لینے کی کیا ضرورت۔"

"میلاد والے دن عالیہ آپی نے کہا کہ ارم میری وہاں موجودگی سے ڈسٹرب تھی اب یہ کیا معاملہ تھا؟"

"انہی بٹاخہ خواتین کی مہربانی ہے مائی ڈیئر۔"

"لیکن انہیں کیوں اور کیسے پتہ چل جاتا تھا ہر بات کا؟" وہ آج بھی بری طرح شکوہ کناں تھی۔

"سب قصور تمہاری آنکھوں کا ہے۔" وہ پھر شرارت پر آمادہ ہوا' لیکن کھوئی کھوئی ثمن بہت دیر تک جواب ہی نہیں دے پائی۔

"سب قصور تمہاری آنکھوں کا ہے۔" اُسے کیسی چوٹ سا دل پہ لگا کرتا۔ حیدر کی شرارت میں کہیں سنگینی نہیں تھی۔ بس وہ ہی ہر بار چور بن جاتی۔

"ہمارے ایک دوسرے کو دیکھنے میں اتنی طاقت ہوتی ہے ثمن' آس پاس کا پورا ماحول مقناطیسی ہوجاتا ہے اور تم نے سات برس ان آنکھوں کو مجھ سے چھپا کر بڑی زیادتی کی ہے۔" وہ اپنی دُھن میں لکھتا رہا تھا وہ بھی لفظوں کی جادوگری میں واپس آتے مسکرا کر کچھ لکھنے لگی الفاظ کا ایک سمندر تھا' ایک بس چپ ٹوٹنے کی دیر تھی کہاں تک سنو گے کہاں تک سنائیں کے تحت باتیں تھیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ حتیٰ کہ بالآخر سفر کا اختتام ہوا اور دونوں کو اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ ثمن نے میسج میں ہی حیدر کو تنبیہ کردی تھی کہ بس سے اترنے پر وہ اس سے مخاطب نہ ہو کیونکہ چچازاد فہد اسے لینے کے لیے پہلے سے وہاں موجود تھا۔ حیدر نے بھی محتاط رویہ اپناتے سنجیدگی سے اپنا سامان اٹھایا اور ٹرمینل سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆......☆☆☆

انسان کو اپنی مضبوط قوت ارادی کو جاننے کا موقع بس ایک بار حاصل ہوتا ہے' ایک بار اس لیے کہ اپنی دانست میں وہ کئی چھوٹے موٹے واقعات کی بنا پر خود کو بڑا مضبوط خیال کرتا ہے اُس کے نزدیک وہ اپنی زبردست اعصابی صلاحیت کا روز کے حساب سے مظاہرہ کرتے خود کو مضبوط و باصلاحیت ثابت کرچکا ہے' پروہ نہیں جانتا کہ قدرت کا امتحان ابھی باقی ہے اور ابھی وہ "ایک بار" دبے پاؤں غیر محسوس طور پر کسی نادیدہ سازش سی اس کے پیچھے آن کھڑی ہوتی ہے اور دراصل وہی اس کے پایہ استقامت کے ڈانواں ڈول ہونے کی گھڑی ہوتی ہے۔

لاہور ٹرمینل سے چچا کے گھر کا سفر' شام رات اور اگلی صبح گیارہ بجے تک کے وقت میں ثمن نے ایک بار بھی ٹھہر کر اپنے آپ سے سوال جواب کرنے کی خود کو مہلت نہیں دی کہ آیا

اُسے حیدر سے بات کرنی چاہیے یا نہیں' کیونکہ اپنے آپ سے پوچھنے بتانے کا سلسلہ جب انکار پہ آ کر رُکتا ہوا اور ہم پہلے ہی دل کی سننے پر خود کو آمادہ کر چکے ہوں تو دماغ سے کنی کترا کر نکل جانے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔ گیارہ بجے ثمن نے بنا سوچے سمجھے اور توقف کیے حیدر کا نمبر ملایا تھا۔

"السلام علیکم۔" حیدر کی بشاش آواز پہ مسکرانے کا عنصر غالب تھا۔ ثمن کی سماعت بھی اس نئی آواز سے ایک جانا پہچانا چہرہ تراشنے میں مصروف تھی۔ آواز سن کر اس کے لب بھی مسکرائے بنا رہ نہ سکے۔

"وعلیکم السلام۔" اور بس مزید ثمن کو کچھ نہیں سوجھا' ٹیکسٹ میسجز کی بے تکلفی بھی سراسر بھولنے لگی۔ آواز سُنتا کچھ الگ احساس تھا ہم کلام ہونا اجنبیت کی آخری دیوار گرنے جیسا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے جناب؟"

"کچھ نہیں میں بس فری تھی آپ بزی تو نہیں؟"

"زیادہ نہیں اور کام تو ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں۔"

"سفر کی تھکاوٹ اتری۔ نیکسٹ ڈے کام پر آ جانا ذرا مشکل ہوتا ہے ناں؟"

"مشکل تو ہے لیکن کل کے سفر میں تھکاوٹ کہاں محسوس ہوئی۔"

"اچھا...... ایسا کیوں؟" وہ سمجھ کر بھی سننا چاہتی تھی۔

"اب یہ بھی بتانا پڑے گا۔"

"چلیں نہ بتائیں...... برسوں سے خاموشی سننے کی عادت ہو گئی ہے۔" وہ جیسے آہ کھینچ کر سنجیدہ ہوئی تھی یونہی بلاوجہ۔

"یہ شکایت تو مجھے ہونی چاہیے۔" حیدر کا گلہ بھی بجا تھا۔

"میں تمہاری پہل کا منتظر رہا کہ کہیں میری پہل تمہیں بلاوجہ کے وہموں میں نہ ڈال دے اتنا تو ابتدا میں ہی جان گیا تھا کہ کتنی ڈرپوک ہو۔" اینڈ پہ وہ سنجیدگی چھوڑ اسے چڑانے لگا لیکن وہ سنجیدہ ہی رہی۔

"کیا فرق پڑتا میری پہل سے بیچ والے پھر بھی اپنی منوانے سے باز نہ آتے۔"

"وہ بعد کی بات تھی ثمن۔" حیدر بھی سنجیدہ ہوا۔ "یہ جو برسوں کی چُپ ہمارے بیچ حائل ہوئی اس کی ذمہ دار سراسر تم ہو۔ ہم اگر تب ایک دوسرے سے بات چیت کرتے تو ممکن ہے درمیان والوں کو حاوی ہونے کا موقع نہ ملتا یا چلو مل بھی جاتا تو ہم کم از کم اس طرح ایسے حالات میں آج یہ باتیں نہ ڈسکس کر رہے ہوتے۔ لوگ وقت ضائع کرتے ہیں تم نے محبت کو ضائع کر دیا۔ جانے کتنے خوب صورت لمحے' باتیں احساسات یونہی ہواؤں کی نذر ہو گئے۔" وہ جذباتی ہو کر بولنے پہ آیا تو بولتا ہی چلا گیا۔

"میں وہ سب سُننا چاہتی ہوں۔" ثمن کی پلکیں نم ہو رہی تھیں اور گلا رُندھ گیا۔ سات برس پیچھے جانا آج سوائے پچھتاوے اور درد کے کچھ نہیں دے سکتا تھا پھر بھی۔

"اُس وقت کا حُسن اسی کے ساتھ چلا گیا۔" حیدر کی آواز بھی درد سے پُر تھی۔

"جانتی ہوں سب بے فائدہ ہے۔" اس نے اپنی بھیگی آواز پہ قابو پاتے کہنا شروع کیا۔ "یہ رابطے' یہ باتیں سوائے دُکھ دینے کے ہمیں اور کچھ نہیں دے سکتے' مجھے تو بس کچھ سوالوں کے جواب جاننا تھے۔ کل معلوم ہو گئے۔ مزید کچھ بھی کہنے سننے سے بہت بہتر اپنی اپنی دنیاؤں میں لوٹ جانا ہے۔ آپ پر بھروسے کی بنیاد پر توقع کرتی ہوں کہ آپ میرے پیچھے نہیں آئیں گے حیدر کبھی بھی نہیں۔ اللہ حافظ۔" عجلت میں اپنی بات پوری کرتے اس نے فوراً ہی کال کاٹ دی تھی۔ خجالت اور ہتک کے احساس نے اس کا چہرہ سرخ کر دیا تھا۔ وہ عام حالات میں بہت ہی ٹھہرے مزاج کی پُرتحمل لڑکی تھی۔ اپنے جذبات کو اپنے کنٹرول میں رکھتے برسوں اس نے اسی سکون و اطمینان سے گزار دیے تھے۔ معلوم نہیں چند گھنٹوں کے اندر اندر یہ کیسی جذباتی تبدیلی تھی ثمن تو جیسے اپنے آپ کو پہچان نہیں پا رہی تھی وہ ایک بات جو کال ملانے سے پہلے تک اُسے سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اور ذرا دیر کو رک کر اپنے آپ سے پوچھنے کو تیار نہ تھی اب پوری طاقت سے حملہ آور ہونے لگی تھی۔

وہ کیا لگتی تھی حیدر کی' یہ میسجز' یہ کال اسے کیا دینے والے تھے' وہ اب اِرم کا شوہر تھا' دو بہت پیارے معصوم بچوں کا باپ تھا۔ اس کی زندگی یقیناً ہر حوالے سے بہت مکمل' بہت بھرپور تھی وہ کیوں اور کیا سننا چاہ رہی تھی حیدر کے منہ سے' سات سالوں کی دبی راکھ سے وہ کون سی چنگاری نکال لینا چاہتی تھی۔ حیدر کے ایک ہی جملے نے گزرے چوبیس گھنٹوں کی نیند سے یک لخت بیدار کر دیا تھا۔

محبت کا سارا حسن واقعی وقت کی ہوائیں چُرا لے گئی تھیں۔ اب تو کچھ باقی نہیں بچا تھا۔ وہ اپنی آنکھیں صاف کر کے باہر جانے کے لیے اٹھی جب ٹیکسٹ میسج کی بیپ

نے اس کے باہر جاتے قدموں کو روک لیا۔ اپنا موبائل فون وہ بیڈ پر ہی بھولے جا رہی تھی۔ بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے اس نے اسکرین اوپن کی۔

"جو ہواؤں کے ساتھ اُڑ گیا وہ کچھ اور تھا اور جو بہار موسم میں لوٹ کر آیا وہ کچھ اور ہے۔ اسے یہیں سے شروع ہونا تھا یاد رکھنا ثمن اب کہیں جانے نہیں دوں گا۔" سانس ثمن کے گلے میں اٹکی تو بہت دیر تک بحال ہونا ہی بھول گئی۔ وہ پھیلی آنکھوں سے بے یقینی کے ساتھ میسج کو گھور رہی تھی کیا یہ واقعی حیدر نے لکھا تھا اور اگر واقعی اسی نے لکھا تھا تو ثمن نے بے ساختہ اپنے دل پہ ہاتھ رکھا۔

"کہیں کسی ڈر خوف اور وہم نے سر کیوں نہیں ابھارا۔" دل سے اٹھتی بغاوت بھری لہروں سے خوشی ہی خوشی پھوٹ رہی تھی مردہ جسم میں جان ڈالتے جیسے وہ الفاظ ثمن کے جسم و جاں پر پھوار بن کر اترے۔

"میں بھی کہیں جانا نہیں چاہتی حیدر کچھ سوچنا نہیں چاہتی۔" وہ پل بھر میں پھر بہل گئی۔ سب بھول بھال پھر سے سرشار ہونے لگی۔ اِن باکس ابھی بھی سامنے کھلا تھا اور اُسے کچھ لکھنا تھا۔ حیدر یقیناً اس کے جواب کی راہ دیکھ رہا تھا۔

میں کس طرح سے گزاروں گا عمر بھر کا فراق
وہ دو گھڑی بھی جُدا ہو تو جان جاتی ہے!

فراز کا کبھی کا پڑھا خوب صورت شعر بے اختیار دماغ کو چھوتے دل سے آ ٹکرایا، ثمن نے لکھ کر مسکراتے لبوں سے سینڈ کر دیا اور وہیں بیٹھے بس ڈیڑھ دو منٹ کے وقفے سے جواب بھی موصول ہو گیا۔

یہ کہانی کسی اِک موڑ پہ رُک جاتی تھی
تُو ہوا شاملِ قصہ تو مکمل ہوئے ہم

"مجھے کچھ اور بھی پوچھنا تھا۔" ثمن کو اچانک ایک خیال آیا۔

"لو ابھی تو کہہ رہی تھیں سب ہی سوالوں کے جواب کل مِل گئے تھے۔" وہ موڈ میں واپس آ چکا تھا' جان بوجھ کر ستانے لگا۔

"ہاں تو آ گئی ایک بات یاد نہ پوچھوں کیا؟"

"تو پوچھو بابا زندگی بھر سوال پوچھتی رہو اپنا جواب تو بس ایک ہی بار مانگیں گے۔"

"آپ نے بس میں عدیل بھیا کو دیکھ کر چہرہ کیوں چھپایا تھا اخبار کے پیچھے؟"

"ابھی کچھ ماہ پہلے ہی سننے میں آیا تھا کہ انہیں بھی معلوم ہو گیا ہے۔" اس بار حیدر کی طرف سے سنجیدہ جواب آیا۔

"اچھا اب یہ کیسے جان لیا؟" وہ حددرجہ حیران سی تانے بانے ملانے لگی۔

"جب تک یہ دو چڑیلیں زندہ ہیں میری جان ایسی باتوں پہ حیران مت ہوا کرو۔ تمہاری بہن نے سعدیہ بھابی کو بتایا اور سعدیہ بھابی نے اپنی بہن ارم کو جیسے ثواب سمجھ کر اطلاع دی اور میری بیگم صاحبہ نے تمہارا نام کسی رس جیسا میرے کانوں میں گھولا۔"

"اُف توبہ یہ عورتیں ہمیں پاگل کر دیں گی۔" ثمن نے حقیقت میں لرز کر ایک جھرجھری لی۔

"مجھے تو بس ایک ہی کر پائی ہے اب تک۔" وہ پھر پٹڑی سے اتر رہا تھا۔ ثمن کا چہرہ گلابی ہو گیا۔

کہانی میں پھر سے جان پڑ گئی تھی اُن دونوں کی محبت کا قصہ کسی پربت سر کرنے جیسا تھا محبوب کو پا لینے کا سات برسوں پہ محیط دورانیہ پہاڑ پہ چڑھنے جیسا تھکا دینے والا بھاری اور سست ثابت ہوا تھا اور حاصل کر لینے کے بعد باقی کا سفر واپس زمین کو جاتے برق رفتاری سے اپنی جانب کھینچ لینے جیسا تھا۔ ایسے میں جبکہ قدموں پہ آپ اپنا اختیار کھو بیٹھتے ہیں اور ایک نادیدہ طاقت خود بخود اپنی جانب کھینچے چلی آتی ہے۔ وہ دونوں بھی بڑی شدت اور پوری طاقت سے ایک دوسرے کی جانب کھینچے چلے جا رہے تھے۔ ایسے میں کوئی رُکاوٹ راستہ نہیں روک پاتی کوئی مجبوری آنکھوں کو دکھائی اور سجھائی نہیں دیتی ایک بس اُسے مکمل حاصل کرنے کی دُھن باقی تمام معاملات کو دوسرے درجے پہ دھکیل دیتی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆

لاہور میں گزارے دو دن تو چچا جی کے گھر پر ڈھیر سارے مہمانوں اور فنکشن کی نذر ہو گئے اور واپس اسلام آباد آتے اگلے دن سے ایک بار پھر کالج کی مصروفیت حیدر کا بھی وہ ٹائم ٹیبل میں گزرتا کالج سے واپس آ کر مشکل سے گھنٹہ بھر بھی ٹیکسٹ تو کبھی کال کے ذریعے رابطہ رہتا جو اِن حالات میں دو دیوانوں کو کم ہی لگتا۔ شام کو حیدر کے گھر جاتے ہی ثمن کا ایک ایک پل اگلی صبح کے انتظار میں کٹ جاتا' کیونکہ شام کو حیدر جب اپنے گھر چلا جاتا تو رابطے میں رہنا ممکن نہ رہتا۔ اپنی طرف سے یہ

اُن دونوں کی احتیاط پسندی تھی جسے کامیابی سے معلوم نہیں کب تک دونوں کھینچ لے جانا چاہتے تھے اور بظاہر تو مشکل ہی لگ رہا تھا کہ کامیاب بھی رہتے کیونکہ ثمن تو دو ہی روز میں اپنے دل کے ہاتھوں پریشان ہوگئی جس سے شام اور رات بھر تک کا انتظار انتہائی جان لیوا ثابت ہو رہا تھا۔ نیند اور بھوک ایک ساتھ غائب ہوئی تھی اور دل پر ایک پاگل کرنے والی بے چینی اور اضطراب کا غلبہ چھا گیا تھا۔ اس کے لیے سچ مچ اپنے دل کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ رہ رہ کر ایک ہی سوچ پریشان کر رہی تھی کہ آگے کیا بنے گا محبت تو کم بخت ایسی حسین بلا تھی کہ پیچھا چھڑانا بھی مشکل تھا اور پوری طرح اپنانا تو بس میں ہی نہ تھا بھی لگتا اس وقت سے زیادہ تحسین کچھ نہیں تو کبھی یہ محبت ذرا گلے کا طوق اور پھانس سی محسوس ہونے لگتا۔ یہ عقدہ بھی الہام بن کر پہلی مرتبہ کھلا کہ اب سے پہلے جسے وہ محبت سمجھتی رہی تھی وہ بھی پورے سات برسوں تک وہ تو محض ایک پسندیدگی سے زیادہ کچھ نہ تھی محبت تو یہ ہے کہ الفاظ و آواز نے جسے نام دیا ہے اور وہ نام دنیا کے سب سے خوب صورت تحفے "محبت" کے علاوہ کس کا ہو سکتا تھا۔ ثمن خوش تھی اور گزرے چار دنوں (محاورۃً نہیں بلکہ پورے پکے چار دنوں) کے نتیجے میں دنیا کو ایک نئے زاویہ نگاہ سے دیکھتے بے حد مسرور و مسحور تھی جب حیدر کی کال نے اس خوشی میں تلاطم خیز ہلچل پیدا کر دی۔

"کچھ دن رابطہ نہیں کریں گے ثمن! ایک چھوٹا سا مسئلہ ہو گیا ہے۔"

"اللہ خیر کرے ہوا ہے؟" اس کلونا جانے ہی رنگ اُڑ گیا۔

"ارم کو تمہارے نمبر پہ کچھ شک ہو گیا ہے۔ شام کو بڑے تفتیشی انداز میں پوچھ گچھ کر رہی تھی۔"

"اچھا......" ثمن کا دل ڈوبا۔ "پر کیسے؟"

"یار سمجھ نہیں آ رہی میں نے تو تمہارا نمبر ایک دوست کے نام سے سیو کیا تھا۔ اُسے بس شروع سے عادت ہے موبائل کا باریک بینی سے جائزہ لینے کی۔"

"تو آپ کو خیال رکھنا چاہیے تھا کہیں کوئی میسج وغیرہ تو اس نے......" ایک اور انجانے خوف نے دل سہما دیا۔

"ارے نہیں نہیں۔" حیدر نے فی الفور تسلی دی۔ "میسج وغیرہ کوئی نہیں تھا۔ اُس نے شاید کال لاگ سے کچھ نتیجے نکالے ہیں کہ فلاں نمبر پر بہت زیادہ میسج اور کالز گئی ہیں وغیرہ۔"

"تو اب؟"

"اب ظاہر ہے کہ نمبر تو ڈیلیٹ کر نہیں سکتا۔ اُسے شک ہو جائے گا بس کچھ دن رابطے میں نہ رہنا ہی بہتر ہو گا۔"

"ہوں۔" وہ فوراً راضی ہوئی۔ "یہی ٹھیک ہے۔"

"او کے...... اپنا خیال رکھنا۔" وہ اجازت لے کر فوراً ہی فون بند کر گیا اور ثمن پریشانی سے لب کاٹتے اس اچانک آنے والی افتاد پر سوچ بچار کرنے لگی۔

رابطوں کی خوشی میں ایسی باریکیوں کی طرف تو دھیان ہی نہیں گیا تھا۔ اتنی جلدی ایک بظاہر چھوٹے سے مسئلے نے سبھی پر سر تو ابھارا تھا کیا یہ راستے اتنے کٹھن ہوتے ہیں اور اگر ہاں تو پھر اتنے خوب صورت کیوں ہوتے ہیں گزرے سات برسوں میں اگر ایسے وہم گمان اور خدشے کہیں اس کی لائف میں نہیں تھے تو حُسن اور خوب صورت بھی کہاں تھے عشق بذاتِ خود ایک خطرہ ہے تو اُس تک پہنچنے کی سب ہی راہیں بھی اتنی ہی پُرخطر اور کٹھن ہیں۔ تو کیا وہ اس راہ پہ چلنے کا رسک لے چکی ہے' کیا وہ راہ کی ہر مصیبت اٹھانے کا تہیہ کر چکی ہے' کیا اس کے نازک کندھے یہ بار اٹھا پائیں گے اور کیا وہ ثابت قدم......؟ موبائل پر آنے والی میسج کی بیپ نے ثمن کے خیالوں کا تسلسل توڑا۔

"پریشان ہو ثمن؟" وہ جو جانے کس کام میں اُلجھا جلدی کال آف کر گیا تھا بہر حال متفکر تھا اس کی طرف سے وہ ہلکا سا مسکرا دی لیکن مسکراہٹ میں بھی عجیب سی اُلجھن اور اداسی کا عنصر غالب تھا۔

"ہوں تھوڑی سی۔" وہ لکھے بنا نہ رہ سکی۔

"بزدل کہیں کی۔" وہ شاید ہنس رہا تھا اس پر۔ ثمن کی آنکھ میں موتی سا آنسو چمکا۔ وہ یونہی موبائل کو تکتے جواب بھی نہیں لکھ پائی جب حیدر کی طرف سے ایک اور میسج موصول ہوا۔

"ٹینشن نہیں لینا آئی وِل مینج۔" اور اس بار ثمن قدرے آسودگی سے مسکرائی۔ جانے وہ خود کتنا پریشان تھا اس معاملے کی وجہ سے پر دِل رکھنے کا سلیقہ بہر حال جانتا تھا۔ ثمن کو لگا ہاں ثابت قدم رہنا آسان ہے۔ بس ذرا سے حوصلے کی ضرورت ہے۔

"ویک اینڈ پر مجھے آفس کی طرف سے کراچی جانا ہے۔ بھلے ایک دن کے لیے سہی۔ کراچی میں تم سے رابطہ زیادہ سہولت سے ہو پائے گا۔ انتظار کرنا۔" تھوڑی دیر بعد آنے والے اس نئے پیغام نے ثمن کے اندر بھی نئی روح پھونک دی تھی وہ جو "کچھ دن" سے جانے کتنے دن رابطہ نہ کرنے کی مراد لے چکی

تھی ایک دم فعال ہوئی۔
"اکیلے جارہے ہیں؟"
"آف کورس۔" فوراً جواب آیا۔ ثمن نے نچلا لب شرارت سے دباتے ذرا دیر رُک کر کچھ سوچا۔
"تو کیا ہم سمجھیں کہ کراچی کا وہ ایک دن خالص ہمارے نام؟"
"صرف 'دِن' کیوں حیدر عباس بھی آپ کا ہوا۔" وہ بھی پریشانی سے نکل کر پھر اپنی جون میں آنے لگا۔ ثمن کے چہرے سے تپش سی پھوٹنے لگی۔ حیدر کے ایسے جملے اُس کا بری طرح دل دھڑکا دیتے۔
"اب بس بھی کریں ٹیکسٹ میسجز کی کال لاگ پھر سے بھرنا شروع ہوگیا۔"
"ڈونٹ وری اب کال لاگ ڈیلیٹ کرنا بھی آگیا ہے۔ اچھے بچوں کی طرح زندگی گزارنے کے بڑے نقصان ہیں آپ سے ملنے کی دیر تھی۔ استادیاں سیکھنے لگے ہیں۔" وہ شاید فل شرارت کے موڈ میں آگیا تھا ثمن کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

☆☆☆......☆☆☆

"واٹس ایپ پہ رابطہ کرسکتے ہیں؟" حیدر کا میسج جس وقت آیا وہ امی کے ساتھ ٹی وی پہ ڈرامہ دیکھنے میں مگن تھی دل اس غیر متوقع میسج پہ شدت سے دھڑکا وہ چپکے سے موبائل اٹھائے کمرے میں آگئی۔
"جی کرسکتے ہیں۔" اس نے فوراً جواب لکھا۔
"لاہور ائیرپورٹ پر ہوں۔ کچھ ہی دیر میں جہاز فلائی کرنے والا ہے۔ تمہارے لیے کچھ سیلفیز لی ہیں بھیج دوں؟"
"جی بھیج دیں۔" وہ دھک دھک کرتا دل سنبھالتے واٹس ایپ میں اس کو ایڈ کرنے لگی۔ حیدر نے کچھ ہی دیر میں اس کو اپنی دو تصویریں بھیج دیں۔
ہلکی شرارتی سی معنی خیز مسکراہٹ اور آنکھوں میں پیار بھری شوخی سموئے وہ یوں کیمرے میں دیکھ رہا تھا جیسے ثمن کی آنکھوں میں دیکھ رہا ہو وہ تو نظر ہٹانا ہی بھول گئی۔ فان کلر کی سادہ شلوار قمیص اور براؤن واسکٹ میں جہاز کی سیٹ سے بیک لگائے وہ آرام دہ حالت میں بیٹھا تھا۔ یقیناً تھوڑی ہی دیر میں جہاز پرواز کرنے والا تھا۔ ثمن نے دل ہی دل میں اس کے خیریت سے پہنچنے کی دعا کرتے لکھ بھی دیا۔
"اللہ کی امان میں رہیں۔"
حیدر نے میسج تو پڑھ لیا لیکن اس کے بعد شاید موبائل آف کرنا پڑا کیونکہ بہت دیر گزرنے پر بھی اور کوئی میسج نہیں آیا۔ ثمن نے ٹائم دیکھ کر اس کے کراچی پہنچنے کا اندازہ لگایا۔ پھر کراچی ائیرپورٹ سے باہر نکلتے اور ہوٹل پہنچنے تک یقیناً اُسے کافی ٹائم لگ جانا تھا ثمن نے دل میں طے کیا کہ اب وہ اگلے روز ہی اُس سے رابطہ کرے گی۔ تھکے ہارے بندے کو رات کے وقت ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں، پھر اگلی صبح اس نے وہاں ٹریننگ بھی دینی تھی۔ یعنی اب حیدر سے اس کا رابطہ اگلی دوپہر کو ہی ممکن تھا۔ وہ مسکرا کر بستر پر لیٹتے دوبارہ اس کی تصویریں نکال کر دیکھنے لگی۔

☆☆☆......☆☆☆

اُس کے چہرے پر جو دیکھا اپنی چاہت کے نقوش
مدتوں کے بعد مجھ کو آئینہ اچھا لگا!

"لگتا ہے فری ہوگئے؟" وہ شعر پڑھ کر اب مسکراتے ہوئے لکھ رہی تھی۔
"جی جناب بالکل فری ہیں اور اب یہ ٹیکسٹ ویکسٹ نہیں چلیں گے کال ملا رہا ہوں فوراً اپنی پیاری آواز سنواؤ شاباش۔"
"اچھا۔" ثمن ہلکا سا ہنس کر موبائل ٹھوڑی کے نیچے ٹکائے سوچنے لگی کہ اب وہ کیا باتیں کریں گے۔
"السلام علیکم!"
"وعلیکم السلام۔" لبوں کا بھی دل سے جانے کیسا سکوں والا رشتہ ہے۔ دل کے سُروں کو چھیڑتی آواز سُن کر اپنے آپ مسکرانے لگتے ہیں۔
"کیسی رہی ٹریننگ؟"
"یار بہت تھکا دینے والی سر میں درد شروع ہوگیا ہے۔"
"پھر تو آپ کو ریسٹ کرنا چاہیے۔"
"میں تو اسی کو ریسٹ کہوں گا نیند سے تو کہیں زیادہ سکون آور ہے۔"
"کیا؟"
"ثمن رُباب۔" حیدر نے جانے کیوں ایک سرد سنجیدہ آہ کھینچی تھی۔ ثمن نے نروس ہو کر تھوک نگلا۔ گلا جانے کیوں خشک سا ہوا تھا۔
"تم نے میرے ساتھ بہت زیادتی کی ہے ثمن کوئی محبت میں اتنا وقت بھی ضائع کرتا ہے۔ پیچھے مُڑ کر دیکھیں تو سوائے پچھتاووں کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔"
"اب ایسی باتیں سوچ کر کیوں خود کو پریشان کرتے

ہیں۔" ثمن نے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"اسی لیے تو اب میں آگے کی سوچ رہا ہوں۔" وہ ابھی تک سنجیدہ تھا۔ ثمن سے بولا نہیں گیا' وہ اُسے ایسے ہی حیران کرتا تھا۔

"جو آپ سوچ رہے ہیں وہ کبھی ممکن نہیں۔"

"ہوں اور کیا سوچ رہا ہوں میں؟" وہ اُلٹا استفسار کرنے لگا۔ ثمن پھر سے لاجواب ہوئی۔ بلاوجہ ہی جواب دینے میں عجلت دکھادی جانے وہ کیا سوچ رہا تھا اور اس نے۔

"مجھے نہیں پتہ۔"

"تو بھئی مجھ سے پوچھوناں۔" وہ اب شرارت سے ہنس رہا تھا جانتا تھا وہ بزدل اس معاملے پر اپنی زبان نہیں کھولے گی۔

"یہ عارضی رابطے اس طرح ہمیشہ تو نہیں چل سکتے ثمن ہر تعلق کا ایک منطقی انجام ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے۔"

"آپ ارم کے بارے میں کیوں نہیں سوچ رہے؟"

"کیونکہ میں ہم تینوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں ایک ارم کے بارے میں سوچوں تو اپنے اور تمہارے بارے میں کیوں نہیں؟"

"کیونکہ ہم بہت غلط وقت پہ ایک دوسرے سے ملے ہیں۔" وہ کہہ بیٹھی کہ اس کے نزدیک یہی حقیقت تھی۔

"کیا پتہ یہی صحیح وقت ہو۔" وہ بھی جرح کرنے میں کسی سے کم نہیں تھا۔

"بہت مشکل ہے یہ سب۔" وہ دھیرے سے بس اتنا کہہ پائی۔

"چلو تم ناممکن سے مشکل تک تو آئیں۔" وہ پھر ہنسا۔ "آگے اور بھی آسان ہوتا جائے گا۔"

"اِسے سبز باغ دکھانا کہتے ہیں۔" وہ اب مسکرانے لگی تھی۔

حیدر کا انداز ہی اتنا بےفکرا ہوتا تھا۔ بڑی سے بڑی مشکل بھی چھوٹی اور معمولی لگنے لگتی۔ ■

"لگتا ہے بہادری دکھانے کا موقع آگیا ہے۔"

"مجھے بتا رہے ہیں یا اپنے آپ کو۔" وہ ہنس کر چڑانے لگی۔

"مشکلیں تو ہر راہ میں ہوتی ہیں ہاں یہ محبت کی راہ ہے' سیدھی راہوں سے تھوڑی ہٹ کر ذرا زیادہ ٹیڑھی میڑھی' ناہموار' پیچیدہ۔"

"یعنی؟"

"یار دُنیا میں کیا کچھ نہیں ہوتا' لوگوں کو دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے' یہاں ہر کسی کو ایک بس اپنا آپ دکھائی دیتا ہے' کتنی سہولت سے لوگ اپنے مقصد کو پالیتے ہیں' بنا زمانے کی پروا کیے' جھجکے اور ایک ہم ہیں ہمیشہ دوسروں کی خاطر ڈر ڈر کر جیے جاتے ہیں کیا ہمیں اپنے بارے میں اپنی خواہشوں کے بارے میں سوچنے انہیں حاصل کر لینے کا کوئی حق نہیں۔"

"اور میں جانتا ہوں۔" اُسے خاموش پا کر حیدر مزید بولا۔ "تم نے بھی ہمیشہ دوسروں کی فکر کرتے' ان کی نظر میں اچھا بننے کی کوشش کرتے' اپنی خواہشات کا گلا گھونٹتے زندگی گزار دی ہے مجھ سے یہ سب نہیں دیکھا جاتا۔ جسے اب تک میں تمہارے ڈر سے تعبیر کرتا آیا ہوں وہ ڈر نہیں بلکہ تمہاری حد سے بڑھی ہوئی نرم دِلی ہے بندے کو اتنا بھی نرم خُو نہیں ہونا چاہیے کہ اگلے صرف انہیں اپنے مفاد کی خاطر استعمال کرنا جانتے ہوں زندگی میں ایک آدھ بار خود پہ سختی کا خول چڑھا کر دُنیا کو اپنے سے ایک فاصلے پر رکھنے کا ہُنر بھی آنا چاہیے۔ انسان کا دل کوئی رَہ گزر نہیں کہ جس کا دل چاہا اسے پیروں تلے روندتا ہوا آگے نکل جائے اپنے دل میں جھانک کر دیکھو' تم آج بھی وہیں کھڑی ہو سات سال پہلے جہاں تقدیر نے ہمیں ایک دوسرے سے جُدا کر دیا تھا۔ حیرت ہوتی ہے تم پر ثمن۔"

"مجھے اپنا آپ اس طرح آپ پر ظاہر نہیں کرنا چاہیے تھا۔" حیدر کی اتنی لمبی تقریر کے نتیجے میں ثمن کو اپنا قصور نظر آیا بھی تو کس جملے پر۔

"چلو جی بس ہوگئی۔" حیدر جھنجھلا اُٹھا۔ "او کے بعد میں بات کرتے ہیں۔ تم تو ذرا سر کا درد بڑھا رہی ہو۔" وہ سچ مچ ہی غصے سے فون کاٹ گیا تھا۔ ثمن سختی سے لب آپس میں پیوست کیے کچھ سوچنے لگی تھی۔

زندگی میں بارہا ایسے مواقع آتے ہیں جب قدرت' ہمیں دوراہوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کا موقع دیتی ہے۔ ایسے میں بہت مشکل ہوتا ہے دل کی راہ چھوڑ کر دنیا کی فکر کرتے دماغ کی راستے چل دینا حیدر کی محبت تو دل میں اول روز جیسی جوان تھی پھر کچھ دیر قبل کی باتیں بھی جادو جیسے سر چڑھ کر بول رہی تھیں موبائل فون کو تکتے اُس نے کسی ایک راہ کے انتخاب میں سات برسوں کے دوران شاید پہلی مرتبہ اتنی ہمت اور بہادری کو اپنے اندر محسوس کیا تھا۔ ثمن سے اب اس کی زندگی رُوٹھ سکتی تھی پر حیدر کو وہ کبھی روٹھنے نہیں دے سکتی تھی۔

میری آنکھوں میں نہ پاکر تجھ کو
آئینہ رُوٹھ گیا ہے مجھ سے!

پہلی مرتبہ کسی قدر خود اعتمادی سے مسکرا کر اُس نے اپنے روٹھے ہوئے دوست کو منانے کی کوشش کی تھی۔

"جاؤ میں شعروں سے نہیں بہلنے والا۔" وہاں سے پتھر بار جواب بھی ایسا گدگداتا احساس لیے آیا کہ ثمن زور سے ہنس پڑی۔

"شیر نہیں تو کیا ہاتھی گھوڑے بندر بھیجیں آپ کو؟" وہ ابھی تک ہنس رہی تھی۔

"تنگ مت کرو ثمن مجھے نیند آرہی ہے۔" وہ ابھی تک غصے میں تھا۔

"خواب نگر میں مجھے بھی ساتھ لے جانا۔ نیند کھلنے پر شاید کوئی بہت خوب صورت تعبیر ہم دونوں کی منتظر ہو۔"

"ابھی بھی شاید.....؟" وہ بے یقین ہوا ثمن اس کی ضد پر مسکرا دی۔

"نہیں یقیناً۔"

"تھینکس ثمن آئی لو یو۔"

"لو یو ٹو، تھری فور، اینڈ مینی موز"

☆☆☆......☆☆☆

"کیسا رہا سفر؟" اِرم نے مسکرا کر کوٹ لیتے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ سحر انگیز حسین نگاہ جو جانے کیوں آج اُس کی جانب اٹھی تو کچھ بیگانی سی لگی۔ اِرم جو اپنے محبوب شوہر کا پچھلے سات برسوں سے ہر رنگ پہچانتی تھی بنا جواب سنے کچھ اُلجھی اُلجھی سی وارڈروب تک آئی۔ حیدر بھی فریش ہونے واش روم چلا گیا تھا۔

اِرم اس کے لیے کھانا گرم کرکے لائی تو وہ بچوں کے ساتھ شرارتوں میں مگن تھا۔ وہ قدرے سکون سا محسوس کرتے اپنے وہموں پر آپ ہی خود کو ملامت کرنے لگی۔ سب ٹھیک ہے۔ دل میں اپنے آپ کو تسلی دیتی سر جھٹک کر ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی۔

"کچھ دیر ریسٹ کرلو حیدر، میں بچوں کو اوپر کے پورشن میں لے جاتی ہوں۔" وہ برتن سمیٹ کر واپس آئی تو حیدر آنکھوں پہ ہاتھ رکھے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا اور یمنیٰ، ارسل اس کے سر پر خوب شور مچارہے تھے۔

"ہوں۔" وہ تھکی تھکی آنکھوں سے ایک نظر ارم کو دیکھتے نیم دراز ہوگیا اور وہ بچوں کو ہاتھ سے اشارہ کرتی باہر آگئی۔ اوپر کے پورشن میں ثمینہ باجی کے پاس بچیوں کو چھوڑ کر وہ دوبارہ نیچے آئی۔ حیدر اب سائیڈ کے بل لیٹا گہری نیند میں جاچکا تھا۔ اُس نے کھڑکی کے پردے برابر کرکے باہر نکلتے ٹھٹک کر ٹیبل پہ پڑے موبائل سیٹ کو دیکھا۔ ایک نظر دوبارہ سوئے ہوئے حیدر پر ڈالتے چپکے سے موبائل اُٹھایا اور باہر آگئی۔ برسوں پرانی یہ عادت اب ہاتھ کی کھجلی جیسی ارم سے چپک گئی تھی۔ حیدر کے موبائل میں تانکا جھانکی اُس کا محبوب مشغلہ تھا۔ چاہتی تو ہمیشہ ایک بیوی یہی ہے کہ رزلٹ اِس کھوج کا صفر نکلے لیکن بہرحال میاں کو رنگے ہاتھوں پکڑ لینا اس کی کمزوری کو اپنے حق میں استعمال کرتے اسے دبا کر رکھنے کی خواہش بھی کبھار اس شیطانی سوچ کو بھی ضرور ابھارتی ہے کہ کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے اب جانے یہ خواہش ارم کی دعا تھی اس کی لگن یا ضد کہ بالآخر اللہ نے سُن ہی لی۔

☆☆☆......☆☆☆

"تم اپنے موبائل سے سینٹ آئٹم ڈیلیٹ کرنا بھول گئے تھے۔" اِرم نے بم اس کے سر پہ پھوڑا۔ حیدر کا وضو کے لیے آستین اوپر کرتا ہاتھ وہیں رُکا دونوں بھنوؤں کو سکیڑ کر خاصی بدمزگی سے اِرم پر نگاہ ڈالی جو اس کا موبائل ہتھیلی پہ رکھے لبوں پہ انتہائی تمسخرانہ ہنسی اور آنکھوں میں غصے کی چنگاریاں لیے اُسے گھور رہی تھی۔ حیدر نے بنا کچھ کہے موبائل اس کے ہاتھ سے اٹھالیا۔ سینٹ آئٹم کا لفظ سنتے ہی دماغ کچھ گھنٹے پیچھے جہاز کے سفر کی طرف چلا گیا۔ ثمن سے ٹیکسٹ میسج کرتے وہ جہاز میں داخل ہوا تھا۔ سامان سیٹ کرکے سیٹ پر بیٹھتے اس نے ثمن سے اجازت لی اور ارادہ اب کال لاگ اور میسجز وغیرہ ڈیلیٹ کرنے کا تھا کہ ائیر ہوسٹس نے موبائل آف کرنے کا فرمان جاری کردیا۔ وہ پھر بھی کان بند کیے اپنے کام میں لگا رہا بھی مِسڈ کالز بھیجی گئی اور ریسیو کی گئی کالز کے بعد اِن باکس میں سے ایک ایک کرکے میسج ڈیلیٹ کرنا شروع کیے اور ائیر ہوسٹس ایک بار پھر اس کے سر پر سوار تھی۔ حیدر نے اِن باکس کا آخری میسج ڈیلیٹ کرتے ہی فرض کرلیا کہ بس کام مکمل ہوگیا۔ سینٹ آئٹم کہیں دھیان میں ہی نہیں آئے اور اب۔

"تھینکس ثمن آئی لو یو۔" سے آگے آتے جائیں تو سب ہی کچھ سامنے عیاں تھا یعنی نہ صرف نمبر اور میسج بلکہ وہ اس بات سے بھی واقف ہوگئی تھی کہ مخاطب ثمن تھی۔ وہ اسی خاموشی سے

موبائل سائیڈ جیب میں ڈال کر اندر بڑھ گیا اور ارم پھٹ پڑنے کے انداز میں چیختی چلاتی اس کے پیچھے پیچھے اندر آ گئی۔

"کہاں مل گئی یہ مصیبت تمہیں اتنے برسوں بعد بولو حیدر کب سے چل رہا ہے یہ سب کچھ اور یاد رکھو مجھ سے کچھ بھی چھپانے کی کوشش کی تو میں سیدھے اس کے گھر چلی جاؤں گی۔"

"دماغ نہ خراب کرو ارم جاؤ یہاں سے۔" وہ سخت جھنجھلایا سا واش روم کے دروازے تک گیا ایک تو اچانک آپڑنے والی پریشانی اوپر سے اِرم کا شور شرابا۔

"دماغ تو تمہارا خراب ہوگیا ہے حد ہوتی ہے ڈھٹائی کی۔ نہ تمہیں اپنے بچے نظر آتے ہیں۔ نہ گھر دکھائی دیتا ہے۔ نہ میری محبت۔"

"آہستہ بولو ثمینہ باجی آجائیں گی۔"

"اب خیال آرہا ہے اِن باتوں کا۔" وہ بیڈ کے کنارے بیٹھ کر اب زاروقطار روئے جارہی تھی بچے ٹانگوں سے آکر لپٹے تو حیدر کا دل بھی پسیج گیا۔ نماز اب کیا خاک توجہ سے پڑھی جاتی تھی۔ وہ واپس آکر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اِرم کی حالت اس اچانک آپڑنے والی افتاد نے مرنے مارنے کی حد تک خراب کردی تھی۔ ایک بیوی اپنے شوہر سے متعلق ایسی کوئی بات محض فرض کرلے تب تو اُمید وبیم میں ڈولتی رہتی ہے کہ شاید میرا وہم ہو اور سر جھٹک کر معمول کے کاموں میں خود کو غرق کردیتی ہے لیکن وہم اور خدشے جب ایک واضح صورت اختیار کرکے آئینے سا سامنے آن وارد ہوں تب سب کچھ ہاتھوں سے چھوٹتا اور تباہ ہوتا دکھائی دیتا ہے برسوں اُس نے شدت کے ساتھ حیدر سے بے تحاشا محبت کی تھی اور اول روز سے اس حقیقت کو بھی دل میں جاگزیں کرنا پڑا تھا کہ حیدر اس کی محبت ضرور تھا لیکن وہ اس کے لیے صرف گھر والوں کی مرضی اور خواہش تھی یک طرفہ محبت کیے جانے کے احساس نے اِرم کو باوجود اپنی محبت حاصل ہوجانے کے غیر محفوظ سا بنادیا تھا۔ حالانکہ حیدر کے اپنے لیے پیار اور توجہ میں اس نے کبھی کہیں کوئی کمی محسوس نہیں کی تھی حیدر عام زندگی میں ایک انتہائی عملی اور ذمہ دارانہ سوچ رکھنے والا بہت ہی حقیقت پسند انسان تھا۔ انسان کو جو حاصل ہے وہی اس کا مرکز ومحور ہونا چاہیے جو ہاتھ سے چھوٹ گیا وہ اُس کا نصیب ہی نہیں تھا یہ سوچ لے جب ایک انسان زندگی کے میدان میں اپنی جدوجہد کا آغاز کرتا ہے تو زندگی گزارنا نہ صرف سہل ہوجاتی ہے بلکہ وقت کے ساتھ وہ میسر چیزیں ہی باعثِ خوشی اور سکون محسوس ہونے لگتی ہیں۔ اِرم اس کی عادت اس کے مزاج کا حصہ بن چکی تھی۔ وہ کبھی کسی قیمت پر اس سے اور اپنے بچوں سے دور ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ ہاں گنجائش نکالنا مرد کی سرشت ہے اور اول دن سے ہے اِرم کا چیخنا چلانا یہ کہنا کہ وہ تو اُس سے کبھی پیار ہی نہیں کرتا تھا سراسر غلط تھا گزرے پانچ برس اس بات کے گواہ تھے کہ اِرم کے علاوہ اس کی زندگی میں کسی عورت کو کوئی دخل نہیں رہا تھا ہاں پر ثمن۔

وہ آفس چیئر پر سہولت سے ٹیک لگائے سامنے رکھے پیپر ویٹ کو گول گول گھماتے اُس ایک نام پہ آکے مسکرادیا۔ حقیقت پسندانہ سوچ رکھنے والے پریکٹیکل بندوں کے جذبات سمندر کی عمیق گہرائیوں میں پڑے الوں جیسے ہوتے ہیں چھیڑو نہیں تو صدیاں کسی ایک مقام پر جے گزار دیں پر ایسا کوئی خزانہ جب سمندر سے نکال کر سطح پر لایا جاتا ہے تو دنیا میں کھلبلی مچادیتا ہے برسوں سے پردوں میں چھپی محبت کو بس ایک اتفاقی ملاقات نے آتش فشاں سا اُبال دیا تھا جذبات یک لخت ہی لاوے سے اوپر اٹھے اس کے بعد سب فریز اور یہی شاید اس تعلق کی بدنصیبی تھی قیام اور ٹھہراؤ ایک بس ہجر وفراق کو ہی میسر رہا۔

پیپر ویٹ کو حیدر ابھی تک اضطراری کیفیت میں گھمائے جارہا تھا اور ایک گہری سرد آہ کھینچتے بالآخر فون سیٹ قریب کیا کچھ بھی ہو ثمن کو بھی اِس ساری سچویشن سے آگاہ کرنا تھا۔ وہ جو ہر اچھی بری خبر اب تک بڑے تحمل سے سنتی آئی تھی' معلوم نہیں آج کیسا ری ایکٹ کرنے والی تھی۔

"سات برسوں کا حاصل بس سات دِن حیدر؟" وہ ہنسی تو آواز کچھ بھیگی سی تھی۔ حیدر کی بات آج بھی اس نے پورے تحمل سے سنی اور جذب کی تھی۔

"سات دِن کیوں؟" وہ اُس سے زیادہ پُرسکون تھا۔ "شاید اِسی طوفان سے کوئی راہ نکلتی ہو۔"

"اور شاید یہیں سے سب راہیں بند ہوتی ہوں۔" وہ آج اُس کے انداز میں نہیں سوچ رہی تھی۔

"مایوسی کی باتیں مت کرو ثمن میں نے کچھ طے کیا ہے۔"

"میں آپ کی بات ضرور سنوں گی حیدر لیکن ابھی میرا پیریڈ اسٹارٹ ہوگیا ہے آئی ایم سوری لیکن......"

"اوہ اوکے ثمن میرا ٹائم کی طرف دھیان نہیں تھا۔" اُس نے خود ہی اس بار عجلت میں فون بند کردیا۔ ثمن اس ٹائم کالج

میں ہوتی تھی وہ واقعی بے خیالی میں اس کا نمبر ملا بیٹھا تھا۔ یعنی اُس سے اب سیکنڈ ٹائم ہی بات ممکن تھی اور وہ بھی ثمن کے لیے ممکن ہوتا تو وہ خود ہی کال ملایا کرتی تھی کیونکہ تین بجے عدیل کے گھر واپس آجانے کے بعد اس کے لیے رابطہ کرنا ذرا مشکل ہوتا تھا۔ عدیل کے گھر سے کہیں اِدھر اُدھر جانے پر ہی وہ موقع نکال پاتی بریک کے دو گھنٹے حیدر بھی اپنے گھر گزار آتا تھا پر اُس دوپہر وہ گھر لوٹا تو وقار کو اچانک سامنے پا کر بے ساختہ چونک کر ارم کو دیکھا تھا۔ وقار اس کا سالا تھا اور اسلام آباد میں رہتا تھا۔ کبھی کبھار لاہور کا چکر بھی لگایا کرتا تھا لیکن آج کی اس کی آمد حیدر کے لیے قطعی غیر متوقع تھی۔

''فاریہ کی پہلی سالگرہ ہے ناں کل' میں نے سوچا فون پر انوائیٹ کیا تو ارم بھی فون پر ہی مبارک باد دے کر جان چھڑا لے گی اور گھر والوں نے پہلی سالگرہ کی وجہ سے اُدھر خاصا اہتمام کر رکھا ہے۔ ارم کے لیے بھی سرپرائز ہے میری آمد۔'' وقار نے سبھاؤ سے وضاحت دے کر حیدر کی خاموش نگاہوں کا خود ہی جواب دے دیا وہ سُن کر مطمئن تو نہیں ہوا وقار کے سرپرائز میں صاف ارم کی پلاننگ دکھائی دے رہی تھی کیونکہ پچھلی شام سے جو ہنگامہ بلکہ ڈرامہ اس نے کھڑا کر رکھا تھا اس کا ''ایسا'' کوئی بھی نتیجہ توقع کیا جاسکتا تھا۔

''یہ تو آنے سے صاف منع کر رہی ہے حیدر یار تم ہی سمجھاؤ ناں امی اور سائرہ نے سختی سے ہدایت کی تھی کہ بغیر ارم اور بچوں کو لیے مت آنا۔'' وہ اب ہاتھ رگڑتے کھانے کی میز پر حیدر کے مقابل آبیٹھا تھا۔

''اچھا...... یعنی ہمیں کسی نے انوائیٹ ہی نہیں کیا؟'' وہ ہنس کر ہلکے پھلکے موڈ میں واپس آیا تو وقار بری طرح کھسیا گیا۔

''یار تمہاری چھٹی کے اتنے مسئلے ہوتے ہیں اگر واقعی کوئی گنجائش نکلتی ہے تو بہت خوشی کی بات ہے تم بھی آؤ۔''

''نہیں سچ کہہ رہے ہو۔ چھٹی اتنے جلدی کہاں ملے گی ابھی پچھلے ہفتے ہی تو امی کی عیادت کو گیا تھا۔'' وہ پلیٹ سامنے رکھتے بے دھیانی میں کہہ تو گیا لیکن امی کی عیادت کے ذکر سے پورا واپسی کا نقشہ یک لخت آنکھوں کے سامنے پھر گیا بے ساختہ اس نے ایک لمبی سانس کھینچی تھی ابھی تو اُس حسین حادثے پر پوری طرح یقین بھی نہیں آیا تھا۔

''تو چلی جاؤں؟'' ارم کی طرف سے پہلا التجائیہ سوال آیا تو حیدر کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ابھی کچھ دیر پہلے وقار کہہ رہا تھا کہ ارم جانے سے منع کر رہی ہے اور اب وہ پچھلی شام سے منہ پھلا کر ناراض گھومنے والی کیسے ریکوئسٹ کے انداز میں اجازت مانگ رہی تھی اس نے اثبات میں سر ہلا کر کھانا شروع کیا۔

''کب جانا ہے؟'' حیدر نے اس بار وقار سے پوچھا۔

''بس یہ تیاری کر لیں تو ابھی۔ آج ہی واپس پہنچ جائیں تو اچھا ہے۔ رات کو ریسٹ کر لوں گا۔ کل تو پھر فنکشن ہے صبح سے مصروفیت ہوگی۔''

''ہوں میرا خیال ہے یہ بھی تیار ہی ہوگی۔'' وہ کہے بنا نہیں رہ پایا۔

''کیوں پیکنگ تو ہوگئی ہوگی؟'' حیدر نے سیدھا ارم کی آنکھوں میں دیکھتے سوال کیا تو وہ منہ بنا کر اندر چلی گئی۔

☆☆☆......☆☆☆

''میم ثمن...... آپ سے ملنے کوئی عورت آئی ہے۔'' وہ کلاس لے کر اسی وقت اسٹاف روم میں آئی تھی۔ واچ مین نے اندر جھانک کر مطلع کیا تو وہ چونک کر سیدھی ہوئی اور ابھی سوال کرنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ کون عورت اور واچ مین کی سائیڈ سے ارم اندر آتی دکھائی دی۔ ثمن کے لیے یہ جھٹکا اگرچہ ذرا چھوٹا ثابت ہوا کیونکہ رات ہی حیدر نے بتا دیا تھا کہ ارم اسلام آباد پہنچ رہی ہے لیکن حیدر نے اُس کے اسلام آباد جانے کا ذکر ضمناً کیا تھا اس کا خیال تھا کہ ارم شاید اسے سبق سکھانے کے لیے ناراض ہو کر میکے گئی ہے۔ پر وہ اُن دونوں کی سوچ سے بھی زیادہ اسمارٹ تھی۔ جن عورتوں کو اپنا گھر بچانے کی دھن لگی ہو وہ ناراض ہو کر میکے میں بیٹھنے کی غلطی نہیں کیا کرتیں اور اُس نے عین اگلی صبح ثمن کے کالج آ کر بالآخر اُسے حیران کر ہی دیا تھا۔ اسٹاف روم میں اس کے علاوہ دو ٹیچرز اور تھیں ثمن نے آگے بڑھ کر خوش اخلاقی سے اسے ویلکم کیا تھا۔ ارم نے اپنا تعارف خود ہی اُن دو ٹیچرز کے سامنے ثمن کی پرانی فرینڈ ہونے کا کروایا تھا۔ میم نائلہ اور ثانیہ چونکہ پیپرز چیک کر رہی تھیں اس لیے انہیں ڈسٹرب نہ کرنے کا بہانہ کرتے وہ ارم کو سائنس لیب میں لے آئی تھی۔ اسٹوڈنٹس کے پری بورڈ ایگزام چل رہے تھے اس لیے باقاعدہ کلاسز نہیں ہو رہی تھیں۔ سائنس لیب بالکل خالی تھی۔ اس نے ارم کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور دوسری کرسی اس کے سامنے کھینچ کر خود بھی بیٹھ گئی۔ اندرونی کیفیت اس وقت یہ تھی کہ کاش اس کی آنکھ کھلے اور وہ یہ سوچ کر ایک سکون کا سانس

لے کہ یہ ایک بھیانک سپنے کے علاوہ کچھ نہیں تھا لیکن افسوس کہ یہ سپنا نہیں بلکہ حقیقت تھی جو اِرم کی صورت مجسم اس کے سامنے تھی۔

''کیسی ہیں اِرم؟'' وہ اپنے آپ کو نارمل کرتے حال میں واپس لوٹی' بہرحال اب اسے موجودہ سچویشن کو فیس کرنا تھا۔

''بہت بُری ہوں اتنی بُری کہ میرے شوہر کو اب مجھ میں کچھ دکھائی نہیں دیتا نہ وفا' نہ محبت نہ خوب صورتی۔'' وہ بات شروع کرتے ہی ایسے اچانک رو پڑی کہ ثمن کا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے اِرم کا پہلا جملہ ہی حواس بحال کرنے کو بہت کافی ثابت ہوا تھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے آ...... آپ......'' وہ بری طرح گڑبڑا گئی۔

''کیا ملا آپ کو میری زندگی ڈسٹرب کرکے اور کیا چاہتی ہیں آپ میرے شوہر کی زندگی میں واپس آکے؟''

''اِرم آپ پلیز اطمینان سے میری بات سُن لیں ایسا کچھ نہیں ہے جو آپ سوچ رہی ہیں۔'' وہ تو اس کے آنسوؤں سے ہی اتنی پریشان ہوگئی تھی۔

''حیدر اور تم شادی کرنے کا سوچ رہے ہو؟'' وہ اب سنبھل کر سیدھے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

''یہ غلط ہے میں ایسا بالکل نہیں سوچ رہی۔'' ثمن نے بھی فیصلہ کرلیا کہ جیسے بھی ہو اسے اب اِرم کو مطمئن کرنا ہے چاہے اپنی خواہشوں کو پاؤں تلے روند کر ہی سہی۔

''لیکن وہ تو ایسا سوچ رہا ہے ناں؟''

''نہیں۔'' ثمن نے سختی سے تردید کی۔ ''ہمارے بیچ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔''

''تو تم ٹائم پاس کرنے والوں میں سے ہو۔'' اِرم نے چبھتی آنکھوں سے دیکھتے ایک اور تیر چھوڑا۔ ''اور ٹائم پاس کے لیے تمہیں میرا ہی شوہر ملا تھا افسوس ثمن میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی تم اتنی بُری نکلو گی۔ برسوں میں نے تمہیں اچھے گھر کی شریف لڑکی سمجھنے کی بھول کرتے گزار دیئے۔ کیا یہ شریف لڑکیوں کا شیوہ ہے شادی شدہ مردوں کو رجھانا' نہ اپنی عزت کا خیال نہ اس کے بیوی بچوں کی پروا۔''

''آئی ایم سوری۔'' وہ مزید اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ پائی۔ ''میں مانتی ہوں میں نے غلطی کی ہے لیکن یقین مانیں یہ کوئی سوچی سمجھی سازش نہیں تھی۔ سب کچھ ایسے اچانک ہوا کہ مجھے سوچنے سمجھنے کا موقع......''

''میرا شوہر مجھے کیسے واپس ملے گا؟'' اِرم نے اس کی بات کاٹ کر جو جملہ بولا اس نے ثمن کو ایک بار پھر لاجواب کردیا۔

''وہ آپ کا ہی ہے۔''

''اس کے دل اس کی سوچ پر قبضہ کرکے کیسے کہہ سکتی ہو کہ ابھی تک وہ میرا ہے۔'' اِرم تو آج آئینہ دکھانے پر ایسے تلی بیٹھی تھی کہ ثمن بار بار بس منہ ہی کھول کے رہ جاتی۔

''حیدر نے میرا برسوں کا بھروسا توڑ دیا' میں اُسے کبھی معاف نہیں کرسکتی۔ ہرگز نہیں۔'' وہ اب اپنی بھیگی پلکیں چادر کے کونے سے صاف کررہی تھی۔

''اس نے کچھ نہیں کیا۔'' ثمن تڑپ اٹھی۔ ''سب قصور میرا ہے...... مجھے بڑھاوا نہیں دینا چاہیے تھا۔''

''ہاں ٹھیک ہے لیے جاؤ ایک دوسرے کی سائیڈ اُس سے بات کروں تو کہتا ہے ثمن کا کوئی قصور نہیں تم سے کچھ پوچھوں تو حیدر کا کوئی قصور نہیں سب قصور تو میرا ہے...... کیوں آگئی میں تم دونوں کی زندگی میں۔'' وہ ایک دم اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''تمہیں میرا گھر میری جگہ سنبھالنی ہے ناں بے شک آؤ۔ مجھے اب جینا ہی نہیں ہے اور اِسے دھمکی مت سمجھنا ثمن۔ میں نے حیدر سے محبت ہی اتنی کی ہے اگر اُس نے اپنی زندگی میں کسی اور کو شامل کیا تو میں اپنی جان دے دوں گی۔''

''پلیز اِرم جذباتی مت بنیں۔'' ثمن نے آگے بڑھ کر زبردستی اس کی کلائی پکڑی۔ ''میں نے کہا ناں ہم میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے سیریس نہیں تھا۔ سب دل بہلاوے کی باتیں تھیں۔ بس سات دن کا کھیل اور میں آپ سے پرامس کرتی ہوں کہ آگے آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی معمولی سی بھی نہیں۔''

''اور حیدر وہ تمہیں بھول جائے گا؟'' وہ ابھی تک بے یقین تھی۔

''بھولنے کا کیا سوال۔'' ثمن بے ساختہ مسکرا دی۔ ''وہ تو بس دل لگی کررہا تھا۔ وہ مجھ سے پیار نہیں کرتا اِرم۔''

''ایسا کیسے کہہ سکتی ہو؟'' وہ پہلی بار چونکی۔

''سات دنوں کے تعلق میں مجھے جو نظر آیا وہی بتارہی ہوں بیلوی وہ صرف تمہارا ہے۔'' ثمن نے اپنا اعتماد مکمل طور پر بحال کرلیا تھا۔ دل ودماغ پر ایک دُھن سی سوار ہوگئی تھی کہ اِرم کو یہاں سے خالی ہاتھ نہیں لوٹانا اس کے گھر کی خوشیاں اس کا شوہر

اس کا سارا چین و اطمینان اپنے لفظوں کے توسط سے اس تک پہنچانا ہے۔ چاہے خود خالی دامن لیے ہمیشہ کے لیے بے نیل و مرام کیوں نہ لوٹنا پڑے کسی محبت کرنے والی شریف' وفا شعار بیوی کو تکلیف دینے سے کہیں بہتر ہے محبت کے در سے خالی لوٹ جانا اور اسے محض اپنے لفظوں سے ہی نہیں اپنے عمل سے بھی خود کو راہ راست پر لانا تھا۔

"مجھے جانا ہے۔" اب ارم اپنی چادر درست کرنے لگی۔

"آپ نے آ کر اچھا کیا۔ اپنے حق کے لیے آگے بڑھنے والوں کو اللہ پاک خالی نہیں لوٹاتا۔" وہ اپنی پلکوں کو بھیگنے نہیں دینا چاہتی تھی اور اس نے کمال ضبط سے کام لیا تھا۔ ارم اس بار بنا کچھ کہے مڑ گئی اور ثمن نے پلکوں پہ اٹکا آنسو چھپانے کے لیے خود بھی رُخ پھیرلیا۔

☆☆☆......☆☆☆

"امی! میں ایک بُری لڑکی ہوں ناں؟"

"اللہ نہ کرے میری بیٹی تو بہت سعادت مند بہت اچھی ہے۔" وہ گھٹنے پہ رکھے ثمن کے سر میں اپنی نرم انگلیاں چلا رہی تھیں۔ لمحے بھر کو اس کے سوال پر ٹھٹکیں ضرور لیکن پھر سنبھل کر پوروں کا نرم مساج جاری رکھا۔

"حیدر یاد ہے امی؟" وہ کھویا کھویا لہجہ لیے ابھی بھی کہیں دُور پہنچی ہوئی تھی۔

"ہاں یاد ہے تمہیں پسند تھا ناں؟" وہ ہلکا سا مسکرائیں۔

"ابھی بھی پسند ہے اور ہمیشہ رہے گا۔" ثمن کا آدھے جملے میں ہی گلا رُندھ گیا۔ ایک گرم آنسو انہوں نے اپنے گھٹنے پہ محسوس کرتے بڑی مشکل سے خود پر ضبط کیا۔ ثمن بے آواز روئے جارہی تھی۔ ایک کے بعد دوسرا' تیسرا اور جانے کتنے آنسو لکیر کی صورت بہہ بہہ کر ان کے کپڑوں میں جذب ہوتے رہے تھے۔

"محبت تو ایسی ہی ہوتی ہے بیٹا' ہمیشہ دل میں رہنے والی اس کا کوئی آخری کنارا تھوڑی ہوا کرتا ہے۔" وہ مسلسل خود پہ جبر کیے اسے نارمل رکھنے کی کوشش کررہی تھیں۔

"اچھے لوگوں کی محبت ایسی ہی ہوتی ہے...... دل میں پوشیدہ' چھپی خاموش۔" وہ اپنی بھاری آواز پر بمشکل قابو پاتے بول رہی تھی۔ "لیکن بُرے لوگوں کی محبت میں نری غرض' لالچ اور طمع چھپا ہوتا ہے۔" اس بار وہ پھر شدت سے رونے لگی تھی۔ ماں کا دل مٹھی میں آنے لگا۔ اللہ خیر ایسا کیا ہوگیا۔

"کیا ہوا ثمن...... رو کیوں رہی ہو پاگل؟"

"مت پوچھیں امی بُری لڑکیوں کے موبائل خود ہی چیخ چیخ کر ساری کہانی بتا دیتے ہیں۔ گزرے سات دنوں کی کہانی آپ سے بھی چھپی کیوں رہے' بیویاں اگر اپنے شوہروں کے موبائل پہ نظر رکھ سکتی ہیں تو مائیں اپنے بچوں کے موبائلز پر کیوں نہیں۔" وہ اب رویا رویا سرخ چہرہ لیے اور بھی جوش سے بول رہی تھی۔

"مجھے یقین ہے میری بیٹی کبھی کچھ برا نہیں کرسکتی۔" وہ شاید ابھی تک خود کو بہلا رہی تھیں۔

"گزرے وقتوں میں یہ سب کہنا آسان تھا امی تب آنکھوں کے سامنے رہنے والے بچے واقعی آپ کے لیے باعث تسلی اور اطمینان ہوا کرتے تھے پر آج کی اولاد آپ کی آنکھوں کے سامنے بیٹھ کر بظاہر آپ سے گپ شپ کرتے یہ شیطانی چیزیں ہاتھ میں لیے آپ کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہوتی ہے۔"

"تم نے کیا کیا ہے ثمن؟" اپنے آپ کو مزید بہلانا اب ان کے بس میں نہیں تھا۔ پھر ثمن تو کسی انہونی کا خود اپنے لبوں سے اعتراف کرنے پر تلی تھی۔

"کسی مرد کو بہکانے سے بڑا جرم کیا کرسکتی ہے ایک عورت' بہکا کر اس کی گرہستی کو ایسے موڑ پر لا کھڑا کرنا کہ ایک بے چاری بے قصور عورت اپنی جان سے جانے کے درپے ہوجائے۔ یہ جرم ہے آپ کی بیٹی کا' خود کو اچھا سمجھنا سراسر میری بھول تھی امی میں بہت بُری ہوں' امی ثمن رُباب بُری لڑکی ہے۔" وہ ابھی تک اس ایک جملے کی پھانس سے خود کو نکال نہیں پائی تھی۔

"اچھا بننے میں ایک پوری عمر خرچ ہوجاتی ہے ثمن اور برا بننے کے لیے بس ایک جھٹکا کیونکہ اس میں لذت ہے' کھچاؤ اور کشش ہے۔ ہم اپنی زندگی میں بیسیوں بار دوسروں کے لیے برے لوگ' بری عورت' برا آدمی جیسے الفاظ بڑے فراٹے سے استعمال کرجاتے ہیں۔ بغیر یہ سوچے کہ کسی کے برا بننے میں جانے کیسے کیسے عوامل کا حصہ رہا ہو جہاں تک تمہاری بات ہے......" انہوں نے نرمی سے ثمن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا' وہ اب اٹھ بیٹھی تھی۔ اُس کی اداس خالی آنکھوں میں آج عجیب سی ویرانی جھلکتی تھی۔ اِس بار شاید ان کی بیٹی نے کچھ ایسا کھویا تھا کہ بجھی آنکھوں کے یہ دیپ وہ برس ہا برس لگا کر بھی جلا نہیں سکتی تھیں۔

"تم نے اپنی غلطی سے سبق حاصل کیا' فی الحال کے لیے یہی بہت ہے۔ چیزوں کے اچھے پہلو دھیان میں رکھنے چاہئیں۔ اللہ پاک تمہارے ساتھ کبھی کچھ برا نہیں ہونے دیں گے۔"

"امی...... ایک بات کہنی ہے۔" وہ ذرا سا جھجکی۔ "ایک ریکوئسٹ ہے۔"

"ہاں کہو۔"

"آپ بھیا سے کہیں اب جو بھی اچھا رشتہ آئے......" وہ ایک بار پھر کہتے کہتے اٹک گئی۔

"میں نہیں کہوں گی۔" انہوں نے نرمی سے ثمن کا گال چھوا۔ "جہاں جرأت نہیں دکھانی تھی' وہاں دکھا کر تمہیں نرا نقصان ہوا ثمن پر جہاں دکھانی تھی وہاں اگر چند سال پہلے یہ ہمت ظاہر کردیتیں تو آج تمہاری اپنی ایک ہنستی بستی خوش حال زندگی ہوتی۔ عدیل تمہارا بھائی ہے' سچا خیر خواہ اور رازدار ایک بار یہی بات اپنے منہ سے کہہ دو وہ شاید مہینے تو کیا ہفتے بھی نہ لگائے اپنے فرض سے سبکدوش ہونے میں۔ اچھی بات بہرحال اپنا اثر رکھتی ہے۔ اپنا خیال رکھو اور خوش رہنے کی کوشش کرو۔" وہ اس کا کندھا تھپکتے بالآخر وہاں سے اٹھ گئیں اور ثمن دونوں ہاتھوں کو آپس میں جوڑے اپنے لبوں پر جمائے پھر کسی خیال میں گم تھی۔

"ایک ذرا سی لغزش کتنی آسانی سے آپ کا مقام و مرتبہ تبدیل کردیتی ہے وہ اتفاق جسے کچھ روز پہلے تک وہ اپنی زندگی میں آنے والا ایک حسین حادثہ تصور کررہی تھی' کتنے بھیانک بدصورت پہلو اپنے اندر رکھتا تھا۔ وہ پہلو جو اس سے پہلے ثمن کو نہ دکھائی دیئے تھے نہ سجھائی ایک عورت کے اسے 'بری لڑکی' کہنے نے ثمن کا پورا وجود جھنجھوڑ ڈالا تھا واقعی اس نے ایک عمر گزار دی تھی اپنے پندار کی حفاظت کرتے' اپنی شرافت اپنی عزت کو بچا بچا کر چلتے بس ذرا سا ہاتھ چھوٹا اور اچھی لڑکی سے بری لڑکی بننے کا سفر لمحوں میں طے پا گیا تھا اور اب' اب اُسے واپس پلٹنا تھا ثمن نے بھیگی پلکیں اُٹھا کر اوپر آسمان میں دیکھا صبح کے اُجالوں کے بیچ ابھی پوری کالی رات پڑی تھی طویل' بھاری' مہیب سایوں سی بازو پھیلائے اپنی لپیٹ میں لیتی۔ ایسی رات کہ جس کی صبح تو رواں دواں زندگی سے ایک بار پھر آغاز ہونی تھی پر اس زندگی کے مدار سے حیدر ایک بار پھر دور نکل گیا تھا۔ شاید اس بار ہمیشہ کے لیے......"

کنارا دوسرا دریا کا جیسے
وہ ساتھی ہے مگر محرم نہیں ہے

☆☆☆......☆☆☆

"تم بلاوجہ اتنی پریشان ہوگئیں ثمن یہ سب تو ایک دن پیش ہونا ہی تھا۔"

"جو ہم سوچ رہے تھے وہ ٹھیک نہیں تھا حیدر۔" وہ آج بہت ہاری ہوئی بہت شکست خوردہ تھی۔ کیا یہ اتنی انہونی بات تھی وہ قائل نہیں ہورہا تھا۔

"تم نے اتنے جلدی ہتھیار ڈال دیئے ثمن۔"

"اب کچھ بھی کہنا بے کار ہے حیدر میں کسی کی بددعائیں نہیں لے سکتی۔ جو بھی ہوا سب بھول جائیں۔"

"تم بھول جاؤ گی؟" وہ اب سیریس ہورہا تھا۔ معلوم نہیں کیوں پر اس ساری سچویشن کا ایسا نتیجہ حیدر کو ہضم نہیں ہورہا تھا۔ شاید دماغ ابھی تک اس خوش گمانی سے نہیں نکلا تھا کہ ثمن سے وہ اتفاقیہ ملاقات زندگی کو ایک نیا اور بہت خوب صورت موڑ ملنے جیسی تھی زندگی میں ثمن کی آمد بہار کے جھونکے جیسی ہلکی ہلکی معطر ابھی تو دل و دماغ پر سرور جیسی چھانے لگی تھی' وہ موسم بہار جس کا ابھی آغاز ہوا تھا اتنے جلدی خزاں رسیدہ کیسے ہوسکتی تھی۔ ثمن نے ایک گہرا سانس کھینچ کر بالآخر خود کو بولنے کے لیے تیار کیا۔

"آپ نے ابھی کہا کہ یہ کوئی ایسی انہونی نہیں ہے۔ ایک بیوی کے ہوتے دوسری کو اپنی زندگی میں شامل کرلینا کوئی انہونی نہیں۔ اسی طرح لوگوں کا مل کر ایک دوسرے سے جدا ہوجانا بھی کوئی انہونی بات نہیں ہے' حیدر یہ سب بھی اسی دنیا میں ہوتا ہے کیا ہم پہلے محبت کے مارے ہیں جنہوں نے اپنی اپنی محبت اوروں کی خاطر قربان کردی۔ کیا ہم جیسے اس دنیا میں بے شمار لوگ ایسے نہیں ہیں جنہوں نے ناکام محبت کا درد سہتے زندگی گزار دی ہو اور سچ تو یہ ہے کہ ایسے چند ایک گنے چنے خوش نصیب ہی ہوتے ہیں کہ جسے وہ چاہیں اسے پا بھی لیں۔ باقی ہم ایک دوسرے کو بھول جائیں یا یاد رکھیں وہ محبت کے معیار ہیں فی الحال مجھے ارم کی بنائی حدود سے تجاوز نہیں کرنا جہاں تک بات میرے دل کی ہے۔ اس پر ایک میری حکمرانی ہے۔ وہ ارم کے دائرہ اختیار سے باہر کی چیز ہے اور یہ بات کہ ہمیں تقدیر نے کیوں دوبارہ ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا تھا تو اس کی وجہ بھی ضرور ایک دن سامنے آئے گی ہاں لیکن وہ یہ وجہ نہیں

تھی جو اتنے دنوں سے ہم سمجھتے رہے تھے۔"

"تو تم نے سوچ لیا ہے ثمن کہ......"

"جی۔" وہ بات کاٹ کر عجلت میں بولی۔ حیدر کا لہجہ جانے اُس سے کیا کہلوا بیٹھے وہ دل کو مہلت دینے کو تیار نہ تھی۔

اس طرح اچانک اتنے فاصلے پہ چلے جانا آسان نہیں ہوتا حیدر کے لیے اپنے قدم پیچھے ہٹانا اس لمحے کتنا مشکل ہو رہا تھا ایک وہی جانتا تھا۔ اُسے صحیح معنوں میں آج احساس ہو رہا تھا کہ کسی حسین خواب سے اچانک آنکھ کھلے تو کیسی مایوس کُن سی اداسی گھیر لیتی ہے۔ حالات نے اچانک اس بری طرح پلٹا کھایا تھا کہ اسے لگ رہا تھا وہ خالی ہاتھ خالی دل لیے پھر وہیں آ کھڑا ہوا ہے جہاں سے سفر کا آغاز ہوا تھا بس آنکھ کھلی اور سب اُڑن چھو۔

"خوش رہنے کے لیے آپ کی لائف میں بہت کچھ ہے حیدر آپ بہت جلد اس فیز سے نکل آئیں گے۔"

"اور تم؟"

"آئی ول مینج......" اٹک اٹک کر اپنا دفاع کرتے اسے بہت دن پہلے حیدر کا بالکل یہی الفاظ ادا کرنا یاد آ گیا اور اس مرتبہ بنا جواب سنے ثمن نے فون بند کر دیا ہمیشہ کے لیے۔ وہ چاہ کر بھی کہہ نہیں سکتی تھی کہ سات برس پہلے درد کو قابو میں لانا قدرے آسان ثابت ہوا تھا کیونکہ محبت خاموش تھی رابطے وجود سے جُڑا کوئی عضو ہوتے ہیں شاید۔ الگ کرنے توڑ دینے سے ایسا درد دیتے ہیں جیسے کسی عضو کو اپنے سے جدا کر دینا لیکن کہہ نہیں سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی حیدر کو بھی سات برس پہلے اتنی تکلیف نہیں ہوئی ہوگی جتنی آج بچھڑتے وقت ہو رہی تھی کاش نامراد ٹھہرنے والی محبتوں کو کبھی زبان نہ ملے۔

☆☆☆......☆☆☆

"تم نے ٹھیک کہا تھا مہک نصیب ہی چیزوں کو ہم سے دُور کرتا ہے۔" وہ لان میں کھلنے والی برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھی ہوا میں آزادانہ اڑتے پنچھیوں کو رشک کی نظر سے دیکھ رہی تھی۔

"پر تمہارا کہنا تھا کہ بہت سی چیزیں ہم لائف میں محض اپنی نادانی میں کھو دیتے ہیں۔" مہک کو بھی یاد تھی کچھ دن پہلے کی بات۔

"ہاں۔" ثمن ہلکا سا مسکرائی۔ "اور تم نے کہا تھا وہ نادانی ہم سے اس لیے سرزد ہوتی ہے کہ وہ چیز ہمارے نصیب میں نہیں لکھی ہوتی۔" نصیب کی وضاحت کے لیے شاید اس سے بہتر جملہ نہیں ہو سکتا۔

"نہیں ثمن۔" مہک نے نفی میں سر ہلاتے نرمی سے اس کا بازو چھوا۔ "شاید اس میں بھی ذرا سے اضافے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر یہ سچ ہوتا تو دنیا میں کوئی بھی آگے بڑھنے کی جستجو اپنے اندر نہ رکھتا اور ہاتھ پہ ہاتھ دھرے ایک جگہ بیٹھ جاتا یہ سوچ کر کے جو میرا نصیب ہے وہ خود بخود سامنے آ جائے گا آگے بڑھنے کی لگن میں نصیب کا وہم پالنے کے بجائے اپنی نیت اور ایمان داری کو مدِنظر رکھنا چاہیے۔ چیزیں ہمیں اُس وقت حاصل ہوتی ہیں جب ان کے حصول کے لیے ہم پُرخلوص ہوں۔ ہاں اگر اس کے بعد بھی ناکامی ہی مقدر بنے تب کم از کم دل ضرور مطمئن ہوتا ہے کہ بہرحال ہم نے کوشش تو کی تھی اور جانتی ہو تب ہمیں ناکامی بھی بوجھ نہیں لگتی لیکن اگر بددیانتی کر کے زبردستی اپنی خواہش کو قدرت سے چھینا جائے تو وہ کامیابی دل کو کھوکھلا کر دیتی ہے تب آپ حاصل کر کے بھی تہی دست رہتے ہیں۔"

"ہوں۔" ثمن نے بے ساختہ نگاہ چرائی۔ آج مہک کا حرف حرف اس کی دلی کیفیت کا ترجمان تھا۔ وہ بھی تو بددیانتی سے حیدر کو حاصل کرنا چاہ رہی تھی اور وقت یہ ثابت کر دیتا کہ اسے حاصل کر کے بھی وہ خالی دامن ہی رہتی ٹھیک یونہی وہ دل ہی دل میں اس کا شکریہ ادا کرتی وہاں سے اُٹھ گئی۔ ایمان داری سے اس قیدِ جدائی کو گلے لگانا اب شاید اتنا کٹھن نہ لگے۔ سوکھے پتوں سے بھری خاموش روش پر جھکا سر بھیگی پلکیں لیے وہ دُور تک اکیلی چلتی چلی گئی۔

اُسے کہنا

محبت میں خسارہ بھی
منافع بخش ہوتا ہے!

خوش فہمی

ثمینہ فیاض

شکستہ خواب و شکستہ پا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا
میں آخری جنگ لڑ رہا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا
ہوائیں پیغام دے گئی ہیں مجھ کو دریا بلا رہا ہے
میں بات ساری سمجھ گیا ہوں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا



امی جی نے دھڑ سے کمرے کا دروازہ کھولا اور بیڈ پر پڑے کپڑوں کا ڈھیر دیکھ کر ان کا پارہ ساتویں آسمان کو چھونے لگا تھا۔ وہ کوئی بہانا تلاشنے لگی صاف کہہ دیتی کہ ڈائجسٹ پڑھ رہی تھی تو اس کی اپنی شامت آجانی تھی۔

"تم ابھی تک اسی میں منہ دیے بیٹھی ہو۔ مجھے پتہ تھا کہ اب تک ان کپڑوں پر استری نہیں کی ہوگی گھسی ہوگی ان ہی رسالوں میں ابھی لائٹ چلی جائے گی تو کیا پہن کر جائیں گے سب شادی میں؟" امی جی کی گرجتی ہوئی آواز اس کی سماعتوں میں پڑی۔

وہ کانپ ہی اٹھی تھی بجلی چلی گئی تو ساری بجلیاں اس پر ہی گر پڑیں گی اس سے پہلے کہ امی جی مزید اسے اپنے عتاب کا نشانہ بناتیں وہ خود ہی بجلی کی سی تیزی سے اٹھی اور برق رفتاری سے کپڑوں پر استری کرنا شروع کردی تاکہ جلدی سے کام نمٹا کر ڈائجسٹ کے ٹوٹے ہوئے سلسلے کو دوبارہ جوڑا جاسکے۔

کرن کے پیارے ماموں جان کی شادی تھی اور آج مایوں کی تقریب تھی مایوں اور مہندی کے فنکشن ساتھ ساتھ ہی ہونے تھے لہٰذا کرن کی تمام چیزوں میں سبز و زرد رنگ شامل تھے جس پر خرم بھائی نے اسے سرسوں کے کھیت کا خطاب دے ڈالا اب اس سرسوں کے کھیت کو مایوں میں تو جانا ہی تھا سو منہ بنا کر تیار ہونے چلی گئی۔ کرن گندمی رنگت کی تیکھے نقوش کی حامل دبلی پتلی خوب صورت چمکدار بالوں والی ایک عام سی لڑکی تھی مگر اس کی کزنز اور سہیلیوں کے بقول اس میں ایک کشش تھی جو لوگوں کو اس کی جانب متوجہ کرتی ہے..... تعریف کسے بری لگتی ہے وہ بھی یہ سب سن کر بہت خوش ہوتی اور خود کو مزید سنوارنے کی سعی میں لگ جاتی پھر کیا تھا کرن صاحبہ اپنی اسی خوش فہمی کے ساتھ اپنے تمام اہل خانہ کے ہمراہ مایوں کی تقریب کے لیے روانہ ہوگئیں ویسے تو شادی کی تیاریوں میں کئی ماہ سے اس کا اپنی نانی کے گھر جانا آنا لگا ہوا تھا مگر کل تھوڑا آرام کرنے اور کچھ سامان لینے وہ لوگ گھر واپس آئے تھے اور اب تیار ہو کر تقریب میں شرکت کرنے جارہے تھے۔ اگلے چار پانچ دنوں کا سامان بھی انہوں نے اپنے ساتھ لے لیا تھا کیونکہ اب شادی کی ساری تقریبات کے بعد ہی ان کی واپسی متوقع تھی۔ ایسے میں امی جی کا ہزار مرتبہ کا کہا گیا جملہ بار بار پھر سننا پڑ رہا تھا وہاں سب کے ساتھ کام میں ہاتھ بٹانا اور کاہلوں کی طرح بیٹھی نہیں رہنا ایسے ہی موقع پر لڑکیاں نظر میں آتی ہیں تو کوئی اچھا رشتہ آتا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆

لو جی..... تیار ہو کر یا یوں کہیے کہ دل پر جبر کرتی یہ لڑکی کمر کس کر میدان میں اتر آئی تھی خاندان میں مقابلہ بھی تو بہت تھا اس زمانے کے حساب سے آٹھ خالائیں اور دس ماموں سب شادی شدہ اور اب ان کے بچے ہر گھر میں دو چار حسین دوشیزائیں موجود تھیں۔ بقول امی جی اس خاندان میں بہت سے شہزادے بھی تو ہیں لیکن اسے ہمیشہ یہی لگتا کہ سب افریقہ سے تعلق رکھتے ہیں یا شاید ان کے اماں ابا دھوپ میں رکھ کر بھول گئے تھے دو چار کے بارے میں تو اس کی رائے یہ تھی کہ ان کے والدین نے انہیں لنگوٹ سمیت بانس پر ٹانگ کر شاید بھول ہی گئے تھے تب ہی تو ان کے قد اب قد نہیں بانس ہوگئے تھے یہ لمبے کہ الاماں الحفیظ اور وہ ٹھہری مشرقی لڑکی پیدا ہوتے ہی شرماتی رہ گئی اسی لیے قد بھی شرما شرمی میں کم ہی نکلا تھا اب اسے بھی امی جی کی فرماں برداری میں کچھ تو کام کرنا ہی تھا اسی لیے ذہنی طور پر پوری طرح سے تیار کرن بیگم ارے نہیں ابھی شادی کہاں ہوئی ہے جو بیگم ہوجائیں چلیں کرن دوشیزہ چلے گا وہ اپنے ماموں کے گھر پہنچیں تو مہمانوں سے گھر بھرا ہوا تھا جن میں کچھ رشتے دار تھیں تو کچھ ان کے محلے کی خواتین جن کا ہر وقت نانی کے گھر آنا جانا لگا رہتا تھا بری کا سامان تو پہلے ہی پیک کردیا گیا تھا۔ مہندی کی رسم میں بری کا سامان بھی لڑکی والوں کے گھر جانا تھا جب کہ ایک کمرے میں کرن اور دیگر رشتے دار خواتین اور کزنز ایک خاص مشن میں مشغول تھیں یعنی مہندی کے تھالوں کی سجاوٹ جو بازار سے لائے گئے تھے ایک سے ایک حسین ڈولی اور دیگر تھال جو جگ مگ کررہے تھے ان میں مہندی گھول کر بھر دی گئی تھی۔ جن پر بڑی محنت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کرن نے موم بتیاں لگائی تھیں کرن اس کارنامے پر ان خواتین کی سراہتی نگاہوں اور تعریفی کلمات سے لطف اندوز ہورہی تھی سب بڑی شان سے تیار ہوکر مہندی لے کر ماموں کی سسرال گئے کرن بھی اپنے حسن کے تمام ہتھیاروں سے لیس

تھیں لڑکی والوں کا جوش بھی دیکھنے والا تھا۔ بہت زور و شور سے دونوں جانب سے گانوں کا مقابلہ ہوا اور آخر کرن اور ان کی کزنز جیت گئیں یہ وہ واحد مقابلہ تھا جس کے لیے انہیں محنت نہیں کرنی پڑی تھی گانے تو ایسے رٹے تھے جیسے ہمارے سیاستدانوں کو وعدے رٹے ہوئے ہوتے ہیں موقع ملتے ہی امڈ امڈ کر باہر نکلتے ہیں۔ رسمیں شروع ہوئیں تو اسٹیج پر رش بڑھ گیا وہ بھی سب کے ساتھ اسٹیج پر چڑھ کر ساری رسومات میں شامل ہوئی۔ سب ہی لوگ بہت انجوائے کر رہے تھے پھر کھانا لگا اور سب کی توجہ دلہا دلہن سے ہٹ کر کھانے پر مرکوز ہوگئی۔

اس دوران مووی میکر صاحب ہر ایک کی پلیٹ سے لے کر منہ میں جانے والے نوالے تک کی مووی بناتے رہے۔ ایسے میں بڑی مہارت سے کرن بچنے کی کوشش کرتی رہی اور مجال ہے جو ایک شارٹ بھی اس نے اپنی پلیٹ کا لینے دیا ہو جب جب کیمرہ مین ان کی طرف متوجہ ہوتا وہ پلیٹ سمیت منہ موڑ کر کھڑی ہوجاتی کیمرے میں ہر بار وہ مڑی ہوئی ہی آئی تھی جب چوتھی بار کیمرہ مین اس کا شارٹ لینے کی کوشش کر رہا تھا تو جل کر اس نے کہہ ہی دیا۔

''غضب خدا کا بندہ سکون سے کھا بھی نہیں سکتا او بھائی جان چھوڑو میری۔'' تب کہیں جاکر وہ دوسرے مہمانوں کی جانب مڑا کھانے کے بعد ایک آرکیسٹرا بینڈ کا انتظام کیا گیا تھا۔ وہ بھی ساری کزنز کے ساتھ جاکر بیٹھ گئی اور آرکیسٹرا بینڈ کے فن کار ایک ایک کرکے اسٹیج پہ آتے گئے پہلا گانا گایا گیا۔

''تمہیں دیکھا تو یہ جانا صنم پیار ہوتا ہے دیوانا صنم۔''

وہ خوب سر دھنتی رہی تالیوں کے ساتھ ساتھ ہونٹوں کی موومینٹ نا ہو تو بھلا گانے سننے کا کیا مزہ اس دوران پہلی بار کرن کو کچھ عجیب سا محسوس ہوا کیونکہ سنگر کی نظریں مستقل کرن پر ہی تھیں وہ کچھ کنفیوز ہو رہی تھی مگر بیٹھی رہی کیونکہ ساری ہی کزنز بیٹھی تھیں، دوسرا گانا شروع ہوا۔

''بھولی سی صورت آنکھوں میں مستی دور کھڑی شرمائے۔''

کرن سمجھی کہ شاید یہ اس کا وہم ہوگا اس لیے اگنور کر رہی تھی گانا اپنے اختتامی مراحل میں تھا اتنے میں شمیم آنٹی بھی آگئیں، شمیم آنٹی کرن کی رشتے میں دوسری خالہ لگتی تھیں وہ کرسی تلاش کر رہی تھیں لیکن چونکہ ان کے لیے کرسی نہیں تھی تو کرن آگے بڑھی اور کچھ فاصلے پر موجود کرسی اٹھا لائی ابھی وہ کھڑی ہی تھی کہ اگلا گانا شروع ہوگیا۔ سنگر بڑی ادا سے اپنے گروپ ممبرز کی طرف گھوما اور جھوم جھوم کر گا رہا تھا۔

''اکیلی نہ بازار جایا کرو نظر لگ جائے گی...... سب کی نظر میں نہ آیا کرو نظر لگ جائے گی۔''

کیونکہ باقی سب لوگ بیٹھے تھے اور وہ اکیلی کھڑی تھی اس لیے سب کی نظر میں آگئی اسے یہ گانا بھی خود پر گایا جانے والا لگ رہا تھا اب کی بار تو اس کی کزنز نے بھی نوٹ کیا وہ آکر واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تو سب نے اس سے پوچھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے' کیا سین ہے؟''

''ارے مجھے کیا معلوم اس کو کیا ہوا ہے۔'' وہ پریشان ہوئی۔ کرن نے جھنجھلاتے ہوئے کہا اب اسے کوفت ہونی شروع ہوگئی تھی حالانکہ کچھ دیر پہلے وہ بہت انجوائے کر رہی تھی اس نے سوچا اٹھ کر مامی کے کمرے میں چلی جاؤں تو شاید اس سارے معاملے سے دور ہو کر بچ جاؤں وہ جانے کے لیے کھڑی ہوئی اور ابھی دو قدم ہی چلی تھی کہ...... یہ کیا اک اور گانا شروع ہوگیا۔

اب تو انتہا ہوگئی تھی اس کی ہر حرکت پر ایک گانا وہ بھاگ جانا چاہتی تھی اسی لیے مامی کے پاس کمرے میں آکر بیٹھ گئی...... مگر اگلے گانے کو سن کر تو اس کے غصے کی انتہا نہیں تھی۔

''گمشدہ...... گمشدہ......''

اس پر اس کی کزن ہما، سلمٰی اور نازیہ نے اسے خوب ستایا جو ساری سچویشن سے خوب لطف اندوز ہو رہی تھیں وہ تینوں بھی ہنستی ہوئی آگئیں۔

''لو جی وہ تمہارے لیے گانے گا گا کر مرا جا رہا ہے اور تم یہاں ہو...... ہاہاہاہا...... ہی ہی ہی ہی۔''

''بکواس نہ کرو۔'' کرن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ پر لگ جائیں اور وہ گھر چلی جائے سنگر کوئی خوب صورت ہوتا تو سمجھ میں بھی آتا کہ چلو وہ اس کے حسن پر عاشق ہوگیا ہے اچھی بات ہے پر یہ تو اس خاندان کے شہزادوں کا بھی بادشاہ تھا چھوٹا قد بڑھی ہوئی شیو کالا بھجنگ اوپر سے رنگ اڑے گھنگریالے بال وہ کہیں کسی

جن کا بچہ تو نہیں اگر جن تھا تو کیسے بھگائے گی ابھی اسی سوچ میں ڈوبی تھی کہ اگلے گانے کی آواز پر اس نے روئی کے دو ٹکڑے لیے اور اپنے کانوں میں ٹھونس لیے ہما، سلمیٰ اور نازیہ اب پاگلوں کی طرح ہنسے جارہی تھیں ہر تھوڑی دیر بعد ان کے تاثرات کچھ ایسے ہی ہوتے وہ تینوں ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہورہی تھیں اور کرن منہ پھلا کر بیٹھی تھی۔ اللہ اللہ کر کے فنکشن ختم ہوا تو سب واپس آگئے۔ اگلے دن برات تھی کرن کو ڈر تھا کہ ماموں نے برات والے دن بھی اس گروپ کو نہ بلا لیا ہو وہ کسی بہانے سے پوچھنا چاہتی تھی لیکن کیا کہتی خود ہی شادی میں جانے سے انکار کردے لیکن یہ بھی نہیں ہوسکتا تھا آخر اس کے آٹھویں مگر سگے ماموں جان کی شادی تھی۔ وہ پوچھنا چاہتی تھی مگر ہمت نہ ہوئی خیر تیار ہو کر شادی کی تقریب کو اٹینڈ کیا اور پورے وقت یہی سوچتی رہی کہ وہ بینڈ والے نہ آجائیں ورنہ اس کا بینڈ بج جائے گا۔ اسی خوف کی وجہ سے برات کو انجوائے بھی نہ کر پارہی تھی اوپر سے وہ تینوں اس کا مذاق بنارہی تھیں ہر تھوڑی دیر بعد اس کا گایا ہوا گانا شروع کردیتیں۔ برات کی تقریب اختتام کو پہنچی تو کرن کو سکون ہوا لیکن اصل ڈر تو اب شروع ہوا تھا۔

ایک دن گیپ کے بعد ولیمہ تھا اور ہوسکتا ہے کہ اس ولیمے کی تقریب کے لیے بھی کوئی فنکشن ارینج کیا گیا ہو بڑی ہمت کر کے کرن نے ماموں سے پوچھ ہی لیا۔

”ماموں ولیمے کے لیے بھی کوئی فنکشن ارینج کیا ہے کیا؟“

”ہاں ولیمے کے لیے تو خاص طور پر فنکشن ارینج کیا گیا ہے میری پیاری بچی تمہاری مامی بھی تو گھر آجائیں گی آخر ان کا استقبال بھی تو کرنا ہے۔“ لو جی اور یہ سنتے ہی کرن کے چہرے پر بارہ بج گئے۔

اگلے پورے دن وہ پریشان رہی کہ اب کیا کیا جائے کیسے ولیمے کو ٹالا جائے اس نے کئی قسم کے بہانے تراشے لیکن سب بے سود امی اور اس کی کزنز کے بے حد اصرار پر اسے یہ تقریب اٹینڈ کرنی ہی پڑی لیکن دل پہ کہر سا چھایا رہا وہ سنگر آج پھر اسے گھورتے گھورتے گانے گائے گا اور وہ کچھ نہیں کرپائے گی۔ کھانا بھی اس سے نہیں کھایا گیا چند نوالے بڑی مشکل سے حلق سے اتارے اور اب جب تقریباً لوگوں کی روانگی شروع ہوئی تو سامنے اسٹیج پر جگہ خالی کی جارہی تھی تاکہ بینڈ اپنے موسیقی کے آلات وہاں رکھ کر گانے گا سکے وہ تو اٹھ کر جانا ہی چاہتی تھی ابھی کچھ دیر پہلے ہی اس نے پیٹ درد کا تازہ بہانا سوچا تھا کہ اسٹیج پر اس کی نظر پڑی۔ یہ تو کوئی اور گروپ تھا یہ وہ بینڈ نہیں تھا جس کی وجہ سے وہ پریشان تھی۔ لوگوں نے اس بینڈ کی غزلوں کو بھی خوب انجوائے کیا کرن بھی سب کے ساتھ انجوائے کرنے لگی۔ فنکشن ختم ہونے پر غزلوں کے اس بینڈ کو ماموں رخصت کررہے تھے اتفاق سے کرن بھی وہاں رکھے کچھ سامان کو لینے گئی تو اس نے سنا کہ ماموں غزل سنگر سے کہہ رہے تھے۔

”کامی بھائی، آپ کاشف کو بھی یہ پیسے دے دیجیے گا۔ اس نے مہندی کے فنکشن میں بہت اچھے گانے گائے سب نے بہت انجوائے کیا۔“ کرن کا منہ بن گیا جب کہ ماموں مزید کہہ رہے تھے۔

”مجھے کل ہی اسے پیسے دے دینے چاہیے تھے لیکن بینک بند تھا تو میں آج ہی ارینج کرسکا۔ ویسے اس کی آنکھوں کا آپریشن ہوگیا یا نہیں۔“ کرن کے کان یہ سن کر کھڑے ہوئے یہ کس کی بات کررہے ہیں۔

”جی ہوگیا آپریشن کتنے ہی سالوں سے وہ اپنے آپریشن کے لیے پیسے جمع کررہا تھا۔“ غزل سنگر نے بتایا۔ ماموں سر ہلاتے ہوئے بولے۔

”بس میری تو یہی دعا ہے کہ اس کی آنکھوں میں روشنی آجائے وہ بھی نارمل انسانوں کی طرح دیکھنے لگے اندھا پن بہت بڑی بیماری ہے اتنی اچھی آواز ہے پر بیچارہ دیکھ نہیں سکتا۔“ اور کرن کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا جن آنکھوں کو وہ خود پر مرکوز سمجھ رہی تھی دراصل وہ نابینا تھیں۔ اپنی بے وقوفانہ خوش فہمی پر سر جھٹکتی وہ گھر کی جانب بڑھ گئی۔

اپنا حصہ

نورعین

ہم کج ادا چراغ کہ جب بھی ہوا چلی
طاقوں کو چھوڑ کر سرِ دیوار آ گئے
اب دل میں حوصلہ نہ سکت بازوؤں میں ہے
اب کے مقابلے پہ مرے یار آ گئے



"اُف میرے اللہ میں نمک لانا تو بھول ہی گئی۔" بریانی کا مصالحہ بھونتے ہوئے جیسے ہی نورین نے نمک کا ڈبہ کھولا تو اس میں نمک کی غیر موجودگی نے اسے سچ مچ ہولا ہی دیا۔

"اُف اللہ اتنی گرمی اوپر سے بازار کے چکر۔" وہ سوچ کر ہی بے دم ہوکر کرسی پر ڈھے سی گئی۔

"اے نورین...... کیا ہوا یوں مُردے کی طرح کرسی پر کیوں پڑی ہو۔" اس کی ساس پان چباتی اچانک ہی وارد ہوئی تھیں۔

"کچھ نہیں ہوا' بس بی پی لو ہوگیا تھا' نقاہت ہو رہی ہے۔"

"کوئی بات نہیں نمک چاٹ لے' بلڈ پریشر خود ہی ٹھیک ہوجائے گا۔ ہاں جلدی سے مجھے ایک کپ چائے بھی پکا دینا' بڑی طلب ہو رہی ہے۔" سرسری سے انداز میں کہتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی جانب مڑیں' ابھی انہوں نے آدھا صحن ہی عبور نہیں کیا تھا کہ زوردار آواز نے انہیں رکنے پر مجبور کردیا۔

"نمک...... اس نمک کی ہی تو ساری مصیبت ہے۔ نہیں ہے نمک اور مجھے کیا سمجھ رکھا ہے آپ نے' میری طبیعت خراب ہے تو میں نمک چاٹ لوں لیکن مجھے کام سے کسی صورت چھٹی نہیں مل سکتی۔ یہ زندگی ہے یا عذاب' نہیں جی سکتی میں ایسی زندگی۔" دونوں ہاتھ سر پر رکھے وہ باقاعدہ چیخ رہی تھی۔

"نمک ختم ہوگیا' چلو میں لادیتی ہوں۔" انہوں نے اپنا لہجہ ٹھنڈا رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ "اور طبیعت خراب ہے تو آج چائے مت پکانا۔" شاہدہ بیگم نے کن انکھیوں سے اپنی دائیں جانب دیکھتے ہوئے کہا جہاں نورین کا پھینکا ہوا ڈبہ دیوار کے قریب بے یارومددگار پڑا تھا' ڈبہ پلاسٹک کا تھا سو بچ گیا لیکن اس کا سرخ گول ڈھکن گول گھومتا ہوا صحن کے بیچوں بیچ آن ٹھہرا تھا۔

"مجھ سے آپ کی بیٹی کی ڈھوتیں نہیں ہوتیں' یہ گھر ہے یا جہنم غضب خدا کا بیماری میں بھی سکون نہیں آپ خود کچن میں آئیں اور اپنی بیٹی کے لیے فرمائشی بریانی بنائیں۔" چیخ چیختی نورین وہاں رکی نہیں تھی۔

"لعنت ہے تجھ پر اور تیرے ہوتے سوتوں پر' ابھی دو دن پہلے جب تیرا چہیتا بھائی آیا تھا تب کیسے سات سات پکوان تیار کیے تھے۔ دفع دور ہو میں تجھ جیسی منحوس ماری سے اپنی بیٹی کے لیے کچھ پکواؤں گی بھی نہیں۔" ان کی ذرا دیر پہلے کی اخلاقیات لمبی اڑان بھر کر کہیں غائب ہوچکی تھی اور اب وہ منہ بھر بھر کر اسے صلواتیں سنا رہی تھیں جو نورین بخوبی سن رہی تھی نتیجتاً کمرہ بے ترتیب ہوتا جا رہا تھا۔ کشن' فلور کشنز' بیڈ کی چادر' میک اپ کا سامان سب کچھ نورین کے غصے کی نذر ہو رہا تھا ابھی اطلاعی بیل بجی۔ یہ آزر کے آنے کا وقت تھا پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ نورین نے اپنے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا اس کی ساس کے کوسنوں کی آواز اور بھی بلند ہوچکی تھی۔ نورین نے ہونٹ بھینچتے ہوئے ٹیبل پر رکھا گلدان کھینچ کر زمین پر دے مارا جو نہ جانے کتنے ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا۔

"ارے یار آزر...... آج لنچ نہیں کرنا کیا؟" سہیل نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو گہری سوچ میں ڈوبا آزر چونک سا گیا' ہنس مکھ سے سہیل نے ابھی ایک مہینے پہلے ہی آفس جوائن کیا تھا بے حد ذہین اور سوشل ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بہت ایکٹو بھی تھا۔ ایک مہینے کے دوران ہی اس نے آفس میں ایک خاص جگہ بنالی تھی ہر کسی کے کام آنے کا جذبہ بھی بدرجہ اتم موجود تھا سو خاصا ہردلعزیز بھی تھا۔

"ہاں نہیں...... کوئی بات نہیں...... بس مجھے بھوک نہیں ہے' تم جاؤ جاکر لنچ کرلو۔" آزر نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"کیا مطلب بھوک نہیں ہے' صبح سے دوپہر ہوگئی ہے بھوک نہ لگنے کا تو کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ کہیں تمہارا پیٹ تو خراب نہیں۔" کہتے ہوئے وہ رکا تو آزر نے ہولے سے سر نفی میں ہلادیا۔

"پیٹ بھی خراب نہیں' کچھ کھایا پیا بھی نہیں پھر تو بھوک کا اڑنا صرف اور صرف پریشانی کی علامت ہے لیکن بھوکا رہنے سے پریشانی کم نہیں ہوتی مزید بڑھ جاتی ہے۔ تم میرے ساتھ آؤ' اچھا سا لنچ کرتے ہیں' چائے پیتے ہیں ان شاءاللہ تم بہتر محسوس کروگے۔" سہیل نے آزر کا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا اس کے خلوص بھرے انداز پر وہ اس سے ہاتھ نہیں چھڑا پایا لیکن وہ پیٹ کا ہلکا ہرگز نہیں تھا۔

❀......❀......❀

''نورین......نورین بھئی میری بلیک شرٹ کہاں ہے؟ اسے استری کردو مجھے آج جلدی آفس جانا ہے۔'' آزر نے شیو کرتے ہوئے آواز لگائی تو تیزی سے پراٹھا بیلتی نورین کے ہاتھ یک دم رکے۔ ابھی رات ہی ان دونوں کی آزر کی اس کو شاپنگ پر نہ لے کر جانے کی وجہ سے زوردار جھڑپ ہوئی تھی اس وقت یہ نادر شاہی حکم سن کر اسے پتنگے لگ گئے۔

''کالی شرٹ ڈھونڈنی پڑے گی' میں ابھی ناشتہ تیار کرنے میں مصروف ہوں' فی الحال یہ کام نہیں کرسکتی۔ آپ کوئی اور شرٹ پہن کر آفس چلے جائیں۔'' نورین نے خوب کرارے لہجے میں آزر کی رات والی بات اسے لوٹائی۔

''کیا مطلب' کام چور عورت دفع ہوجاؤ اور جلدی سے شرٹ استری کرکے لاؤ۔ میں آج صرف اور صرف وہی شرٹ پہن کر آفس جاؤں گا۔'' آزر کی انا پر زوردار چوٹ پڑی تھی' غصے میں ہاتھ لرز گیا تھا' سو دائیں گال سے خون چھلکا تھا لیکن وہ پروا کیے بغیر آدھی ادھوری شیو کے ساتھ ہی باہر آگیا تھا اور اب باقاعدہ اونچی آواز میں دھاڑ رہا تھا۔

''کام چور......یعنی میں کام چور عورت ہوں' سارا سارا دن آپ کے گھر کے لیے اپنا آپ بھول کر کام میں جتی رہتی ہوں اور آپ مجھے کام چور کہہ رہے ہیں۔ ٹھیک ہے اگر میں کام چور ہوں تو آپ کام چور مت بنیں' اپنا کام خود کرلیں' اپنی شرٹ خود استری نہیں کرسکتے کیا۔ میرے پاس تو واقعی ٹائم نہیں مجھے ابھی ناشتا بھی تیار کرنا ہے۔'' استہزائیہ لہجے میں کہتی ہوئی وہ دوبارہ کچن میں گھسی تو آزر کا غصہ آسمان کو چھونے لگا۔

''نہیں کرنا مجھے ناشتا جہاں تمہارے جیسی زبان دراز بیوی ہو وہ گھر ویسے بھی جہنم ہوتا ہے اور پتا نہیں میں پاگل ہمیشہ ہی یہ کیوں بھول جاتا ہوں کہ جہنم میں سکون کیسے ممکن ہے۔'' غصے میں چنگھاڑتا ہوا آزر اگلے پانچ منٹ میں اپنی پرانی اور مسلی ہوئی شرٹ پہنے جانے کے لیے تیار تھا۔

''یہ لے بیٹا ناشتا کرلے ورنہ میرا دل ہولتا رہے گا۔'' اس کی ماں نورین کے تیار کردہ ناشتے کی ٹرے لیے اس کے سامنے تھی۔

''یہ لیں اماں اس جہنم میں موجود آسائشوں کا بل ان سے کہیں ادا کرتے جائیں' آج آخری تاریخ ہے اور ہاں جہنم میں پینے کا پانی بھی ختم ہوگیا ہے وہ بھی لیتے آئیں۔'' نورین نے بجلی کا بل ناشتے کی ٹرے کے ساتھ رکھا۔

''شٹ اپ اپنی بکواس بند کرو۔'' آزر کا ضبط اب جواب دے چکا تھا وہ ہاتھ سے پرے کرتا ہوا باہر نکلا تو ناشتے کی ٹرے زمین بوس ہوگئی اس کی ساس نے شاکی نظروں سے اس کی جانب دیکھا' نورین کے لیے اگلا میدان جنگ تیار تھا۔

❀......❀......❀

جس وقت موٹر سائیکل گھر کے باہر رکی نورین ساتھ والے جمیل صاحب سے مسکراتے ہوئے بل کی رسید اور بقایا پیسے وصول کررہی تھی۔ جمیل سے سلام دعا کیے بغیر نورین کو غصہ بھری نظروں سے گھورتا ہوا وہ تیزی سے گھر میں داخل ہوا لیکن وہاں پروا کسے تھی' فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر اس نے گلاس بھر کر ٹھنڈا پانی حلق میں انڈیلا تو غصے کا ابلتا ہوا آتش فشاں کچھ ہلکا ہوا۔

''گھر میں تو مرچیں چبائے رکھتی ہو دوسروں سے بات کرتے ہوئے منہ سے کیسے پھول جھڑتے ہیں۔'' نورین کو آتے ہوئے دیکھ کر اس نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بڑی جلتی ہوئی بات کی۔

''یہ گھر صرف آپ کے لیے نہیں میرے لیے بھی جہنم ہے اور پھول جہنم کے لیے نہیں ہوتے۔'' آزر کی بات پر اس کا دل رو دیا تھا۔

''چٹاخ......'' کی زوردار آواز کے ساتھ آزر کا ہاتھ نورین کے گال سے ٹکرایا تھا۔ شادی کے اس ایک سالہ دورانیے میں اس نے پہلی بار نورین پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ آزر کے کمرے کے دروازے کی دہلیز پر کھڑی اس کی ماں نے اپنا کلیجہ تھام لیا تھا وہ جیسی بھی تھی لیکن اس کا بیٹا کسی عورت پر ہاتھ اٹھائے گا ایسا تو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

ایک سکتے کے عالم میں اپنے گال پر ہاتھ رکھے نورین ایک جھٹکے سے واپس مڑی اور دوڑتی ہوئی اپنے کمرے کے دروازے کے پیچھے گم ہوگئی۔ اگلے ایک گھنٹے میں اس کا بھائی آگیا تھا اپنی ساس کی ساری گزارشوں اور نصیحتوں کو نظر انداز کرتی وہ تیزی سے گھر کی دہلیز پار کرگئی تھی۔ غریب کی بیٹی تھی شاید تبھی اب تک گزارا کیا تھا لیکن عزت نفس پر

سمجھوتہ کرنا اسے ہرگز نہیں سکھایا گیا تھا۔

❁......❁......❁

اس دن ساری رات آزر سو نہیں پایا تھا شادی کے اولین دنوں کی یاد نے اس کو سونے نہیں دیا تھا جب اس کا دل چاہتا تھا کہ بس نورین بولتی رہے اور وہ اس کی چہکار سنتا رہے پھر پتا نہیں ایسا کیا ہوا کہ یہ چہکار اس کو پھنکار لگنے لگی۔ جمیل بھائی ان کے محلے دار ہونے کے ساتھ ساتھ نورین کے تایا کے بیٹے بھی تھے وہ انہیں اپنا بھائی سمجھتی تھی یہ جانتے ہوئے بھی صرف نورین کو تکلیف دینے کے لیے اس نے اتنی گھٹیا بات کیوں کی اس بات کی چبھن نے ایک رات میں ہی اس کی ساری بشاشت چھین لی تھی لیکن میں اور نورین ایک ساتھ خوش بھی تو نہیں۔

''اچھا ہے ابھی راستے الگ کر لیے جائیں ویسے بھی نورین کا رویہ ناقابل برداشت ہے۔'' ایک فیصلے پر پہنچتے ہوئے آزر نے ایک گہرا سانس لیا لیکن اداسی کے بادل چھٹے نہیں تھے۔

❁......❁......❁

''اب اپنے نہیں اپنی ہونے والی اولاد کے بارے میں سوچ گر تُو نے اسے پیدا ہونے سے پہلے ہی اپنی زندگی سے باہر نکال کیا تو اس کی زندگی برباد ہو جائے گی پھر کل قیامت کے دن تُو اپنے رب کو کیا جواب دے گا۔ تیری اولاد اپنی ماں سے پیار تو حاصل کرلے گی لیکن وہ ماں تیری اولاد کی حفاظت نہیں کر پائے گی۔ تیری اولاد گلیوں میں رل جائے گی اور اگر دل کا ٹکڑا رُل جائے ناں تو دل بھی رُل جاتا ہے۔ جا شاباش نورین کو منا کر لے آ' اولاد گود میں آئے گی تو وہ بھی بدل جائے گی۔'' اس کے ذہن میں سارا دن اپنی ماں کی باتیں گونجتی رہیں' وہ عجیب مشکل میں تھا جتنا سوچ رہا تھا مشکل کی دلدل میں بس پھنستا ہی چلا جا رہا تھا۔

❁......❁......❁

''ارے آزر...... گھر نہیں چلنا کیا؟ سارا اسٹاف جا چکا ہے۔'' چابی ہاتھ میں پکڑے سہیل نے اس کا کندھا ہلایا۔

''ہاں جانا ہے بس وہ طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔'' گہری سوچ میں ڈوبا آزر سہیل کو دیکھ کر سٹپٹایا۔

''چلو کوئی بات نہیں' آج تمہیں میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' اس کے ماتھے کو ہولے سے چھو کر سہیل نے اس کا بیگ اٹھا لیا۔

❁......❁......❁

''یہ ہم کہاں آ گئے......؟'' سہیل نے گاڑی کو بریک لگائے تو آزر چونک اٹھا اب وہ گردن گھما کر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا علاقہ جانا پہچانا نہیں تھا۔

''آج تم صبح سے بھوکے پیاسے پریشان اور پریشانی میں گم ہو۔ میں نے سوچا کہ تم سے گھر میں بیٹھ کر تفصیلی بات کی جائے اور شاید تمہاری پریشانی کا بھی ازالہ کر سکوں۔'' سہیل نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

''اب آ بھی جاؤ یار...... یقین رکھو تمہیں اغوا نہیں کروں گا اور کھانے کے بعد گھر ڈراپ بھی کر دوں گا۔'' آزر کی جانب کا دروازہ کھولے وہ خوشگوار لہجے میں بولا تو متذبذب سا آزر گاڑی سے باہر آ گیا۔

''یہ ہے میرا چھوٹا سا غریب خانہ۔'' اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے سہیل نے شریر لہجے میں کہا۔

''ارے آ گیا میرا بیٹا۔'' اس خوب صورت سے کشادہ اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی اسے لاؤنج میں نورانی صورت والی خاتون تسبیح پڑھتی ہوئی نظر آئیں جو سہیل کو دیکھ کر کھل اٹھی تھیں۔

''السلام علیکم امی! یہ میرا دوست آزر ہے میرے ساتھ آفس میں کام کرتا ہے۔ میں اسے آج بطور خاص اپنے گھر لایا ہوں' آج کھانا تو خاص ہے ناں۔'' سہیل نے آزر کا تعارف کرواتے ہوئے استفسار کیا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تبھی آزر نے ہولے سے انہیں سلام کیا۔

''جیتے رہو' جگ جگ جیو بیٹا...... رمشا بیٹا پانی لے کر آؤ۔'' انہوں نے بہو کو پکارا تو وہ جلدی سے ٹرے میں جگ اور گلاس لے کر حاضر ہو گئی۔

''السلام علیکم!'' دھیرے سے سلام کرتے اس نے آہستگی سے ٹرے ٹیبل پر رکھی۔

''میں پانی سرو کر لیتا ہوں' تم کھانا گرم کر لو۔'' اس کے ہاتھ سے جگ لیتے ہوئے سہیل نے نرم لہجے میں کہا۔

جی بھر کر ٹھنڈا پانی پینے کے بعد اب وہ قدرے ریلیکس ہو کر سہیل کی امی کے چھوٹے چھوٹے سوالوں کے جواب دے رہا تھا تبھی رمشا نے کھانا لگنے کی اطلاع دی۔ گھر کے

ماحول میں اپنائیت رچی تھی' وہ قدرے ریلیکس تھا انتہائی لذیذ کوفتے اور نرم روٹی کے ساتھ گھر کی بنی ہوئی دہی پھلکیاں اتنی زبردست تھیں کہ وہ ہاتھ روک نہ پایا۔

"اب گرما گرم چائے ہوجائے۔" سہیل نے برتن سمیٹتی رمشا سے کہا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

"بیٹا چائے کی پتی تو صبح ہی ختم ہوگئی تھی تمہیں بتایا تو تھا۔" اس کی ساس نے بات سنبھالی تو رمشا نے سکون کا سانس لیا۔

"اوہ آئی ایم سوری...... مجھے خیال ہی نہیں رہا' ویری سوری آزر تم امی کے پاس بیٹھ میں بس چائے کی پتی لے کر ابھی آیا۔"

"کوئی بات نہیں آپ بیٹھیں' میں آپ کے لیے کافی بنا کر لے آتی ہوں۔ سودا سلف لانے کا کام آپ کل شام میں کرلیجیے گا۔" رمشا نے نرم لہجے میں کہا۔

"اوہ کافی دیٹس گریٹ۔ آزر بھی کافی شوق سے پیتا ہے بس اب تم جلدی سے کافی بنالو۔" سہیل ایک بار پھر مسکرایا تو رمشا اثبات میں سر ہلاتی کچن کی طرف چلی گئی۔

یہ سہیل کتنا ہنستا ہے آزر حیرانی سے کھلی آنکھوں سے زمین پر جنت دیکھ رہا تھا' ایسی نرم مزاج بیوی ہو تو گھر خود بخود سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے اگر میں اپنے کسی دوست کو بنا بتائے گھر لے جاتا تو اگلا منظر سوچ کر ہی آزر کو جھرجھری آ گئی تب ہی رمشا ٹرے میں کافی کے تین کپ سجائے لاؤنج میں آ گئی۔

"لو بیٹا اب تم دونوں دوست باتیں کرو میں اپنی بہو کے ساتھ کمرے میں کافی پیوں گی۔" سہیل کی امی نے کھڑے ہوتے ہوئے آزر کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ تعظیماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"رمشا یہ لو بجلی کا بل میں نے جمع کروا دیا تھا' اسے سنبھال کر رکھ لو۔" سہیل نے رمشا کو پکارا تو وہ بل کی رسید لے کر آہستگی سے پلٹ گئی آزر کو پھر سے نورین یاد آ گئی۔

"اب بتاؤ آزر...... آخر تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے' تم آج بہت پریشان لگ رہے ہو۔ آج کیا بلکہ تم تو اکثر ہی پریشان رہتے ہو' مجھ سے شیئر کرلو ہوسکتا ہے میں کوئی حل بتا سکوں اور بالفرض اگر ایسا نہ بھی ہو پایا تب بھی تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہوجائے گا' ٹرسٹ می۔" کافی کا سپ لیتے ہوئے سہیل نے آزر کو گہری نظروں سے دیکھا تو چاہتے ہوئے بھی آزر چپ نہ رہ پایا۔

نورین کی بدتمیزیاں' گھر کی بے سکونی' دل و دماغ کی الجھنیں یہ سب کچھ کہہ لینے کے بعد اب وہ سر جھکائے خاموش بیٹھا اپنی آنکھوں کی نمی کو پیچھے دھکیل رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے تمہیں اپنے گھر کے سکون اور خوشی کے لیے تھوڑی سی کوشش خود کرنی چاہیے۔ ہمت اور صبر سے کام لینا چاہیے' سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔" مکمل خاموشی سے آزر کی بات سننے کے بعد سہیل نے خاموشی توڑی لیکن اس کی بات آزر کی توقع کے بالکل خلاف تھی وہ جو سہیل کی ہمدردی کا منتظر تھا اتنی غیر متوقع بات پر بپھر اٹھا۔

"یعنی تمہیں لگتا ہے کہ میں غلط ہوں' یہ سب کچھ میری وجہ سے ہورہا ہے۔ کہہ سکتے ہو بالکل کہہ سکتے ہو اپنا گھر جنت کا ٹکڑا ہو تو دوسروں کے لیے انسان یونہی بے حس ہوجاتا ہے آخر مجھ میں کیا برائی ہے جو مجھے سکون میسر نہیں۔ پان' سگریٹ' جوا' شراب مجھ میں کوئی بری عادت نہیں' ساری کی ساری تنخواہ لاکر گھر والوں کے ہاتھ پر رکھتا ہوں اور پھر پلٹ کر حساب تک نہیں لیتا اور تم کہتے ہو کہ...... بس کرو یار دیکھتا میں بھی ہوں اور بہت اچھی طرح دیکھتا ہوں اگر تم گھر میں داخل ہوتے ہی ایک جنگ کا سامنا کرتے اگر تمہیں سکون سے ایک وقت کا کھانا تک نصیب نہ ہوتا' مہمانوں تک کے سامنے بیوی کی بدتمیزیاں سہتے تب میں بھی دیکھتا کہ تم ایسا کون سا جادو چلاتے کہ تمہارا گھر یوں جنت کا ٹکڑا بن جاتا۔ اگر اپنی قسمت اچھی ہو تو دوسروں کی بدقسمتی کا مذاق نہیں اڑایا کرتے۔"

"ارے یار تم تو غصے میں آ گئے' میرا وہ مطلب نہیں تھا میں تمہارا مذاق نہیں اڑا رہا بلکہ مسئلے کا حل سمجھا رہا ہوں۔ تم ادھر بیٹھ کر دھیان سے میری بات سنو۔" سہیل نے آزر کا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روکا۔ "پہلے تم یہ پانی پیو۔" سہیل نے جگ سے پانی کا گلاس بھر کر اسے تھمایا تو وہ یخ ٹھنڈے پانی کا گلاس ایک ہی سانس میں خالی کر گیا' خلاف توقع وہ پہلے سے خود کو ریلیکس محسوس کر رہا تھا۔

"دیکھو آزر...... ایک گھر اس میں رہنے والے لوگوں سے بنتا ہے اور اس کو سکون بھی وہ ہی لوگ مہیا کرسکتے ہیں۔ جب ایک گھر میں رہنے والے لوگ ایک دوسرے کے جذبات کو کچل کر زندگی میں آگے بڑھتے ہیں تو رشتوں

میں بدگمانی زہر گھول دیتی ہے اور پھر انتہائی مخلص رشتے بھی پرائے لگنے لگتے ہیں اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب ہم ایک دوسرے کی پروا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔" سہیل نے ایک لمبی سانس بھرتے ہوئے کہا آزر البتہ ناسمجھی سے ہی سہیل کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔

"اور تمہیں پتا ہے رشتوں میں بدگمانی کب آتی ہے جب "انکار" کا لفظ رشتوں کے گرد گھیرا تنگ کر لیتا ہے۔ میرے ابو کہتے ہیں کہ جو مرد اپنے گھر کی ذمہ داریاں خود نہیں اٹھاتے ان کی ذمہ داریاں دوسرے لوگ اٹھاتے ہیں کہ زندگی کی ضرورتیں مرد کے غیر ذمہ دار ہونے سے ختم نہیں ہو جاتیں اور میں نے یہ بات گرہ سے باندھ لی' دن ہو یا رات کیسا بھی وقت ہو میں کتنا بھی تھکا ہوا ہوں میں نے کبھی گھر کے کسی کام سے انکار نہیں کیا۔ صبح گھر سے نکلتے ہوئے میں حتی المقدور سارے دن کے وہ کام نمٹا کر جاتا ہوں جو میری ذمہ داری ہوتے ہیں۔ اس لیے میری بیگم کو کبھی مجبوراً گھر سے باہر سودا سلف لانے کے لیے جانا نہیں پڑا' میں گھر کے کام پر بھی کمپرومائز نہیں کرتا شاید اسی لیے میری بیگم نے کبھی میری کوئی بات ماننے سے انکار نہیں کیا اگر میں صحیح ہوں تو اگر تم اپنا بل بغیر اپنے ماتھے پر کوئی بل لائے خوشی خوشی جمع کرواتے تو بھابی اپنے کزن سے یہ کام کیوں کرواتیں' شاید تمہیں محسوس نہ ہو لیکن بھابی گھر کا ماحول خراب ہونے سے ڈرتی ہیں۔ اس ڈر سے کہ تم سے کوئی کام کہنے کی صورت میں تم گھر میں حشر برپا کر دو گے' تمہاری ذمہ داریاں پوری کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی رہتی ہیں دو طرفہ ذمہ داریوں کا بوجھ ان کو جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیتا ہے اور تب ہی تمہارا گھر جنت نہیں جہنم بنتا ہے۔ تمہیں ان کا احساس ہے یہ بات تم تب ہی ثابت کر پاؤ گے جب گھر کی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے ادا کرو گے۔ یاد رکھنا گھر کے سکون میں سب سے بڑا حصہ مرد کا ہوتا ہے' تم گھر کے سکون کے لیے اپنی ذمہ داریاں نبھا کر اپنا حصہ ڈالو تمہاری ساری مشکلات ختم ہو جائیں گی۔ ایک اور بات اگر آج ابو اس وقت گھر پر ہوتے تو یہ لیکچر ایک کی بجائے دو گھنٹے کا ہوتا۔" سہیل نے ہلکے پھلکے انداز میں بات ختم کی تو آزر ممنون نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ لیں بیگم صاحبہ...... یہ رہا قیمہ اور یہ رہے کریلے' پانی کا کین میں صبح بھر لایا تھا' شام میں پھر لے آؤں گا اور ہاں شام کو تیار رہنا میں آج آفس سے جلدی گھر آ جاؤں گا ہسپتال سے اماں کا چیک اپ کروا کے تمہیں شاپنگ پر لے جاؤں گا۔ اب میں آفس جاؤں یا کوئی اور حکم باقی ہے۔" شاپنگ بیگز کو تخت پر رکھتے ہوئے وہ بشاشت سے بولا۔ اب وہ معمول سے پہلے بیدار ہو کر سارے کام نمٹا کر آفس جایا کرتا تھا نتیجتاً پچھلے ایک مہینے سے ایک دن بھی لیٹ نہیں ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے میں تیار رہوں گی' یاد آیا اماں کے اوڑھنے کے لیے چادر بھی لینی ہے کب سے ایک ہی چادر میں گزارہ کر رہی ہیں۔" نورین نے اپنی ساس کو چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے جواب دیا تو اس کی ساس نے بے اختیار اس کا ماتھا چوم لیا' آزر نے حیرت اور پیار کے ملے جلے جذبات سے یہ منظر دیکھا تھا۔

"اچھا آج میٹھے میں فروٹ کسٹرڈ ہونا چاہیے' ساری چیزیں تو گھر میں موجود ہیں پارٹی ہو جائے گی۔" آزر نے مسکراتے ہوئے فرمائش کی۔

"لیکن آج تو میں نے کپڑے دھونے کے لیے مشین لگانی تھی' چلیں مشین کل لگا لوں گی آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آج ما بدولت کسٹرڈ تیار کریں گی۔" نورین نے خوشی خوشی اس کی بات مان لی۔

ایک پرسکون خوش حال گھرانے کا خواب آج آزر کے سامنے مجسم حقیقت بنا کھڑا تھا۔ وہ یہ جان چکا تھا کہ اپنی بعض حسرتوں کی وجہ ہم خود ہی ہوتے ہیں آزر نے گھر کی فضا کو خوشگوار بنانے میں اپنا حصہ ڈال کر اپنی حسرتوں کو مسرتوں میں بدل لیا تھا آپ ایسا کب کر رہے ہیں......!

ہومیو کارنر

ہومیوڈاکٹر طلعت نظامی

بلند فشار خون
(Hypertension)

جب خون کے نارمل دباؤ میں غیر معمولی اضافہ ہوجائے تو ایسی حالت کو بلند فشار خون (Hypertension) کہتے ہیں۔ خون کے دباؤ سے مراد وہ دباؤ یا پریشر ہے جو خون شریانوں سے گزرتے ہوئے ان پر ڈالتا ہے۔

یا دوسرے لفظوں میں خون کے دباؤ سے مراد وہ قوت ہے جو خون اپنے بہاؤ میں خون کی لچک دار نالیوں کو پھیلانے کے لیے صرف کرتا ہے۔

بلند فشار خون کی تفصیل میں جانے سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ فشار خون یا بلڈ پریشر نارمل کیا ہوتا ہے۔ خون کی نالیوں کی دیواروں میں پڑنے والے خونی دباؤ کو بلڈ پریشر کہتے ہیں۔ عام خون کا دباؤ ہر شخص میں پایا جاتا ہے' نوجوانی میں صحت کی حالت میں نارمل خون کا دباؤ 102/80 ہوتا ہے عمر بڑھنے کے ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

بڑی عمر کے لوگوں کا بلڈ پریشر نوجوانوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔ جب دل سکڑتا ہے تو وہ خون کی ایک خاص مقدار کو شریانوں میں دھکیل دیتا ہے' شریانوں کی دیواریں اپنی طبعی لچک کی وجہ سے ایک خاص حد تک پھیل کر آنے والے خون کو قبول کر لیتی ہیں پھر وہ خون اپنی طبعی بہاؤ سے آگے خون کی باریک اور چھوٹی نالیوں میں جاتا ہے تو دیواریں اپنی قدرتی لچک کی وجہ سے سکڑ کر اپنی اصلی حالت میں آجاتی ہیں اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے جسے خون کا دباؤ یا بلڈ پریشر سے موسوم کیا جاتا ہے۔ خون کے دباؤ میں کمی بیشی دل کی طاقت اور قوت پر منحصر ہوتی ہے۔

خون کا دباؤ دو قسم کا ہوتا ہے مثلاً کسی شخص کا بلڈ پریشر 130/80 ہے تو لکیر سے اوپر والا 130 ڈایاسٹالک (Diastolic Blood Pressuer) کہلاتا ہے۔

عالمی ادارہ صحت (WHO) کی رائے کے مطابق عمر سے قطع نظر اگر بلڈ پریشر 160/95 یا اس سے زیادہ اکثر اوقات رہتا ہے تو یہ ہائی بلڈ پریشر کہلاتا ہے۔

خون کا دباؤ ہر شخص میں ہر وقت ہوتا ہے جب بھی کسی وجہ سے کوئی شخص جوش و جذبے کا اظہار کرتا ہے تو اس کا دل معمول سے زیادہ زور سے دھڑکتا ہے جس کی وجہ سے خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔

اس طرح ہر وقت بیٹھے رہنے' پانی نہ پینے اور ورزش نہ کرنے سے بھی خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود ایک تندرست انسان میں خون کے طبعی دباؤ کا ایک اوسط ہوتا ہے جب اس مقررہ اوسط سے خون کا دباؤ کم یا زیادہ ہوجائے اور کچھ مدت تک قائم رہے تو یہ حالت صحت نہیں۔ خون کا دباؤ معلوم کرنے کے لیے BP Appratus یا اسفگو مانومیٹر استعمال کیا جاتا ہے۔

خون کے دبائو پر فعلیاتی تغیرات

عمر (Age):۔ خون کا دباؤ عمر کے ساتھ بڑھتا ہے' بلوغت میں سٹالک پریشر 120/110 اور بڑھاپے میں 150-140 MM/HG ہوتا۔

جنس (Sex)۔ مردوں کی نسبت عورتوں میں سٹالک اور ڈایاسٹالک پریشر تھوڑا سا کم ہوتا ہے' سٹالک پریشر جسمانی طور پر موٹے آدمی کا زیادہ ہوتا ہے۔

پوزیشن (Posture):۔ ڈایاسٹالک پریشر بیٹھنے کی حالت میں بڑھا ہوتا ہے۔

ورزش (Exercise):۔ ورزش کے دوران تھوڑا سا سٹالک دباؤ بڑھ جاتا ہے اور اگر ورزش سخت کی جائے تو 180 تک بڑھ سکتا ہے۔

نیند (Sleep):۔ نیند کے دوران 15-20 ملی لیٹر کم ہوجاتا ہے جبکہ جذبات میں سٹالک پریشر زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ کھانے کے بعد سٹالک پریشر میں معمولی اضافہ ہوتا ہے۔ سٹالک پریشر میں اضافہ ذیل حالتوں کی طرف نشان دہی کرتی ہے (1) دل کتنا کام کر رہا ہے (2) دل کتنی قوت سے کام کر رہا ہے (3) شریانی دیواروں پر کتنا بوجھ بڑھ رہا ہے۔

ڈایاسٹالک پریشر میں اتار چڑھاؤ کم ہوتا ہے' تندرستی

کی حالت میں یہ اپنی نارمل حدود میں رہتا ہے۔ ڈایاسٹالک پریشر میں زیادتی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ دل بند ہونے والا یا ہو جائے گا۔

خون کے دبائو کے اسباب

Etpology of the high blood pressure

1: وراثتی اسباب: یہ خون کا دباؤ لازمی زیادہ خون کا دباؤ کہلاتا ہے اس کی خاص قسمیں درج ذیل ہیں۔

(A) بے ضرر خون کا دبائو: اس میں بایاں بطن بڑھ جاتا ہے۔

(B) ضرر رساں خون کا دبائو: اس میں دل پوری طرح بائیں طرف بڑھ جاتا ہے۔

شریانی اسباب

(Arterial diseases)

(A) شریانوں کا سکڑاؤ (B) دل کی جھلی کی سوجن۔

گردوں کی بیماریوں میں بلڈ پریشر کا بڑھ جانا

(1) گردوں کی سوزش (2) مزمن گردوں کی سوزش (3) گردے اور پیشاب کی نالی میں سوزش۔

عام طور پر گردے (Kidney) میں بیماری ہوتی ہے یا گردے کے اوپر دو اور غدود (Adrenal glands) میں اگر ابتدائی حصے میں تنگی ہو تو اس سے بھی بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔ عام طور پر حاملہ خواتین میں خون کا دباؤ عارضی طور پر بڑھ جاتا ہے۔

نشہ آور چیزوں کا استعمال

مثلاً شراب (سنکھیا) گردوں میں مزمن پیپ کی موجودگی یا حمل کے دوران نشہ آور چیزوں کا استعمال بھی بلڈ پریشر کو بڑھا دیتا ہے۔

دل کی بیماریوں کی وجہ

A۔ شریان اعظم کی رکاوٹ اور اس میں سکڑاؤ۔

B۔ دل کے اذنین اور بطن میں رکاوٹ۔

C۔ بے نالی غدود کی خرابی یا تھائی رائیڈ غدودوں کا بڑھ جانا اور عورتوں میں خصیہ الرحم (Ovary) کے فعل میں خرابی بھی خون کے دباؤ میں اضافہ کر سکتی ہے' اس کے علاوہ موٹاپا جوڑوں کا درد (Gout) دماغی جھلیوں میں سوجن یا اعصابی کھچاؤ۔

اعضائے رئیسہ کا متاثر ہونا

خون کا دباؤ لگاتار زائد رہے اور طویل عرصے تک اس کے علاج میں کوتاہی برتی جائے تو وقت کے ساتھ ساتھ اس سے دل' دماغ' گردے اور آنکھوں وغیرہ کی شریانیں اندرونی طور پر تنگ ہوتی رہتی ہیں جس سے ان اعضاء کو خون کی سپلائی متاثر ہوتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خون کی سپلائی کافی حد تک کم ہونے کی وجہ سے دل کا دورہ بصارت کی کمی اور گردوں کی خرابی کا امکان قریب تر ہوتا جاتا ہے۔

وجوہات مرض

موروثی ہے' عمر رسیدہ اور موٹے لوگوں میں زیادہ دیکھنے میں آتا ہے۔ گردوں میں خرابی' گردوں کی سوزش' ذیابیطس' گردوں کے کینسر' پراسٹیٹ' گلینڈ کے حجم میں اضافہ سے پیشاب میں رکاوٹ پیدا ہونے سے' شریانوں میں گانٹھ دار سوزش سے ایڈرینل گلینڈ کے کینسر سے پچوٹری گلینڈ کی خرابی سے' بے نالی غدود کے امراض سے خون کی نالیوں کی سختی اور تنگی سے' دوران حمل Toraemia of Pregnancis میں مبتلا ہونے سے' خواتین میں مانع حمل ادویات کے استعمال سے مسلسل رہتی ہے۔ بلند فشار خون سے جسم کو مندرجہ ذیل نقصان پہنچتا ہے اگر بروقت علاج نہ کیا جائے۔

خون کی نالیوں میں سختی اور ورم ہو جاتا ہے' گردے تباہ ہو جاتے ہیں' ہارٹ فیل ہو جاتا ہے۔ دل اور خون کی نالیوں میں خون جم جانے سے' اعضائے رئیسہ دل و دماغ' گردے بُری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ آنکھیں ناکارہ ہو جاتی ہیں' دماغی شریان پھٹنے سے موت واقع ہو سکتی ہے۔ دماغ میں موجود خون کی نالیوں سے خون رسنے کی صورت میں فالج ہو سکتا ہے۔

بلند فشار خون کی علامات:۔

سر درد' چکر' بہت جلد غصہ میں آ جانا' چڑچڑاپن' گھبراہٹ' آنکھوں کے آگے دھندلا پن' بے چینی' بھوک کی کمی' قے کی رغبت۔

بیاضِ دل

میمونہ رومان

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

عشق کے نام پر آزاد جو پالا ہوا ہے
اس آزاد نے ہی مجھ کو سنبھالا ہوا ہے
عشق آدم سے ذرا سوچ کر کرنا پگلی
خیال رکھنا کہ یہ جنت سے نکالا ہوا ہے

ارم کمال...... فیصل آباد

جس دیس کے کوچے کوچے میں افلاس آوارہ پھرتا ہے
جو دھرتی بھوک اگلتی ہو اور درد فلک سے گرتا ہو
اس دیس کی مٹی برسوں سے یہ دکھ جگر پر سہتی ہے
اور اپنے دیس کے لوگوں کو نیا سال مبارک کہتی ہے

فریدہ فری...... لاہور

ایسے نہ اپنی زلف کی زنجیر کر مجھے
میں آسماں کا چاند ہوں تسخیر کر مجھے
مدت سے خستہ حال ہیں دیوار ودر میرے
گرتا ہوا مکان ہوں تعمیر کر مجھے

سیدہ لوبا سجاد...... کہروڑ پکا

روئے نہ لب ہلائے نہ جھپکی کبھی پلک
ہم تیرے انتظار میں پتھر کے ہو گئے

ستارہ گل اینڈ خنساء...... نیو مراد پور

ہم تسلیم کرتے ہیں ہمیں فرصت نہیں ملتی
مگر جب یاد کرتے ہیں زمانہ بھول جاتے ہیں

فروا قیصر...... شادیوال گجرات

محسوس کر رہا ہوں زمانے کی تلخیاں
شاید مجھے کسی سے محبت نہیں رہی

اقرا کیانی...... حافظ آباد

کوئی وعدہ نہیں پھر بھی انتظار تھا
دور ہونے پر بھی اپنے پیار پر اعتبار تھا

نہ جانے کیوں بے رخی کی اس نے ہم سے
کیا ہم سے بھی زیادہ کوئی اس اس کا طلب گار تھا

صبا زرگر، ذکاء زرگر...... جوڑہ

آواز دے کر زندگی ہر بار چھپ گئی
اور ہم ایسے سادہ دل کہ ہر بار آ گئے

نورین انجم اعوان...... کورنگی ملیر ایریا کراچی

تیرا نام آیا جو میری زباں پر
ہوا گنگنا دی فضا مسکرا دی
زباں بندیوں سے نہیں راز چھپتے
نگاہوں نے ساری کہانی سنا دی

سلمیٰ عنایت حیا...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

ملے خود سے تو پوچھیں گے
کہاں کھو آئے اپنا دل
کس کو ہم نے کب چاہا
بس اس کا ہم نے رکھا دل

شزا بلوچ...... جھنگ صدر

یہ شہر طلسمات ہے
کچھ کہہ نہیں سکتے
پہلو میں کھڑا شخص
فرشتہ ہے کہ ابلیس

سمیرا سواتی...... بھیر کنڈ

وہ خنک رت یہ نئے سال کا پہلا لمحہ
دل یہ کہتا ہے کہ موسم کوئی اب یاد آئے
ہم نے ماضی کی سخاوت پر جو پل بھر سوچا
دکھ بھی کیا کیا ہمیں یاروں کے سبب یاد آئے

اقرا جٹ...... منچن آباد

نئی رتیں ہیں اور چاہتوں کے سلسلے
سال نو کے سنگ ہیں تیری گلاب رفاقتوں کے سلسلے

حاجرہ نعیم...... مورگاہ راولپنڈی

تیرے ہجراں سے تعلق کو نبھانے کے لیے
ہم نے اس سال بھی جینے کی قسم کھائی ہے

فیاض اسحاق...... سلانوالی

محبت دل میں اتر ہوا موسم ہے جان جاں
تعلق ختم کرنے سے بھی محبت کم نہیں ہوتی
بہت کچھ تجھ سے بڑھ کر بھی میسر تھا اور میسر ہے
نہ جانے کیوں تیری ضرورت کم نہیں ہوتی

وقاص عمر......بنگر نو حافظ آباد

محبتوں پر بہت اعتماد کیا کرنا
جو بھلا چکے ہیں ہمیں انہیں یاد کیا کرنا
وہ بے وفا ہے مگر اب ذرا سوچو
ذرا سی بات پر اتنا فساد کیا کرنا

یاسمین کنول......پسرور

وہ کرے گا حفاظتیں اس کی
جس نے ڈالی ہے جان مٹی میں
سوچ اونچی رکھیں ستاروں سے
جو ہوئے ہیں جوان مٹی میں

مدیحہ نورین مہک......گجرات

میرا خواب تھا کہ خیال تھا
وہ عروج تھا کہ زوال تھا
کبھی عرش پر تجھے دیکھنا
کبھی فرش پر تجھے ڈھونڈنا

ثمینہ رباب......ساہیوال

کسی سے ربط بہم استوار بھی نہ کیا
فرار بھی نہ ہوئے کھل کے پیار بھی نہ کیا
بہت اکیلی وہ بدنصیب ہے جس نے
تمام عمر کوئی انتظار بھی نہ کیا

شگفتہ خان......بھلوال

ادھورا عشق تھا لیکن
مکمل کھا گیا مجھ کو

بینا خالد......ملتان

نفرتوں کے بازار میں
جینے کا اپنا ہی مزا ہے
لوگ رلانا نہیں چھوڑتے
ہم ہنسنا نہیں چھوڑتے

نجم انجم اعوان......کراچی

کھلی ہوئی آنکھوں کا وہ خوب صورت خواب ہے
وہ شخص میرا پہلا اور آخری انتخاب ہے
آنکھیں بند کرکے تصور یار میں گم رہتی ہوں
دنیا سمجھتی ہے نجم انجم محو خواب ہے

کرن شہزادی......مانسہرہ

محبتوں کا عجیب کاروبار ہم نے کیا
وہ بے وفا سہی مگر پیار ہم نے کیا
اگر وہ چھوڑ گیا تو مت کہو برا اس کو
قصور اس کا نہیں اعتبار ہم نے کیا

شاعرہ حنا ارشد......لاہور

پرکھنا مت پرکھنے سے کوئی اپنا نہیں رہتا
کسی بھی آئینے میں دیر تک چہرہ نہیں رہتا
بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا
جہاں دریا سمندر سے ملا دریا نہیں رہتا

شبنم کنول، پایا نگری......حافظ آباد

سات رنگوں سے کھیلنے والا
اک نیا رنگ ابھار سکتا ہے
زلف ہو یا غریب کی قسمت
دوسرا کب سنوار سکتا ہے

سعدیہ حورعین حوری......بنوں کے پی کے

ہم نے اپنایا درختوں کا چلن
خود کبھی بیٹھے نہ اپنی چھاؤں میں

طیبہ اینڈ ماریہ کنول ماہی......گوجرانوالہ

کہاں سے ڈھونڈ کے لاؤں وہ پرسکون لمحے
جو تیری محبت کے بغیر گزرے تھے

biazdill@aanchal.com.pk

www.urdusoftbooks.com

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

شاہی زردہ

اجزاء:

چاول	ایک کلو
گھی	۴۰۰ گرام
چینی	۷۵۰ گرام
گری بادام	۸۰ گرام
کشمش	ایک چمچ
پستہ	۸ دانے
زردے کا رنگ	دو چٹکی
سبز الائچی	ایک بڑا چمچ

ترکیب:۔

چاول صاف کر کے بھگو دیں کشمش اور بادام پانی میں ڈالیں بادام کا چھلکا جب نرم ہو جائے تو اتار لیں اور کشمش کے پھول جانے کا انتظار کریں چاول سے دوگنا پانی یعنی دو لیٹر کسی کھلے منہ کے بڑے پتیلے میں ڈالیں، اس میں چینی زردے کا رنگ ملا کر چولہے پر چڑھا دیں پانی ابلنے لگے تو چاول نتھار کر ڈال دیں کفگیر سے ایک دو بار ہلائیں تا کہ چاول ایک کنی تک پکائیں اور ڈھک دیں پانی خشک ہو جائے تو دم پر رکھ دیں پندرہ منٹ بعد اتار لیں، فرائی پین میں گھی گرم کریں سبز الائچی بھون لیں پھر کشمش، پستہ، بادام تل لیں چاولوں میں شامل کر کے اور کیوڑہ ڈال کر پانچ منٹ کے لیے دم پر لگا دیں اتار کر حسب شوق ورق لگائیں میوہ کی ہوائیاں چھڑکیں موسمی پھل کاٹ کر سجائیں اور پیش کریں۔

جی کنول خان......موسیٰ خیل

سبزی کے پکوڑے

اجزاء:

آلو	ایک عدد
شملہ مرچ	ایک عدد
بند گوبھی	۲ پتے
پھول گوبھی	ایک عدد (چھوٹی)
پیاز	ایک عدد
پالک	۵ پتے
بیسن	ڈیڑھ پیالی
سرخ مرچ	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ضرورت
ہری مرچ	۳ عدد
گندم کا آٹا	۳ کھانے کے چمچ
ہرا دھنیا	ایک کھانے کا چمچ
میٹھا سوڈا	آدھا چائے کا چمچ
لیموں کا رس	ایک چائے کا چمچ
آئل	تلنے کے لیے

ترکیب:۔

آلو ابال کر چھوٹے چھوٹے چوکور ٹکڑے کر لیں، گوبھی، شملہ مرچ، پیاز، بند گوبھی اور پالک کاٹ لیں تھوڑے پانی میں باقی تمام اجزاء شامل کر کے پھینٹ لیں۔اب کٹی ہوئی سبزی بھی شامل کر لیں فرائنگ پین میں تیل گرم کر کے کھانے کے چمچ کی مدد سے پکوڑے بنائیں آنچ دھیمی رکھیں دونوں طرف سے سنہری ہو جائیں تو کاغذ پر نکال لیں۔

طیبہ سعید......گوجرانوالہ

کھوپرا برفی

اجزاء:۔

کنڈینسڈ ملک	آدھا ٹن
کھوپرا	آدھا کلو
گھی	آدھا کپ
پانی	دو کپ
کاجو	دس عدد
زردے کا رنگ	ایک چائے کا چمچ
کشمش، بادام، پستہ	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک کڑاہی میں گھی گرم کر کے اس میں کاجو اور کشمش لائٹ براؤن کریں اور الگ نکال لیں اب اس میں کھوپرا ڈال کر فرائی کریں اور دو کپ پانی میں زردے کا رنگ ڈال کر اسے کھوپرے میں شامل کریں اور چمچ چلاتی رہیں تا کہ آمیزہ تہہ میں نہ لگ جائے پانی خشک ہونے پر کنڈینسڈ

ملک بھی شامل کریں اور گھی چھوڑنے تک بھونتی رہیں کسی پلیٹ میں ہلکا سا گھی لگا کر آمیز پھیلائیں اور اس پر کشمش، بادام، کاجو، پستہ بھی چھڑک دیں جم جانے پر کاٹ لیں اور پیش کریں مزیدار کھوپرا برفی تیار ہے مہمانوں کو پیش کریں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

نان خطائی

اجزاء:۔

میدہ	دو کپ
گھی	آدھا کپ
چینی (باریک پسی ہوئی)	آدھا کپ
انڈے کی زردی	دو عدد
بیکنگ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ

ترکیب:۔

سب سے پہلے گھی کو اچھی طرح پھینٹ لیں اب اس میں چینی ڈال کر مزید پھینٹ لیں اس کے بعد اس میں میدہ اور بیکنگ پاؤڈر ڈال کر آٹے کی طرح گوندھ لیں اب اس کی گول گول اپنی پسند کی ٹکیاں بنالیں اوون کو دس منٹ قبل 180 C پر گرم کریں اوون میں رکھتے وقت تمام ٹکیوں پر انڈے کی زردی کی معمولی مقدار لگاتے جائیں، اب ٹکیوں کو پندرہ سے بیس منٹ تک بیک کرلیں مزیدار نان خطائی تیار ہے۔

ماریہ کنول ماہی...... گوجرانوالہ

پنج ساگہ

اجزاء:۔

سرسوں کا ساگ	ایک کلو
پالک کا ساگ	ایک پاؤ
قلفہ کا ساگ	ایک پاؤ
بھتورا کا ساگ	ایک پاؤ
چولائی کا ساگ	ایک پاؤ
ہری مرچ	بارہ عدد
ثابت لال مرچ	بارہ عدد
کارن فلور	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
لہسن و ادرک کا پیسٹ	آدھا آدھا کپ
گھی یا آئل	حسب ضرورت
لال مرچ پاؤڈر	ایک اسپون

ترکیب:۔

تمام ہری سبزیوں کو باریک کاٹ کر دیگچی میں ڈال دیں اور ہری مرچ ثابت لال مرچ، ادرک، نمک، لہسن ڈال کر ہلکی آنچ پر چولہے پر پکنے کے لیے رکھ دیں جب یہ پانی چھوڑ دیں تو اس میں چمچ چلائیں کارن فلور بھی ساتھ میں ڈال دیں جب پانی خشک ہوجائے تو مدھانی سے اس کی گھٹائی کریں جب اچھی طرح گھٹ جائے تو فرائی پین میں گھی گرم کرکے لہسن کے جوئے کاٹ کر ڈال دیں جب لہسن براؤن ہوجائیں تو یہ بگھار ساگ میں مکس کردیں یا ساگ کو بگھار میں مکس کردیں مزے کا ساگ تیار ہے۔

جویریہ دہی...... ڈونگہ بونگہ

مٹن مسالے دار بریانی

اجزاء:۔

بکرے کا گوشت	ڈیڑھ کلو
چاول	ڈیڑھ کلو
تیل	ڈیڑھ کپ
لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ادرک پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
دھنیا پاؤڈر	دو کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ
پیاز	دو عدد (سلائس کاٹ لیں)
دہی	ایک کپ
گرم مسالا پاؤڈر	دو چائے کے چمچ
دار چینی	تین ٹکڑے
لونگ	چھ عدد
ثابت سیاہ مرچیں	دس عدد
بڑی الائچی	دو عدد
ہری مرچیں	چھ عدد
ٹماٹر (چھوٹے ٹکڑے کرلیں)	دو عدد
زعفران	ڈیڑھ چائے کا چمچ
گرم دودھ	چھ کھانے کے چمچ
آلو	تین عدد

کیوڑا	چند قطرے

ترکیب:۔
ایک پتیلی میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز ڈال کر براؤن ہونے تک فرائی کریں اس کے بعد نکال کر الگ رکھ لیں۔

اب اسی تیل میں دو عدد دار چینی کے ٹکڑے، دو عدد چھوٹی الائچی، تین عدد لونگ، پانچ عدد ثابت سیاہ مرچیں، ایک عدد بڑی الائچی، ایک عدد جاوتری اور تھوڑا سا جائفل ڈال کر چمچ چلائیں اس کے بعد اس میں بکرے کا گوشت، لہسن پیسٹ، ادرک پیسٹ، دھنیا پاؤڈر، لال مرچ پاؤڈر اور نمک ڈال کر گوشت کا پانی خشک ہونے تک بھونیں اس کے بعد اس میں دہی، آلو اور براؤن کی ہوئی پیاز کو چورا کر کے ڈالیں، گوشت گلنے کے بعد اس میں گرم مسالا پاؤڈر شامل کریں اور پانچ منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔

ایک دوسری پتیلی میں چاول ڈال کر اس میں دار چینی، لونگ، ثابت سیاہ مرچیں، بڑی الائچی، جائفل جاوتری، چھوٹی الائچی اور نمک شامل کر کے ایک کنی رہنے تک ابال لیں، اس کے بعد پانی نتھار کر چاولوں کو ایک طرف رکھ دیں، گرم دودھ میں گوشت زعفران بھگو کر ایک طرف رکھ دیں ایک بڑے پتیلے میں پہلے ابلے ہوئے ڈیڑھ چاولوں کی تہ لگائیں اس پر تیار کیے ہوئے گوشت کا آمیزہ، ٹماٹر، ہری مرچیں اور ہرا دھنیا ڈال کر باقی چاول ڈال دیں اور آخر میں دودھ میں بھگویا ہوا زعفران اور کیوڑا ڈال کر ڈھکن ڈھک کر دم پر لگا دیں لذیذ مٹن مسالے دار بریانی تیار ہے۔ سرونگ ڈش میں نکال کر رائتے کے ساتھ گرما گرم سرو کریں۔

شائلہ اسحاق...... گجرات

منفرد کلیجی بریانی

اجزاء:۔

چاول	ایک کلو
مٹن کلیجی	ایک کلو
پیاز (پسی ہوئی)	تین عدد
لہسن پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
ادرک پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
لال مرچ پاؤڈر	دو کھانے کے چمچ
ہلدی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
قصوری میتھی	دو کھانے کے چمچ
ٹماٹر (باریک کٹے ہوئے)	پانچ عدد
دہی	تین کھانے کے چمچ
لیموں	تین عدد (گول سلائس کاٹ لیں)
ہرا دھنیا	ڈیڑھ گٹھی (کاٹ لیں)
پودینہ	ڈیڑھ گٹھی
ہری مرچیں (ثابت)	پانچ عدد
ثابت گرم مسالا	ایک چائے کا چمچ
زردے کا رنگ	ایک چٹکی
دودھ	چھ کھانے کے چمچ
تیل	ایک کپ

ترکیب:۔
پتیلی میں تیل گرم کر کے اس میں کلیجی ڈال کر پانچ منٹ تک فرائی کریں اب اس میں پسی ہوئی پیاز، لہسن، ادرک پیست، لال مرچ پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر، قصوری میتھی، نمک، ٹماٹر اور دہی ڈال کر دس منٹ تک بھونیں، اس کے بعد اس میں اتنا پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں کہ کلیجی گل جائے اب اس میں ثابت ہری مرچ اور ہرا دھنیا ڈال کر دو منٹ تک دم پر رکھیں چاولوں میں نمک اور ثابت گرم مسالا ڈال کر ابال لیں اور پانی نچوڑ لیں دوسری بڑی پتیلی میں آدھے چاولوں کی تہ لگا کر اس پر پکی ہوئی کلیجی اور لیموں کے سلائس بھی ڈال کر باقی چاولوں کی تہ لگائیں پودینہ اور دودھ میں زرد رنگ گھول کر چاولوں پر ڈال دیں پندرہ منٹ تک دم پر رکھیں سلاد اور رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

امبر صباء...... بھاگووال

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

براؤن یا سیاہ حلقے اور کنسیلر کا استعمال

اس کے علاوہ آنکھوں کے گرد موجود براؤن یا بلیک حلقوں کو چھپانے کے لیے بھی کنسیلر کا استعمال کیا جاتا ہے اس کے لیے ایک کنسیلر کا انتخاب کریں جس کا رنگ آپ کی جلد کی رنگت سے ہلکا ہو نہایت آہستگی کے ساتھ آنکھوں کے نیچے کنسیلر کے چند نقطے لگائیں پھر انگلی کی مدد سے انہیں ہلکے ہلکے پھیلادیں داغ دھبوں کے مقابلے میں یہ حصہ بڑا احساس ہوتا ہے اس لیے کنسیلر کو پھیلانے اور جلد کی رنگت سے میچ کرنے کے لیے نہایت احتیاط سے کام لیں۔

احتیاط:۔

آنکھیں بہت نازک ہوتی ہیں اور ان کے اطراف کی جلد بھی نازک ہوتی ہے اس لیے بہت آرام سے کنسیلر لگانا چاہیے نہ کہ زور دے کر ورنہ جلد پر جھریاں بن سکتی ہیں اور آنکھوں کے اطراف کی جلد کمزور ہوسکتی ہے۔

مینی کیور پیڈی کیور

ہاتھوں کا مینی کیور کریں نیل پالش صاف کرلیں نیم گرم پانی میں لیموں، بے بی آئل اور شیمپو ڈال دیں ہاتھوں کی کلیزنگ کرکے ہاتھ اس میں ڈبو دیں دس سے پندرہ منٹ تک اب ہاتھ خشک کرلیں ناخنوں پر موجود گندگی Orange Wood Stick سے صاف کرلیجیے لیجیے آپ کے ہاتھ نیل پالش لگانے کے لیے تیار ہیں ڈریس سے ہم رنگ نیل پالش استعمال کریں لیکن نیل پالش لگانے سے پہلے بیس ٹاپ اور آخر میں کوٹ ٹاپ ضرور لگائیں۔

پاؤں کی صفائی کو پیڈی کیور کہتے ہیں اس میں بھی پہلے کلیزنگ کریں پھر شیمپو ملے پانی میں پاؤں ڈبو دیں، مساجر سے پیروں کا اچھی طرح مساج کریں تاکہ پیروں میں موجود گندگی صاف ہوجائے فٹ اسکرب سے پاؤں کو رگڑ کر مردہ کھال صاف کریں۔

مینی کیور اور پیڈی کیور سے ہاتھ اور پیر دونوں صاف ستھرے اور چمک دار بنائیں۔

نیل پالش

جس طرح چہرے کو خوب صورت اور دلکش بنانے کے لیے خواتین اس کی صفائی ستھرائی کے ساتھ ساتھ لپ اسٹک، آئی شیڈ اور بلش آن کا استعمال کرتی ہیں بالکل ویسے ہی ہاتھوں کو خوب صورت بنانے کے لیے نیل پالش کا استعمال کیا جاتا ہے اکثر خواتین ہاتھوں اور خاص طور پر ناخنوں کو نظر انداز کردیتی ہیں ہاتھ ہمارے جسم کا انتہائی اہم حصہ ہیں لیکن ہمیشہ ہاتھوں کی حفاظت اور خوب صورتی ہماری عدم توجہی کا شکار ہوجاتی ہے، کسی بھی موقع پر صرف چہرے کی خوب صورتی ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ ہاتھوں کی خوب صورتی اور جاذبیت بھی شخصیت میں دلکشی کا باعث بنتی ہے۔

نیل پالش آرٹ

آج کل بہت سی خواتین ناخنوں پر مختلف قسم کے ڈیزائن بنانا بھی پسند کرتی ہیں یاد رہے کہ موسم کی مناسبت سے گرمی، سردی اور بہار کے موسم کو مختلف طریقوں سے ناخنوں پر آرٹ کی صورت میں بنایا جاسکتا ہے اسی طرح مختلف کارٹون کریکٹرز مثلاً ٹیڈی بیئر یا سنو مین وغیرہ بنا سکتے ہیں اب ہم آپ کو چند ترا کیب بتا رہے ہیں جن کی مدد سے آپ اپنے ناخنوں پر موسم کی مناسبت سے ڈیزائن تیار کرسکتی ہیں۔

ناخنوں کی من پسند تراش خراش کے بعد ان پر ہلکے نیلے رنگ کی چمکیلی نیل پالش لگائیں۔

سفید پینٹ اور Striper Brush (باریک برش) کی مدد سے X کی صورت میں دو لائنیں لگائیں پھر ایک مزید X دوسرے والے کے مخالف سمت میں لگائیں ایک ستارے کی شکل بن جائے گی۔

اب ایک چھوٹے برش کی مدد سے تمام Crosses کے کناروں پر مزید چھوٹی لائنیں لگائیں۔

اب ایک ڈاٹر ٹول کی مدد سے ان لائنوں کے کناروں پر سفید اور گہرے رنگ میں اوپر نیچے ایک اور نقطہ لگائیں۔

ان لائنوں اور نقطوں کو مزید خوب صورت بنانے کے لیے آپ پر سفید گلٹر نیل پالش لگا سکتی ہیں سفید افشاں آپ کے ناخنوں کو Snowy ٹچ دے گی۔

بازار میں مختلف قسم کے اسٹارز موتی اور اسٹیکرز بھی ملتے ہیں جن میں چھوٹے چھوٹے ستارے پھول یا مختلف چیزیں بنی ہوتی ہیں اگر آپ ناخنوں پر پینٹ نہ کرنا چاہیں تو گوند کی مدد سے اسٹارز اور موتی ناخنوں پر چپکا کر ڈیزائن بنا سکتی ہیں یا پھر اسٹیکرز سے بھی کام چلایا جاسکتا ہے۔

لپ اسٹک

اس وقت بازار میں بے انتہا لپ اسٹک دستیاب ہیں جن میں سے ہم اپنی پسند کی منتخب کرسکتے ہیں لہٰذا ایسی لپ اسٹک منتخب کریں جو آپ کے لباس سے میچ کرتی ہو۔

اب لپ اسٹک لگانے کے لیے لپ پنسل سے ہونٹوں کا بیرونی خط بنالیں تاکہ اس کی بناوٹ نمایاں ہوسکے پھر خطوط کے مطابق کپڑوں کی ہم رنگ لپ اسٹک لگائیں عنابی رنگ کی لپ اسٹک ہر رنگ کے کپڑوں سے مطابقت رکھتی ہے لپ اسٹک کے اوپر لپ گلوس لگانے سے ان میں چمک پیدا ہوجاتی ہے لپ اسٹک سے قبل اپنے ہونٹوں کی مناسبت سے آؤٹ لائن بنائیں۔

اگر آپ کے ہونٹ پتلے ہیں تو اس طرح آؤٹ لائن لیں کہ یہ قدرے ابھرے ہوئے نظر آئیں۔

اگر آپ کے ہونٹ خاصے موٹے ہیں تو آؤٹ لائن قدرے

اندر کی جانب لگانی چاہیے۔

اگر آپ کے متناسب ہونٹ ہیں تو ہونٹوں کے برابر آؤٹ لائن لیں۔ سانولی رنگت پر ہلکے شیڈز کی لپ اسٹک اور گوری رنگت پر گہرے رنگ کی لپ اسٹک اچھی لگتی ہے۔ لپ اسٹک لگانے سے قبل اگر آپ اپنے ہونٹوں پر تھوڑی سی کولڈ کریم یا گلیسرین لگالیں تو ان میں تھوڑی سی نمی پیدا ہوجائے گی۔

لپ اسٹک حد لکیر سے باہر نکل گئی ہو تو اسے فوراً پونچھ کر صاف کردینا چاہیے لپ اسٹک چپکتی معلوم ہو تو ٹشو پیپر کے ٹکڑے کو چار تہوں میں موڑ کر ہونٹوں کے درمیان دبائیں اس سے فالتو پانی اور چکنائی ٹشو پیپر جذب کرلے گا۔

سانولی رنگت والیاں پنک اور کافی کلر استعمال کرنے سے گریز کریں سانولی رنگت پر گہرے رنگ کی لپ اسٹک حدود سے تجاوز کرنے کی مثل ہے۔ کوشش کریں میٹ کلر کی لپ اسٹک استعمال کریں۔ لال رنگ کی لپ اسٹک سے بولڈ تاثر ابھرتا ہے۔ ہونٹوں کی ساخت کو نمایاں کرنے کے لیے ہونٹوں پر ہلکا سا کنسیلر لگائیں اس سے ساخت زیادہ فطری نظر آئے گی۔ لپ اسٹک لگانے سے پہلے اگر پاؤڈر لگالیں تو لپ اسٹک تادیر قائم رہے گی۔

لپ اسٹک اگر گہرے رنگ کی لگارہی ہیں تو آنکھوں کا میک اپ ہلکا کیجیے اس سے آپ کے چہرے کے نقوش واضح ہوں گے اگر موقع کی مناسبت سے آپ کو اپنی پسند کا لال رنگ نہیں مل رہا تو دو رنگوں کو ملا کر آپ اپنا مطلوبہ رنگ بنا سکتی ہیں۔

پارٹی فنکشن کے لیے دلہن کا میک اپ

شادی کے فنکشن سے پہلے منگنی، مایوں، مہندی کی تقاریب ہوتی ہیں، دلہن ان تقاریب کا خاص حصہ سمجھی جاتی ہے عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اس مواقع پر دلہن کا سادہ اور بغیر میک اپ کے رہنا ہی ٹھیک سمجھا جاتا ہے تاکہ شادی کی روز جب وہ تیار ہو تو باقی دنوں سے مختلف نظر آئے خود دلہن کی بھی یہ خواہش ہوتی ہے وہ اس طرح تیار ہو کہ اس کا یہ دن یادگار دن بن جائے آپ یہ میک اپ شادی سے پہلے اور بعد کے فنکشن یعنی دعوتوں پر جانے کے لیے بھی کرسکتی ہیں نئی نویلی دلہن کو شادی کے بعد عزیز واقارب کی طرف اکثر دعوت پر جانا پڑتا ہے جس کے لیے ہر بار پارلر کے چکر لگانا مشکل ہوجاتا ہے اس لیے مندرجہ ذیل ٹپس کے ذریعے آپ گھر پر ہی میک اپ کرسکتی ہیں۔

میک اپ کرنے سے پہلے ہمیشہ چہرہ گردن اور ہاتھوں کو اچھی طرح دھو کر صاف کرلیں۔

صابن کے بجائے کسی اچھے سے فیس واش کے ذریعے چہرہ دھوئیں کیونکہ اس میں ایسے اجزا شامل ہوتے ہیں جو چہرے کی قدرتی نمی کو برقرار رکھنے اور جلد کو خشک ہوکر پھٹنے سے بچاتے ہیں۔

اگر میک اپ سے پہلے آپ نے چہرے پر فیشل یا اسکن پالش وغیرہ کرائی ہے تو کسی اسٹرنجنٹ کی مدد سے چہرے کی زائد چکنائی کو صاف کرلیں۔

اگر آپ کے چہرے پر داغ، دھبے اور چھائیاں ہیں یا آنکھوں کے نیچے حلقے پڑے ہوئے ہیں تو کریم کنسیلر چہرے پر لگا کر چھوٹے برش کی مدد سے پورے چہرے پر پھیلا دیں یا پھر متعلقہ حصوں پر لگادیں۔

کریم کو اس طرح بلینڈ کریں کہ چہرے پر لائنیں نہ بننے پائیں اس کے بعد ایک قدرے بڑے برش کو ہلکا سا گیلا کرکے اس پر فیس پاؤڈر لگا کر پورے چہرے پر لگائیں اس سے چہرے کے تمام حصوں کا رنگ یکساں نظر آئے گا۔

اگر آپ کو لگے کہ پاؤڈر زیادہ نمایاں ہورہا ہے تو گیلے ٹشو پیپر کی مدد سے ہلکا ہلکا صاف کرلیں۔

اب اسی طریقے سے گردن پر بھی فاؤنڈیشن لگائیں، ضرورت محسوس ہو تو کانوں پر بھی لگالیں، اب چہرے کی کنٹورنگ کا مرحلہ آتا ہے آپ چہرے کے جس حصے کو چاہیں نمایاں کرسکتی ہیں یا پھر اپنی پسند کی شکل دے سکتی ہیں یعنی گال، جبڑے کی ہڈی اور ناک کی اطراف کو مناسب طریقے سے شیپ دے سکتی ہیں۔

اس کے بعد آنکھوں کو شیپ دے لیں۔

اب آنکھوں پر کپڑوں کے رنگ کی مناسبت سے آئی شیڈز لگائیں شیڈز کو آنکھوں پر زیادہ نہ پھیلائیں بلکہ اتنا پھیلائیں کہ ہلکا سا نمایاں ہو اس طریقے سے لگایا ہوا آئی شیڈ نیچرل لک کا تاثر دے گا۔

اب پلکوں پر مسکارا لگائیں اگر پلکیں زیادہ نمایاں کرنا چاہیں تو حسب ضرورت مسکارے کے ایک یا دو کوٹ مزید لگا سکتی ہیں۔

اس کے بعد آنکھوں کی ساخت کے مطابق آئی لائنر لگائیں یاد رہے کہ چھوٹی آنکھوں پر باریک اور بڑی موٹی آنکھوں پر لائنر کے قدرے موٹی لائن لگائیں۔

اب اپنے گالوں پر ہلکے بھورے رنگ کا بلش آن اس طریقے سے لگائیں کہ جب آپ مسکرائیں تو گال کا جو حصہ نمایاں ہو وہاں بلش آن لگا ہوا نظر آئے اسی رنگ کے بلش آن کو اپنی گردن پر بھی ہلکا سا پھیلا دیں تاکہ چہرے اور گردن کے رنگ میں مناسبت نظر آئے۔ ایسے موقع پر ایسی لپ اسٹک استعمال کریں جو سادگی کا تاثر پیدا کرے۔

ہالہ دعائشہ..... کراچی

نیرنگِ خیال

ایمان وقار

مشرق کی بیٹی

میں اک مشرقی بیٹی
سیدھی سادی بھولی بھالی
الھڑ سی معصوم سی لڑکی
گلابی گالوں پہ حیاء کی لالی
گھنیری پلکوں میں چھپے کاجل کے ڈورے
کچی نیند کے ڈورے اور پھیلا سا کاجل
سر پہ چمکتا خوشیوں کا آنچل
دل میں چھپائے مستقبل کے خواب
تمہارے جواں بازوؤں کا سہارا لیے
قدم سے قدم ملاتے ہوئے
تمہاری دہلیز پہ جو رکھا قدم
نہ اپنی فکر نہ دنیا کا غم
بس میں اور تم ہم اور ہم
زیست کے آنگن میں پھول ہی پھول
میں یہ خوش رنگ پھول چنتی رہی
دامن میں اپنے بھرتی رہی' آگے بڑھتی رہی
وقت نے اپنا آئینہ پن دکھایا
اچانک اک نیا موڑ آیا' میں اب بھی سوچتی ہوں
نہ موسم مزاج تھا' نہ زمانہ سرشت
وہ کیسے بدل گیا؟
وقت نے مجھ سے کئی دان لیے
اس کی باہیں' میری مضبوط پناہیں لے لیں
حد تو یہ ہے بے فیض نگاہیں لے لیں
سایہ ابر کا ذکر تو کیا ردا تک لے لی
وہ اک جھونکا جو شہر گل سے آیا تھا
عارض گل کو چھوا اور بکھر گیا
پھولوں کا بکھرنا تو مقدر ہے میرا
اس ترک تعلق پہ نڈھال تو ہوئی بہت
دکھ ایسا ملا جو کسی سے نہ کہا

تیرا خیال کر کے خاموش ہو گئی
ورنہ زبان خلق نے کیا کیا نہ کہا
میں جانتی ہوں میری بھلائی اسی میں تھی
لیکن یہ فیصلہ ہرگز اچھا نہ ہوا
میں برگ برگ اس کو نمو بخشتی رہی
وہ شاخ شاخ میری جڑیں کاٹتا رہا
میرا درد دل نہ پوچھ صبر کی انتہا نہ پوچھ
وہ درد کیا ہوا جو مصرعہ نہ بن سکا

کشور سلطانہ..... کراچی

بھول ہے جاناں

رات کے بعد
کوئی اداس
تارے گنتا ہے
آہیں بھرتا ہے
آنسو پیتا درد سہتا
غم کے روگ میں
ڈوبا رہتا ہے
یادوں کے بھنور میں
کھویا رہتا ہے
اگر تم ایسا سوچتی ہو
تو یہ تمہاری
بھول ہے جاناں
کیونکہ وہ اجنبی
اب بہت خوش ہے
اور ہنستا رہتا ہے

وقاص عمر بنگرنو..... حافظ آباد

محبت ہو

محبت کبھی تپتی دھوپ سے
چھاؤں میں لے جاتی ہے
کبھی......
تپتی دھوپ میں لاتی ہے
کبھی......
روٹھوں کو مناتی ہے
عزت بن کے ملتی ہے

کبھی......
رب کے پاس لاتی ہے
کبھی......
زمین بوس کرتی ہے
کبھی......
احساس بن کر ملتی ہے
کبھی......
انا میں چھپ جاتی ہے
کبھی......
جینا سکھاتی ہے
محبت پھول کی جیسی ہے
محبت ہمیں تم سے نہیں ہے تو
بلکہ تم خود محبت ہو

اقرا جٹ......منچن آباد

ماں کے نام

اے میری ماں!
تیری ہمتوں، عظمتوں کو سلام
میری جان تجھ پر قربان
کہ تیرے سوا میں کچھ بھی نہیں
آج جو کچھ بھی ہوں
تیری دعاؤں سے ہوں
خدا تیرا سایہ میرے سر پر سلامت رکھے
ہر مصیبت سے تجھ کو دور رکھے
رات دن خدا سے مانگے دعا اسما
تجھے ملیں جہاں بھر کی خوشیاں

اسماء نور عشاء......بھوج پور

دل

تجھے یاد کر کے روتا ہے دل
تیرے لیے ہی تڑپتا ہے دل
تم دور ہو تو یہ رہتا ہے مضطرب
جب پاس آؤ تو ہنستا ہے دل
میرے دل کے ارمان پورے تو کر دے
جدائی میں پیہم مچلتا ہے دل
بے تاب دل تیرا منتظر ہے
تجھے دیکھنے کو ترستا ہے دل
کبھی سامنے بھول کر آ بھی جاؤ
اشک فشانی کرتا ہے دل
میرے پاس آ کے پھر واپس نہ جانا
اداس ہو کے نجم سے کہتا ہے دل

نجم انجم اعوان......کراچی

نظم

وہ جو اک چپ کی مہر
لبوں پر میرے ثبت ہوئی تھی
اس کا زہر
گہرے سناٹے کی صورت
رگ و پے میں اتر چکا ہے

شگفتہ خان......بھلوال

نظم

میرے سپنوں کے محور میں
اک عکس نظر آتا ہے
بہت اپنا سا بہت سادہ
بہت دلکش سا انجانا
بہت میٹھے سے لہجے میں
بہت انداز نرالے میں
امیدوں کی دنیا میں
رنگوں کی خوشبو میں
بہت سے سپنے دکھاتا ہے
فقط اک بات کہتا ہے
مجھے تم بھول مت جانا
مجھے اپنا ہی تم کہنا
تیرے سپنوں کی دنیا کا
میں تو پرانا میں باسی ہوں
فقط اک بات میں کہتا ہوں
مجھے تم بھول مت جانا
مجھے اپنا ہی تم کہنا

مدیحہ نورین مہک......برنالی

احساس

میرا احساس تجھے ستائے گا

ہاں میرا رونا بھی یاد آئے گا
تو ترسے گا مجھے پانے کو
میرا مکھڑا تجھے ستائے گا
بہار میں جی رہا ہے تو زندگی
خزاں کا موسم تجھے ستائے گا
وہ قہقہے وہ قسمیں میرے
میرا روٹھنا تیرا منانا یاد آئے گا
بچپن میرا تیری گلیوں میں
جوانی جو ڈھلی ستائے گا
وہ نوازنا تیرا اپنے رشتوں کو دانی
کوئی رشتہ مجھ سا نہ ملا تو یاد آئے گا
ہاں تجھے ستائے گا یاد آئے گا

عدنان اقبال دانی......

خاموش

مجھے خاموش رہنے دو
مجھے خاموش رہنے دو
کہ میرا بات کرنا اب
اسے اچھا نہیں لگتا
کہ میری باتوں میں اس کے لہجے
کی چبھن اب بھی باقی ہے
اس کی لو برساتی جھلساتی نظروں
کی جلن اب بھی باقی ہے
اب ان میں پرسوز
صداؤں کے سوا کچھ بھی نہیں
اب ان میں آنسوؤں آہوں کے
سوا کچھ بھی نہیں
اس بے وفا کی جفاؤں کے
سوا کچھ بھی نہیں
ہے اب بھی میرے زوال کی تمنا اس کو
وہ جس کے بعد
میرے پاس بچا کچھ بھی نہیں
کیوں مجھے ڈھونڈنے نکلے ہیں زمانے والے
ان سے کہہ دو میرا قیام اجالوں میں نہیں
کسی مزار پر بکھری ہوئی ملوں کی میں
کہ دل کے درد کو آرام مئے خانوں میں نہیں
اسے کہہ دو ہے ہوئی ختم کہانی میری
روئے زمین پر نہ پاؤ گے نشانی میری
گر ہو یقین حاصل تو دیکھ لو آ کر
ان دم توڑتی آنکھوں میں ویرانی میری
گر کوئی ڈھونڈنے نکلے
مجھے ویرانوں میں
اور کہیں دھول میں اٹا ہوا
پالے مجھ کو
گر پوچھ بیٹھے وہ نادان سبب میرے اجڑنے کا
تم بے فکر رہو اسے کچھ نہ بتاؤں گی
بس اتنا کہوں گی کہ
مجھے خاموش رہنے دو
کہ میرا بات کرنا
اب اسے اچھا نہیں لگتا......

انعم زہرہ......ملتان

کون ہوں؟

بتاؤں......
میں کون ہوں
کسی کے پیروں کی دھول ہوں
کسی کے شہر کا راز ہوں
کسی کے سر کی لاج ہوں
کسی کے کندھے کی رتی ہوں
کسی کے ہاتھوں کا حال ہوں
کسی کی بغاوت کا سامان ہوں
میں سیدھا ادھورا سا
لڑکی کے آنچل کا حال ہوں
بتاؤں؟
میں کون ہوں؟

زمین سرحیو......حیدرآباد سندھ

نظم

اسے کہنا
اب تو لوٹ آئے
کہ......

دسمبر پھر سے آیا ہے

ایس گوہر طور...... تاندلیانوالہ، فیصل آباد

رگ جاں

میرے محبوب نے اک روز مکر جانا ہے
پھر درد رگ جاں میں اتر جانا ہے
مجھ پہ مشکل ہے تو یہ فکر و تردد کیسا
وقت تو وقت ہے آخر کو گزر جانا ہے
اتنا مغرور نہ ہو دیکھ وہ ڈھلتا سورج
یوں تیرے حسن کا دریا بھی اتر جانا ہے
منحرف تھے جو مقدر کے تغیر سے وہ بھولے
منجمد بحر میں اک روز بھنور آتا ہے
مسکان جو کرتے تھے منازل کا تعین
کس نے سوچا تھا بھلا ہم نے اجڑ جانا ہے

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ ڈسکہ

آنٹی صائمہ کے نام

ماں

جب تو مسکراتی ہے
مجھے ایسا لگتا ہے
کہ جیسے......
دھنک کے ساتوں رنگ
زمین پر اتر آئے ہیں
تتلیاں محو رقص ہوتی ہیں
ماں......
جب تو مسکراتی ہے
چاند میرے آنگن میں اتر آتا ہے
پھول پنکھڑیاں پھیلاتے ہیں
ہر شے......
تھم سی جاتی ہے
ماں......
جب تو مسکراتی ہے

صبا مزمل...... گرز کا مزدگر...... جوڑہ

بارش

بارش کے موسم میں
جب سب دھل سا جاتا ہے

تلخیوں کے رنگ اور بھی
گہرے ہونے لگتے ہیں
ہوائیں ٹھہرانے لگتی ہیں
فضائیں سنسانے لگتی ہیں
یہ موسم عجب اداس سا لگتا ہے
فضا میں بے حسی کا راج ہے شاید
وہ دیکھو کہیں دور کوئی ننھا
قہوہ بیچتا پھرتا ہے
کہیں سڑک پر کوئی ٹھٹھرتا بچہ
پھٹے ہاتھوں دستانے بیچتا
سنو اس سرد موسم میں
بے حسی کی چادر اوڑھنا نہیں
سنو ہر سو پھیلی اس دھند میں
ان کو کھونے مت دینا
جو اپنے پیٹ کی خاطر
سرد موسم میں، سڑکوں پر بے بس سے گھومتے پھرتے ہیں
سنو اس سرد موسم میں
بے حسی کی چادر اوڑھنا نہیں

میمونہ صدف......

غزل

تیری خاموشی کے بھنور میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے
دیکھ کے بے رخی تیری مرجانے کو جی چاہتا ہے
تو کیا جانے راہ الفت کو ایم
سر لیائے الفت بن کے تیرے دل میں اتر جانے کو جی چاہتا ہے
بہت کرتے ہو وفا کی باتیں تم
تیری وفا کو اب سر عام آزمانے کو جی چاہتا ہے

ایم نعیمہ...... شبہ سلطان پور

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آنچل فرینڈز کیسے ہیں۔ بھئی آپ لوگ کوئی خیر خبر ہی ہمیں بھی دے دیا کرو۔ پیاری صائمہ میری جان میں آپ کو کبھی نہیں بھول سکتی میں تو جس ڈائجسٹ میں آپ کا نام پڑھ لوں ضرور پھر آپ کی تحریر پڑھتی ہوں۔ نورین انجم آپ بہت سویٹ ہیں اور آپ کی مما جانی بھی ڈیئر لیس کوہر طور آپ کہاں گم ہیں بھئی انٹری دیں جلدی آنچل میں اور ہاں پیاری ملالہ اسلم آپ کی نورالنساء کو بہت بہت سالگرہ مبارک۔ پرنسز انا نیا آپ کا نام بھی کیوٹ ہے پھر میں آپ کی فرینڈشپ آفر کیوں نہ قبول کرتی آج سے ہم آپ کی دوست ہیں اب خوش۔ انا احب اور دعائے سحر آپ آج کل کہاں ہیں؟ سمعیہ رانی خوش ہو جائیں مجھے آپ کی دوستی کی پیش کش دل و جان سے قبول ہے بس یاد کرتے رہیے گا سب فرینڈز مجھے یاد ہے اچھا ہاہا۔ عنزہ یونس آج کل آپ کیا کر رہی ہیں؟ سویٹ ماہم نور انصاری اگر اپنے بارے میں تھوڑا سا بتادیں تو مہربانی ہوگی اور اچھا لگے گا۔ اور جی ہاں میری بہت ہی پسندیدہ کیوٹ گرل مدیحہ نورین مہک آپ سنائیں زندگی کیسی گزر رہی ہے؟ طیبہ رانا کیا آپ آنچل میں نئی ہیں پہلے پڑھا نہیں بھی بہر حال آپ کی شرکت ہمارے پاس اچھا اثر چھوڑ کے گئی۔ باقی رہنے والوں کے نام میرے دل میں لکھے ہیں خوش رہیں جینا سیکھیں اور دوسروں کو بھی سکھائیں۔ اسی بات پر اختتام کرتی ہوں۔ خدا حافظ۔

انیلا طالب..... گوجرانوالہ

آنچل فرینڈز کے نام

ہیلو جی! السلام علیکم..... کیسے ہیں آپ سب لوگ اور کیسی گزر رہی ہے یہ زندگانی! پروین افضل شاہین جی مجھے بہت دکھ ہوا آپ کی والدہ کا سن کر اللہ سبحان و تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سب گھر والوں کو صبر جمیل دے..... آمین۔ نجم انجم اعوان، پروین افضل شاہین فائزہ بھٹی اور ارم کمال آپ سب کا بہت بہت شکریہ میرے تعارف کو پسند کرنے کے لیے اور مجھ ناچیز کو اپنی دوست ماننے کے لیے..... انیلا طالب انا احب نا جانے کیوں آپ دونوں مجھے اپنی سی لگی ہیں ایک بہنوں والا احساس ہوتا ہے آپ لوگوں کے نام سے..... کیا ہم دوست بن سکتے ہیں؟ رابعہ شاہ فرش، مریم، حرا قریشی، فریدہ فری آنٹی (کیا میں آپ کو آنٹی کہہ سکتی ہوں؟) عائش کشمالے، سہاس گل، صبا عذر گرا اور ذکا ذرگر پلیز میں آپ سب سے دوستی کی خواہش مند ہوں۔ کیا آپ سب فرینڈز مجھ سے دوستی کریں گی؟ اور ہاں مریم عنصر میں بلدیہ ٹاؤن کی تو نہیں ہوں پر کراچی سے ضرور ہوں آپ سے دوستی کرنا چاہوں گی۔ پروین افضل شاہین، مدیحہ نورین مہک، ارم کمال، یاسمین کنول، انیلا طالب، سونیا نورین گل، وقاص عمر، نجم انجم اعوان، فریدہ فری، سہاس گل، مجھے آپ سب کی شاعری بے حد پسند ہے اور میں آپ لوگوں کی شاعری اپنی ڈائری میں بھی قید کرتی ہوں۔ میری دعا ہے کہ آپ لوگ یوں ہی کامیابی کی منزلیں طے کرتے رہیں اور خوشیاں آپ لوگوں کے قدم چومتی رہے آمین۔ نجم انجم اعوان آپ کی فرینڈشپ لے کر میری طرف سے یہ شاعری آپ کے لیے۔

"آج تم کا وعدہ یاد رکھنا (اے دوست)
دل کا دروازہ کھلا رکھنا"

تمام ریڈرز رائٹرز میری نیک تمنائیں آپ سب کے ساتھ ہیں اور مجھ ناچیز کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ اللہ تعالیٰ یوں ہی آنچل و حجاب کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔ اللہ حافظ

زینب دلبر اعوان

پیاری پیاری فرینڈز کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل پڑھنے اور لکھنے والوں کو میرا محبت بھرا اسلام۔ میں آنچل میں پہلی بار لکھ رہی ہوں امید ہے مجھے آنچل میں شامل کیا جائے گا۔ امید پر دنیا قائم ہے مجھے بھی ہما احمد سے امید ہے کہ میرے لکھے ہوئے چند لفظوں کو اپنی محفل میں شامل کریں گی۔ ارم کمال، رقیہ ناز، پروین افضل شاہین، سامعہ ملک پرویز، طیبہ خاور، فائزہ بھٹی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ آپ سب خوش رہا کریں۔ میری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گی۔ سب اپنا خیال رکھیں۔ خدا حافظ۔

مینا خالد..... ملتان

فیملی اور آنچل میں فرینڈز کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے اپنے بھائی ندیم کو مبارک باد دوں گی ان کی سالگرہ کی۔ اللہ عزوجل آپ کو ہمیشہ خوش رکھیں اور ڈھیر ساری خوشیاں ملیں۔ بھائی وسیم مجھے زیادہ تنگ نہ کیا کریں مجھے غصہ آجاتا ہے اور پھر خود ہنستے رہتے ہو۔ ندیم مجھے موٹی کہنا چھوڑ دو میرا وزن ۶۴ کلو ہے اب تو یقین آگیا نہ میں موٹی نہیں ہوں۔ میری پیاری امی جان آپ کو اللہ عزوجل لمبی زندگی اور اچھی صحت دیں۔ امی اپنے بیٹے کو سمجھائیں مجھے موٹی اور کام چور نہ کہا کرے ورنہ کوئی کام نہیں کرنے دوں گی۔ جب کام سے واپس آئے گا بھوکا سوئے گا۔ ایک اور بات امی آپ میری وجہ سے پریشان نہ ہوں جب چاہیں آپ میری زندگی کا فیصلہ کر دیں میں آپ کے فیصلے پر خوش ہوں۔ وعدہ اب میری آنکھوں میں آنسو نہیں آئیں گے۔ آپ کی بیٹی ہمیشہ آپ کو خوش رکھنے کی کوشش کرے گی۔ اب تو آپ خوش ہیں ناں۔ میری پیار کزن مزمل کیسی ہو تم میں تم سے ناراض ہوں یہ تو تمہیں شاہدہ عامر نے بتایا ہوگا پہلے میں پڑھنے والوں کو بتا دوں مزمل میری ماموں کی بیٹی ہے۔ مزمل مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی کہ دوستی بھی خود کی بھلا بھی خود دیا۔ یہ تو میں اب تم سے ملوں گی تو پھر غصہ نکالوں گی۔ میں نے آنچل میں تمہاری شادی کی مبارک باد دی تھی۔ ہما احمد نے شامل ہی نہیں کیا۔ چلو خیر اب تمہیں تمہاری پری یعنی بیٹی کی مبارک باد دیتی ہوں۔ احسن بھائی اور حنا بھابی میں آپ سے معذرت چاہتی ہوں میں آپ کی شادی میں نہ آسکی۔ بھابی حنا سے جب بعد میں ملی تو بہت خوشی ہوئی۔ بھائی ندیم اور انیلا آپ دونوں کو شادی کی مبارک باد دیتی ہوں۔ اللہ آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں دیں۔ ہنستی مسکراتی زندگی گزاریں۔ بھائی ندیم آپ کی بیوی ماشاء اللہ بہت پیاری ہے۔ اللہ بری نظر سے بچائے۔ انیلا میں نے تمہارا شوہر نہیں دیکھا۔ افسوس ثمینہ کہہ رہی تھی کہ بہت پیارا اسمارٹ ہے۔ اللہ آپ دونوں کو بھی خوش رکھے۔ اب آتی ہوں آنچل فرینڈز کے پاس روشنی ان شاء اللہ دوستی ضرور نبھاؤں گی۔ دعائے سحر تم کہاں غائب ہو اگر تم نے انٹری نہ دی تو میں تمہارا ایک نیم چڑیل رکھ دوں گی کیا ہوا غصہ آیا ناں۔ چلو نہیں رکھتی نام اب غصہ ختم کر دو۔ طیبہ خاور آپ نے مجھے یاد رکھا میں آپ کی شکر گزار ہوں حافظ اقرا جاوید مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ پروین اقرا جاوید اللہ عزوجل آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں دیں۔ میں بھی آپ کو اکثر یاد کرتی رہتی ہوں۔ آنٹی کوثر خالد میں نے دو نظمیں لکھ کر آپ کو بھیجی تھی کیا آپ کے پاس پہنچی کہ نہیں ضرور بتایئے گا۔ عائش کشمالے تم کہاں چلی گئی ہو۔ ثمیرا اختر دوبارہ اسکول آ گئی میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔ سب اپنا خیال رکھیں مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ حافظ۔

روبینہ کوثر..... بستی ملوک

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آنچل فرینڈز زندگی تو رہے مکمل آپ کے نام پیغام

بھیجا تھا شاید شامل نہیں ہوسکا۔ سو پھر بھیج رہی ہوں آپ نے دوستی کی آفر کی ہم نے دل و جان سے قبول کی کیسی ہیں اور کیا ہو رہا ہے آج کل آ ہم اسد کل کوٹ مبارک آپ کی دوستی بھی قبول ہے۔ مدیحہ نورین اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی کے ہر امتحان میں کامیاب کرے۔ آمین روشی وفا شکریہ دعاؤں کے لیے اللہ آپ پر بھی خاص رحمت فرمائے۔ سمیرا سوانی جی کیسی ہیں۔ سیدہ حیاء عباس آپ کی والدہ کی وفات کا بہت دکھ ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کی والدہ کے درجات بلند فرمائے (آمین) تمام آنچل پڑھنے والوں کے لیے ڈھیروں دعائیں ہمیشہ خوش رہیں اللہ حافظ۔

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چک نذیر آباد

پھوپو جانی کے نام کوثر پھوپو یاد کرنے کا شکریہ یہ رشتہ بہت میٹھا اور پیارا ہوتا ہے۔ ماں اور فخر غرور والا بھی اور میں اس رشتے سے انجان تھی تب تک ٹھیک تھا مگر جب آپ کو دل سے پھوپو کہا تو اب دل بے چین ہے۔ میں اس رشتے کو مکمل کرنا چاہتی ہوں آپ سے مسلسل رابطے میں رہنا چاہتی ہوں آپ کا نمبر مسلسل بند جا رہا ہے۔ میرے نمبر پر کوئی انجان کال آ جاتی ہے بھائی کے پاس لے کر جاتی ہوں بھائی دیکھیں شاید لوا کا فون ہے۔ کئی بار ایسا ہوا اب بھائی ناراض ہے کہ تم پنجابی بولنے والے درمیان میں چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ تمہیں بھول بھی گئی ہوں گی۔ جب میں نے آپ کا پیغام دیکھا تو کہنے لگے تم پاگل ہو یہ رشتے دل کے ہوتے ہیں اگر تمہیں دل سے تسلیم کرتیں تمہارے پاس ان کا نمبر کوثر لوا کے پاس تمہارا نمبر ہوتا مگر ایسا نہیں ہوا۔ کیا پھوپو ہر رشتے کو ظاہر کرنے کے لیے ڈھول بجانا ضروری ہے۔ ضرور بتائیں۔ میری شادی کی ڈیٹ فکس مارچ یا اپریل میں ہوں گی اس سے پہلے مجھ سے آپ رابطہ کریں آپ کی مہربانی ہوگی۔ طیبہ نذیر، ساحرہ پرویز، رابعہ شاہ، پارس شاہ، پروین سسٹر فریدہ فری، مدیحہ مہک، دعائے سحر، صبا، عائشہ نور محمد، نازی آپی، سمیرا شریف، سمیرا سوانی کیسی ہیں۔ نوزیہ سلطانہ اور صبا خان ذی حی خان آپ دونوں کس محلے کی رہائشی ہیں جن کے نام رہ گئے ہیں ان سے معذرت۔ ان کے علاوہ طاہر انکل قیصر آپی آپ کا شکریہ کن لفظوں میں ادا کریں الفاظ ہی نہیں ہیں۔ زندگی رہی تو انشاءاللہ اگلے مہینے دوبارہ حاضر ہوں گے۔ اللہ حافظ۔

نذیر نجمہ...... ذی حی خان

فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ہم وطنوں کیا حال ہے تمام قارئین کا؟ جو لوگ مجھے یاد رکھتے ہیں ان کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ مجھے خوشی ہوتی ہے کہ پریوں حافظہ اقراء جاوید، بشریٰ جاوید، بنش آپ دونوں کی دوستی قبول کی اور دل میں جگہ دی۔ اقراء ممتاز سویٹ تھینکس آپ نے ہمیں یاد رکھا۔ آنی ڈیئر ایڈوانس میں ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ آپی پروین افضل، ماہ رخ سیال تھینک یو۔ نجم انجم آپی آئی ایم کمال آنی کوثر خالد آپی فریدہ فری کہاں غائب ہیں آپی حرا قریشی نورین انجم کامیابی کے لیے دعائیں۔ حیا بنت زینب، حنا ارشد، میزاب، اقراء ممتاز، اقراء حفیظ، ثانیہ انصاری، سمیہ کنول، ناہم نورانصاری، ملالہ اسلم، مادو، طوبیٰ، نیلا طالب، فرحت اشرف، نور مسکان، عائشہ رحمن اور فائزہ بھٹی سب کو سلام۔ سیقہ احمد، سمیعہ رانی، طیبہ رانا، شزا بلوچ، حور خان، دلکش مریم کہاں غائب، گل مینا خان، حسینہ ایچ ایس، عروسہ پرویز، کرن شہزادی، مدیحہ کنول، آپی سباس گل، سمیرا سوانی، صبا وزر گر، وفا خان قلم میں ہی دم ہے۔ کمل بلوچ، یاسمین کنول، انجم زہرہ، شگفتہ خان، نورین مسکان کیسی ہیں سب؟ مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھا کریں جی بہت گناہ گار ہوں۔ عنزہ یونس، عابدہ مغل، سیدہ لوبا سجاد، پری وش، رباب کنول، شازیہ ہاشم عرف تمثال ہاشمی، شازیہ اختر شازی سب خوش رہو۔ آنچل و حجاب اسٹاف کو سلام۔ وقت کی پابندی کریں گزرا وقت لوٹ کر نہیں آتا۔ اللہ حافظ

اقراء جٹ...... محسن آباد

جان سے پیاری بہن صبا وزر گر کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپی جان۔ کیا حال چال ہیں۔ کیسی گزر رہی ہے لائف۔ دل لگا کہ نہیں۔ بھائی عرفان کا سناؤ وہ کیسے ہیں۔ بھائی عرفان جلدی سے جوڑا کا چکر لگالیں آپ۔ میری ٹریٹ کہاں ہے بلکہ اب تو ڈبل ٹریٹ بنتی ہے ایک آپ کی شادی کی دوسری آپ کی لو میرج کی۔ ہاہاہا اور میری آپی کو ہمیشہ خوش رکھیے گا۔ ویسے تو مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کے ساتھ خوش ہوں گی مگر بہن ہونے کے ناطے اتنی نصیحت تو بنتی ہے ناں۔ اللہ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔

آپی صبا آخر کار مجھے تنہا کر ہی گئی تم۔ لیکن کوئی بات نہیں تمہاری یادیں ہر پل میرے ساتھ ہوتی ہیں۔ آئی مس یو سو مچ آپی صباء تمام کزنز کی طرف سے شادی کی بہت بہت مبارک باد۔ اور ماہ جبین ردا کی طرف سے بھی بہت مبارک ہو جی آپ کو۔ (سوری ردا)۔ میں اور ردا تمہیں بہت مس کرتی ہیں۔ تم ہم سے تھوڑی دور تو ہو مگر دل کے بہت نزدیک ہو۔ آئی لو یو آپی صباء۔

مجھے یاد ہے اپنا بھانجا یار میں اسے کیسے بھول سکتی ہوں۔ عمر خالہ کی جان آئی لو یو اینڈ آئی مس یو۔ میرا شہزادہ میرا گول گپہ۔ اور ہاں آپی صباء یاد ہے شادی کے بعد تم نے جب مجھے کال کی تھی تو میں رو پڑی تھی۔ تم سے بات کرتے ہوئے۔ ابھی تک سب میرا مذاق اڑاتے ہیں اور اب جب بھی تم کال کرتی ہو تو سب پہلے یہ پوچھتے ہیں کہ ذکا رونا تو نہیں اگر رونا ہے تو پہلے رو لو پھر بات کر لینا۔

طاہرہ منور بھٹی اگر آپ نے کہہ دیا ہے تو پھر نہ تو بنتی نہیں مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ روبی علی بہت شکریہ ہمیں یاد کرنے کا۔ اور آخر میں آپی صباء۔

تم سے بچھڑ کر ہوا تو کچھ بھی نہیں
تمہارا گیا کچھ نہیں اور میرا رہا کچھ نہیں

ذکا عذر گر...... جوڑہ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آنچل کی پریاں امید ہے کہ سب ٹھیک ہوں گی۔ میری پیاری سسٹر نورین انجم کیسی ہو؟ پڑھائی کیسی چل رہی ہے۔ انجم انجم اگر میں آپ کو آئی لو یو بولوں تو برا تو نہیں مانو گی۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اب میری دو مائیں ہیں کتنی اچھی بات ہے آپ جیسی ماں نصیب والوں کی ہوتی ہیں۔ مجھے بھی بتانے کا بہت بہت شکریہ۔ پروین افضل شاہین میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سال اولاد نرینہ جیسی نعمت عطا فرما کر اس سال کو آپ کے لیے زندگی کا یادگار سال بنا دے آمین۔ کوثر خالد آئینہ میں آپ کی بہت کمی محسوس ہوتی ہے۔ جلدی شرکت فرمائیں۔ سدرہ پھر یہ نہ کہنا مجھے یاد نہیں کیا یاد انہیں کرتے ہیں جنہیں بھول جاتے ہیں۔ ٹینشن نہ لو ایک بار ملتان شفٹ ہو جاؤں تو تمہارے پاس ایک ہفتے کے لیے آ جاؤں گی۔ فرزانہ مہر 23 مارچ عشبہ نوال 9 مارچ اور مون قریشی عبدالحکیم 29 مارچ کو آپ کی سالگرہ ہے آپ بہنوں کو مینی مینی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سدا خوش رکھے آمین۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور درندوں سے بچائے آمین۔ جویریہ سالک کیا میری شاعری اچھی نہیں ہوتی؟ جواب بھی نہیں ملتا کہ اصلاح کرو۔ کئی بار میں نے کوشش کی مگر بھلا ہو ردی کی ٹوکری کا جس کو میرے لیٹرز سے پیار ہو گیا ہے۔ کوئی بات نہیں چھوڑو یار۔ میرے پیارے آنچل کی اپریل میں سالگرہ ہے میں ایڈوانس وش کر رہی ہوں۔ سالی ڈیئر آنچل مینی مینی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ ہمارے پیارے ڈائجسٹ آنچل اور حجاب دن دگنی رات چوگنی ترقی پائے آمین آنچل سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ میری زندگی میں آنچل آنے کے بعد کافی سدھار آیا ہے۔ اس کے لیے ایک شعر۔ ہما احمد کا بہت بہت شکریہ کہ میرا لیٹر شائع کر دیتی ہیں

میری زندگی میں کچھ لفظوں کی کمی تھی
انہیں پا کر مکمل ہوئی میری کتاب ہستی

رقیہ ناز...... میلسی وہاڑی

میرے پیارے بھائی عمیر کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں عمیر بھائی آج میں آپ کو بہت مس کر رہی

ہوں میرا دل کر رہا ہے کہ اڑ کر آپ کے پاس آ جاؤں لیکن ہائے رے مجبوری نہ تو میں پری ہوں اور کوئی پرندہ۔ عمیر بھائی آپ کو گئے سال ہونے والا ہے اور آپ ابھی تک واپس آنے کا نام ہی نہیں لے رہے جب کہ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ میرے پاس ہونے کی خوشی میں گفٹ کی صورت خود آرہے ہیں اور اب تو میرے رزلٹ کو بھی آئے ہوئے اتنے مہینے ہوگئے ہیں اب تو آ جائیں۔ اچھا عمیر بھائی دعا کریں کہ علی بھائی کی شادی جلد از جلد ہوتا کہ آپ کو آنے کا موقع ملے پھر مل کر خوب مزے کریں گے۔ میری اور نمرو کنزیٰ کی شاپنگ تو آپ نے ہی آ کر مکمل کروانی ہے اور ہم آپ کو اتنا گھمائیں گے کہ بس اچھا بھائی ایک بات تو بتائیں کیا آپ بھی ہمیں اتنا مس کرتے ہیں بتانا ضرور اور ہاں میرے ہاتھ کا سالن تو یاد ہوگا۔ بلیک ڈش کا نام جسے سب دیتے ہیں اور آپ تو خاص طور پر میرے سالن سے پناہ مانگتے تھے۔ اب تو علی بھائی کے ہاتھ کا مزے مزے کا کھانا کھانے کو ملتا ہوگا۔ علی بھائی جب یہاں آئے ہوئے تھے تو ایک بار سالن بھی پکایا اور انڈہ اور پالک کے پکوڑے بھی کھلائے تھے اتنے زبردست تھے کہ سوچ کر اب بھی منہ میں پانی بھر آتا ہے اچھا اب تک کے لیے اتنا کافی ہے فی امان اللہ اپنا خیال رکھا کرو میرے سویٹ بھائی اور علی بھائی کو تنگ مت کیا کرو اور موبائل پر ذرا کم ہی توجہ دیا کرو اللہ حافظ۔

لیلیٰ رب نواز۔ ودھیوالی بھکر

عالیہ کلاس و حجاب فرینڈز کے نام

جامعہ کی الوداعی تقریب ختم بخاری قریب آرہی ہے اس خوب صورت ایونٹ پر میری جانب سے نازیہ نسرین عشرت شمائلہ فائزہ عمارہ حفصہ دلی مبارک باد پیشگی قبول کیجیے۔ چھ سالہ عالمہ کا کورس مکمل ہونے پر بس آپ کے لیے یہی دعا ہے اللہ آپ سب کو علم پہ عمل کی تفسیر بنائے آمین آپ سب کی نذ۔

کچھ ایسے بھی لوگ محفلوں سے اٹھ جائیں گے 19 اپریل کے بعد جن کو
ہم ڈھونڈنے نکلیں گے مگر پانہ سکیں گے

بلقیس منگنی کی مبارک ہو بتی تو ٹریٹ ہے چلو کیا یاد کرو گی ہم ٹافی پر ہی گزارہ کرلیں گے پھر کب بھیج رہی ہو؟ مریم و عشرت شادی کی پیشگی مبارک باد بمعہ اس دعا کہ تا حیات جگمگائے تمہاری قسمت کا ستارہ۔ عمارہ نثار حالات و معروفیات انسان کو جب گھن چکر بنا دے تو سب کو لگتا ہے مقابل بدل گیا ہے۔ جب کہ ایسا بالکل نہیں ہوتا کم عقل لڑکی...... فریدہ پروین افضل کوثر خالد کیسی ہیں آپ سب؟ کیا ہے معروفیات زندگی میں آ کی ریلی مس یو۔ کوثر آپ کو دوستوں کی کمی کھلی۔ ہم ساری معروفیات بالائے طاق رکھ کے ہوگئے حاضر۔ آپ کی حرص کوثر مکمل پڑھی لفظوں کا ذخیرہ بھی آپ کی تصنیف کی توصیف کے لیے کم پڑ جائے اس قدر والہانہ عشق نبی ﷺ آپ کی عظمت کو سلام ہے کوثر۔ عائشہ پروین شادی کی مبارک ہو بہت آپ کو۔ حرا قریشی ایک بات تو بتائیں اس قدر پُراثر تمثیل و احسن الفاظ بذریعہ الہام تو آپ کے قلب میں جاگزیں نہیں ہوتے؟ ماورا طلحہ واہ ویلڈن یار حجاب نگری کیا ہی کمال لکھا آپ نے ادھر آ دیات سنو حجاب نگری کے منظر عام پر آنے کے بعد صبا ایمل کے عتاب کا مقابلہ کیسے کیا؟ اپنی اگلی تحریر میں یہی موضوع آپ زیر بحث لائیے گا کیا خیال ہے صبا بجا فرمایا ناں میں نے ہاہا...... ماورا آپ کے لیے مفت مشورہ ہے تمام مصنفات کی تحریریں پڑھ کے ان پر اپنے تبصروں کو جامع تحریر کی شکل دے کر بھیجا کریں آپ تحاریر میں سے تحریر تبصرے کا تبصرہ مزاح کا پہلو بھی غالب ایک تیر سے تین شکار یہ ہوئی ہماری ماورا کے زرخیز دماغ کی چال مان گئے۔ حجاب نگری کے بعد ماورا ہماری ہے کمال ہی کمال۔ بہت اپنائیت محسوس ہوئی آپ کی تحریر پڑھ کر یوں محسوس ہو رہا تھا کہ سب کردار آس پاس ہی گھوم رہے ہوں۔ ذاتی طور پر طنز و مزاح سے مزین تحاریر مجھے بہت پسند ہے۔ فی امان اللہ۔

جویریہ دی...... ڈونگہ بونگہ

کزن اور دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو ڈیئر کزن نوشین! آج خوش ہو جاؤ آپ کو بہت شوق تھا نہ کہ آپ کا نام بھی آنچل میں آئے۔ اس لیے میں نے سوچا کہ آپ کو نئے سال کی مبارک آنچل کے ذریعے دوں۔ نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ ہیلو ہاسٹل فرینڈز کیسی ہو تم سب۔ اقصیٰ مصباح یسریٰ خالق سحرش میمونہ ثانیہ روزینہ مریم بشیر رابعہ آپی اور صدف (ڈناس آپی) آپ سب کو میری طرف سے نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ میری طرف سے سب آنچل قارئین کو نیا سال مبارک ہو۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اب اجازت اللہ حافظ

فاخرہ صغیر...... آزاد کشمیر ہولاڑ

اپنوں کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ سب خیریت سے ہوں گی 13 فروری کو کیوٹ سے بھتیجے محمد سمیع کی سالگرہ ہے۔ سمیع آپ کو پہلی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی دے۔ 27 فروری کو میری جان سے زیادہ پیاری آپی تسیم کی سالگرہ ہے آپی کو سالگرہ بہت مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے پیارے سے بیٹے سعد اور رمضان بھائی کے ساتھ ہمیشہ خوش و خرم رکھے آپی میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں اور آپ کو بہت مس کرتی ہوں اور ساتھ میں یہ دعا بھی کرتی ہوں کہ آپ اپنے سسرال میں خوش رہیں۔ میں آنچل کے ذریعے آپ کو وش کر کے سرپرائز دینا چاہتی ہوں۔ آپی کے نام۔

تو جہاں رہے وہاں پیار ہو
تیری ہر خوشی پہ بہار ہو
تجھے جو لگے وہ نظر نہ ہو
کسی دکھ کی تجھ کو خبر نہ ہو

آپ ہمیشہ میری دعاؤں میں شامل رہیں گی (آمین) اللہ حافظ۔

شبنم حنیف...... لاہور

میری پیاری نوشی اینڈ بھابی کے نام

السلام علیکم! میری نوشی کیسی ہو آپ۔ میری شروع سے چاہت تھی کہ میں آپ کے لیے کچھ لکھوں لہٰذا آج لکھا۔ ارے ارے آپ مجھے غصے سے کیوں دیکھ رہی ہیں ذرا پیار سے دیکھو نا کیونکہ آپ کے غصے سے ڈر لگتا ہے اور سن لو اس مرتبہ آپ پیپروں میں ضرور پوزیشن لینا مجھے بے حد خوشی ہوگی اور ہمیشہ میرے ساتھ رہنا کیونکہ میں اپنی زندگی نہیں کھونا چاہتی آپ نے گاؤں جانے کا سوچا بھی نا میرا دم بند ہو جائے گا۔

اور یہ بھابی مجھے کب سے گھور رہی ہیں کیوں؟ ارے میں آپ کو کیسے بھول سکتی ہوں میں آپ کو بھی یاد کرتی ہوں پتہ نہیں کیوں؟ ہاں بتائیں بھابھی صاحبہ آپ ہمیں ہمارے بھتیجے کے اس دنیا میں آنے کی خوش خبری کب دیں گی۔ اچھا اب میں چلتی ہوں پیپروں کی ٹینشن میں اچھا سا نہ لکھ پائی ان شاء اللہ پھر بھی انٹری دوں گی۔ اللہ حافظ۔

ثمینہ مسکان...... جامشورو

عالیہ امین اور آنچل والوں کے نام

"بہت محبت کرتی ہوں میں آپ سے پلیز مت نظر انداز کریں مجھے۔ مت ستائیں مت تڑپائیں کہ میرا دل ٹوٹ جائے۔ آپ کا ساتھ چھوٹ جائے اور یہ زندگی روٹھ جائے پلیز......" لائٹ گئی ڈرامے کے ڈائیلاگ فلاپ ہوئے تو ٹی وی کی بلیک اسکرین میں میری کزن کا بھوتھا نسوداں ہوا تو مجھے خیال آیا کہ میں تو آنچل لینے آئے تھی نصرت خالہ سے آنچل لیا تو نظر عالیہ امین کے تعارف پر پڑ گئی۔ آپ کی اس قدر محبت و اپنائیت پر دل خوشی سے لبریز اور آنکھیں روشن ہوگئیں۔ بہت شکریہ آپ نے اپنے تعارف میں ہمیں یاد رکھا اور پتہ ہے بے ساختہ میرے دل نے کہا کاش بھائی یہاں ہوتے تو میں انہیں آپ کا تعارف دکھاتی۔ جب بھی میں اسکول سے واپس آ کر اپنے اسکول کی روداد امی کو سنائی کہ آج ٹیچرز نے میری اتنی تعریف کی

لڑکیوں نے اتنا مجھے سراہا تو میرے بھائی مجھے بیری ہیٹ کرتے کہتے لڑکیاں صرف تمہارے براکسٹ ہونے کی وجہ سے تمہیں مکھن لگاتی ہیں ورنہ مجھ سے پوچھو میں تمہارا سگا بھائی ہوں مجھے پتہ ہے تم اتنی اچھی نہیں ہو اور ہاں عالیہ آپ نے بتایا نہیں کہ آپ کہاں رہتی ہو اب تو مجھے آپ کو دیکھنے کا جنون ہو گیا ہے۔ اور آنچل فرینڈز مانا کہ میں اہم شخصیت ہوں آنچل کی نامور شخصیت میں مجھے شمار کیا جاتا ہے مگر یہ کیا مجھے شادی سے پہلے ہی مبارک باد پیش کی جا رہی ہے آپ کی اس وجہ محبت پر دل غصے سے دو بھر ہو گیا ارے کس کم بخت نے کہہ دیا کہ میری شادی ہو گئی ہے میری کوئی شادی نہیں ہوئی جب ہوئی تو سب سے پہلے آنچل والوں کو مطلع کروں گی۔ ٹھیک ہے ناں۔ (ہمیں پتا ہے کہ جلد ہونے والی ہے اس لیے وہ پیشگی مبارک باد تھی غم کو دل سے آزاد کر دو) اور کرن شہزادی اور فوزیہ سلطانہ آپ کہاں غائب ہیں کیا آپ کی بھی شادی ہو گئی ہاہاہا۔ مدیحہ کنول مونا شاہ قریشی، حنا اشرف مسکان مدیحہ نورین کہاں بزی ہو آپ لوگ جملہ غزل صدیقہ بلبل، شمع مسکان پروین افضل فریدہ فری، اقراء ممتاز اقراء جٹ اقرا الیاقت کیسے ہیں آپ لوگ۔ انوش فاطمہ اور مون قریشی آپ کا تعارف بھی بیسٹ تھا خاص کر آپ نے اپنے نام بتا کر بہت ہنسایا آپ کی دوستی قبول ہے اگر نبھاؤ تو۔ ساؤ سے دو ہی شوق آنچل نگری اور ہنستے لوگ۔ سمعیہ کنول، سمیرا سوانی، مشی خان، جہانزیب، بشریٰ شاہ، صوفیہ ماریہ کائنات اسریٰ، رابعہ ارم ماسمرہ کے رج کے بے وفا لوگو کبھی حال چال دی پوچھ لیا کرو۔ شازیہ ہاشم عرف تمثال، نشرا بلوچ، ام زہرہ اور رابعہ عمران کیسی ہیں آپ ٹیچرز صاحبان۔ فائزہ بھٹی اقراء حفیظ عنزہ یونس زیبا حسن اور ثمینہ فیاض آپ کے ناول کا شدت سے انتظار ہے۔ افشاں حیدر مریم ثمامہ ملالہ اسلم مارخ سیال فیاض اسحاق، نجم انجم، حنا ارشد، زریاب حافظ اقرا، نومیراب جاذبہ عباسی لبیقہ احمد شاہد سول، شبنم کنول، تمنا بلوچ، اسماء گل، نورین انجم، ماجد شاہ پارس شاہ عائشہ رحمن، روشی وفا، پرنسز امو، ثمرانہ ماہ نوار مکال ہوئی گئی اور سب کو اس ناچیز کا سلام۔ طیبہ یوسف طاہرہ منور علی اور گل بہار رشید مارچ میں آپ لوگوں کی سالگرہ ہے سو میری طرف سے پیارا سا دعاؤں کا گفٹ قبول کیجیے۔ دوستی کی ہے تو نبھانی پڑے گی۔ خدیجہ فیاض راشدہ ماریہ ریحانہ فائزہ آپ لوگوں کی بہت یاد آتی ہے۔ ریحانہ حماد مجھ سے کہہ رہا ہے کہ ریحانہ چچی کو لو یو لکھو کہتا ہے انشا پھوپو کو نہیں لکھا تو میں ناراض۔ ہاہاہا اور میری جان گل مینا خان آئی لو یو سو مچ۔ دوستو یہ میرا آخری خط ہے۔ عید الفطر سے پہلے چھٹی) ہما آپی پلیز میرا یہ خط ضرور شائع کیجیے گا میرے دل کی ترجمانی کرتا ہوا یہ ڈائیلاگ۔ وہی سب اوپر والا...... بغور پڑھیں بس اللہ حافظ۔

حسینا ایچ ایس...... ماسمرہ

اپنوں کے نام

ڈیئر اقراء تمہارا شکریہ اتنی اچھی برتھ ڈے پارٹی دینے پر۔ زونیرا اچھے سے پڑھائی کرنا اور میٹرک میں اچھے نمبروں سے پاس ہونا۔ ڈیئر صائمہ بڑے دن ہو گئے ہیں کوئی چکر نہیں لگایا۔ چھوٹے بھیا پلے گروپ میں شاندار سی کامیابی پر میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو۔ خدا تمہیں زندگی کے ہر امتحان میں کامیاب و کامران کرے۔ (آمین) میری پیاری امی آئی لو یو۔ خدا آپ کا سایہ ہمیشہ ہم پر قائم و دائم رکھے (آمین)۔ پیاری اپیا ثمینہ کیا حال چال ہے۔ خوش رہا کرو۔ ڈیئر انجم اعوان صائمہ اور مجھے اتنی اچھی دعا دینے کا بہت بہت شکریہ۔ فائزہ بھٹی ارم کمال گل مینا خان انمول اقراء جٹ ثناء شہزادی فوزیہ ثمر بٹ مدیحہ نورین مہک سب کو میری طرف سے محبتوں بھرا سلام۔ قارئین سے گزارش ہے کہ میرے ٹیوشن والے بچوں کے لیے دعا کریں کہ خدا ان کو امتحان میں کامیاب کرے (آمین) صباء آٹھویں میں 450 سے زیادہ مارکس لینے ہیں۔ علیشہ اگر تم سب پیپرز میں اچھے نمبروں سے پاس ہوئی تو تمہاری باجی تمہیں ایک شاندار سا گفٹ دے گی۔ سحرش تم بھی دل لگا کر پڑھائی کرنا۔ لائبہ تم تو میری اچھی اسٹوڈنٹ ہو جو میرے لیٹر پوسٹ کروا دیتی ہو۔

اقراء...... سرگودھا

پیاری ٹیچر نازیہ کے نام

السلام علیکم! اللہ رب العزت سے امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گی ٹیچر جی شاید کہ آپ کو یاد ہوگا جب میں پہلی مرتبہ وو کیشنل آئی تھی بات نہ کر سکتی تھی اتنی خوفزدہ اور ڈری ہوئی تھی کہ بات کرنے سے پہلے آنکھیں بھر جاتی تھیں۔ صائمہ بہن کے تعاون سے آپ کی محبت ملی آپ دوست کے روپ میں استاد تھیں ایسی ٹیچر قسمت والوں کو ملتی ہے آپ میری ہر غلطی کو فراخدلی سے معاف کر لیتی تھی میں اپنی والدہ کی وجہ سے پریشان تھی جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے مجھے اپنی والدہ کے بارے میں بتایا ٹیچر جی میں جب بھی دعا مانگتی تھی بیماروں کی شفاء کے بعد اپنی والدہ کی صحت کاملہ کی دعا مانگتی تھی اس دعا کو مغفرت میں بدلنا اس قدر مشکل تھا کہ میں نے دعا مانگنا ہی چھوڑ دیا کیونکہ جب دل سے شفاء کی آواز نکلتی زبان ہی رک جاتی جس کی وجہ سے میرے بہن بھائی بھی بہت پریشان رہتے تھے جب آپ کی والدہ کی بیماری کا علم ہوا تو مجھے ایسے لگا کہ وہ آپ کی والدہ نہیں میری امی جان ہیں۔ میں نے اپنی دعا کو اس فقرے کے ساتھ شروع کر دیا کہ یا اللہ کائنات کے تمام مریضوں کو شفاء عطا فرما ان کے صدقے امی جان کو صحت کاملہ عطا فرما اور ان کا بوجھ ہلکا فرما (آمین) اس دعا سے مجھے دلی سکون ملنے لگا اور میری کیفیت بہتر ہونے لگی۔ مجھے آپ سے زیادہ امی جان سے محبت و عقیدت ہے۔ امی جان کی ڈیتھ کی خبر ملی تو بے حد افسوس ہوا۔ میں ایک مرتبہ پھر دنیا میں اکیلی ہوں ماں کے رشتے سے محروم ہوں۔ بے شک ماں وہ ہستی ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ اللہ تعالیٰ امی جان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے آپ کی فیملی کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین) ٹیچر جی میری آپ سے محبت اللہ کی رضا کے لیے ہے کسی لالچ و غرض سے نہیں میں آپ کی مصروفیات کا سوچ کر رابطہ نہیں کرتی ویسے بھی آپ میں اور بندی ناچیز میں زمین آسمان کا فرق ہے استاد تو استاد ہی ہوتا ہے خواہ وہ کسی بھی روپ میں ہو آپ مجھ سے خفا ہیں تو درگزر فرمایئے تاکہ میری آخرت سنور جائے۔ جزاک اللہ

بنت حوا...... نامعلوم

انجم انجم آپی اینڈ آنچل قارئین کے نام

السلام علیکم! ہما آپی کیسی ہیں آپ؟ خدارا میرے لیٹر کو جگہ دے دیں کیونکہ پورے ایک سال بعد انٹری دی ہے۔ (دے دی) عائشہ رحمن اینڈ تمنا بلوچ کیسی ہیں آپ؟ یار غائب ہونے کی وجہ میری شادی ہے جو تین ماہ پہلے ہوئی تو میری لائف اتنی بزی ہوئی کہ لکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ سو معذرت۔ انجم انجم آپی کیسی ہیں آپ؟ آپ سے بات کر کے دلی خوشی ہوئی۔ آئی لو یو سو مچ۔ نورین انجم کیسی ہو میری ڈول؟ آئی مس یو۔ کوثر خالد اینڈ عمر وقاص آپ دونوں کو ایوارڈ ملنے پر میری طرف سے ڈھیروں مبارک باد اینڈ اللہ آپ کو مزید کامیابیاں عطا فرمائے (آمین) حنا ارشد ویلکم ٹو آنچل فیملی اینڈ خواب سے خواب تک شعری مجموعہ کی اشاعت پر بہت مبارک باد ہو۔ ارم کمال نورین مسکان سرور اینڈ طیبہ خاور! کیسی ہیں آپ۔ نورین مہک یار آپ آنچل فیملی کی ممبر ہیں میرے پوچھنے پر آپ نے انکار کیوں کیا فیس بک پر۔ تمنا بلوچ یار کوئی رابطہ نمبر ہی دے دو۔ طیبہ رمضان اینڈ صدف نورین میری دعا ہے کہ اللہ پاک آپ دونوں کو زندگی کے ہر میدان میں کامیاب کرے (آمین) اینڈ اللہ حافظ۔

ماریہ کنول ماہی...... گوجرانوالہ

اچھی دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ امید کرتی ہوں بہت اچھی ہوں گی۔ جی منیبہ مہر جی آج سے ہم آپ کی دوست ہیں۔ یقین تو آ جانا چاہیے تھا آپ کو اب تک کیا خیال ہے۔ مہر سے میرا مطلب تھا کہ میری کاسٹ بھی مہر ہے۔ اور آپ بھی مہر زادی ہی ہو ڈھیروں دعاؤں کا بہت شکریہ آپ مجھے

www.urdusoftbooks.com

شب کہو یا شبو آپ کی مرضی مجھے برا نہیں لگے گا۔ اللہ آپ کو بہت کامیابیاں دے (آمین)۔ نجم انجم آپی سے فون پر بات کر کے بہت اچھا لگا۔ ایک گھنٹا کیسے گزرا پتہ ہی نہ چلا۔ آپ بہت اچھی ہو اور سچی بھی۔ بات کرتے ہوئے بالکل ایسا نہیں لگا کہ آپ سے پہلی بار بات کی ہے۔ ہمیشہ خوش رہیں (آمین)۔ نورین انجم آپ کیسی ہو؟ ایم فاطمہ سیال آپ کیسی ہو؟ حافظ آبادکی لکھنے والیوں کہاں ہو آپ سب؟ وقاص عمر بھائی کیسے ہیں آپ؟ آنچل میں سب کی انٹری زبردست تھی۔ کبریٰ مہتاب زبردست آپ کا شعر تو سیدھا دل کو جالگا۔ کئی بار پڑھا اور یاد کرلیا۔ کیا ہی خوب الفاظ کا چناؤ کیا آپ نے۔ باقی بھی سب بہت زبردست رہا۔ کچھ دوستوں سے میں بہت ناراض ہوں۔ وہ سمجھ ہی گئی ہوں گی کیونکہ عقل مند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔ کیوں جی۔ میں بیمار بھی تھی مگر کسی عقل مند نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ پوچھ ہی لیتا ہے کہاں ہو اتنے دنوں سے اب سب پوچھیں گے۔ کہاں ہو شبنم؟ کیسی ہو؟ چلو جاؤ بے وفاؤں دیکھ لی تمہاری دوستیاں۔ سب میرے لیے دعا کرو کہ میں جلد ہی صحت یاب ہو کے آپ کو ستانے پہنچ جاؤں۔ زینب اور شفقت کیسی ہو آپ دونوں؟ لگتا ہے کافی مصروفیات ہے آپ کی دوستوں کو ٹائم دینا بھول گئی ہو۔ یا شاید مجھ سے ہی کوئی غلطی ہوئی ہے کیوں ٹھیک کہا میں نے؟ سوری کرتی ہوں تم دونوں سے جگ جگ جیو۔ جس کسی کی سالگرہ ہے ان سب کو زندگی کا یہ نیا سال بہت مبارک ہو۔ خوش رہو اور مسکراتی رہو۔ جو میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہو میں تمام لوں کی محبت سے اوکے۔ سب آنچل پڑھنے والوں کو میرا اسلام! یہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ (آمین) اللہ حافظ۔

شبنم کنول...... پاپا کری (حافظ آباد)

دوست کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل فرینڈز اینڈ نمازی برادران۔ میں نے پچھلی مرتبہ بھی اپنا تبصرہ بھیجا تھا مگر شائع نہیں ہوا۔ میں اس تبصرے کے ذریعے باجی نورین خانم کو شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنہوں نے میرا F.A کا ایڈمیشن بھجوایا میں ان کے فورس کرنے پر پاس ہوئی طلحہ کو تین سال کا پیار اور ولید کو...... اور بھائی منصور کے نئے بزنس کی مبارک ہو آپ کی طرف سے آئی ہوئی مٹھائی کھائی تھی اور باقی میرا خیال ہے آپ مجھ سے ٹیوشن کی وجہ سے ناراض ہیں۔ برائے مہربانی ناراضگی ختم کریں پلیز اور بس اب آنچل والے میرا پیغام پہنچادیں آپ تک طلحہ اور ولید کو پیار۔

حمیرا اختر اینڈ نوشین...... بھاگنا لوالہ

آنچل فرینڈز اور خاص دوستوں کے نام

السلام علیکم! میری تمام سوئٹس سی فرینڈز کو میری محبتوں، چاہتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ آپ سب کا کیا حال ہے؟ میں اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہوں اور سب کو بہت یاد کرتی ہوں۔ جن آنچل فرینڈز نے مجھے یاد رکھا ان کا تھینکس اور جنہوں نے نہیں رکھا ان کا بنڈل آف تھینکس (ہاہاہا) کیسی ہو تانیہ تمہیں منگنی بہت بہت مبارک ہو اور ہمیشہ اسی طرح ہنستی مسکراتی رہو (آمین) ہیلو اقرا اسحاق کیسی ہو آج کل کہاں گم ہو۔ وسی بھائی کے خیال کم ہی دیکھا کرو اور کسی فرینڈ کو بھی یاد کرلیا کرو۔ (ہاہاہا) ویسے شادی کب کررہی ہو؟ جواب ضرور دینا۔ ہائے مدیحہ نورین مہک بڑی ہی بے وفا نکلی ہو بے وفا بھی نہیں پر بن گئی ہو۔ "ابھی" "پہا" گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا کوئی تم سے سیکھے۔ (ہاہاہا) ہیلو ڈیئر صائقہ کیسی ہو تمہارا جانو کتا جس سے مجھے چڑ تھی سب بہت یاد آتا ہے۔ شادی کی بہت بہت مبارک۔ اللہ تمہیں اور وقاص بھائی کو ہمیشہ خوش رکھے (آمین) ہیلو مائی سویٹ فرینڈز عشاء ماریہ کیسی ہو اور آمنہ تم کیسی ہو میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں۔ نورین جویریہ کیسی ہو۔ اللہ تم دونوں کی جوڑی ہمیشہ سلامت رکھے آمین۔

آپی نازیہ کنول نازی کیسی ہیں آپ۔ یقین ہے آپ ٹھیک ہوں گی۔ میرا آپ کو ملنے اور دیکھنے کو بہت دل کرتا ہے۔ میں آپ کو بہت پسند کرتی ہوں۔ صرف پسند نہیں بلکہ آپ کی عزت بھی کرتی ہوں آپ بہت مخلص ہو کر لکھتی ہیں اگر آپ میرے خط کا جواب دیں گی تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ میری دعا ہے کہ اللہ ہم سب دوستوں اور آنچل پڑھنے والیوں کو سلامت رکھے اور ہر غم سے بچائے آمین۔ اللہ حافظ۔

ارم ریاض...... برنالی

آنچل پرنسز، کیوٹ سسٹر پرنسز نیڈوا اور سویٹ برو عدنان کے نام

آداب تسلیمات! کیسی ہیں آپ سب سویٹ اینڈ کیوٹ پرنسز، امید واثق ہے کہ فٹ فاٹ اور ایک دم ہرے میں ہوں گی۔ آنٹی ارم کمال آنٹی کوثر خالد! خداوند کریم آپ دونوں کو زندگی کی ہر خوشی نصیب کرے کبھی بھی غم کا سایہ آپ پر نہ پڑے۔ فریدہ فری آنٹی اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا کرے۔ نجم انجم آپی یاد رکھنے کا شکریہ۔ حرا قریشی عنزہ یونس پروین افضل جاذبہ عباسی زندگی تنویر، عظمیٰ تحلیل، پارس شاہ، سیدہ لوبا سجاد، عائش کشمالہ، طیبہ خاور سلطان اقرا اجنٹ انیلا طالب مدیحہ نورین مہک، نورین مسکان سرور، آمنہ رحمن، عائشہ رحمن ہنی، حور خان، صبا ذکاء، زرگر مونا شاہ قریشی، پرنسز انا، نیا ہاشم، نور انصاری، نورین انجم، شازیہ ہاشم، تمثال، ماہ رخ سیال، نور الشاکل، شہزادی، دلکش مریم، اقراء جاوید اینڈ بشریٰ جاوید کیسے ہیں آپ سب؟ آپ سب کو ڈھیروں سلام ودعائیں۔ آنچل پرنسز میں سے جس کسی کا بھی فروری میں برتھ ڈے ہے ان سب کو منی منی ہیپی برتھ ڈے۔ میرا بھی 24 فروری کو ہے۔ سو مجھے بھی ہیپی برتھ ڈے۔ ہاہاہا...... اقراء جاوید اینڈ بشریٰ جاوید آپ کی دوستی دل و جاں سے قبول ہے آج سے ہم فرینڈ ہیں اوکے۔ دل میں جگہ بھی دے دی ہمارا دل بہت بڑا ہے آرام سے رہا کرو۔ ہی ہی ہی۔

مائی سویٹ سسٹر پرنسز نیڈو وتا دیا اینڈ کیوٹ برو عدنان کا برتھ ڈے فروری میں ہوتا ہے۔ نیڈو کا 12 فروری اور عدنان کا 16 فروری کو برتھ ڈے ہوتا ہے تو سوچا اس دفعہ پیارے آنچل کے تھرو وش کروں۔ سو منی منی ہیپی برتھ ڈے ٹو بوتھ آف یو۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو بے پناہ خوشیاں عطا کرے اور صحت و تندرستی والی لمبی زندگی دے اور لائف کی ہر فیلڈ میں کامیاب و کامران رکھے (آمین)۔ آپ دونوں ایک سویٹ سی پارٹی تیار رکھیے گا سب کو کیک کھلانا ہے (کنجوس کہیں کے) ورنہ کوئی گفٹ نہیں ملنے والا۔ اوکے۔ عدنان (پیٹو) تھوڑا کم کھایا کرو۔ میں جب کہتی ہوں کہ لوگ جینے کے لیے کھاتے ہیں اور عدنان کھانے کے لیے جیتا ہے تو تم منہ نہ بنایا کرو۔ نیڈو تم تو ہو ہی اچھی۔ شاہ ولی اللہ کا برتھ ڈے 12 فروری کو ہے اور آپ کا بھی 12 فروری ہے اس کا اثر آپ کی شخصیت پر بھی ہے۔ سسٹر نیڈو اینڈ برو عدنان کے نام۔

کھلے جو لب تو دعا دیں تم کو
ہر روز نئی زندگی خدا دے تم کو
ہر ایک خوشی کی آرزو کرو تم
خدا خوشیوں کے دریا دے تم کو

اللہ تعالیٰ سب آنچل سے وابستہ لوگوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔

سعدیہ حورین حوری...... ننوں کے پی پی

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

دعا سے بدل جاتی ہے تقدیر

دعا کا موضوع کوئی نیا اور اچھوتا نہیں ہے۔ یہ موضوع اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ خود انسان۔ حضرت آدم کو رب کریم نے جو دعا سکھائی قرآن میں موجود ہے۔ اس طرح پے در پے باقی انبیاء کی بھی دعائیں موجود ہیں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ کے ذریعے ہمیں یہ پیغام پہنچایا ہے کہ دنیا کے آخر تک کس طرح سے ہم اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ شریع اصطلاح میں دعا کا مفہوم مدد طلب کرنا ہے۔ دعا بذات خود عبادت کا مقام رکھتی ہے۔ رب کریم نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ”اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا طلب کرتے رہو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کرتا رہوں گا۔ یقیناً جو لوگ میری عبادت سے خود سری کرتے ہیں وہ جلد جہنم میں پہنچ جائیں گے۔“

یعنی دعا ہمیں اس یقین کے ساتھ مانگنی چاہیے کہ قبول ہوگی اور ہمارا پروردگار ہمیں ستر ماؤں سے بڑھ کر ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہمارا رب ہمارے ماضی حال مستقبل سے خوب واقف ہے۔ بعض دعائیں قبول نہیں ہوتیں اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ ہمیں پسند نہیں کرتا بلکہ وہ ہمیں ہماری طلب سے زیادہ بہتر دینا چاہتا ہے۔ ایک مومن کا تمام طاقتوں وسائل کا حاصل توکل اللہ ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے کہ ”آپ فرمادیجئے کہ میرے لیے اللہ کافی ہے۔ توکل کرنے والے اس پر توکل کرتے ہیں۔ انسان اپنی نادانی کی وجہ سے جلد بازی کرنے لگتا ہے۔ اور اپنے وجود کو سوچ سمجھ سے خالی کرنے لگتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے اور جس سے بندہ توبہ کرکے اپنا نام نیک لوگوں میں شامل کرسکتا ہے۔ دعا کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان تدبیر بھی کرے مثال کے طور پر اگر کوئی شخص بیمار ہے تو وہ علاج و معالجہ اختیار نہیں کرتا تو یہ غلط ہے۔ صحت کے ممکنہ اسباب اختیار کرے اور دعا کرے۔ انسان کو دعا ہمیشہ پورے دل کے ساتھ مانگنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو زبان سے دعا مانگتے ہو اور دل کسی اور طرف متوجہ ہو۔ حدیث پاک ہے کہ ”غافل اور بے پروا دل والے بندے کی دعا اللہ قبول نہیں فرماتا۔“ یعنی ہمیں دعا اس یقین اور اطمینان کے ساتھ مانگنی چاہیے کہ قبول ہوگی اور اگر ہماری مانگی ہوئی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہمیں دل برداشتہ اور شکستہ دل ہونے کے بجائے اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اللہ ہمیں ہم سے بہتر جانتا ہے اور ہمارے یقین کا تقاضا بھی یہی ہونا چاہئے کہ ہم اللہ کی رضا میں پورے دل سے راضی ہوں۔ (بقول علامہ اقبال۔

تقدیر کے پابند جمادات و نباتات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند)

تابندہ جبیں۔ کراچی

غم سے نہ گھبراؤ

اپنے زخم کسی کو نہ دکھاؤ۔ اس عمل سے اللہ عزوجل ناراض، دوست پریشان اور دشمن خوش ہوتے ہیں۔

دکھ تو آزمائش کا دوسرا نام ہے۔

اللہ عزوجل ہمیشہ اپنے پیارے بندوں کو آزماتا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھے۔

خود کو غم میں نہ ڈھالے۔ بلکہ اللہ عزوجل سے دعا کرے زندگی میں کوئی غم، مصیبت یا کوئی دکھ آئے تو صبر اور تحمل کرنے کی توفیق دے۔

مشکل وقت میں اپنے رب کو پکارو۔ اللہ عزوجل تمہاری پکار بھی سنے گا اور مشکل حل بھی کرے گا اور غم سے نجات بھی دے گا۔

بینا خالد۔ ملتان

فرمایئے

اک گھڑی میں بارہا مر جایئے
کیا یہی ہے زندگی فرمایئے
یاد رکھیں حشر تک اہل جہاں
کام کچھ تہذیب وہ کر جایئے

راؤ تہذیب حسین تہذیب.....رحیم یار خان

اچھی باتیں

❁ جس رشتے کو تم نبھا نہ سکو اسے اچھا موڑ دے کر چھوڑ دو۔

❁ دوست جتنا بھی برا ہو اسے نہ چھوڑو کیونکہ گندہ پانی بھی آگ بجھا سکتا ہے۔

❁ آسمان پر نظر ضرور رکھو مگر یاد رہے کہ پاؤں زمین پر ہی رہیں۔

سمیرا جمیل۔دولتالہ

اگر سمجھ سکو تو سمجھ لو

ایک بزرگ اپنا موبائل مرمت کرانے لے گئے۔دکاندار نے چیک کر کے کہا۔

بابا جی!''اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔''

بزرگ مایوسی اور آہستگی سے بولے۔

''تو پھر میرے بچے کی کال کیوں نہیں آتی۔''

عاشبہ نور۔بھیر کنڈ

اصول

اپنی محبت کے کچھ اصول
اسے بھی سکھا دینا
جس سے تم بے پناہ محبت کرتے ہو
ہاں
کچھ اس کے بھی تو اصول ہوں گے نا!
جسے تم چاہتے ہو
پھر دیکھوں گی میں
کون اترتا ہے پورا
اس اصول پر
وہ جسے تم چاہتے ہو
تم یا وہ جو تمہیں چاہتی ہے

شبنم کنول۔گاؤں پاپا نگری حافظ آباد

عقل و حکمت

عقل و حکمت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے

☆ نظر نیچی رکھنا

☆ زبان کو بے محل نہ کھولنا

☆ حلال غذا کھانا

☆ سچ بولنا

☆ عہد کو پورا کرنا

اور

☆ جس بات کا کوئی فائدہ نہ ہو اسے ترک کر دینا

ارم صابرہ.....تلہ گنگ

محبت

❁ ''محبت ایک بے رنگ'ان چاہا ان دیکھا احساس ہے جس کا کوئی وجود نہیں ہے مگر ہر وجود کو اپنے رنگ میں ڈھالا ہوا ہے۔''

طیبہ رمضان اینڈ ماریہ کنول ماہی۔گوجرانوالہ

یادیں

زندگی میں بہت
دوست آتے ہیں
کچھ اپنے کچھ بیگانے
کچھ جان سے پیارے لگتے ہیں
جن کے بنا جینا بھی دشوار ہوتا ہے
جن کے بنا ہر خوشی ادھوری ہوتی ہے
لیکن اک دن سب چھوڑ جاتے ہیں
کچھ جان بوجھ کر بھول جاتے ہیں
کچھ کسی بات پر ناراض ہو جاتے ہیں
اور کچھ خاموشی سے ہی ناتا توڑ جاتے ہیں
یہ سب واپس لوٹ کر تو نہیں آتے
لیکن رہ جاتی ہیں تو صرف ان کی یادیں

ندا افتخار۔چشتیاں

اقوال زریں

❁ اعتبار شیشے کی مانند ہے جو ٹوٹ جائے تو کبھی نہیں جڑتا۔

❁ انسان کی زبان خوب صورت ہے چاہے تو دل جیت لے چاہے تو دل چیر دے۔

❁ انسان اپنے اوصاف سے عظیم ہے کیونکہ کوا محل کے مینار پر بیٹھ کر عقاب نہیں بن جاتا۔

❁ زندگی کا ہر دن آخری سمجھو۔

ہالہ وعائشہ......کراچی

نادانی

انسان کا ہر لمحہ بے انتہا قیمتی ہوتا ہے۔ مگر انسان کو خود اس لمحے کی قیمت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ انسان اگر یہ جان لے کہ وہ انسان ہے تو حیوان بننے سے بچ جاتا ہے۔

انسان کے قدموں کی چاپ ہر روز انسان کو پیغام دیتی ہے کہ چل اس کے گھر جس نے تجھے پیدا کیا۔ مگر انسان اس پیغام کو کچھ اور سمجھ کر کسی اور ہی راستے پر چل نکلتا ہے۔

ذکاء زرگر۔ جوڑہ

افسانچہ

عجلت میں گھر کے سارے کام نمٹا کر وہ اور میں یعنی ہم دونوں سب سے نظریں چرا کر چھت پر آ گئے۔ صبح دس بجے سے لے کر دو بجے تک ہم دونوں کا ساتھ بے حد حسین ہوتا۔ ہم ایک دوسرے سے راز و نیاز کرتے۔ کبھی میں اسے اپنے سینے پر لٹاتی تو کبھی اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر اسے چھوتی۔ اسے چھونے کا یہ احساس مجھے اپنے آپ سے بیگانہ کر دیتا۔ جب ہم دونوں ساتھ ہوتے تو ایک دوسرے میں کھو سے جاتے اور دنیا ومافیہا سے بیگانہ ہو کر ہم اپنے پیار کی دنیا میں مگن کسی حسین وادی میں اپنے پیار کے رنگ بکھیرتے۔ پھر تو جیسے ہر طرف سے پیار کی خوشبو آنے لگتی۔ خوب صورت آبشاریں اور جھرنیں سب ہمارے پیار کا گیت الاپتی۔ پھر اچانک سے ہم دونوں کے بچھڑنے کا وقت آ گیا وہ اور میں بچھڑنے کے غم میں ایک دوسرے کے سینے سے لگ کر بے حد روئے۔ اس نے مجھے تسلی دی اور میں نے اسے۔ پھر عہد و پیماں کیے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کا ساتھ ضرور دیں گے اور کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ اس نے بھی وعدہ کیا کہ وہ کبھی بھی نہیں بدلے گا۔ بلکہ آنے والے وقتوں میں اس کے جذبات میں مزید شدت آئے گی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ پگلی مہینہ ختم ہونے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔ اگلے مہینے کی بائیس یا تیئیس کو پھر ہم دونوں ملیں گے۔ اس کی یہ بات سن کر میں نے فوراً اپنے آنسو صاف کیے۔ اب مسکرا بھی دو اس نے کہا۔ پھر میں سب کچھ بھول کر فوراً سے مسکرا دی اور اسے الوداع کرتے ہوئے یہ دعا دی کہ خدا تجھے اپنی امان میں رکھے تو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے۔

ارے ارے......الٹا سیدھا مت سوچیے میں آپ کو بتا دیتی ہوں کہ وہ کون ہے جس کے بچھڑنے سے میں بے حد اداس ہوں اور غمگین ہوں وہ ہے میرا بہت ہی پیارا ساتھی میرا اپنا ڈائجسٹ "آنچل" اب بتائیں کیسا لگا آپ سب کو میرا سرپرائز۔ ہو گئے ناں آپ سب حیران۔

سعدیہ سلیم......شجاع آباد ملتان

علم کا فائدہ

خلیفہ ہارون الرشید گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک عالم ابوالحسن ملے۔ ہارون الرشید احتراماً گھوڑے سے نیچے اترے اور مصافحہ کیا اور ان سے دربار نہ آنے کی شکایت کی۔ ابوالحسن نے جواب دیا میں مطالعے میں اس قدر مصروف رہتا ہوں کہ مجھے فرصت ہی نہیں ملتی۔ ہارون الرشید نے جواب سنا اور پوچھا اتنے علم کا کیا فائدہ......؟

ابوالحسن نے جواب دیا کیا یہ کم ہے کہ بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کے مصافحہ کیا......؟

طیبہ سعید......بھاگوال

یادگار لمحے

❁ زندگی اور خربوزے میں ایک مشترکہ بات ہوتی ہے کہ اگر یہ پھیکی بھی نکل آئے تو پھینکی نہیں جاتی۔

❁ گہری اور با آواز رعب والی آواز میں بولنے والا ضروری نہیں کہ ایک شہنشاہ ہو وہ شدید زکام کا شکار شخص بھی ہو سکتا ہے۔

❁ کہتے ہیں کہ گاجریں کھانے سے نظر تیز ہوتی ہے جبھی تو خرگوش عینک نہیں پہنتے۔

علشبہ نور......بھیر کنڈ



آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ اللہ رب العزت کے پاک نام سے ابتدا ہے جو خالق دو جہاں ارض وسماں کا مالک ہے۔ آپ قاری بہنوں سے ہمیشہ درخواست کی ہے کہ مصنفین کی تحریر کے حوالے سے بات زیادہ سے زیادہ اپنی رائے کا اظہار کیا کریں تاکہ ان تک آپ کی پسندیدگی پہنچ سکے امید ہے آئندہ اس بات کا خیال رکھتے ہوئے آئینہ کی محفل میں شامل رہیں گی۔ اب بڑھتے ہیں بزم آئینہ کی جانب جہاں آپ کے تبصرے ستاروں کی مانند جھلملا رہے ہیں۔

سعدیہ حور عین حوری...... بنوں کے پی کے۔

گرد کی تہہ میں ہی رہنے دو اسے آسودہ
زندگی آئینہ دیکھے گی تو ڈر جائے گی

آداب تسلیمات! کیسے ہیں آپ سب لوگ امید کرتی ہوں آپ سب ٹھیک ہوں گے۔ پہلی دفعہ آئینہ میں شرکت کررہی ہوں امید ہے جگہ ملے گی۔ پہلے قیصر آرا آپا کی سرگوشیاں سنیں ایسا لگا جیسے آپا سامنے بیٹھی محو گفتگو ہوں ان کے خوب صورت الفاظ نے دل کو چھولیا۔ حمد ونعت سے روح وقلب کو اسیر کیا۔ دانش کدہ میں انکل مشتاق کی باتوں سے دل کو منور کیا' ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں سے مل کر اچھا لگا' ویسے عائشہ ڈیئر رائٹر بنتے نہیں ہیں پیدا ہوتے ہیں اگر آپ کو قلم سے عشق ہے اور دل میں لکھنے کی خواہش ہے تو سمجھیں اللہ نے آپ میں لکھنے کی تھوڑی بہت صلاحیت رکھی ہے بس آپ کو محنت کی ضرورت ہے اور ویسے بھی لگن سچی ہو تو منزل خود چل کر سامنے آجاتی ہے اور دوسری بات ٹیلنٹ کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔ سروے میں سب کے جوابات اچھے تھے عنزہ یونس' ماہم نور انصاری اور فائزہ بھٹی کے جوابات بہت نائس تھے۔ یار فائزہ بھٹی میں بھی آپ جیسی ہوں نہایت حساس' سلسلے وار ناول کی بات کریں تو "تیری زلف کے سر ہونے تک" بہت اچھا جارہا ہے زبردست' بہت اچھا لکھ رہی ہیں اقرا آپی پلیز سودہ کو کچھ نہیں ہونا چاہیے اللہ کرے وہ زہریلی چائے نہ پیئے اور اس کم ظرف اور مینسی عروہ کو میرا بس چلے تو گولی ماردوں کتنا گھٹیا الزام لگایا ہے زید اور سودہ پر سودہ کو بچالیں زید سے اس کی شادی کرادیں زید کی ممی کا بی ہیویئر سودہ کے ساتھ بہتر کردیں' مائدہ کی منگنی جنید سے نہیں ہونی چاہیے تھی۔ اس نے ضد کرکے منگنی تو کرلی لیکن بعد میں بہت پچھتائے گی زید نے کتنا سمجھایا لیکن لگتا ہے ٹھوکر کھا کر ہی سمجھ آئے گی روشن کے بارے میں حیران کن انکشاف دھچکا لگا روشن ہی انشراح کی ماں نوریہ ہی ہے کیا مائیں ایسی بھی ہوتی ہیں ان بلیو اہل کا سنڈلی نوفل کا دل انشراح کی طرف سے صاف کردیں بلکہ انشراح اور نوفل کی شادی کرادیں جہاں آرا (ڈائن) زہر لگتی ہے مجھے ان کی یہ چیپ حرکتیں ایک آنکھ نہیں بھاتیں ان کا تو ضمیر مرچکا ہے بڑے بزرگ کہتے ہیں کہ "انسان کا ضمیر اور شطرنج کا وزیر اگر مرجائے تو کھیل ختم"۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" بہت بیسٹ جارہا ہے نازی آپ بہت اچھا لکھ رہی ہیں ویلڈن "وہ جو اک میں تھا" شروعات کافی نائس ہے میرب شاہ کی بربادی کا پڑھ کر دل بہت دکھی ہوا بعض دفعہ ایک چھوٹی سی خواہش کی کتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے' میرب کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے بعض دفعہ ہمیں والدین اور بڑوں کی باتیں اور نصیحتیں بری لگتی ہیں لیکن گزرتے وقت کے ساتھ پتا چلتا ہے کہ اس میں ہماری بھلائی تھی وہ اب خود بھی پچھتا رہی ہے "جنون سے عشق تک" بہت بیسٹ جارہا ہے نام بہت یونیک ہے سمیرا آپی کیا خوب لکھ رہی ہیں امیزنگ' اللہ تعالیٰ آپ کے قلمی سفر کو یونہی رواں دواں رکھے آمین۔ عثمان فاروق اچھا باپ ہے نہ اچھا شوہر اسے فائقہ سے ایسے بی ہیو نہیں کرنا چاہیے بڑا ہی بے حس انسان ہے۔ ویلڈن شہرینہ بہت اچھا کیا جو

ثقلین والی بات افگن سے شیئر کی اب دیکھنا افگن کیسے اس ثقلین کے بچے کو سبق سکھاتا ہے میرا خیال ہے کہ شہری کو جو شخص فون پر تنگ کررہا ہے وہ ثقلین ہی ہے اور ہوٹل میں شہری کے کمرے میں بھی ثقلین ہی ہوگا۔ شہری تم بہادر ہی اچھی لگتی ہو کمزور نہیں پڑتا اس ثقلین کے بچے کو سبق سکھانا ہے۔ ''چھوٹا چاند'' نزہت جبین جی بہت اچھا لکھا ناول آپ کی نظمیں بہت نائس تھیں۔ ''تیرے کوچے کی آخری شب'' فریدہ صاحبہ بہت اچھا لکھا ویلڈن۔ مستقل سلسلے میں ''بیاض دل'' میں آنٹی کوثر خالد جاذبہ عباسی محمد یاسر بھائی پرنسز انائیہ کے شعر اچھے لگے۔ ''نیرنگ خیال'' میں سب ہی ٹاپ پر تھے ''دوست کا پیغام آئے'' نجم انجم آپی یاد رکھنے کا شکریہ نورین انجم ثریا آپ کا پیغام مما جانی کے نام بہت اچھا لگا (سونائس) ''یادگار لمحے'' میں سب کا انتخاب بہترین تھا۔ ''بزم آئینہ'' میں عنزہ یونس آنٹی ارم کمال آنٹی کوثر خالد نجم انجم آپی فائزہ بھٹی نورین مسکان پروین افضل اقرا جٹ جاذبہ عباسی آپ سب کی بہت کمی محسوس ہوئی ''ہم سے پوچھئے'' میں سب کے سوالات مزے دار تھے اور شمائلہ آپی کے اسپائسی جوابات مزہ دے گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے اور آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

☆ سعدیہ پہلی مرتبہ شرکت پر خوش آمدید۔

اقرا جٹ...... منچن آباد السلام علیکم! کیسی ہیں آپی شہلا جی باقی تمام قارئین کیسی ہیں جی آنچل فروری کا جنوری کی 22 کو ہاتھ میں آ گیا سب سے پہلے سرگوشیاں سنیں آنی قیصر آرا کی مزہ آ گیا شہدا گیں لہجہ حمد ونعت سبحان اللہ در جواب آں ریحانہ آفتاب جی بہت بہت مبارک بیری یا اینڈ عشق دی بازی کے لیے چاہیں تو بیری یا گفٹ کرسکتی ہیں ہاہاہا نزہت آپی آپ کے شوہر اور والدہ کے لیے دعا گو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین اور طلحہ دونوں بہن بھائی کے لیے دعا گو ہائے دل دھک سے رہ گیا ایک نہ آدھی ساری تحریر ردی کی ٹوکری میں اوچل کوئی نہیں دانش کدہ انکل مشتاق قریشی ماشاء اللہ تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہمارا آنچل مون قریشی عبدالحکیم ونڈرفل عائشہ سلیم عائشہ امین لاجواب انوش فاطمہ زبردست افسانے محبوب آپ کے قدموں میں ہاہاہا عمارہ خان لاجواب گرم کپڑے ریحانہ آفتاب رلا دیا لاجواب موچی موڑ کشور سلطانہ ونڈرفل مکمل ناول ''وہ جو اک میں تھا'' یاسمین جی لاجواب چھوٹا چاند نزہت آپی گریٹ پوٹری بہت خوب صورت ابھی تو پھول کھلنے ہیں شبانہ شوکت زبردست جنون سے عشق تک ویلڈن سمیرا آپی تیرے کوچے کی آخری شب فریدہ فرید ونڈرفل الفاظ نہیں بیان کے لیے سلسلہ وار ناول تیری زلف کے سر ہونے تک شب ہجر کی پہلی بارش ایکسیلنس عائلہ ساتھ زیادتی سودہ کی مما غلط کررہی ہیں زہر کھانے سے کون سا موت آجاتی ہے ڈش مقابلہ بیوٹی گائیڈ زبردست نیرنگ خیال سباس گل شبنم نورین نورین انجم ایم ظفر شگفتہ خان فریدہ خان زبردست انعم زہرہ یاسمین کنول اسما صدیقہ کوثر خالد انیلا طالب ونڈرفل یادگار لمحے سب کے اچھے آئینہ طیبہ رانا اقرا امتیاز لیقہ احمد سمیعہ رانی میزاب اسما ثمینہ شبنم محسن ثناء حنا مہم انیلہ اینڈ فضا نائرہ جٹ بہت زبردست تبصرے ہم سے پوچھیے عائشہ پرویز نجم انجم جاذبہ سحر ش مدیحہ اقرا لیاقت سمیرا سوالی علیشبہ اور طاہرہ غزل تڑکے دار ہاہاہا اسی کے ساتھ اجازت۔

☆ ڈیئر اقراء! تبصرے میں رائٹر کی کہانیوں پر فوکس کیا کریں۔ دیگر سلسلوں کے ساتھ تاکہ تشنگی باقی نہ رہے۔

رقیہ ناز...... میلسی وہاڑی السلام علیکم! کیسی ہیں آنچل فرینڈز اور شہلا آپی سرورق پیارا تھا سب سے پہلے حدیث پڑھی پھر قیصر آرا کی سرگوشیاں سن کر دل بھر آیا پھر حمد ونعت سے دل کو منور کیا در جواب آں میں پہنچ گئے قیصر آپا سب کو حوصلہ ہمت دے رہی تھیں کچھ خوش نصیبوں کو مبارک باد دے رہی تھیں پھر دانش کدہ سے دانائی کے موتی چنتے ہوئے ہمارے آنچل میں پہنچ گئے وہاں چاروں بہنوں سے مل کر اچھا لگا مون کو سالگرہ 29 مارچ مبارک ہو عائشہ سلیم میں بھی میٹرک پاس ہوں آپ کی عادات اور میری عادتیں اکثر ملتی ہیں رائٹر بننے کا شوق ہے پھر سروے میں گئے تو مدیحہ نورین مہک فائزہ بھٹی عنزہ یونس اور پری وش کے جوابات اچھے لگے ''وہ جو اک میں تھا'' یاسمین نشاط کا ناول کا بہت انتظار تھا سب سے پہلے پڑھا مگر میرب کے بارے میں پڑھ کر بہت دکھ ہوا ازیان شاہ کی زندگی تو تباہ ہوگئی سکندر جیسا شاطر انسان اب میرب کو اپنے جال میں پھنسا لے گا۔ ''التماس'' میں صبا

ایشل نے کیا خوب لکھا ہے کہ اگر دل کا موسم اداس ہو تو باہر کا بھی ہر موسم اداس لگتا ہے۔ صبا ایشل کی نظمیں بہت اچھی لگیں۔ غفران کی شرارتوں نے بھی اس ناول کی خوب صورتی میں اضافہ کردیا "تیری زلف کے سر ہونے تک" اللہ میاں زید اور سودہ کو ملا دے اور عروہ کو خوب سبق سکھائے "محبوب آپ کے قدموں میں" عمارہ خان کی کاوش خوب کامیاب رہی اور چہرے پر مسکراہٹیں بکھیر گئی۔ "چھوٹا چاند" نزہت جبین کی غزل یہ کیسی رسم ہے عجب سلسلہ ہے بہت اچھی لگی اور قمیرہ بالکل اپنے جیسی لگی میری بہن نہیں ہے مگر سارے کام امی کرتی ہیں مجھے بھی بچوں سے دوستی کرنا اچھا لگتا ہے اور کرتی بھی ہوں آخر میں خوب صورت سبق دیا کہ اگر بچوں کو ماں باپ سے ہی چھوٹی چھوٹی خوشیاں نہ ملیں تو وہ باہر تلاش کرنے لگتے ہیں "شب ہجر کی پہلی بارش" آپی پلیز عائلہ اور زاویار کو جدا مت کیجیے گا شہری کی شادی عبدالہادی سے ہوجائے تو اچھا ہے دری اور صیام کا ملن ہو رہا ہے واؤ بہت اچھی بات ہے "گرم کپڑے" ریحانہ آفتاب کا افسانہ زبردست تھا "ابھی تو پھول کھلنے تھے" شبانہ شوکت کے ناول نے خوب رنگ جمایا انسان کو کسی بھی فیصلے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے حدید کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا یہی کافی ہے "جنون سے عشق تک" سمیرا شریف موتی پروتی جاتی ہیں اور اسی طرح پروتی رہیں آمین شہری کے ماں باپ کا راز جاننے کی بہت بے صبری ہے جلدی مہینہ ختم ہو "تیرے کوچے کی آخری شب" فریدہ فری خوب چھا گئیں۔ بیاض دل میں مونی آپی اپنے آپ کو نہ پا کر بہت دکھ ہوا مگر صبر کا گھونٹ بھرا کوئی گل نہیں ثمرانہ یاسر بھائی کوثر خالد اور کبریٰ مہتاب چھا گئے ڈش مقابلہ پڑھ کر منہ میں پانی آگیا بیوٹی گائیڈ نہیں پڑھتی کیونکہ اس سے الرجی ہے اچھا نہیں لگتا ہم سادہ ہی اچھے ہاہاہا۔ دوست کا پیغام آئے میں کون ہمیں یاد کررہا ہے بھاگے بھاگے آئے تو نجم انجم اور پروین افضل کو اپنا منتظر پایا تھینک یو سوچ یاد کرنے کا یادگار لمحے سب ٹاپ آف دی لسٹ تھے آئینہ میں کوثر خالد کی بہت کمی محسوس کی ہم سے پوچھیے میں مدیحہ پروین افضل عائشہ اور جاذبہ چھائیں رہیں ہماری صحت نہیں پڑھتی کام کی باتوں سے تھوڑا حوصلہ بڑھ جاتا ہے اور آنچل ختم ہوجاتا ہے اللہ ہمارے آنچل کو ترقی نصیب فرمائے آمین اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

کرن شہزادی...... مانسہرہ السلام علیکم شہلا آپی اینڈ آنچل فرینڈز کیسے ہو آپ سب۔ سب سے پہلے تو آپ کو آنچل کی سالگرہ کی مبارک باد اس دفعہ آنچل 29 کو ملا۔ سرورق کچھ خاص پسند نہیں آیا لہٰذا جلدی سے آگے بڑھے سب سے پہلے حدیث شریف پڑھنے کے بعد قیصرآرا آنی سے "سرگوشیاں" کیں اس ماہ کے ستاروں پر نظر ڈالتے ہوئے حمد و نعت سے دل میں سکون اترا۔ "در جواب آں" میں جھانکا الکوثر سے فیض حاصل کیا "ہمارا آنچل" میں مون قریشی کے تعارف نے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دی باقی عائشہ سلیم عالیہ امین اور انوش فاطمہ کے بارے میں جان کر اچھا لگا۔ "سروے" میں جانے پہچانے دوست شامل تھے لہٰذا جلدی سے بڑھے اپنے پسندیدہ مکمل ناول "جنون سے عشق تک" پر فنٹاسٹک سمیرا آپی لگتا ہے ثقلین نور نے شہرینہ کو اغوا کرلیا ہے اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار ہے سلسلہ وار ناولز میں "شب ہجر کی پہلی بارش" میں شکر ہے مریرہ کو ہوش آگیا اور عمر عباس نے ہوزان سے نکاح کیا صیام کا رشتہ بھی دری سے جڑ ہی جائے گا جبکہ زاویار کو کیا ہوگیا جو وہ علیحدگی کا کہہ رہا ہے پلیز آپی عائلہ اور زاویار کی جوڑی ہی فٹ ہے جبکہ شہزادی کی عبدالہادی کے ساتھ "تیری زلف کے سر ہونے تک" اقرا آپی ویل ڈن بہت اچھا جارہا ہے ناول مائدہ اور عمرانہ بیگم کو جلدی ہی سبق ملنا چاہیے زید تو ویسے ہی دل کی بات پر دھیان دینے لگا ہے اب عروہ ہی جلن اور حسد میں کچھ الٹا سیدھا کرکے ان دونوں کو ایک کرنے کا سبب بنے گی جبکہ نوفل گوڈے گوڈے انشراح کے عشق میں گرفتار ہو ہی گیا۔ مکمل ناول میں "وہ جو اک میں تھا" یاسمین نشاط کا بہترین ناول ہے دوسری قسط پڑھنے کے بعد کافی دیر تک افسردگی نے دل و دماغ کا احاطہ کیے رکھا اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار ہے "ابھی تو پھول کھلنے ہیں" شبانہ شوکت کا ناول عمدہ تھا میاں بیوی کے رشتے میں اعتبار بہت لازمی جز ہے حدید کے ڈرامہ رچانے پر ولید نے دو منٹوں میں عنیزہ کو گھر سے بے گھر کیا مرد پر کوئی قید و بند نہیں عورت کے دامن پر شک کا لگنے والا دھبہ بھی پوری زندگی پر حاوی ہوجاتا ہے شکر ہے اٹھارہ سال کے طویل عرصے کے بعد عنیزہ کو اس کے صبر کا پھل ملا افسانوں میں "موچی موڑ" کشور سلطانہ نے دریا کو کوزے میں بند کیا۔ "محبوب آپ

کے قدموں میں" عمارہ خان نے بھی خوب لکھا' عنوان پڑھا اسٹوری کو اس کے برعکس پایا۔ مارے تجسس کے ہم بھی پڑھتے گئے اینڈ میں پتا چلا محبوب جوتے کی برانڈ کا نام ہے۔ مستقل سلسلوں میں دوست کا پیغام آئے میں سمیہ کنول' شکیلہ یاد رکھنے کے لیے شکریہ اور پرنسس انا' ئیآپ کی دوستی قبول ہے یادگار لمحے میں علشبہ نور' نورین انجم اعوان' پروین افضل شاہین' "بیاض دل" میں مشی خان' انیلا طالب' طیبہ سعید' عابدہ مغل اور فائزہ بھٹی کی نگارشات پسند آئیں "نیرنگ خیال" میں سباس گل' انیلا طالب اور فریدہ فری کی نظمیں دل کو چھو گئیں' "ہم سے پوچھیے" ہمیشہ کی طرح لاجواب رہا آئینہ میں سمیرا رانی اور اسماء صدیقہ اور ثمینہ مصری کا تبصرہ بھرپور تھا اب دیں اجازت پھر حاضر ہوں گی' اللہ حافظ۔

علیشبہ نور...... بھیر کنڈ السلام علیکم! ڈیئر آنچل فرینڈز اینڈ آل پاکستان' امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گی البتہ میں خیر سے نہیں ہوں کیونکہ مجھے زکام ہے ارے بدتمیزوں ہنس کیوں رہی ہو' کیا تم لوگوں کو زکام نہیں ہوتا' اچھا چلیں چھوڑیں آتے ہیں فروری کے شمارے کی جانب تو سب سے پہلے 27 کو آنچل ملا۔ سرورق کچھ خاص دل کو نہ بھایا تھوڑا سا آگے بڑھے تو حمد و نعت کو پڑھ کر دل میں سکون اتر آیا آگے بہنوں کی شکایت کے جواب پڑھے پھر چھلانگ لگائی ناولز کی طرف تو سب سے پہلے افسانہ "گرم کپڑے" پڑھا شدت سے احساس ہوا کہ واقعی آج کل لوگ بنگلوں میں بیٹھ کر غریب لوگوں کو بھول جاتے ہیں اور غریب لوگ اپنی زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں اس کے بعد "محبوب آپ کے قدموں میں" پڑھا ارے بھئی ہم تو محبوب کسی اور کو ہی سمجھ رہے تھے مگر محبوب تو جوتوں کی کمپنی کا نام تھا شکر ہے کہ پتا چل گیا ورنہ اس محبوب کی وجہ سے ممتاز بیگم فائزہ کا رشتہ توڑ دیتیں "وہ جو اک میں تھا" پہلی قسط کی طرح دوسرا حصہ بھی زبردست تھا "ابھی تو پھول کھلنے ہیں" بھی زبردست تھا اس میں عنزہ کا کردار اچھا لگا کیونکہ اس نے حدید جیسے انسان جس نے اس کی زندگی تباہ کر کے رکھ دی تھی اسے اسپتال دیکھنے بھی گئیں "موچی موڑ" بھی اچھا لگا کیونکہ پاکستانی بچے واقعی امانت دار' خوددار اور معصوم ہوتے ہیں اتنی مشکلات کے باوجود وہ ہمت نہیں ہارتے' اس کے علاوہ "املتاس" "تیرے کوچے کی آخری شب" "چھوٹا چاند" سب ہی بیسٹ تھے سلسلہ وار ناولز کبھی کبھار پڑھ لیتی ہوں مگر مجھے ان کی سمجھ نہیں آتی اس لیے آئی ایم سوری "نیرنگ خیال" میں یاسمین کنول کی نظم پسند آئی "دوست کا پیغام آئے" میں کسی نے بھی ہمیں یاد نہ کیا افسوس ہوا مگر جلد ہی دل پر جبر کر لیا (چل کوئی گل نئی) یادگار لمحے میں اپنی کچن غزل دیکھ کر خوشی ہوئی اور ساتھ ساتھ بہت سی معلومات بھی سیکھنے کو ملی۔ آئینہ میں سب کے بھرپور تبصرے مثلاً ماہم نور انصاری انیلا طالب' حنا ارشد' اقرا ممتاز' فضہ فائزہ جٹ سب کے تبصرے پسند آئے "ہم سے پوچھیے" میں عائشہ پرویز' انجم انجم اعوان' اقرا جٹ' مدیحہ نور مہک' نورین انجم اور آف کورس علشبہ نور کے سوالوں کے مصالحے دار جواب پڑھ کر مزہ آ گیا۔ ارے عزے سے مجھے یاد آیا کہ سمیرا سواتی میں آپ سے کہنا چاہتی ہوں کہ آپ کی ہر چیز بڑی مزے دار ہوتی ہے کیا آپ مجھ سے دوستی کرنا چاہیں گی اور کرن شہزادی' طیبہ خاور' انیلا طالب' عائشہ پرویز آپ سب کیسی ہیں بس آگے ختم شد اور مجھے سخت نیند آ رہی ہے کیونکہ دن میں ٹائم نہیں ملتا اس لیے رات کو لکھ لیتی ہوں اب آخر میں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ کرے میرا خط ضرور شائع ہو کیونکہ پہلی بار لکھ رہی ہوں اس لیے اگر شائع نہ ہوا تو میری امیدوں پر پانی پھر جائے گا اور پھر آئندہ میں دوبارہ لکھنے کی جسارت نہیں کر پاؤں گی خدا حافظ۔

ڈیئر علیشبہ! خوش آمدید آئندہ بھی محفل میں شامل رہیے گا۔

رابعہ مبارک...... پتوکی۔ السلام علیکم! اللہ دل اس ماہ آنچل 24 کی صبح ملا اور سب کے دیکھنے کے بعد میری پڑھنے کی باری آئی تو سب سے پہلے "شب ہجر کی پہلی بارش" کی طرف بھاگے تو ناراض سا عمر عباس ہاتھ آیا اور شکر ہے کئی اقساط کے بعد آخر مریہ کو ہوش آ ہی گیا ویسے نہ مجھے پرہیان کا ساویز کو معاف کرنا بالکل بھی پسند نہیں آیا چلو ہوزان بھی مسلمان ہو گئی "تیری زلف کے سر ہونے تک" میں اُشی حق پر ہے لیکن اسے نوفل کو ٹارگٹ بنانے کی غلطی نہیں کرنا چاہیے "جنون سے عشق تک" سمیرا جی کیا آپ نے فرض کیا ہوا ہے کہ اپنی اسٹوری میں کسی کی بھی شادی اس کی اپنی مرضی پر نہیں کرنی چاہیے وہ شہرینہ ہو مشال' مریم شہوار ہو یا

باقی کی ہیروئن سب کی شادیاں آپ نے رونے دھونے میں ہی کی ہیں سب کے والدین کو پہلے زبردستی میں بھلائی اور بعد میں غلطی کا احساس اور آخر میں خوشی کا احساس ہوتا ہے ایسا کیوں ہے؟ پلیز بتادیں یاسمین نشاط کی وہ جو اک میں تھا بھی کافی اچھی جارہی ہے پیاری عائشہ نور محمد آپ کافی عرصے سے غائب ہیں آجائیں اب باقی سلسلے سارے ہی اچھے جارہے ہیں فضا اور مائرہ آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے یادرکھا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں شاہ زندگی کے بعد آپ لوگوں کا یادرکھنا اچھا لگا سب کے لیے بہت ساری دعائیں۔

انیلا طالب..... گوجرانوالہ السلام علیکم! من موہنے آنچل رائٹرز اور پیاری شہلا آپی تتلی سے بھی نازک دل کی گہرائیوں سے آپ کو انیلا طالب کا سلام قبول ہو کیا تبصرہ کریں جی اس بار آنچل نے بہت رلایا مل ہی نہیں رہا تھا امید ہے جتنی پریشانی اٹھائی کیا پتا اس بار آنچل آئے تو میری کہانی بھی اس میں جگمگائے (ہائے رے خوش فہمی) اٹھائیس تاریخ کو آنچل ملا سرورق سوسو لگا سرگوشیاں اور حمد ونعت کمال در جواب آں میں کافی ساری بہنوں کو براجمان دیکھ کر اچھا لگا دانش کدہ لاجواب تھا ہمارا آنچل میں مون قریشی نے بہت ہنسایا جبکہ انوش فاطمہ کے نام نے ان کے تعارف کو بھی خاصا دلچسپ کردیا تھا سروے میں مدیحہ عزیز رمشا آفتاب کے جوابات مزہ دے گئے اقرا جی اتنی مایوسی اچھی نہیں اللہ آپ کو مایوسیوں سے نکالے ہمیں پہلے والی اقرا چاہیے خوش اور ہنستی ہوئی املتاس اچھا لگا تیری زلف کے سر ہونے تک کیا تجسس بڑھایا ہے آپ نے آپی اور شب ہجر کی پہلی بارش میں مریہ کا ہوش میں آنا مزہ دے گیا عائلہ کو زاویار ایسے ہی تنگ کررہا ہے پکل ان دونوں کا ہی رہنا ہے۔ افسانوں میں گرم کپڑے واہ کیا تحریر تھی ریحانہ آفتاب نے اچھا لکھا محبوب آپ کے قدموں میں عمارہ خان ہم بھی بے ہوش ہوتے ہوتے بچے کہ یہ محبوب فٹ ویئر تھا وہ جو اک میں تھا اور جنوں سے عشق تک ابھی پڑھے نہیں چھوٹا چاند تحریر نے دل خوش کردیا بیاض دل میں فائزہ بھٹی مشی خان اور پرنسز انا سیہ کے اشعار بہت بھائے ڈش مقابلہ بیسٹ ہومیو کارنر پر ہٹ رہا نیرنگ خیال میں سباس گل کی نظم پسند آئی نورین مسکان کی نظم نے فیض احمد فیض کی نظم کی یاد دلا دی اچھی لگی نورین آپ کی نظم۔ دوست کا پیغام آئے میں مجھے یاد کرنے کے لیے شکریہ صائمہ مشتاق پرنسز انا سیہ آپ کا بھی شکریہ اسما صدیقہ، ثمینہ مری، سمعیہ رانی، عقیقہ احمد، طیبہ، رانا میری نگارشات پسند کرنے کا دل سے شکریہ خوش رہیں آباد رہیں زندگی رہی تو نئی آب وتاب کے ساتھ اگلے مہینے پھر حاضری دوں گی تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

عاصمہ عبدالخالق..... راولپنڈی السلام علیکم آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کیسے ہیں آپ سب لوگ امید ہے اللہ کے فضل وکرم سے خیریت سے ہوں گے اس دفعہ آنچل 27 کو مل گیا تھا اس لیے تو ہم آپ کی محفل میں شرکت کے قابل ہوئے ہیں ٹائٹل بس سو سو تھا سب سے پہلے تو مریہ آپی سے سرگوشیاں کیں پھر "الکوثر" سے فیض یاب ہوئے صبر نہیں ہوا تو چھلانگ لگا کر جا پہنچے "تیری زلف کے سر ہونے تک" زبردست بھئی اچھا رہا میرا خیال ہے اب الانشراح صاحبہ بدلے کے چکر میں نوفل کو محبت کے چکر میں پھنسائیں گی اور پھر خود ہی چکرا کر نوفل کی ہوجائیں گی کیونکہ وہ فطرتاً اچھے مزاج کی ہیں اور نوفل کی غلط فہمی بھی دور ہوجائے گی ہائے جی یہ آپی سودہ اور زید کے ساتھ کیا ہورہا ہے پھر بھاگتے ہوئے جا کر پکڑا "شب ہجر کی پہلی بارش" شکر ہے مریہ کو ہوش آیا اور ادھر صمید صاحب کو بھی تو ہوش آ گیا ہے اور مریہ نے عمر عباس کو بھی ہوزان کے پلو سے باندھ دیا مکمل ناول میں "چھوٹا چاند" اور "تیرے کوچے کی آخری شب" اچھے رہے "جنون سے عشق تک" شہرینہ کو کم از کم کسی ایک پر تو اعتبار کرلینا چاہیے چاہے افگن پر ہی ہو مگر اب عقل آئے گی اسے جب ٹھوکر کھائے گی افسانوں میں "محبوب آپ کے قدموں میں" دیر تک مسکراتے رہے کہ کیا سمجھا اور کیا نکلا "موچی موڑ" اچھا انتخاب تھا بس ذرا نم ہو تو مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی باقی سلسلے ابھی زیر مطالعہ ہیں آپ بتائیں جی ہماری شرکت کیسی لگی اگر کسی کو ہماری آمد ناگوار گزری ہے تو سوری جناب خاص کر ردی کی ٹوکری ہاں اگر کوئی دوستی کرنا چاہے تو مابدولت بسر وچشم سر تسلیم خم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو آمین۔ پھر ملیں گے بشرط زندگی بتانا ضرور تبصرہ کیسا لگا اجازت دیں جی رب راکھا۔

ثنا...... صادق آباد السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔امید ہے سب لوگ خیریت سے ہوں گے سرورق اس مرتبہ کچھ خاص متاثر کن نہیں تھا ہمارا آنچل میں چاروں پریوں سے ملاقات اچھی لگی مون قریشی اپنا اصل نام تو بتا دیتیں ڈیئر نک نیم بہت بھائے کیونکہ مجھے بھی دوسروں کے نک نیم رکھنے کی عادت ہے (پیارے پیارے)۔کہانیوں کا سلسلہ ''وہ جو اک میں تھا'' سے شروع کیا میرب پلیز اپنا کوئی نقصان نہ کر بیٹھنا زبان کے یوں اگنور کرنے سے بھی منفی اثرات مرتب ہوں گے۔''املتاس'' کا عین نامہ بہت دلچسپ لگا''تیری زلف کے سر ہونے تک'' اف یہ سودہ معصوم سی بیچاری کن چڑیلوں میں پھنس گئی ہے۔نوفل کی حالت کے بدلنے کا تو پہلے سے ہی اندازہ تھا خوب گزرے گی اب ''چھوٹا چاند'' ایک اچھوتی سی تحریر تھی ایک مشرقی عورت کے احساسات کی ترجمانی کرتی ہوئی ہر اذیت برداشت کر کے بھی شوہر کو شکایت کا ایک لفظ نہ کہنا۔''شب ہجر کی پہلی بارش'' مریرہ کا ہوش میں آنا کہانی کے لیے نیا موڑ ثابت ہوا لیکن اب یہ زاویار کا عائلہ کو طلاق دینے کا فیصلہ عجیب ہے۔شبانہ شوکت کی تحریر ''ابھی تو پھول کھلنے ہیں'' بہت متاثر کن رہی مکافات عمل دنیا میں ہی بھگتنا پڑتا ہے ہم انسان یہ جان لیں تو آخرت سنور جائے سمیرا شریف نے اس بار ''جنون سے عشق تک'' میں شہرینہ پر ہی حملہ کرادیا بروکن فیملیز کے بچوں کی طرح ہے یہ بھی باقی ڈائجسٹ ابھی زیر مطالعہ ہے ''بیاض دل'' میں اس بار سب ہی اشعار بہت بہت زبردست تھے مجھ سمیت خدا سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔

تنسیم سحر رانو...... اسلام آباد السلام علیکم!امید ہے میری سب بہنیں لکھنے پڑھنے والی خیریت سے ہوں گی کہ یونہی ہنستی مسکراتی آنچل کی زینت بڑھاتی نظر آئیں گے ان شاء اللہ اب آتے ہیں تبصرہ کی طرف حمد و نعت پڑھ کر دل کو سکون ملا تو آگے بڑھے اور پیاری نازیہ کنول نازی کا ناول جو سلسلہ وار ہے نام کی طرح خوب صورت ''شب ہجر کی پہلی بارش'' اس ناول میں تو جان ہے ہماری پڑھ کر جو سکون ملا اس کا اظہار لفظوں میں مشکل ہے کہ مریرہ کو صحت ملی اور وہ بہتر فیصلے کرنے کے قابل ہوئی۔اسی بہانے صیام صاحب کو بھی خوشیاں نصیب ہو جائیں عمر عباس تو اچھے خاصے پھنس گئے بہر حال بہت اچھا نظام چل رہا ہے ادھر دل کو بھی دھڑکا لگا ہے کہ ناول اختتام کو جارہا ہے اس کے بعد سب اچھا تھا بیاض دل سے فیض یاب ہوتے اشعار پڑھے جس میں طاہرہ منور انعام زہرہ ثانیہ انصاری نے بہت اچھے شعر لکھے غزل فریدہ فری لاہور کی اچھی لگی دعا جس خوب صورتی سے مانگی نورین انجم اعوان کراچی سے قابل دید ہے باقی سب بھی اچھا لگا جو پڑھ چکی ہوں سب کو دعا سلام کے بعد اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

عائزہ بھٹی...... پتوکی۔ السلام علیکم پاکستان' کیا حال ہیں آپ سب کے اللہ پاک آپ سب پر رحمتوں کا نزول کرے آمین۔فروری کا شمارہ 26 کی دھند بھری ٹھٹھرتی صبح کو ملا جس وقت ملا اس وقت صحیح معنوں میں سردی سے دانت بج رہے تھے مجھے تو ویسے بھی سارے زمانے سے زیادہ سردی لگتی ہے۔سرورق اس دفعہ کچھ خاص پسند نہیں آیا بچی اس لڑکی کو شال دلا کر ٹوپی پہنا کر ہاتھ میں چائے کا کپ پکڑا دیتے تو (خالی ہی پکڑا دیتے) سرورق نے اتنا اچھا لگنا تھا کہ کیا بتا ئیں۔سرگوشیاں اور حمد و نعت کے بعد در جواب آں پر کچھ دیر مسافر بن کر ٹھہرے اور آگے چل دیے اس بار خلاف توقع میں نے پہلے شب ہجر کی پہلی بارش سے شروع کیا ارے عمر صاحب مبارک ہو نکاح کی بھی اور مریرہ کی زندگی کی بھی (دوہریاں مبارکاں) آپ جناب اتنا غصہ کیوں کر رہے ہیں اتنی اچھی لڑکی مل گئی شکر کرو بھلا اس عمر میں اتنی اچھی لڑکی ملتی ہے کسی کو۔صیام مبارک باد تو تم بھی سنا چاہو گے دوں گی ضرور دوں گی جب تم اور در مکنون اکٹھے ہوں گے تب زاویار تم نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جب بھی کام کرنا ہے الٹا ہی کرنا ہے الٹے سیدھے فیصلوں کے نتائج ابھی تک بھگت رہے ہو پھر بھی (عقل کرو ذرا) نازی لگ رہا ہے ایک دو قسطوں میں اینڈ کر دیں گی کہانی کا ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' اقرا صغیر بھی اچھا لکھ رہی ہیں زید کہتے ہیں برے کی نہ دوستی اچھی نہ دشمنی' یہ ہی تمہارے ساتھ ہوا ہے تو یہ سودہ کی اماں کیا کر رہی ہے قصور وار کوئی اور زہر پیے کوئی اور واہ واہ بات تو ہوئی ناں' نوفل صاحب اب سناؤ حال دل یہ دن تو آنا ہی تھا' مگر اب وہ دن بھی دور نہیں جب میں نے تمہاری حالت پر گانے پھرنا ہے اے محبت تیرے انجام پر رونا آیا اجیہ کے لیے گایا تھا اب تمہارے لیے بھی بابر بہت بہت مبارک ہو نذر صاحب میرا خیال ہے آپ کو بیٹی کی منگنی پر آنا چاہیے تھا چاہے کتنی بھی مجبوری کیوں نہ ہوتی

اب اگر نہیں آئے تو تمہاری مرضی "جنون سے عشق" فگن منزل قریب ہی ہے اب سے امتحان شروع ہوگا مگر ہمت مت ہارنا' شہرینہ پتا ہے ہم مشکل وقت میں کس کو پکارتے ہیں جو ہمارے دل کے قریب ہو جس پر ہم اندھا اعتماد کرتے ہوں' اس بات کا پتا ہے کیا مطلب نکلتا ہے (چلو سوچ لو) تمہاری اماں کو تو سوچوں کے سفر نے تھکا ڈالا ہے اگر وہ مدد کے لیے ہاتھ بڑھا کے تو جھٹکنا مت عثمان صاحب تیار رہیں آپ پر بھی مشکل آنے والی ہے۔ "وہ جو اک میں تھا" فاخرہ گل کے ناول کے اختتام پر میں نے کہا تھا ہم ایک اور بہترین ناول کے منتظر ہیں مجھے نہیں پتا تھا مدیرہ جی اتنی جلدی مان لیں گی اور ایک اچھا بہترین ناول پڑھنے کو ملے گا' شکریہ۔ یاسمین نشاط بہت خوب صورت انداز تحریر اور وہ جو آپ نے کہا نا محبت پر سے نہیں لیتی میں کہتی ہوں کہ کمال کر دیا ہے میرب مجھے تمہارا ابھی دکھ ہے اور زیان شاہ کا بھی کیا کروں دونوں عزیز ہو گئے ہو دونوں ہی عشق مجازی کی آخری حدوں کو پہنچے ہوئے ہو سکندر تم تو انتہائی برے لگے ہو رائٹر ایسے ہوتے ہیں بھلا اگر واقعی میں رائٹر ایسے ہوتے ہیں تو ہمیں نہیں چاہیں ایسے رائٹر سکندر۔ تم یشال میرب کو بھول گئے تو تم بھی ہنس نہیں پاؤ گے بددعا نہیں دے رہی حقیقت بتا رہی ہوں "چھوٹا چاند" نزہت جبیں ضیاء اچھا لگا۔ ایک اور اچھی کہانی پڑھنے کو ملی۔ شکریہ۔ اس دفعہ افسانوں کے نام خوب رہے باقی ڈائجسٹ ابھی پڑھ نہیں پائی ابو کی طبیعت ٹھیک نہیں تو سارا دن عیادت کو آنے والوں کی وجہ سے مصروف رہنا پڑ رہا ہے اب بھی سارے گھر والے تھک ہار کر سو رہے ہیں رات کے بارہ بج رہے ہیں اور میں اس خاموش سناٹے ہیں خط لکھ رہی ہوں۔ باہر دھند بھی ڈیرے جمائے بیٹھی ہے سردی سے ہاتھ الگ اکڑ گیا ہے سردی پڑ رہی ہے سورج میاں بھی اپنی شکل نہیں دکھاتے' دوست کا پیغام آئے اقرا امتیاز' جیتی رہو خوش رہو لیلیٰ رب نواز ملالہ اسلم حافظہ اقرا جاوید' بشریٰ جاوید بھٹی' نجم انجم اعوان' ماہ رخ سیال میزاب' حنا ارشد اللہ آپ سب کو خوش و آباد رکھے آمین۔ آئینہ اقرا امتیاز' اسما صدیقہ' ثمینہ مصری' حنا ارشد' ماہم نور انصاری' اینڈ فضہ جٹ چھائی ہوئی تھیں فضہ مائرہ جٹ الحمدللہ میں چتوکی کے ایک خوب صورت گاؤں میں رہتی ہوں اپنے نانا ابو کا بتا دو وہ کہاں رہتے ہیں گاؤں کا نام بتا دو اور یہ خوب کہی تم نے آکر لے جاؤ' یا آنے کا ہی تو سارا مسئلہ ہے۔ بیتا ایک اور سال یہ سلسلہ بھی کامیابی کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچا دل خوش ہو گیا سب کی آرا جان کر کچھ دل کی باتیں سن کر بیاض دل مشی خان' طاہرہ منور بھٹی' اقرا لیاقت' تانیہ انصاری' ثمینہ رباب' عائشہ پرویز' شبنم حنیف' عابدہ مغل نے اچھا لکھا میری تو خیر بات ہی چھوڑ دیں۔ ہمارا آنچل اف ڈیئر ساری نمکو اور پیپسی رکھی تھی ساری کھا گئی ہو اسی لیے نظر نمبر تین کا چشمہ لگا ہوا ہے ویسے اس چشمے میں تم کیسی دکھتی ہو گی دیکھنے کا شوق چڑھ گیا ہے مون جی عائشہ سلیم ہمیں بھی بیمرا تب سے پیاری ہو گئی ہیں عالیہ امن خوش و آباد رہو' ٹینشن نہیں لیتے انوش فاطمہ تمہیں کس نے کہہ دیا کہ تم بورنگ ہو سالگرہ مبارک ہو لیٹ ہی سہی اللہ سب کو خوش رکھے آمین' خدا حافظ۔

☆ ڈیئر فائزہ! آپ کا جامع اور مکمل تبصرہ بے حد پسند آیا آئندہ بھی اسی طرح بھرپور تبصرے کے ساتھ شامل رہیے گا۔

ایس این شہزادی کھرل...... جڑانوالہ السلام علیکم آنچل اسٹاف آنچل قارئین اینڈ شہلا آپی سب کو سلام۔ کیسے ہو آپی شہلا اتنی سی گزارش ہے کہ اپنی محفل میں جگہ دینا پلیز ہر دفعہ 24 یا 25 کو مل جاتا ہے لیکن ایک تو موسم خراب تھا دوسرا نواز شریف کی جڑانوالہ آمد کی وجہ سے 29 جنوری کی صبح کو آنچل مل سکا ہے دو ماہ پیپرز کی وجہ سے شرکت نہیں کر سکی جب تک یہ میرا تبصرہ شامل ہو کر آنچل میں آئے گا رزلٹ آ چکا ہو گا اگر شرکت نہیں کی تو آنچل والوں نے بھی کمی محسوس نہیں ہونے دی وہ ایسے دسمبر میں "میرا آنچل" میرا تعارف تھا اور "بیاض دل" میں بھی جگہ تھی جنوری میں بیاض دل میں تو میرا شعر چھپا ہی تھا آپی شمائلہ نے بھی اپنی محفل میں جگہ دی اس کے لیے آپی ملیحہ احمد آپی میمونہ رومان آپی شمائلہ کاشف کا بہت سا شکریہ اور آپی شمائلہ آپ کو بتاتا ہے کہ یا ایس شہزادی کھرل اور ایس این شہزادی کھرل ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں اگر آئندہ دونوں اکٹھی آپ کی محفل میں آئیں تو ایک کو دھکا دے کر انتظار والی لائن میں کھڑا کر دینا (ہی ہی ہی ہی ہی' ہمیں پتہ ہے جناب آپ کی ساری چالاکیاں) اس دفعہ آنچل 29 جنوری کی صبح کو ملا ماڈل گرل بہت پیاری لگ رہی تھی ماڈل کی جیولری بہت پسند آئی دل کیا چھین کر بھاگ جاؤں لیکن پھر خیال آیا

جانا کہاں تو اس لیے اس کے پاس ہی رہنے دی۔ آ گے آنچل میں داخل ہوئے لسٹ دیکھی دل باغ باغ ہوگیا اگلے صفحے پر پہنچے حدیث پڑھی سرگوشیاں سنیں حمد ونعت سے مستفید ہوتے ہوئے دانش کدہ سے معلومات لے کر چھلانگ سیدھی ''شب ہجر کی پہلی بارش'' پر لگائی اف مریرہ بیگم کو ہوش آ گیا اللہ کا شکر ادا کیا عمر عباس اور ہوزان کا نکاح ہوگیا اس کی بھی بہت خوشی ہوئی اور یہ زاویار کو کیا ہوگیا عائلہ سے اسے اب کیا مسئلہ ہے اگلی قسط میں واضح ہوجائے گا یہاں آپی نازیہ کنول نازی سے ایک سوال کرنا ہے شب ہجر کی پہلی بارش تو لکھ رہی ہیں تو دوسری اور آخری کب لکھے گیں یا پھر یہی دوسری اور آخری بھی ہے اور ایک اور بات آنچل میں نئی تبدیلی کچھ ہضم نہیں ہوئی ناولٹ کے صفحات کی تعداد بالکل تھوڑی رہ گئی ہے افسانے بھی ایک یا دو مخصوص ہوتے ہیں خیر جب تک عادت ہونی ہے تب تک نئی تبدیلی آ جاتی ہے بچی۔ اس کے بعد ''جنون سے عشق تک'' میں پہنچے وہی شہرینہ کی اور افگن کی لڑائی شہرینہ بہت بری لگتی ہے جب غصہ کرتی ہے ویسے تو اچھی ہے لیکن آپی سمیرا سے گزارش ہے اس کے ساتھ کچھ برا مت کیجیے گا پلیز آپی جی ریکوئسٹ ہے آپ سے۔ اس کے بعد ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' پہنچے وہ کیا ہے ناں ہمیشہ اچھے لوگوں کے ساتھ ہی برا ہوتا ہے اور سودہ تو اچھی ہے بے چاری کے ساتھ حد سے زیادہ برا ہوگیا ہے اور عروہ میرا دل کرتا ہے اسے اور مائدہ دونوں کو شوٹ کردوں اتنا بھی گرا ہوا نہیں ہونا چاہیے اور آپی اقرا جی آپ سے ریکوئسٹ ہے کہ پلیز 17 اقساط تو ہوچکی ہیں کب آپ سودہ کے ساتھ بھی اچھا سلوک دکھائیں گی ''وہ جو اک میں تھا'' نیا مکمل ناول بہت اچھا لگا ہے یاسمین نشاط ہمیشہ کی طرح آئیں اور چھا گئیں باقی دو افسانے پڑھے ''گرم کپڑے'' ریحانہ آفتاب اور ''موچی موڑ'' کشور سلطانہ آج کل کے دور کے مطابق بہت اچھا سبق ہے اللہ سب کو توفیق دے آمین' آئینہ خانے میں جھانکا یہاں سب بہنوں کے تبصرے پڑھنا بہت اچھا لگا باقی آنچل پڑھوں یا نہ پڑھوں تبصرے ضرور پڑھتی ہوں اب کسی ایک کی تعریف کرنا اچھا نہیں لگتا اس لیے بتادوں سب کے تبصرے اچھے تھے لیکن طیبہ رانا اور اقرا امتیاز کا شکریہ جنہوں نے میرے ہم سے پوچھیے میں لکھے گئے سوالات پسند کیے اور فروری کے شمارے میں میرا نام آ گیا چاہے تبصروں میں ہی سہی اس لیے اپنی کمی محسوس نہیں کی ایک بار پھر شکریہ طیبہ اور اقرا جی کا باقی اگر کسی نے میرے بارے میں کچھ لکھا نہیں تو ان سے شکوہ نہیں ان کے تبصرے پھر بھی اچھے تھے ایک بات کہنی ہے مستقل سلسلوں میں لکھنے والوں کی تعداد کم ہوگئی جب سے میری انٹری ہوئی ہے آنچل میں ان میں دعائے سحر آنٹی کوثر خالد اور مدیحہ نورین مہک یا تو پہلے بھی کم ہی شرکت کرتی اور مجھے اب محسوس ہوا لیکن پھر بھی آپ کو بتادوں ان کی کمی بہت محسوس ہوتی ہے یہ جو دعائے سحر ہے انہوں نے تو بالکل چھوڑ دیا ہے اور آنٹی کوثر اور مدیحہ کی ایک آدھ تحریر نظر آ جاتی ہے باقی سارا شمارہ پڑھا نہیں اس لیے باقیوں سے معذرت سب رائٹرز نے اچھا لکھا ہوا آپ لوگ بور ہوگئے ہوں گے چلی جاتی ہوں آخر میں ریکوئسٹ ہے میرے ابو کی تندرستی کے لیے دعا کریں اللہ انہیں صحت یاب کرے اور میری دوست کے لیے دعا اللہ اسے خوشیوں بھرے لمبی زندگی دے آمین' اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے اور ہمارے ملک کو حاسدوں کے حسد اور دہشت گردوں کی دہشت گردی سے تاقیامت محفوظ رکھے' آمین' ان شاء اللہ زندگی رہی تو اگلی دفعہ بھرپور تبصرے کے ساتھ آؤں گی تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

اسماء صدیقہ...... عبدالحکیم خانیوال۔ السلام علیکم! اللہ رب العزت آپ سب کو خوش وخرم رکھے' خالق دو جہاں سے امید کرتے ہیں آپ سب بخیریت ہوں گے۔ شہلا آپی آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے حوصلہ افزائی فرمائی تبصرہ کو سند قبولیت دی اور دوبارہ آنے کے لیے سخاوت کا ثبوت دیتے ہوئے در وا کردیا ایمان آپی جزاک اللہ خیراً کثیراً آپ نے میری نظم اے کاش ایسا ہو۔ قابل اشاعت بنائی۔ اب چلتے ہیں تبصرہ کی طرف سرگوشیاں' میں کان لگائے بیٹھے تھے کہ ہمارے خود کے کان میں کھجلی ہونے لگی اور کان سائیں سائیں کرنے لگا ہائے وطن عزیز کی نوخیز کلی کیوں روندی گئی کاش کوئی خلیفہ دوم حضرت عمرؓ جیسا حاکم ہو جو قاتل کو کیفر کردار تک پہنچائے آمین ثم آمین' ہمارا آنچل میں سب کا تعارف اچھا لگا مون قریشی بڑے نرالے شوق ہیں جناب بہنا عبدالحکیم میں کس جگہ گوشہ نشین ہیں کبھی دیدار کا شرف حاصل ہو حبا کو سلام کہیے گا' عالیہ امین آپ بہت اچھی لگی پلیز

اداس نہ رہا کریں آپ بھی قمرہ کی طرح زندگی سے خوشیاں کشید کریں آپ بالکل بھی بور نہیں ہیں گڈ گرل شب ہجر کی پہلی بارش سدید ج حدید بن گیا' عائلہ کی قربانی قابل ستائش ہے کشمیر کی بیٹی کے لیے اپنا پیار قربان کردیا نازی آپی کتنا انمول کردار ہے مسٹر زاویار اپنی مما سے تو مشورہ لے لو عائلہ کے متعلق آخران کی بھی بھتیجی ہے۔ تیری زلف کے سر ہونے تک ماں باپ کی انڈر اسٹینڈنگ نہ ہونے کی وجہ سے مائدہ بگڑ گئی اور زید جیسے عظیم بھائی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے لگی ہے اور عمرانہ کی بھانجی کتنی پسماندہ سوچ کی مالک ہے عروہ جی نفرت وحسد کی آگ میں جلتی رہو گی تو اپنے حصے کی خوشیاں گنوا بیٹھو گی مثال تمہارے سامنے ہے عمرانہ آنٹی کو ہی دیکھ لو جنون سے عشق تک شہرینہ جی آپ تو صنف نازک ہو لاکھ کانفیڈنس سہی مگر افگن تمہارے لیے لازم اور ملزوم ہے پلیز راہ فرار بہتر نہیں وہ جو اک میں تھا میر ب شاہ یعنی ام حبیبہ کے ساتھ اچھا نہیں ہو رہا سکندر کتنا برا ہے لگتا ہے یشال حیدر ہی ناسور زخموں کا مرہم بنے گا یہ فیملی عجیب حادثوں سے دوچار ہو رہی ہے طرز تحریر کیا کہنا۔ چھوٹا چاند بہت ہی معذرت کے ساتھ خوشیاں کشید کرنے کے اور بھی شاید کے بہت سارے مواقع ہیں صرف نیو ایئر اور برتھ ڈے منانے سے زندگی بارونق نہیں ہو جاتی ''ابھی تو پھول کھلنے ہیں'' شبانہ جی گڈ نیمز ہیں کرداروں کے سدید اور حدید (نازی آپی والے نام) سچائی کی اہمیت واضح کرتی زبردست تحریر تھی۔ ''املتاس'' ''عہد نشاط'' صباء ایشل بڑے انوکھے اور دلکش انداز میں افسانے قلم بند کرتی ہیں ''محبوب آپ کے قدموں میں'' کھلکھلاتی تحریر تھی عمارہ جی زبردست آپ جب بھی آتی ہیں مسکراہٹیں بکھیر دیتی ہیں رائٹر بننے کا قصہ بھلا نہ پائے تھے کہ محبوب آپ کے قدموں میں آنا مزہ دے گیا۔ ''موچی موڑ'' کسب حلال کی اہمیت کو اجاگر کرتی خوب صورت کاوش تھی۔ ''گرم کپڑے'' ریحانہ آفتاب نے کمال کا لکھا آپ نے غربا کی معاونت اور ہمدردی ہمارے مذہب کا حصہ ہے دکھی تحریر تھی۔ ''تیرے کوچے کی آخری شب'' اف کیا کہنے آپ کے فریدہ جی کتنی پیاری ہیں آبرو اور آرزو کاش احمد حسان اپنا ظرف وسیع کر لیتے اپنی آرزو کو قربان کرتے تو آبرو پا لیتے تو ضرور آبرو ان کی آرزوئیں مکمل کرتی زخیرہ ہے بھئی آپ کے پاس دلکش الفاظ کا زبردست انداز بیاں ہے۔ مستقل سلسلے تمام اے ون تھے دوست کا پیغام میں ہمارا پیغام شامل نہ تھا سو انتظار کی سولی پر لٹکنے کی بجائے امید کے جھولے میں جھول رہے ہیں آئینہ میں تبصرے بھی اچھے تھے ثمینہ صاحبہ میں نے آپ کے نام خط لکھا تھا مگر شائع نہیں ہوا پلیز آئی ایم سوری کان پکڑ کر ہاتھ جوڑ کر پلکیں جھکا کر میری پیاری کلاس فیلو امتیاز ظفر' اللہ کرے آپ کو میرا تبصرہ نظر آ جائے ثمینہ میں نے نظم لکھی ہے جذبات اور احساسات کا اظہار کیا ہے زینب کے متعلق شائع ہو جائے تو بتانا کہ کیسی لگی میری کاوش لو جی تبصرہ اختتام کے مراحل طے پا گیا اچھا اب اجازت دیں دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ آپ سب کا حامی وناصر ہو۔

☆ ڈیئر اسماء! آپ کا مکمل وجامع تبصرہ پسند آیا۔ آئندہ بھی مصنفین کی تحریروں پر تبصرہ یونہی کرتی رہیے گا۔

اب اس دعا کے ساتھ اجازت کے اللہ پاک ہماری پریشانیاں دور فرمائے اور ملک پاکستان کو ترقی کی طرف گامزن کرے' آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

ارم کمال......فیصل آباد

سوال: شمائلہ جی نئے سال میں آپ کی نئی اور اولین خواہش کیا ہوگی؟

جواب: یہی کہ اس سال میں مزید اسمارٹ اور خوب صورت ہوجاؤں۔

سوال: چڑیا گھر کو چڑیا گھر کیوں کہتے ہیں شیر گھر یا ہاتھی گھر کیوں نہیں کہتے؟

جواب: کیونکہ شیر و ہاتھی آپ کے گھر میں رہتے ہیں اس لیے، میں نے ہاتھی آپ کو کہا ہے کمال صاحب کو نہیں۔

سوال: جلدی سے بتا دیں دور کے ڈھول سہانے کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: دور بجتے ہیں اس لیے۔ اگر قریب بجیں تو درد سر بن جائیں۔

سعدیہ حور عین حوری......بنوں، کے پی کے

سوال: شمائل آپی مدت بعد آئی ہوں آج تو کوئی خاص اہتمام کریں؟

جواب: چائے پیو گی یا کافی لو تم تو سوچنے لگی ٹائم ختم پھر کبھی سہی۔

سوال: کہتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے کیا یہ سچ ہے؟

جواب: بالکل جب ہی تو تم آئی ہو میں تمہیں یاد ہی کر رہی تھی۔ اب پہلے کپڑے دھوگی یا برتن؟

سوال: آپی میرے برتھ ڈے پر کیا گفٹ کریں گی بھلا؟

جواب: رنگ گورا کرنے والی کریم، اب خوش۔

سوال: میں جہاں بھی جاتی ہوں نظر لگ جاتی ہے کیا کروں؟

جواب: اپنے گلے میں ایک بورڈ لگا لو اس پر بڑا بڑا لکھ دو کہ میری ساس ابھی حیات ہے پھر کسی کی نظر نہیں لگے گی۔

مدیحہ نورین مہک......گجرات

سوال: آپی نیا سال مبارک ہو؟

جواب: تمہیں بھی۔

سوال: آپی اندھے کو چاہیے دو آنکھیں اور کانے کو کیا چاہیے؟

جواب: چار آنکھیں تاکہ وہ تم سے آنکھیں چار کر سکے۔

سوال: گدھے اور گدھی کی شکل ایک جیسی کیوں ہوتی ہے؟

جواب: یہ تو تم بتاؤ۔

سوال: اگر کوئی ادھار لے کر بھول جائے تو؟

جواب: ہم دے کر نہیں بھولتے، اب واپس کرو شاباش۔

سوال: اگر کسی کے گھر سے بریانی کی خوشبو آئے تو؟

جواب: ان کے گھر جا کر ان کے ہاتھ کے پکے کھانے کی تعریف کرو شاید تمہیں بھی کچھ مل جائے۔

سوال: جو گرجتے ہیں وہ برستے کیوں نہیں؟

جواب: برسنے کے لیے دوسرے جو ہوتے ہیں جن پر وہ گرج رہے ہوتے ہیں۔

نجم انجم اعوان......کورنگی کراچی

سوال: سنا ہے کہ میرے آنے سے آپ کی محفل کی دلکشی اور رعنائی بڑھ جاتی ہے؟

جواب: بڑی خوش فہمی ہے آپ کو، اسی خوش فہمی پر تو کہیں آپ کے وہ قربان تو نہیں ہوگئے تھے بیچارے۔

سوال: خواتین کی زلفوں پر شاعر حضرات غزلیات لکھتے ہیں تو پھر مردوں کی مونچھوں پر کیوں نہیں لکھتے؟

جواب: ابھی اس قدر بدذوقی عام نہیں ہوئی بہرحال تم یہ کام بھی کر ڈالو اور ایک خوفناک سی غزل لکھ لو۔ پھر داد میں جو ملے وہ ضرور بتانا۔

سمیرا سواتی......بھیر کنڈ

سوال: آپی جی ڈرتے ڈرتے آپ کی محفل میں آئی ہوں اب ذرا جواب ہماری مرضی کے مطابق دینے ہیں۔

جواب: رشوت کے طور پر کیا لائی ہو۔

سوال: آپی جی سنا ہے اب آپی شمائلہ کی جگہ ان کے شوہر کا قبضہ ہوگا ”ہم سے پوچھیے“ کی محفل پر۔

جواب: جب ہی تم انٹری دینے آئی ہو لیکن تمہاری یہ حسرت ہی رہے گی کیونکہ میں ابھی سنگل ہوں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

سوال: کیا یہ سچ ہے شادی کے بعد عورت کو راحت اور مرد کو مصیبت ملتی ہے؟

جواب: پتا نہیں جی، میں تو نہ راحت ڈھونڈتی ہوں ناں کسی کو مصیبت میں مبتلا کرتی ہوں اسی لیے خوشی وچین کی زندگی کے ساتھ ابھی تک چین کی بانسری بجا رہی ہوں آنٹی جی۔

سوال: میرے میاں جانی نے نئے سال کے پہلے دن بھلا مجھے تحفے میں کیا چیز دی تھی؟

جواب: اپنی ایک سال پرانی جرابیں دھونے کے لیے۔جنہیں وہ پورا سال پہنے رہے۔

اقرا جٹ...... چنن آباد

سوال: اپیا زندگی دو چیزوں کے بغیر ادھوری ہے بتایئے کون سی چیزیں؟

جواب: حجاب و آنچل تم کیا سمجھی تمہارا نام لوں گی بے وقوف سمجھا ہے کیا۔

سوال: وہ کہتے ہیں نا دن میں تارے دکھا دوں گی تو دن میں تو تارے ہوتے ہی نہیں؟

جواب: ابھی دو کان کے نیچے لگاؤں گی ناں تو ساری زندگی دن میں تارے نظر آئیں گے۔

سوال: زندگی ایک دم سے پھیکی کیوں لگنے لگی ہے؟

جواب: تم جو اپنے حصہ کی مٹھاس سمجھدار ہونے سے پہلے ہی کھا گئی تھی اس لیے۔

سوال: کوئی ایسا موبائل جو اسکرین کے بغیر ہو؟

جواب: اپنا موبائل توڑ کے دیکھ لو۔

سوال: دل سے آواز آتی ہے؟

جواب: جس کے سوالوں کے جواب میں دے رہی ہوں، وہ بے وقوف ہے وہ بے وقوف ہے۔

سوال: آپی اگر ہم کسی کو جنون کی حد تک چاہیں اور وہ چھوڑ جائے؟

جواب: تو اس کو دیئے تمام گفٹ واپس لے کر کسی اور کو دے دو پیسے بچ جائیں گے۔

سوال: اگر آپ کو پاکستان کا لیڈر بنا دیا جائے؟

جواب: تمہارے لکھنے پر سب سے پہلے پابندی لگاؤں گی۔

رقیہ ناز...... تحصیل میلسی ضلع وہاڑی

سوال: اپیا جی کیسی ہیں؟

جواب: بہت خوب صورت، اسمارٹ، بیوٹی فل اور خوش، جل گئی ناں؟

سوال: آپی جو لوگ اپنے خیالوں میں گم رہتے ہیں اور اداس رہتے ہیں ان کا کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ان سے گھر کے تمام کام کرانے چاہیں، نہ ہوگی فرصت اور نہ ہوگا کوئی خیال۔

سوال: آپی جی جو ہر وقت مسکراتے رہتے ہیں لوگ کہتے ہیں انہیں کوئی غم نہیں ہوتا یہ سچ ہے کیا؟

جواب: پاگلوں کو بھی غم ہوتے ہیں کیا، اب تم اپنی ہی مثال لے لو، مسکرا جو رہی ہو۔

سوال: ویسے اپیا جانی آپ کی ردی کی ٹوکری آپ کی طرح بھوکی ہے ہر کسی کا لیٹر بغیر ہضم کیے کھا جاتی ہے؟

جواب: لیکن تمہیں بدہضمی کے تحت نکال دیا، خوش۔

سوال: کوئی اپنا نہیں ہے ذرا سنبھل کر چلنا ناز۔

جواب: آگے کیچڑ ہے کوئی سنگ مرمر نہیں ناز۔

روبینہ کوثر...... بستی مکوٹ

سوال: آپی آپ کیسی ہیں امید تو یہی ہے آپ خیریت سے ہوں گی؟

جواب: مجھے بھی یہی امید ہے۔

سوال: آپی میں آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں کیسے ویلکم کریں گی؟

جواب: تم بتاؤ جوس پیو گی یا چائے جو بھی دل چاہے کچن میں جا کر خود ہی بنا لو۔

سوال: انسان مردہ ہو جائے تو مٹی میں دفنا دیا جاتا ہے دل مردہ ہو جائے تو......

جواب: شادی کر لینی چاہیے۔

سوال: جب بھی وہ مجھے دیکھتے ہیں تو میری نظریں خود بخود جھک جاتی ہیں نا جانے کیوں؟

جواب: ان کی گھنی مونچھوں پر ان کی بہتی ناک جو ہوگی۔

سوال: آئینہ ٹوٹنے کی آواز سب کو سنائی دیتی ہے دل

ٹوٹنے کی آواز کیوں سنائی نہیں دیتی سب کو۔

جواب: لو جی یہ سوال تو کسی عاشق سے پوچھو میرے پاس تو فارغ لوگ آتے ہیں۔

حافظہ اقرا جاوید، بشریٰ جاوید......خوشاب

سوال: چاند اور سورج زمین پر آئے ہیں، پہلی بار وہ بھی آپ کی محفل میں ویلکم تو کہیے۔

جواب: مجھے تو سورج گرہن لگ رہا ہے جب ہی تو اندھیرا چھا گیا ہے۔

سوال: بھیا سے آپ کو کتنی بار مار پڑی ہے ایسے کرارے جواب دے کر جیسے آپ ہم معصوموں کو دے رہی ہیں سچ بتائیں؟

جواب: مجھے تو کبھی نہیں پڑی ہاں تم جیسی اور بہت سی لڑکیاں گھر سے مار کھا کر یہیں آتی ہیں اپنی روتی شکل پر مسکراہٹ بکھیرنے کے لیے۔

سوال: آپی ہم نے سنا ہے آپ اپنے بھائیوں کے لیے ہم جیسی ذہین وفطین اور اسمارٹ سی لڑکیاں ڈھونڈ رہی ہیں سو ہم آگئے۔

جواب: توبہ کرو جو تم جیسی ڈھونڈوں کام کی نہ کاج کی......

عروسہ شہوار......جہلم

سوال: ہم جس کے ساتھ جتنا مخلص ہوتے ہیں وہ اتنا ہی زوردار تھپڑ مارتا ہے کہ ہماری مخلصی بھی حیران رہ جاتی ہے کیوں کرتا ہے انسان ایسا؟

جواب: تم مخلص نہیں کمبل جو ہو جاتی ہو۔

سوال: ہر چیز پرفیکٹ، لباس، جیولری، ہیئر اسٹائل، فریش فریش نظر آنے کا کیا راز ہے؟

جواب: ارے بس کرو نظر لگاؤ گی کیا پگلی۔

سوال: کون ہے وہ جسے آپ اتنے دھیان سے سوچ کر جواب دے رہی ہیں؟

جواب: ایمان سے تم نہیں ہو۔

تانیہ خادم حسین......جلادی واہن

سوال: آپی جی اگر آپ کا نام ”شملہ مرچ“ یا شامی کباب رکھا دیا جائے تو......؟

جواب: ہم اپنے مطلب کے ہی نام رکھنا موٹی تاکہ بار بار پڑھ کر منہ میں پانی بھر کر اسی سے پیٹ بھرو۔

سوال: شمائلہ جی 2018ء میں ہم 18 سال کے ہونے والے ہیں مبارک باد نہیں دیں گی، کنجوس۔

جواب: مبارک باد تو ضرور دوں گی لیکن تم اپنا پیٹ بھرنے کے لیے ایک صفر یہاں بھی کھا گئی ناں۔

سوال: شونا، پہلی بار آپ کی محفل میں آئی ہوں کیسا لگا؟

جواب: مجھے تو اچھا لگا تم بتاؤ دوبارہ آؤ گی یا جوڑوں کے درد کا بہانا کرو گی۔

سوال: آپی جی جواب ضرور دینا ورنہ......!

جواب: اپنے سسرال جاؤ گی اور ساس سے میری شکایت لگاؤ گی یہی ناں۔

داؤد احمد......کھاٹاں شریف

سوال: کیسی ہیں آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کر رہا ہوں اجازت ہے کہ نہیں؟

جواب: خوش آمدید۔

سوال: آپی گرمی ہے کہ جانے کا نام نہیں لے رہی کیسے بھگائے اسے؟

جواب: ہش ہش ہو نہیں بھاگی چلو ٹرائی کرتے رہو۔

سوال: ہم ہیں دیوانے بھلا کس کے؟

جواب: میرے پیارے آنچل ڈائجسٹ کے بھائی۔

سوال: مچھر اور مکھی کا کیا رشتہ ہے دونوں گرمی میں آتے ہیں؟

جواب: تمہارے سسرالی رشتے دار لگتے ہیں پوچھ کر بتاؤ۔

آپ کی صحت

وریشہ خان، ڈیرہ غازی خان سے لکھتی ہیں کہ میرے شوہر کی عمر 42 سال ہے، انہیں کافی عرصے سے بواسیر کی شکایت ہے جو اب ناسور کی شکل اختیار کرچکی ہے۔ کوئی دوائی تجویز کردیں کہ اس بیماری سے شفاء مل جائے۔

محترمہ آپ انہیں Paeonia 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔

مصباح فاروق، گجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 25 سال ہے، غیر شادی شدہ ہوں، میرے چہرے پر بہت زیادہ بال ہیں جس کی وجہ سے چہرے کی رنگت بھی سانولی لگتی ہے، کیا میں بالوں کو ہمیشہ ختم کرنے کے لیے الفروڈائٹ ہیئر انہیبٹر استعمال کرسکتی ہوں اور کتنا عرصہ استعمال کرنے سے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے؟

محترمہ آپ الفروڈائٹ ہیر انہیبٹر کے ساتھ Olium Jec 3x کی ایک گولی صبح اور رات استعمال کریں۔ 900/= روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں، الفروڈائٹ ہیئر انہیبٹر آپ کے گھر پہنچ جائے گا، 2 سے 3 بوتلوں کے باقاعدہ استعمال سے ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

سہیل اعوان، ایبٹ آباد سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 51 سال ہے، میرا مسئلہ یہ ہے کہ پیشاب کے آخر میں تکلیف ہوتی ہے، کبھی پیشاب کم لیسدار اور جھاگ والا آتا ہے۔ مثانے میں بھی اکثر درد ہوتا ہے۔ میرے لیے کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترم آپ Sarseparila 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

شازیہ سلیم، لودھراں سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 46 سال ہے، جوڑوں میں درد رہتا ہے، درد پاؤں کی انگلیوں سے جوڑوں کی طرف بڑھتا ہے، کبھی سوجن بھی ہوجاتی ہے، ٹھنڈی چیز لگانے سے درد میں کمی محسوس ہوتی ہے۔ کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Ledum Pal 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔ اسکے علاوہ جوڑوں کے درد کے لیے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ 700/= روپے کا منی آرڈر بھیج دیں، ایک بوتل Aphrodite Pain Killer آپ کے گھر پہنچ جئے گا۔ اس کے استعمال سے ان شاء اللہ جلد افاقہ ہوگا۔

مسز علی، فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا صاحب کا انتقال کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا، اللہ سبحان تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائیں، آمین، ڈاکٹر صاحب نے آنچل کے ذریعے خلق خدا کی بہت خدمت کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہر مسئلے کی بہترین دوا تجویز کرتے تھے، اُن کی تجویز کردہ دوا سے آرام اور افاقہ ہوجاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں بہت شفاء رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی رحمتیں برسائیں، آمین۔ میرا پہلا مسئلہ میرے ناخن فنگس کی وجہ سے خراب ہوگئے ہیں، کافی میڈیسن اور مہنگی ٹیوب، لوشن استعمال کرچکی ہوں، کوئی فرق نہیں پڑا، وضو، برتن دھونا، نہانا بہت مشکل ہوگیا، ناخن میں درد بھی ہوتا ہے، سوجھے ہوئے سے بھی لگتے ہیں، ڈاکٹر کہتے ہیں کہ فنگس ہے، صفائی بھی رکھتی ہوں۔ دوسرا مسئلہ میرے ہونٹوں پر موٹے موٹے دانے بن جاتے ہیں جو بہت درد کرتے ہیں، چبھتے ہیں، جس کی وجہ سے ہونٹ موٹے اور سوج جاتے ہیں، اور ارد گرد دانوں کے سائیڈ پر بہت خارش جلن ہوتی ہے یہاں تک کے کھانا کھانا مشکل ہوجاتا ہے جلن ہوتی ہے سالن یا مرچ تیزاب کی طرح لگتا ہے، جبکہ میرا فیس بالکل صاف ہے۔ تیسرا مسئلہ میرے شوہر بہت سگریٹ پیتے ہیں، میں بہت پریشان ہوں، کہیں میرے بیٹے میں یہ عادت نہ آجائے، سگریٹ نوشی چھوڑنے کیلئے دوا ضرور بتائیں۔

محترمہ آپ ناخن اور ہونٹ کیلئے Slicca 6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں اور شوہر کو سگریٹ نوشی چھوڑنے کیلئے Nux Vomica 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

جاوید اقبال، بھکر سے لکھتے ہیں کہ مجھے مقعد کے قریب پھوڑے کا ناسور ہے، پھوڑا بار بار بنتا ہے اُس میں خون اور پیپ ہوتی ہے، پھوڑا 4 یا 5 دن میں تیار ہوتا ہے، پھر پھوٹتا ہے، شدید درد ہوتا ہے، پھوٹنے کے بعد سکون ملتا ہے، یہ بیماری 8 یا 9 سال سے ہے، کئی ڈاکٹروں سے علاج کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا، برائے مہربانی علاج تجویز کیجئے۔

محترم آپ Paeonia 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

عائشہ نور، خوشاب سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 15 سال 11 ماہ ہے، میرا قد 5 فٹ ہے، میں اپنے قد میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں

،میرے بھائی کی عمر 13 سال 10 ماہ ہے اور قد 4 فٹ 9 انچ ہے ،پلیز کوئی اچھی سی دوا تجویز کریں جس سے ہم دونوں کے قد میں اضافہ ہو اور یہ بھی بتائیں کہ یہ دوائیں کہاں سے مل سکتی ہیں اور کب تک استعمال کرنی ہیں، مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ دونوں Calcium Phos-6x کی 2 گولیاں دن میں تین بار کھائیں اور Barium Carb-200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ہفتے میں ایک بار پئیں۔ یہ دوائیں 6 ماہ تک استعمال کریں ان شاءاللہ قد بڑھنا شروع ہوجائے گا، یہ میڈیسن ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائیں گی۔

نازیہ ناز، بنوں سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 35 سال ہے، کافی سالوں سے بے خوابی کا شکار ہوں، مجھے رات کو نیند نہیں آتی، اگر نیند آ بھی جائے تو ذرا سے شور سے آنکھ کھل جاتی ہے، ایک بار کروٹ یا کسی آہٹ پر آنکھ کھل جائے تو پھر نیند نہیں آتی، کوئی ایسی دوائی تجویز کریں جس کے کوئی سائیڈ افیکٹ نہیں ہوں۔

محترمہ آپ Sulphur 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں، ان شاءاللہ افاقہ ہوگا۔

مسز عمران، حیدرآباد سے لکھتی ہیں کہ میرے شوہر تاجر ہیں ،اکثر کاروبار کے سلسلے میں کراچی آنا جانا رہتا ہے، دماغی محنت سے جلد تھکن محسوس کرتے ہیں اور تھوڑی دیر لیٹ جاتے ہیں، جسمانی اور اعصابی کمزوری کا شکار ہیں، چھوٹے چھوٹے کام کرنے سے بھی تھک جاتے ہیں سر درد کرتا ہے، صبح سو کر اٹھنے کے بعد کمر میں درد محسوس کرتے ہیں، جوڑوں میں بھی دُکھن ہوتی ہے، ڈاکٹرز نے خون میں سرخ ذرات کی کمی بتائی ہے، برائے مہربانی کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ اپنے شوہر کو Acid Picric 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔ اسکے علاوہ درد کیلئے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ =/700 روپے کا منی آرڈر بھیج دیں، ایک بوتل Aphrodite Pain Killer آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے ان شاءاللہ جلد افاقہ ہوگا۔

عافیہ معراج لکھتی ہیں کہ میری عمر 24 سال ہے، میں اسٹوڈنٹ ہوں، 3 مہینے بعد میرے امتحان ہیں، جب بھی پڑھنے بیٹھو تو تھوڑی دیر بعد آنکھوں میں درد اور دکھن شروع ہوجاتی ہے، اگر مزید پڑھنے کی کوشش کی جائے تو پڑھنے میں بہت مشکل ہوتی ہے، الفاظ ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں، کوئی دواء تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Ruta 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

رابعہ رضا، ڈیرہ غازی خان سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 27 سال ہے، میں غیر شادی شدہ ہوں، میں جسمانی طور پر صحت مند ہوں پھر بھی اکثر بے ہوش ہوجاتی ہوں، کبھی نبض تیز یا پھر بالکل آہستہ ہوجاتی ہے، ڈاکٹر خون کی کمی بتاتے ہیں، چہرے اور جسم کی رنگت بھی پیلی ہے، کچھ ماہ بعد میری شادی ہے، کوئی دوا بتادیں کہ شادی سے پہلے جلد سے جلد ٹھیک ہوجاؤں، میرا خط ضرور شائع کیجئے گا۔

محترمہ آپ Ferrum Phos 3x کی 2 گولیاں دن میں تین مرتبہ کھائیں۔ ان شاءاللہ افاقہ ہوگا۔

ماہم شرجیل، بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 28 سال ہے، میرے چہرے پر پہلے ہلکے بال تھے لیکن اب مردوں کی طرح موٹے اور سخت بال تیزی سے نکل رہے ہیں، ہر 15 دن بعد ویکسنگ کرانی پڑتی ہے، Aphrodite Hair Inhibitor کی بہت تعریف سنی ہے، کیا اس کے استعمال سے بال ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائیں گے؟

محترمہ آپ کی طرح ہزاروں خواتین ہمارے کلینک کے تیار کردہ Aphrodite Hair Inhibitor سے فیضیاب ہوچکی ہیں ،آپ ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ =/900 روپے کا منی آرڈر یا ایزی پیسہ (اکاؤنٹ نمبر 03494900800) کریں، Aphrodite Hair Inhibitor آپ کے گھر پہنچ جائیگا۔ آپ کے بال سخت اور موٹے ہیں اسلئے آپ کو اس کے ساتھ Olium jec 3x کی ایک گولی صبح اور شام کھانی ہوگی۔ دونوں دوائیوں کے استعمال سے چہرے کے فالتو بال ان شاءاللہ مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔

لبنیٰ شاہد، پاکپتن سے لکھتی ہیں کہ میری والدہ کی عمر 45 سال ہے، 2 سال سے ماہانہ اخراج بند ہے اور والدہ کے دائیں گردے میں پتھری ہے، برائے مہربانی دوا بتادیں؟ اس کے علاوہ آپ جو رنگ گورا کرنے کی میڈیسن Judum 1M بتاتے ہیں کیا یہ میڈیسن میں بھی استعمال کرسکتی ہوں اور یہ بھی بتائیں کہ میں دوا کتنے ماہ تک جاری رکھوں؟

محترمہ آپ کی والدہ کی عمر سن یاس کو پہنچ چکی ہے اس عمر میں قدرتی طور پر ماہانہ اخراج بند ہوجاتا ہے، لہٰذا اب اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ گردے کی پتھری کیلئے اپنی والدہ کو Epigea 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں

محترمہ آپ Judum 1M کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں 15 دن میں ایک بار پئیں۔6 ماہ کے استعمال سے رنگت کافی بہتر ہوجائے گی۔ان شاءاللہ

سدرہ بتول،نار،آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میری ایک سہیلی جس کی عمر 20 سال ہے،نسوانی حسن کی کمی ہے،کچھ ماہ بعد اُس کی شادی ہے،برائے مہربانی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ اپنی سہیلی کے لیے ہمارے کلینک سے بریسٹ بیوٹی منگوالیں اس کے ساتھ Sabal Serulatta Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔دونوں دواؤں کے استعمال سے ان شاءاللہ کافی فائدہ ہوگا۔

کوثر جہاں،راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 30 سال ہے،شادی کو 10 سال ہوچکے ہیں،5 بچے ہیں،بچوں کی پیدائش کے بعد سے میرے بال کافی ہلکے،روکھے اور بے رونق ہوتے گئے،اب بال اتنے ہلکے ہوگئے ہیں کہ سر کی جلد بھی نمایاں نظر آتی ہے،بال کمزور ہونے کی وجہ سے لمبائی بھی کم ہوگئی ہے،میں چاہتی ہوں کہ بال پہلے کی طرح لمبے،گھنے اور سلکی ہوجائیں۔دوسرا مسئلہ میری کزن کا ہے جس کی تھوڑی اور اپر لپس پر ہلکے بال تھے،بار بار ویکسنگ کرانے کی وجہ سے بال سخت اور موٹے آنے لگے ہیں،برائے مہربانی کوئی ایسی دوا بتائیں کہ بغیر کسی سائیڈ افیکٹ کے ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائیں اور یہ بھی بتائیں کہ Aphrodite Hair Inhibitor کتنے عرصے استعمال کرنی ہوگی؟

محترمہ آپ اپنے سر کے بالوں کیلئے Aphrodite Hair Grower اور اپنی بہن کے چہرے کے غیر ضروری بال ختم کرنے کیلئے Aphrodit Hair Inhibitor بذریعہ ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر 0349-4900800 میں پیسے بھیج کر بھی منگوا سکتی ہیں،2 سے 3 بوتلوں کے استعمال سے ان شاءاللہ غیر ضروری بال نکلنا ہمیشہ کیلئے بند ہوجائیں گے۔

ثمینہ اقبال،جھنگ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 24 سال ہے، مجھے کافی عرصے سے لیکوریا کی شکایت ہے اور دوسرا مسئلہ میری بہن کا ہے،جس کی عمر 17 سال ہے،اس کا ماہانہ نظام ٹھیک نہیں ہے،8 مہینے ہوگئے ہیں پیریڈز نہیں آئے ہیں،ہم دونوں کے مسئلوں کیلئے دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Pulsatilla 30 کے 5 قطرے آدھے کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔اور اپنی بہن کا Pelvis کا الٹراساؤنڈ کروا کر رپورٹ ہمارے کلینک کے ایڈریس پر بھیجیں۔

مبشر خان،وہاڑی سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 48 ہے،شادی کو 22 سال ہوگئے ہیں،گزشتہ 10 سال سے ذیابطیس کا مریض ہوں،کچھ سالوں سے ازدواجی زندگی میں مسائل کا سامنا ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں،بڑی امید کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں،آپ میرے مسئلے کا مناسب حل بتائیں۔

محترم آپ Cuprum Met 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگوا سکتے ہیں جس کی قیمت 800 روپے ہے۔ان شاءاللہ بہت افاقہ ہوگا۔

مہوش شعیب،گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 20 سال ہے،مجھے کمر کے مہروں میں درد کی شکایت ہے،کافی علاج کیا،لیکن وقتی آرام آتا ہے،کوئی دوا تجویز کردیں کہ مکمل طور پر آرام آجائے۔

محترمہ آپ مہروں کے درد کے لئے Theridion 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دکان نمبر C-5،کے ڈی اے فلیٹس،فیز 4، شادمان ٹاؤن نمبر 2،سیکٹر 14-B،نارتھ کراچی۔75850 فون نمبر:021-36997059

صبح 10 تا 1 بجے،شام 6 تا 9 بجے۔

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر:03494900800

خط لکھنے کا پتا:

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

ناشتہ! بہتر صحت کی بہتر عادت

رات کو سونے کے بعد صبح اٹھنے پر ہمارے جسم کو ناشتے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم سوتے ہیں تو تقریباً 950 کیلوریز خرچ ہوتی ہیں۔ صبح اٹھنے کے بعد ہم بھوک محسوس کرتے ہیں۔ ناشتے کے بعد ہمارے خون کو گلوکوز کی مقدار مہیا ہوجاتی ہے اور اس ایندھن کی بھی جسے ہمارے دماغ کو ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جب ہم نیند میں ہوتے ہیں تو ہمارا میٹابولزم (خلیوں کے بننے کا عمل) سست پڑجاتا ہے۔ جب ہم صبح اٹھنے پر ناشتا کرتے ہیں تو یہ ہضم ہونے کے بعد فوری طور پر عمل کو انجام دیتا ہے۔

ناشتا ہمارے جسم کی چوتھائی توانائی کو بحال کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اگر ہم ناشتا نہیں کرتے تو آپ خود اندازہ لگالیں کہ ہم اس توانائی کو حاصل کرنے میں ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ ہم اپنے پہلی خوراک کو ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ بچوں کے لیے بھی ضروری ہے جو خالی پیٹ ہی صبح سویرے گھر سے نکل کر اسکول چلے جاتے ہیں۔ جو لوگ صبح سویرے ناشتا کرنے کے عادی ہوتے ہیں وہ دیگر لوگوں کی نسبت جسمانی اور صحت کے لحاظ سے صحت مند ہوتے ہیں۔ ان کا صحت مندانہ وزن بالکل درست ہوتا ہے۔

ناشتا ضروری ہے

ماہرین کا خیال ہے کہ اچھا ناشتا چست رکھنے اور بہتر دن کے آغاز کے لیے ضروری ہے۔ عمر کے لحاظ سے قطع نظر ہر شخص جو ناشتا نہیں کرتا' وہ دن کی پہلی خوراک سے محروم ہوتا ہے جس سے تھکن اور نیند کی کمی کی بیماری ہوجاتی ہے۔ اسی طرح دن کے کام کاج میں ناشتا چھوڑنے والے ناقص کارکردگی کے حامل ہوتے ہیں۔ طبعی اور دماغی لحاظ سے جو بچے ناشتا نہیں کرتے وہ اسکول میں دن بھر غائب دماغی کا شکار رہتے ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں وہ بچے جو ناشتا کرتے ہیں ان کی صحت بھی بہتر رہتی ہے اور اسکول کی کارکردگی بھی مثالی ہوتی ہے۔

تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جو لوگ ناشتا کرنے کے عادی ہوتے ہیں وہ اپنی دماغی صلاحیت سے بہتر کارکردگی کے حامل ہوتے ہیں۔

ناشتا دماغی خوراک

ناشتا کتنی اہم خوراک ہے۔ حالیہ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ بچے نوجوان اور نوعمر بھی اپنے اسکول اور کالج میں اپنی کارکردگی کے حوالے سے بہتر رہے ہیں۔ ناشتا کرنے والے زیادہ ہوشیار اور توجہ دینے والے ثابت ہوتے ہیں۔ وہ زیادہ ارتکاز اور توجہ سے اپنی تعلیم پر توجہ دیتے ہیں اور ان کی یادداشت بھی بہتر ہوتی ہے۔

روزانہ ناشتا کرنے والے بچے زیادہ تیزی سے سوچتے ہیں۔ اپنے مسائل کو آسانی سے حل کرلیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ساتھیوں کی بھی تعلیمی لحاظ سے مدد کرتے ہیں۔

بہترین ناشتا کیا ہے

غذائیت بھری اشیاء ہر ایک کے لیے بہترین ہیں۔ ناشتے کو متوازن ہونا چاہیے۔ اس میں کاربوہائیڈریٹ پروٹین اور وٹامن سے بھرپور اشیاء شامل ہونا ضروری ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ صبح کے وقت جو خوراک لیتے ہیں۔ وہ کتنی طاقتور ثابت ہوگی۔ پراٹھا پوری دال سوجی وغیرہ۔ ہمارے ہاں ایک رواج کی حیثیت پاچکے ہیں۔ یہ خوراک ایسی ہے جس سے آپ کی لحمیات غذائیت وٹامن وغیرہ کی ضروریات پوری ہوجاتی ہیں۔ اس سے آپ کی صحت بھی بہتر ہوگی۔ صبح کے اوقات میں زیادہ میٹھی اشیاء سے پرہیز کریں کیونکہ شکر آپ کو سست کرنے کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا لڈو برفی' حلوہ کیک وغیرہ

سے پرہیز ہی بہتر ہے جب کہ دلیہ‘ جو‘ گندم‘ چاول‘ ایسی خوراک ہیں جو شکر اور چکنائی سے پاک ہوتی ہیں۔ ناشتے میں اگر ایسی اشیا شامل ہوں جن میں وٹامن بی جو کہ توانائی پیدا کرتی ہے فولاد جو کہ صحت مند خون بناتا ہے۔ کیلشیم جو کہ ہڈیوں اور دانتوں کو مضبوط بناتا ہے شامل ہونا چاہیے۔

پروٹین آپ کو دوپہر کے کھانے تک جسمانی طور پر چست رکھتے ہیں۔ اس کی علاوہ آپ دودھ کا ایک گلاس پنیر انڈہ پراٹھا وغیرہ بھی لے سکتے ہیں۔

دودھ یا اس سے بننے والی اشیاء مثلاً دہی‘ لسی یا پنیر آپ کو وٹامن بی کمپلیکس مہیا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں جست میگنیشم اور کیلشیم بھی پائے جاتے ہیں۔ سیرل میں شامل دودھ ہمیں اتنی کیلشیم فراہم کردیتا ہے جتنی ہمیں آدھے دن میں درکار ہوتی ہے۔ سبزیوں اور پھلوں کا استعمال بھی بے حد ضروری ہے۔ خاص طور پر ناشتے کے وقت اس کی وجہ سے قبض کی شکایت دور ہوجاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سبزیاں اور پھل آپ کو روزمرہ کی وٹامن اور دھاتوں کی ضروریات کو بھی پورا کرتے ہیں۔ پھلوں میں کیلا‘ سیب یا امرود آپ کو بقدر ضرورت وٹامن سی مہیا کرنے کا سبب ہے۔

ناشتے میں کتنا کھایا جائے؟

بہتر قسم کی خوراک بہتر مقدار قابل رشک صحت کا باعث بنتی ہے۔ مختلف عمر کے لوگ ناشتے کی میز پر مختلف قسم کی چیزیں کھانا پسند کرتے ہیں۔ اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ ناشتے میں لی جانے والی خوراک ہمارے جسم کی آدھے دن کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اس بات کو محسوس کرلیں کہ اس کے لیے کوئی خاص اصول وضع نہیں کیے گئے۔ یہ یاد رہے کہ تیزی سے نشوونما پانے کے لیے خوراک کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ خاص طور پر تیرہ سے اٹھارہ سال کی عمر کے لڑکوں کو زیادہ اور مناسب خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔

خاندان کے تمام افراد کو چاہیے کہ صبح کے ناشتے کی عادت اپنائیں۔ اس لیے کہ اس سے ہمیں نہ صرف غذائیت حاصل ہوتی ہے بلکہ توانائی بھی ملتی ہے۔

اگر آپ ناشتا نہیں کرنا چاہتے تو

ایک گلاس پانی اورنج جوس پی لیں۔ ایک گھنٹے بعد آپ کو بھوک محسوس ہوگی۔ شروع میں بہت تھوڑی مقدار میں کھانا شروع کریں۔ اس کے بعد آپ آہستہ آہستہ مقدار بڑھاتے جائیں۔ آخر کار خود ہی ایک وقت آپ کا ناشتا کرنے کا جی چاہے گا۔

آپ روزانہ کے معمول سے دس منٹ قبل اٹھ جائیں۔ اس کے بعد آپ ہلکا پھلکا ناشتا کرلیں۔ آپ خود محسوس کریں گے کہ اس رات آپ کو خوب نیند آئے گی اور صبح آپ ناشتہ کریں گے۔

بچوں کے لیے

بچوں سے ان کی پسند دریافت کریں‘ وہ کیا کھانا چاہتے ہیں۔ پراٹھا‘ مولی‘ میتھی گوبھی کے ساتھ یا پھر کوئی پھل مثلاً کیلا‘ سیب نارنگی یا پھر خشک میوہ جات بادام پستہ وغیرہ۔

اپنے بچوں سے کل صبح کے ناشتے کے متعلق معلوم کریں۔ اگر وہ کسی ایسی ویسی چیز کے متعلق کہیں تو آپ انہیں صحت مند غذا کے متعلق آگاہ کریں اور انہیں صبح کا ناشتہ لازمی کروائیں۔

اگر بچے سبزی کھانا پسند نہ کریں تو انہیں پھل کی جانب راغب کریں۔ ان کو سبزیوں کی افادیت سے بھی آگاہ کریں۔ پھلوں کا ملک شیک بنا کردیں۔ گاجر یا اورنج جوس بھی دیں۔

جویریہ ضیاء...... کراچی

www.urdusoftbooks.com